صحیح بخاری

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جلد دوم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلام مولانا ابو محمد عبد الجبار سلفی رحمہ اللہ
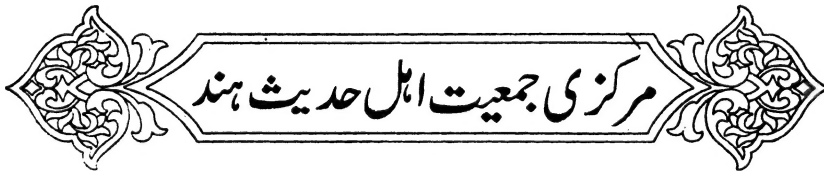
نام کتاب : صحیح بخاری شریف

مترجم : حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ

ناشر : مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

سن اشاعت : ۲۰۰۴ء

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

قیمت :

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوڑی تالاب، وارانسی

۳۔ مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴، اے، چاہ رہٹ جامع مسجد، دہلی

۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ سری نگر، کشمیر

۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارمینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱

۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مئوناتھ بھنجن، یوپی

فہرست مضامین

کتاب سجود القرآن

کتاب تقصیر الصلوٰۃ

کتاب التہجد

فہرست تشریحی مضامین

چوتھا پارہ

١٣٦- بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

باب کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے اور جو شخص شرمگاہ کے کھل جانے کے خوف سے کپڑے کو جسم سے لپیٹ لے تو کیا حکم ہے۔

٨١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوا أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِم، فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

[راجع: ٣٦٢]

(٨١٤) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں سفیان نے ابو حازم سلمہ بن دینار کے واسطہ سے خبر دی' انہوں نے سہل بن سعد سے' انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تہمد چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں گردنوں سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک مرد اچھی طرح بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو (سجدہ سے) نہ اٹھاؤ۔

تشریح اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام ہر طرح تنگیوں کا شکار تھے۔ بعض لوگوں کے پاس تن پوشی کے لیے صرف ایک ہی تہ بند ہوتا تھا۔ بعض دفعہ وہ بھی ناکافی ہوتا اس لیے عورتوں کو جو جماعت میں شرکت کرتی تھیں یہ حکم دیا گیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عورتوں کی نگاہ مردوں کے ستر پر نہ پڑے۔ ایسی تنگ حالت میں بھی عورتوں کا نماز با جماعت میں پردہ کے ساتھ شرکت کرنا زمانۂ نبوی میں معمول تھا یہی مسئلہ آج بھی ہے اللہ نیک سمجھ دے اور عمل خیر کی ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

١٣٧- بَابُ لَا يَكُفُّ شَعَرًا

باب اس بارے میں کہ نمازی (سجدے میں) بالوں کو نہ سمیٹے

٨١٥- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((أُمِرَ

(٨١٥) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے طاؤس سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' آپ نے فرمایا

النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، وَلاَ يَكُفَّ شَعْرَهُ وَلاَ ثَوْبَهُ)).

کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو حکم تھا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور بال اور کپڑے نہ سمیٹیں۔

[راجع: ۸۰۹]

تشریح: شارحین لکھتے ہیں و مناسبة هذه الترجمة لاحكام السجود من جهة ان الشعر يسجد مع الراس اذا لم يكف او يلف یعنی باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ جب بالوں کو لپیٹا نہ جائے تو وہ بھی سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں جیسے دوسری روایت میں ہے سنن ابو داؤد میں مرفوعاً روایت ہے کہ بالوں کے جوڑے پر شیطان بیٹھ جاتا ہے سات اعضاء جن کا سجدہ میں زمین پر لگنا فرض ہے، ان کا تفصیلی بیان تیسرے پارے میں گزر چکا ہے۔

۱۳۸- بَابُ لاَ يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلاَةِ

باب اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا نہ سمیٹنا چاہیے

۸۱۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ، لاَ أَكُفُّ شَعَرًا وَلاَ ثَوْبًا)). [راجع: ۸۰۹]

(۸۱۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح نے' عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے طاؤس سے' انہوں نے حضرت ابن عباس سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال سمیٹوں اور نہ کپڑے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نماز پورے انہماک اور استغراق کے ساتھ پڑھی جائے۔ سر کے بال اگر اتنے بڑے ہیں کہ سجدہ کے وقت زمین پر پڑ جائیں یا نماز پڑھتے وقت کپڑے گرد آلود ہو جائیں تو کپڑے اور بالوں کو گرد و غبار سے بچانے کے لیے سمیٹنا نہ چاہیے کہ یہ نماز میں خشوع اور استغراق کے خلاف ہے۔ اور نماز کی اصل روح خشوع خضوع ہی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلاَتِهِمْ خَاشِعُوْنَ یعنی مومن وہ ہیں جو خشوع کے ساتھ دل لگا کر نماز پڑھتے ہیں دوسری آیت حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیان والی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں بھی قنوت سے خشوع و خضوع ہی مراد ہے۔

۱۳۹- بَابُ التَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ

باب سجدہ میں تسبیح اور دعا کا بیان

۸۱۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: ((سُبْحَانَكَ

(۸۱۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' سفیان ثوری سے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے مسلم بن صبیح سے بیان کیا' انہوں نے مسروق سے' ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللهُ اغْفِرْ لِيْ)). يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ. [راجع: ٧٩٤]

رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔

تشریح سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ میں ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (اپنے رب کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ) اس حکم کی روشنی میں آپ ﷺ سجدہ اور رکوع میں مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یا اللہ میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ تو مجھ کو بخش دے۔ اس دعا میں تسبیح اور تحمید اور استغفار تینوں موجود ہیں اس لیے رکوع اور سجدہ میں اس کا پڑھنا افضل ہے علاوہ ازیں رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی مسنونہ دعائیں بھی آیات قرآنیہ ہی کی تعمیل ہیں جیسا کہ مختلف آیات میں حکم ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ کے نزول کے بعد آپ ہمیشہ رکوع و سجود میں اس دعا کو پڑھتے رہے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ علامہ امام شوکانی رحمہ اللہ اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں بتوفیقک لی و هدایتک و فضلک علی سبحنک لا بحولی و قوتی یعنی یا اللہ میں محض تیری توفیق اور ہدایت اور فضل سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اپنی طرف سے اس کار عظیم کے لیے مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔ بعض روایات میں رکوع و سجدہ میں یہ دعا پڑھنی بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَ الرُّوْحِ (احمد مسلم وغیرہ) یعنی میرا رکوع یا سجدہ اس ذات واحد کے لیے ہے جو جملہ نقائص اور شرکاء سے پاک ہے وہ مقدس ہے وہ فرشتوں کا اور جبرئیل کا بھی پروردگار ہے۔

١٤٠- بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب دونوں سجدوں کے بیچ میں ٹھہرنا

٨١٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لأَصْحَابِهِ: أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ- قَالَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ - فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً -ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا - قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِالرَّابِعَةِ. [راجع: ٦٧٧]

(۸۱۸) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے بیان کیا' انہوں نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید سے' کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کیوں نہ سکھادوں۔ ابو قلابہ نے کہا یہ نماز کا وقت نہیں تھا (مگر آپ ہمیں سکھانے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ پھر رکوع کیا اور تکبیر کہی پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور تھوڑی دیر کے لیے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے تھوڑی دیر کے لیے سر اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی ایوب سختیانی نے کہا کہ وہ عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کیا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو اس طرح کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ آپ تیسری یا چوتھی رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے (یعنی جلسۂ استراحت کرتے تھے پھر نماز سکھلانے کے بعد)

٨١٩- فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ

(۸۱۹) (مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ) ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت

((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيْكُمْ، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے یہاں ٹھہرے رہے آپؐ نے فرمایا کہ (بہتر ہے) تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دیکھو یہ نماز فلاں وقت اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں سے اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

[راجع: ٦٢٨]

تشریح مراد جلسۂ استراحت ہے جو پہلی اور تیسری رکعت کے خاتمہ پر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر بیٹھ لینے کو کہتے ہیں۔ بعضے نسخوں میں یہ عبارت ثم سجد ثم رفع راسه هنية ایک ہی بار ہے چنانچہ نسخہ قسطلانی میں بھی یہ عبارت ایک ہی بار ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اگر دوبار ہو پھر بھی مطلب یہی ہو گا کہ دوسرا سجدہ کر کے ذرا بیٹھ گئے جلسۂ استراحت کیا پھر کھڑے ہوئے یہ جلسۂ استراحت مستحب ہے اور حدیث ہذا سے ثابت ہے شارحین لکھتے ہیں بذالک اخذ الامام الشافعي وطائفة من اهل الحديث و ذهبوا الى سنية جلسة الاستراحت یعنی اس حدیث کی بنا پر امام شافعی اور جماعت اہل حدیث نے جلسہ استراحت کو سنت تسلیم کیا ہے۔

کچھ ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں بعض صحابہ سے بھی اس کا ترک منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جلسہ فرض و واجب نہیں ہے مگر اس کے سنت اور مستحب ہونے سے انکار کرنا بھی صحیح نہیں۔

٨٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ ﷺ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ.

(۸۲۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم صاعقہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن عبداللہ زبیری نے کہا کہ ہم سے مسعر بن کدام نے حکم عتیبہ کوفی سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا سجدہ' رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی۔

[راجع: ٧٩٢]

تشریح قسطلانی نے کہا یہ جماعت کی نماز کا ذکر ہے اکیلے آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اعتدال اور قومہ سے رکوع اور سجدہ دوگنا کرے حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

٨٢١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ﷺ قَالَ: إِنِّي لاَ آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي بِنَا - قَالَ ثَابِتٌ: كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُم تَصْنَعُونَهُ - كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ

(۸۲۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس طرح نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے

السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.
[راجع: ٨٠٠]

والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے اسی پر عمل کیا ہے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بار بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہنا مستحب جانا ہے جیسے حذیفہ کی حدیث میں وارد ہے حافظؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ثابت نے یہ گفتگو کی وہ دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھتے ہوں گے لیکن حدیث پر چلنے والا جب حدیث صحیح ہو جائے تو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا۔ حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و قد ترک الناس هذه السنة الثابتة بالاحاديث الصحيحة محدثهم و فقيهم و مجتهدهم و مقلدهم فليت شعرى ما الذى عوا واعليه ذالک والله المستعان یعنی صد افسوس کہ لوگوں نے اس سنت کو جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چھوڑ رکھا ہے حتیٰ کہ ان کے محدث اور فقیہ اور مجتہد اور مقلد سب ہی اس سنت کے تارک نظر آتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس کے لیے ان لوگوں نے کون سا بہانہ تلاش کیا ہے اور اللہ ہی مدد گار ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا بھی مسنون ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَ اهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

١٤١- بَابُ لاَ يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ

باب اس بارے میں کہ نمازی سجدہ میں اپنے دونوں بازوؤں کو (جانور کی طرح) زمین پر نہ بچھائے

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلاَ قَابِضِهِمَا.

اور ابو حمید نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بازو نہیں بچھائے نہ ان کو پہلو سے ملایا۔

٨٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلاَ يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ)). [راجع: ٦٤١]

(٨٢٢) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھو اور اپنے بازو کتوں کی طرح نہ پھیلایا کرو۔

تشریح: کیونکہ اس طرح بازو بچھا دینا سستی اور کاہلی کی نشانی ہے۔ کتے کے ساتھ تشبیہ اور بھی مذمت ہے۔ اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ امام قسطلانی نے کہا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو نماز مکروہ تنزیہی ہو گی۔

١٤٢- بَابُ مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِنْ صَلاَتِهِ ثُمَّ نَهَضَ

باب اس شخص کے بارے میں جو شخص نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اٹھ جائے۔

٨٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ

(٨٢٣) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشیم نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں خالد حذا نے خبر دی' ابو قلابہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی رضی اللہ عنہ نے خبر

اللَّيْثِيُّ (أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا).

دی کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپؐ جب طاق رکعت میں ہوتے اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک تھوڑی دیر بیٹھ نہ لیتے۔

طاق رکعتوں کے بعد یعنی پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے جب اٹھے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھنا' اس کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

١٤٣ - بَابٌ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

باب اس بارے میں کہ رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا کس طرح سہارا لے

٨٢٤- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، لَكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ: فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ؟ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ - قَالَ أَيُّوبُ : وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ. [راجع: ٦٧٧]

(۸۲۴) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' انہوں نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے ابو قلابہ سے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں لیکن میری نیت کسی فرض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ میں صرف تم کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالک رضی اللہ عنہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ ایوب نے بیان کیا کہ شیخ تمام تکبیرات کہتے تھے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھتے اور زمین کا سہارا لے کر پھر اٹھتے۔

تشریح: یعنی جلسۂ استراحت کر کے پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھتے جیسے بوڑھا شخص دونوں ہاتھوں پر آٹا گوندھنے میں ٹیکا دیتا ہے حنفیہ نے جو اس کے خلاف ترمذی کی حدیث سے دلیل لی کہ آں حضرات اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے تو یہ حدیث ضعیف ہے علاوہ اس کے اس سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی آپؐ نے جلسۂ استراحت کیا اور کبھی نہیں کیا اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ جلسۂ استراحت کو مستحب کہتے ہیں اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے ضعف یا علالت کی وجہ سے ایسا کیا اور یہ کہنا کہ نماز کا موضوع استراحت نہیں ہے قیاس ہے بمقابلہ نص اور وہ فاسد ہے۔ (مولانا وحید الزماں)

١٤٤ - بَابٌ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ

باب جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔

٨٢٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ : صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيْدٍ، فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ.

(٨٢٥) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے' انہوں نے سعید بن حارث سے' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو پکار کر تکبیر کہی پھر جب سجدہ کیا تو ایسا ہی کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا اسی طرح جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اس وقت بھی آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

٨٢٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غَيْلاَنُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ : صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ صَلاَةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ. فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هٰذَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ- أَوْ قَالَ - لَقَدْ ذَكَّرَنِي هٰذَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. [راجع: ٧٨٣]

(٨٢٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان بن جریر نے بیان کیا' انہوں نے مطرف بن عبداللہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سجدہ کیا' سجدہ سے سر اٹھایا دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوئے تو ہر مرتبہ تکبیر کہی۔ جب آپ نے سلام پھیر دیا تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ انہوں نے واقعی ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ مجھے انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔

تشریح بعض ائمہ بنی امیہ نے بآواز بلند اس طرح تکبیر کہنا چھوڑ دیا تھا جو اسوۂ نبوی کے خلاف تھا اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ دور سلف میں مسلمانوں کو اسوۂ رسول کی اطاعت کا بے حد اشتیاق رہتا تھا خاص طور پر نماز کے بارے میں ان کی کوشش ہوتی کہ وہ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز ادا کر سکیں۔ اس دور آخر میں صرف اپنے اپنے فرضی اماموں کی تقلید کا جذبہ باقی رہ گیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کا اولین مقصد سنت نبوی کی تلاش ہونا چاہیے۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صاف فرما دیا ہے کہ ہر وقت صحیح حدیث کی تلاش میں رہو اگر میرا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور صحیح حدیث نبوی پر عمل کرو۔ حضرت امام کی اس پاکیزہ وصیت پر عمل کرنے والے آج کتنے ہیں؟ یہ ہر سمجھ دار مسلمان کے غور کرنے کی چیز ہے یونہی لکیر کے فقیر ہو کر رسمی نمازیں ادا کرتے رہنا اور سنت نبوی کو تلاش نہ کرنا کسی بابصیرت مسلمان کا کام نہیں وفقنا اللہ لما یحب و یرضی

١٤٥- بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ

باب تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ!

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلاَتِهَا

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں (بوقت تشہد

جِلْسَةَ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيهَةً

مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

٨٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ، فَنَهَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ : إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى، فَقُلْتُ : إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.

(٨٢٧) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' انہوں نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے' انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عبداللہ سے انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ ہمیشہ دیکھتے کہ آپ نماز میں چار زانو بیٹھتے ہیں میں ابھی نو عمر تھا میں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پھیلا دے میں نے کہا کہ آپ تو اسی (میری) طرح کرتے ہیں آپ بولے کہ (کمزوری کی وجہ سے) میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پاتے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخر میں کمزوری کی وجہ سے تشہد میں چار زانو بیٹھتے تھے یہ محض عذر کی وجہ سے تھا ورنہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بائیں کو پھیلا کر اس پر بیٹھا جائے اسے تورک کہتے ہیں عورتوں کے لیے بھی یہی مسنون ہے باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٨٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ ح قَالَ. وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: ((أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى

(٨٢٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے خالد سے بیان کیا' ان سے سعید نے بیان کیا' ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا (دوسری سند) اور کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' اور ان سے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد نے بیان کیا' ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر ہونے لگا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے' جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح

يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلاَ قَابِضُهُمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسرَى وَنَصَبَ الأُخرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ) وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي حَبِيْبٍ، وَيَزِيْدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ، وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنْ ابْنِ عَطَاءٍ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ: كُلُّ فَقَارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ حَدَّثَهُ (كُلُّ فَقَارٍ).

سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپؐ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھتے۔ لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حلحلہ سے سنا اور محمد بن حلحلہ نے ابن عطاء سے' اور ابو صالح نے لیث سے كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ نقل کیا ہے اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن حلحلہ نے ان سے حدیث میں كُلُّ فَقَارٍ بیان کیا۔

تشریح صحیح ابن خزیمہ میں دس بیٹھنے والے اصحاب کرامؓ میں سہل بن سعید اور ابو حمید ساعدی اور محمد بن مسلمہ اور ابو ہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کے نام بتلائے گئے ہیں باقی کے نام معلوم نہیں ہو سکے یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ کہیں مجمل اور کہیں مفصل مروی ہے اس میں دوسرے قعدے میں تو اس کا ذکر ہے یعنی سرین پر بیٹھنا دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو آگے کر کے تلے سے دائیں طرف باہر نکالنا اور دونوں سرین زمین سے ملا کر بائیں ران پر بیٹھنا یہ تورک چار رکعت والی نماز میں اور نماز فجر کی آخری رکعت میں کرنا چاہیے۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے آخر حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی جو روایت ہے اسے فریابی اور جوزنی اور ابراہیم حربی نے وصل کیا ہے سنن نماز کے سلسلہ میں یہ حدیث ایک اصولی تفصیلی بیان کی حیثیت رکھتی ہے۔

١٤٦- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدِ الأَوَّلَ وَاجِبًا لأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

باب اس شخص کی دلیل جو پہلے تشہد کو (چار رکعت یا تین رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض) کیونکہ آنحضرت ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔

باوجودیکہ لوگوں نے سبحان اللہ کہا لیکن آپ نہ بیٹھے اگر تشہد پہلا فرض ہوتا تو ضرور بیٹھ جاتے جیسے کوئی رکوع یا سجدہ بھول جائے اور یاد آئے تو اسی وقت لوٹنا لازم ہے ہمارے امام احمد بن حنبل نے کہا کہ یہ تشہد واجب ہے کیوں کہ آنحضرت نے اس کو ہمیشہ کیا اور بھول گئے تو سجدہ سہو سے اس کا تدارک کیا (مولانا وحید الزماں)

٨٢٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - وَقَالَ مَرَّةً : مَوْلَى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ - أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ، وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ، فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ! فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلاَةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

[أطرافه في : ٨٣٠، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ١٢٣٠، ٦٦٧٠].

(٨٢٩) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں خبردی' انہوں نے زہری سے خبردی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن ھرمز نے بیان کیا جو مولی بن عبدالمطلب (یا مولی ربیعہ بن حارث) تھے' کہ عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول اور بنی عبد مناف کے حلیف قبیلہ ازد شنوءۃ سے تعلق رکھتے تھے' نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے' چنانچہ سارے لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے' جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے' پھر سلام پھیرا۔

تشریح علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر یوں باب منعقد فرمایا ہے باب الامر بالتشهد الاول و سقوطه بالسهو یعنی تشہد اول کے لیے حکم ہے اور وہ بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو سے ساقط ہو جاتا ہے۔ حدیث ابن مسعودؓ میں جو لفظ "فقولا التحيات" وارد ہوئے ہیں اس پر علامہ فرماتے ہیں فيه دليل لمن قال بوجو ب التشهد الاوسط و هو احمد فی المشهود عينه والليث و اسحاق و هو قول الشافعی واليه ذهب داود ابو ثور و رواه النووری عن جمهور المحدثين یعنی اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو درمیانی تشہد کو واجب کہتے ہیں امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور دیگر ائمہ مذکورین سے بھی بلکہ امام نوویؒ نے اسے جمہور محدثین کرامؒ سے نقل فرمایا ہے۔

حدیث مذکور سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ثابت فرمایا ہے کہ تشہد اول اگر فرض ہوتا تو آپ اسے ضرور لوٹاتے مگر یہ ایسا ہے کہ اگر رہ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ روایت میں عبداللہ بن بحینہ کے حلیف ہونے کا ذکر ہے عہد جاہلیت میں اگر کوئی شخص یا قبیلہ کسی دوسرے سے یہ عہد کر لیتا کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا' تمہارے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن تو اسے اس قوم کا حلیف کہا جاتا تھا صحابی مذکور بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔

١٤٧- بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الأُوْلَى

باب پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

٨٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ: (صَلَّى

(٨٣٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا' انہوں نے اعرج سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے' کہا کہ ہمیں رسول

بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ. فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَينِ وَهُوَ جَالِسٌ). [راجع: ۸۲۹]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آپ کو چاہیے تھا بیٹھنا لیکن آپ (بھول کر) کھڑے ہو گئے پھر نماز کے آخر میں بیٹھے ہی بیٹھے دو سجدے کئے۔

اور تشہد نہیں پڑھا۔ حدیث میں علیہ الجلوس کے لفظ بتلاتے ہیں کہ آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا مگر آپ بھول گئے جلوس سے تشہد مراد ہے۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

۱۴۸- بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الآخِرَةِ

باب آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

۸۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ - فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)).

[أطرافه في : ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱].

(۸۳۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے (ترجمہ) سلام ہو جبریل اور میکائیل پر سلام ہو فلاں اور فلاں پر (اللہ پر سلام) نبی کریم ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تو خود "سلام" ہے (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ کہے (ترجمہ) تمام آداب بندگی' تمام عبادات اور تمام بہترین تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان و زمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تشریح: یہ قعدہ کی دعا ہے جسے تشہد کہتے ہیں۔ بندہ پہلے کہتا ہے کہ تحیات۔ صلوات اور طیبات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ تین الفاظ قول و فعل کے تمام محاسن کو شامل ہیں یعنی تمام خیر اور بھلائی خداوند قدوس کے لیے ثابت ہے اور اسی کی طرف سے ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا گیا اور اس میں خطاب کی ضمیر اختیار کی گئی کیوں کہ صحابہ کو یہ دعا سکھائی گئی تھی اور آپ اس وقت موجود تھے۔ اب جن الفاظ کے ساتھ ہمیں یہ دعا پہنچی ہے اسی طرح پڑھنی چاہیے۔ (تفہیم البخاری) سلام درحقیقت دعا ہے یعنی تم سلامت رہو اللہ پاک کو ایسی دعا دینے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ہر ایک آفت اور تغیر سے پاک ہے وہ ازلی ابدی ہے اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں وہ ساری کائنات کو خود سلامتی بخشنے والا اور سب کی پرورش کرنے والا ہے اسی لیے اس کا نام سلام ہوا اسی دعا میں لفظ التحیات اور صلوات اور طیبات وارد ہوتے ہیں تحیات کے معنی سلامتی بقا عظمت ہر نقص سے پاکی ہر قسم کی تعظیم مراد ہے یہ عبادات

قولی پر صلوات عبادات فعلی پر اور طیبات عبادات مالی پر بھی بولا گیا ہے۔ (فتح الباری)

پس یہ تینوں قسم کی عبادات ایک اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو لوگ ان عبادات میں کسی غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں وہ فرشتے ہوں یا انسان یا اور کچھ' وہ خالق کا حق چھین کر جو مخلوق کو دیتے ہیں۔ یہی وہ ظلم عظیم ہے جسے قرآن مجید میں شرک کہا گیا ہے جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے وَ مَن يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ یعنی شرک کرنے والوں پر جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے عبادات قولی میں زبان سے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اس کا نام لینا' عبادات فعلی میں رکوع سجدہ قیام' عبادات مالی میں ہر قسم کا صدقہ خیرات نیاز نذر وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔

١٤٩ - بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

٨٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: ((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ. اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)). فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)).

[أطرافه في : ٨٣٣، ٢٣٩٧، ٦٣٦٨، ٦٢٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩].

باب (تشہد کے بعد) سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

(٨٣٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ) اے اللہ قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی کے اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔ کسی (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے آنحضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم تو قرض سے بہت ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔

٨٣٣ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)). [راجع: ٨٣٢]

(٨٣٣) اور اسی سند کے ساتھ زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیرؓ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے سنا۔

وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے و قال محمد بن یوسف سمعت خلف بن عامر لقول فی المسیح والمسیح لیس بینھما فرق و ھما واحد احدھما عیسٰی علیہ السلام والاخر الدجال یعنی محمد بن یوسف نے کہا امام بخاریؒ نے کہا میں نے خلف بن عمار سے سنا مسیح اور مسیح میں کچھ فرق نہیں دونوں ایک ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بھی مسیح اور مسیح کہہ سکتے ہیں اور

دجال کو بھی۔

٨٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلاَتِي. قَالَ: ((قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)).

[طرفاه في : ٦٣٢٦، ٧٣٨٨].

(٨٣٤) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا' ان سے ابو الخیر مرثد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے' ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو (ترجمہ) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بے شک و شبہ تو ہی ہے۔

١٥٠- بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَلَيْس بِوَاجِبٍ

باب تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے اس کا بیان اور یہ بیان کہ اس دعا کا پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے۔

٨٣٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلاَةِ قُلْنَا: السَّلاَمُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلاَمُ عَلَى فُلاَنٍ وَفُلاَنٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَقُولُوا السَّلاَمُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلاَمُ، وَلَكِنْ قُوْلُوا: التَّحِيَّاتُ لِلّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ! فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. ثُمَّ

(٨٣٥) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے شقیق نے عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کیا' انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ "اللہ پر سلام ہو" کیوں کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو (ترجمہ) آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر خدا کے تمام بندوں کو پہنچے گا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ

يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو)).

[راجع: ٨٣١]

اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔

یہ لفظ عام ہے دین اور دنیا کے متعلق ہر ایک قسم کی دعا مانگ سکتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ حنفیہ نے یہ کیسے کہا ہے کہ فلاں قسم کی دعا نماز میں مانگ سکتا ہے فلاں قسم کی نہیں مانگ سکتا۔ نماز میں بندے کو اپنے مالک کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے پھر اپنی اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق ہر بندہ اپنے مالک سے معروضہ کرتا ہے اور مالک اپنے کرم اور رحم سے عنایت فرماتا ہے اگر صرف دین کے متعلق ہی دعائیں مانگنا نماز میں جائز ہوں اور دعائیں جائز نہ ہوں تو دوسرے مطلب کس سے مانگے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ سے اپنی سب حاجتیں مانگو یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے یا ہانڈی میں نمک نہ ہو تو بھی اللہ سے کہو۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم) مترجم کا کہنا ہے کہ ادعیہ ماثورہ ہمارے بیشتر مقاصد و مطالب پر مشتمل موجود ہیں ان کا پڑھنا موجب صد برکت ہو گا حدیث نمبر ۸۳۲، ۸۳۳ و ۸۳۴ میں جامع دعائیں اور آخر میں سب مقاصد پر مشتمل پاکیزہ دعا یہ کافی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار

١٥١ - بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنفَهُ حَتَّى صَلَّى قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيْثِ أَنْ لاَ يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلاَةِ.

باب اگر نماز میں پیشانی یا ناک سے مٹی لگ جائے تو نہ پونچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو۔ امام بخاری نے کہا میں نے عبداللہ بن زبیر حمیدی کو دیکھا وہ اسی حدیث سے یہ دلیل لیتے تھے کہ نماز میں اپنی پیشانی نہ پونچھے۔

٨٣٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحيى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

[راجع: ٦٦٩]

(۸۳۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کا اثر آپؐ کی پیشانی پر صاف ظاہر تھا۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پیشانی مبارک سے پانی اور کیچڑ کے نشانات کو صاف نہیں فرمایا تھا۔ امام حمیدی کے استدلال کی بنیاد یہی ہے۔

١٥٢ - بَابُ التَّسْلِيْمِ

باب سلام پھیرنے کا بیان

٨٣٧- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ

(۸۳۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب زہری نے ہند بنت حارث سے حدیث بیان کی کہ (ام المومنین

سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ، وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأُرَى - وَاللهُ أَعْلَمُ - أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ تَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ.

[طرفاه في : ۸٤۹، ۸۵۰].

حضرت) ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز سے) سلام پھیرتے تو سلام کے ختم ہوتے ہی عورتیں کھڑی ہو جاتیں (باہر آنے کے لیے) اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تھے۔ ابن شہابؒ نے کہا میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے آپ اس لیے ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں جلدی چلی جائیں اور مرد نماز سے فارغ ہو کر ان کو نہ پائیں۔

تشریح: سلام پھیرنا امام احمد اور شافعی اور مالک اور جمہور علماء اور اہل حدیث کے نزدیک فرض اور نماز کا ایک رکن ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ لفظ سلام کو فرض نہیں جانتے بلکہ نماز کے خلاف کوئی کام کر کے نماز سے نکلنا فرض جانتے ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ سلام پھیرا اور فرمایا کہ نماز سے نکلنا سلام پھیرنا ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

۱۵۳- بَابٌ يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الإِمَامُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ ﷺ يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

باب اس بارے میں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ مقتدی بھی اسی وقت سلام پھیریں جب امام سلام پھیرے۔

۸۳۸- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحْمُودِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: (صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ). [راجع: ٤٢٤]

(۸۳۸) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی' کہا کہ ہمیں معمر بن راشد نے زہری سے خبردی' انہیں محمود بن ربیع انصاری نے انہیں عتبان بن مالکؓ نے آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مقتدیوں کو سلام پھیرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے بلکہ امام کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی سلام پھیردیں۔

۱۵٤- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ رَدَّ السَّلَامِ عَلَى الإِمَامِ ، وَاكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ

باب اس بارے میں کہ امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں' صرف نماز کے دو سلام کافی ہیں۔

یہ باب لا کر حضرت امام بخاری نے مالکیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی ایک غیر اسلام امام کو بھی کرے۔

۸۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ

(۸۳۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک

اللهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ. [راجع: ٧٧]

نے خبر دی کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہا کہ مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی' وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ پوری طرح یاد ہیں اور آپ کا میرے گھر کے ڈول سے کلی کرنا بھی یاد ہے (جو آپ نے میرے منہ میں ڈالی تھی)

٨٤٠- قَالَ : سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ - ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ - قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَ: ((أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ)). فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ : ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. [راجع: ٤٢٤]

(٨٤٠) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سنا' پھر بنی سالم کے ایک شخص سے اسکی مزید تصدیق ہوئی۔ عتبانؓ نے کہا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور میری آنکھ خراب ہو گئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کرلوں آں حضورؐ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا صبح کو جب دن چڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ابو بکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی اور میں نے دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ ایک جگہ کی طرف جسے میں نے نماز پڑھنے کیلئے پسند کیا تھا۔ اشارہ کیا۔ آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپکے پیچھے صف بنائی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

تشریح جمہور فقہاء کے نزدیک نماز میں دو سلام ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے صرف ایک سلام کافی ہے اور نماز با جماعت ہو رہی ہو تو دو سلام ہونے چاہئیں۔ امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی۔ لیکن اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے یعنی نہ دائیں جانب تو اسے تین سلام پھیرنے پڑیں گے۔ ایک دائیں طرف کے مصلیوں کے لیے دوسرا بائیں طرف والوں کے لیے اور تیسرا امام کے لیے۔ گویا اس سلام میں بھی انہوں نے ملاقات کے سلام کے آداب کا لحاظ رکھا ہے امام بخاری رحمہ اللہ جمہور کے مسلک کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ (تفہیم البخاری) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر یہ ہے کہ مقتدیوں کا سلام بھی آنحضرت ﷺ کے سلام کی طرح تھا اور اگر مقتدیوں نے کوئی تیسرا سلام کہا ہوتا تو اس کو ضرور بیان کرتے یہ بھی حدیث سے نکلا کہ معذورین کے لیے اور نوافل کے لیے گھر کے کسی حصہ میں نماز کی جگہ متعین کر دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ کسی واقعی اہل اللہ بزرگ سے اس قسم کی درخواست جائز ہے۔

١٥٥- بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

٨٤١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: (أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ - حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ - كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ).
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ((كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ)).

[طرفه في : ٨٤٢].

باب نماز کے بعد ذکر الٰہی کرنا۔

(٨٤١) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق بن ہمام نے خبردی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبردی انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن دینار نے خبردی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے انہیں خبردی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ بلند آواز سے ذکر' فرض نماز سے فارغ ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ مبارک میں جاری تھا۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ذکر سن کر لوگوں کی نماز سے فراغت کو سمجھ جاتا تھا۔

٨٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ)). قَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبَدٍ أَصْدَقُ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ. [راجع: ٨٤١]

(٨٤٢) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ مجھے ابو معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبردی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے غلاموں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ علی بن مدینی نے بتایا کہ ان کا نام نافذ تھا۔

٨٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ

(٨٤٣) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے سمی نے بیان کیا' ان سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی

فَضْلُ أَمْوَالٍ يَحُجُّونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ، وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ. فَقَالَ: ((أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ بِمَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ إِلاَّ مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ: تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلاَةٍ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ)). فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا: فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَنَحْمَدُ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ، وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ. فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ((تَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ للهِ وَاللهُ أَكْبَرُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلاَثٌ وَثَلاَثُونَ)).

[طرفه في : ٦٣٢٩].

رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں۔ عمرہ کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پالو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کردیں ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمدللہ) تکبیر (اللہ اکبر) کہا کرو۔ پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ' تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔ میں نے اس پر آپؐ سے دوبارہ معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ سبحان اللہ اور الحمدللہ اور اللہ اکبر کہو۔ تاآنکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔

٨٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ - فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ مَكْتُوبَةٍ: ((لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)). وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا وَقَالَ الْحَسَنُ: جَدٌّ غِنًى وَعَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ وَرَّادٍ بِهَذَا.

(۸۴۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا' ان سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مال دار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ شعبہ نے بھی عبدالملک سے اسی طرح روایت کی ہے۔ حسن نے فرمایا کہ (حدیث میں لفظ) جد کے معنی مال داری کے ہیں اور حکم' قاسم بن مخیمرہ سے وہ وراد کے واسطہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

[أطرافه في : ١٤٧٧، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢].

١٥٦- بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

باب امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف منہ کرے

٨٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلاَةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ.

[أطرافه في : ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧].

(۸۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن عازم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب نماز (فرض) پڑھا چکتے تو ہماری طرف منہ کرتے۔

تشریح: اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز فرض کے بعد سنت طریقہ یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے مگر صد افسوس کہ ایک دیوبندی صاحب مترجم و شارح بخاری فرماتے ہیں آج کل دائیں یا بائیں طرف رخ کر کے بیٹھنے کا عام طور پر رواج ہے اس کی کوئی اصل نہیں نہ یہ سنت ہے نہ مستحب جائز ضرور ہے (تفہیم البخاری پ ۴ ص ۲۲) پھر حدیث مذکورہ و منعقدہ باب کا مفہوم کیا ہے اس کا جواب فاضل موصوف یہ دیتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر امام اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو گھر چلا جائے لیکن اگر مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے تو سنت یہ ہے کہ دوسرے موجودہ لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے (حوالہ مذکور) ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فاضل شارح بخاری کے ہر دو بیانات میں کس قدر تضاد ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب اور حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔

٨٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ - عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ - فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ؟)) قَالُوا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((أَصْبَحَ مِنْ

(۸۴۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے امام مالک سے بیان کیا' انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا' ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ) تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ صبح ہوئی تو

عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ: فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)).

میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لائے۔ اور کچھ میرے منکر ہوئے جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں تارے کے فلانی جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔

[أطرافه في : ۱۰۳۸، ۴۱۴۷، ۷۵۰۳].

کفر سے حقیقی کفر مراد ہے معلوم ہوا کہ جو کوئی ستاروں کو موثر جانے وہ بہ نص حدیث کافر ہے۔ پانی برسانا اللہ کا کام ہے ستارے کیا کر سکتے ہیں۔

۸۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَخَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا وَرَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ)).

(۸۴۷) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا' انہیں حمید ذیلی نے خبر دی' اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات (عشاء کی) نماز میں دیر فرمائی تقریباً آدھی رات تک۔ پھر آخر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز کے بعد ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو چکے لیکن تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے گویا نماز ہی میں رہے (یعنی تم کو نماز کا ثواب ملتا رہا)۔

[راجع: ۵۷۲]

ان جملہ مرویات سے ظاہر ہوا کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے' پھر تسبیح تہلیل کرے یا لوگوں کو مسئلہ مسائل بتلائے یا پھر اٹھ کر چلا جائے۔

۱۵۷- بَابُ مُكْثِ الإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

باب سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر (نفل وغیرہ) پڑھ سکتا ہے۔

۸۴۸- وَقَالَ لَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ، وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ : لَا يَتَطَوَّعُ الإِمَامُ فِي مَكَانِهِ. وَلَمْ يَصِحَّ.

(۸۴۸) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا کہ ان سے شعبہ نے بیان کیا ان سے ایوب سختیانی نے ان سے نافع نے' فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (نفل) اسی جگہ پڑھتے تھے جس جگہ فرض پڑھتے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بھی اسی طرح کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اپنی (فرض پڑھنے کی) جگہ پر نفل نہ پڑھے اور یہ صحیح نہیں۔

۸۴۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا

(۸۴۹) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا' انہوں نے

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيْرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَنَرَى - وَا للهُ أَعْلَمُ - لِكَيْ يَنفُذَ مِنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ)). [راجع: ٨٧٣]

کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے ہند بنت حارث سے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ ابن شہاب نے کہا اللہ بہتر جانے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں۔

٨٥٠- وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ : حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ- وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا - قَالَتْ: ((كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ ا للهِ ﷺ)). [راجع: ٨٣٧]

(٨٥٠) اور ابو سعید بن ابی مریم نے کہا کہ ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب زہری نے انہیں لکھ بھیجا کہ مجھ سے ہند بنت حارث فراسیہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (ہند ان کی صحبت میں رہتی تھیں) انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو عورتیں لوٹ کر جانے لگتیں اور نبی کریم ﷺ کے اٹھنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو چکی ہوتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَاشِيَّةُ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ - وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِي زُهْرَةَ- وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِي ﷺ. وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور ابن وہب نے یونس کے واسطہ سے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں ہند بنت حارث فراسیہ نے خبر دی اور عثمان بن عمر نے کہا کہ ہمیں یونس نے زہری سے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے بیان کیا محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ مجھ کو زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی۔ اور وہ بنو زہرہ کے حلیف معبد بن مقداد کی بیوی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور شعیب نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے حدیث بیان کی' اور ابن ابی عتیق نے زہری کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ہند فراسیہ نے بیان کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے یحیٰی بن سعید نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے قریش کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے بیان کیا۔

تشریح ان سندوں کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ہند کی نسبت کا اختلاف ثابت کریں کسی نے ان کو فراسیہ کہا کسی نے قرشیہ اور رد کیا اس شخص پر جس نے قرشیہ کو تصحیف قرار دیا کیونکہ لیث کی روایت میں اس کے قرشیہ ہونے کی تصریح ہے مگر لیث کی روایت موصول نہیں ہے اس لیے کہ ہند فراسیہ یا قرشیہ نے آنحضرت سے نہیں سنا مقصد باب و حدیث ظاہر ہے کہ جہاں فرض نماز پڑھی گئی ہو وہاں نفل بھی پڑھی جا سکتی ہے مگر دیگر روایات کی بنا پر ذرا جگہ بدل لی جائے یا کچھ کلام کر لیا جائے تاکہ فرض اور نفل نمازوں میں اختلاط کا وہم نہ ہو سکے۔

۱۵۸- بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

باب اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور ٹھہرے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنیں پھاند تا چلا جائے تو کیا ہے

۸۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ، فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)).

[أطرافه في : ۱۲۲۱، ۱۴۳۰، ۶۲۷۵].

(۸۵۱) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے عمر بن سعید سے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی ان سے عقبہ بن حارثؓ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپؐ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپؐ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا' میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد امام کو اگر کوئی فوری ضرورت معلوم ہو جائے تو وہ کھڑا ہو کر جا سکتا ہے کیوں کہ فرضوں کے سلام کے بعد امام کو خواہ مخواہ اپنی جگہ ٹھہرے رہنا کچھ لازم یا واجب نہیں ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا کس شدت سے احساس رہتا تھا کہ سونے کا ایک تولا بھی گھر میں محض بطور امانت ہی ایک رات کے لیے رکھ لینا ناگوار معلوم ہوا۔ پھر ان معاندین پر پھٹکار ہو جو ایسے پاک پیغمبر فداہ ابی و امی کی شان میں گستاخی کرتے اور نعوذ باللہ آپؐ پر دنیا داری کا غلط الزام لگاتے رہتے ہیں ھداھم اللہ

۱۵۹- بَابُ الْإِنْفِتَالِ وَ الْإِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

باب نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف پھر بیٹھنا یا لوٹنا درست ہے

وَكَانَ أَنَسٌ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ،

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دائیں اور بائیں دونوں طرف مڑتے

وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّي - أَوْ مَنْ يَعْمِدُ - الإِنْفِتَالَ عَنْ يَمِينِهِ.

تھے۔ اور اگر کوئی دائیں طرف خواہ مخواہ قصد کر کے مڑتا تو اس پر آپ اعتراض کرتے تھے۔

٨٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ : لاَ يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلاَتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنَّ لاَ يَنْصَرِفَ إِلاَّ عَنْ يَمِيْنِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ.

(۸۵۲) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے سلیمان سے بیان کیا' ان سے عمارہ بن عمیر نے' ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھی شیطان کا حصہ نہ لگائے اس طرح کہ داہنی طرف ہی لوٹنا اپنے لیے ضروری قرار دے لے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو اکثر بائیں طرف سے لوٹتے دیکھا۔

تشریح معلوم ہوا کہ کسی مباح یا مستحب کام کو لازم یا واجب کر لینا شیطان کا اغوا ہے ابن منیر نے کہا مستحب کام کو اگر کوئی لازم قرار دے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے جب مباح کام لازم قرار دینے سے شیطان کا حصہ سمجھا جائے تو جو کام مکروہ یا بدعت ہے اس کو کوئی لازم قرار دے لے اور اس کے نہ کرنے پر خدا کے بندوں کو ستائے یا ان کا عیب کرے تو اس پر شیطان کا کیا تسلط ہے سمجھ لینا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں یہ بلا بہت پھیلی ہے۔ بے اصل کاموں کو عوام کیا بلکہ خواص نے لازم قرار دے لیا ہے (مولانا وحید الزماں) تیجہ' فاتحہ چہلم وغیرہ سب اسی قسم کے کام ہیں۔

١٦٠- بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النِّيءِ وَالبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ

باب لہسن' پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات آئی ہیں ان کا بیان

وَقَولِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے لہسن یا پیاز بھوک یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے۔

٨٥٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي الثُّومَ - فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

[أطرافه في : ٤٢١٥، ٤٢١٧، ٤٢١٨، ٥٥٢١، ٥٥٢٢].

(۸۵۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' عبیداللہ بکیری سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (کچا لہسن یا پیاز کھانا مراد ہے کہ اس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے)

٨٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ:

(۸۵۴) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - يُرِيْدُ الثُّومَ - فَلاَ يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا)). قُلْتُ: مَا يَعْنِي بِهِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ يَعْنِي إِلاَّ نِيْئَهُ. وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: إِلاَّ نَتْنَهُ.

[أطرافه في : ٨٥٥، ٥٤٥٢، ٧٣٥٩].

عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ درخت کھائے (آپؐ کی مراد لہسن سے تھی) تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے عطا نے کہا میں نے جابر سے پوچھا کہ آپ کی مراد اس سے کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی مراد صرف کچے لہسن سے تھی۔ مخلد بن یزید نے ابن جرج کے واسطہ سے (الانیہ کے بجائے) الانتنہ نقل کیا ہے (یعنی آپؐ کی مراد صرف لہسن کی بدبو سے تھی)

تشریح کسی بھی بدبو دار چیز کو مسجد میں لے جانا یا اس کے کھانے کے بعد مسجد میں جانا برا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ اس کی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور پھر مسجد ایک پاک اور مقدس جگہ ہے جہاں خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ آج کل بیڑی سگریٹ والوں کے لیے بھی لازم ہے کہ منہ صاف کر کے بدبو دور کر کے مسواک سے منہ کو رگڑ رگڑ کر مسجد میں آئیں اگر نمازیوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ کتنا گناہ ہو گا۔ کچا لہسن' پیاز اور سگریٹ بیڑی وغیرہ بدبو دار چیزوں کا ایک ہی حکم ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ پیاز لہسن کی بو اگر دور کی جا سکے تو ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ پکا کر ان کی بو کو دفع کر دیا جاتا ہے۔

٨٥٥- حدّثنا سعيدُ بنُ عُفَيرٍ قال: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَـطَاءٌ أَنَّ جَابِـرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا - أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا - وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ)). وَأَنَّ النبيَّ ﷺ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا، فَسَأَلَ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ: ((قَرِّبُوهَا)) - إِلَـى بَعْـضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ - فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ: ((كُلْ، فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لاَ تُنَاجِي)). وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهَبٍ (أُتِيَ بِبَدْرٍ) قَالَ ابْنُ وَهَبٍ : يَعْنِي طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ. ولَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وأبو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ

(٨٥٥) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن وہب نے یونس سے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے کہ عطاء جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لہسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو وہ ہم سے دور رہے یا (یہ کہا کہ اسے) ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے یا اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں کئی قسم کی ہری ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپؐ نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ کو بتا دی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے آپؐ نے فرمایا کہ اس کی طرف یہ سالن بڑھا دو۔ آپؐ نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ کھا لو۔ میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے یوں نقل کیا کہ تھال آپؐ کی خدمت میں لائی گئی تھی۔ ابن وہب نے کہا کہ طبق جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابو صفوان نے یونس سے روایت

قِصَّةَ الْقِدْرِ، فَلاَ أَدْرِيْ هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ. [راجع: ٨٥٤]

میں ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے (یا سعید یا ابن وہب نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود زہری کا قول ہے یا حدیث میں داخل ہے۔

٨٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا: مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ فِي الثُّومِ؟ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبْنَا وَلاَ يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا)).

[طرفه في : ٥٤٥١].

(٨٥٦) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا' کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے بارے میں کیا سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

مقصد یہی ہے کہ ان چیزوں کو کچا کھانے سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے وہ دوسرے ساتھیوں کیلئے تکلیف دہ ہے لہٰذا ان چیزوں کے کھانے والوں کو چاہیے کہ جس طور ممکن ہو ان کی بدبو کا ازالہ کر کے مسجد میں آئیں۔ بیڑی سگریٹ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

١٦١- بَابُ وُضُوءِ الصِّبْيَانِ، وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ؟ وَ حُضُورِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوفِهِمْ

باب اس بارے میں کہ بچوں کے لیے وضو اور ان پر غسل اور وضو اور جماعت' عیدین' جنازوں میں ان کی حاضری اور ان کی صفوں میں شرکت کب ضروری ہو گی اور کیوں کر ہو گی۔

٨٥٧- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ: (سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ. فَقُلْتُ : يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ : ابْنُ عَبَّاسٍ).

[أطرافه في : ١٢٤٧، ١٣١٩، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٦، ١٣٣٦، ١٣٤٠].

(٨٥٧) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے سلیمان شیبانی سے سنا' انہوں نے شعبی سے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اکیلی الگ تھلگ ٹوٹی ہوئی قبر پر سے گذر رہے تھے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور لوگ آپؐ کے پیچھے صف باندھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو آپ سے یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ بچے اگرچہ نابالغ ہوں مگر ٨ - ١٠ سال کی عمر میں جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو ان کو وضو کرنا ہو گا اور وہ جماعت و عیدین و جنائز میں بھی شرکت کر سکتے ہیں جیسا کہ یہاں اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا ذکر ہے جو ابھی نابالغ تھے مگر یہاں ان کا صف میں شامل ہونا ثابت ہے پس اگرچہ بچے بالغ ہونے پر ہی مکلف

ہوں گے مگر عادت ڈالنے کے لیے نابالغی کے زمانہ ہی سے ان کو ان باتوں پر عمل کرانا چاہیے حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری نے صاف یوں نہیں کہا کہ لڑکوں پر وضو واجب ہے یا نہیں کیونکہ صورت ثانی میں لڑکوں کی نماز بے وضو درست ہوتی اور صورت اولیٰ میں لڑکوں کو وضو اور نماز کے ترک پر عذاب لازم آتا صرف اس قدر بیان کر دیا جتنا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نماز وغیرہ میں شریک ہوتے اور یہ ان کی کمال احتیاط ہے۔ اہل حدیث کی شان یہی ہونی چاہیے کہ آیۃ کریمہ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ (الحجرات : ۱) (اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو) کے تحت صرف اسی پر اکتفا کریں جو قرآن و حدیث میں وارد ہو آگے بے جا رائے' قیاس' تاویل فاسدہ سے کام نہ لیں خصوصاً نص کے مقابلہ پر قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے۔

٨٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)).

[أطرافه في: ٨٧٩، ٨٨٠، ٨٩٥، ٢٦٦٥].

(۸۵۸) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن سلیم نے عطاء سے بیان کیا' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔

تشریح معلوم ہوا کہ غسل واجب اس وقت ہوتا ہے جب کہ بچے بالغ ہو جائیں وہ بھی بصورت احتلام غسل واجب ہو گا اور غسل جمعہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے پاس شروع اسلام میں کپڑے بہت کم تھے اس لیے کام کرنے میں پسینہ سے کپڑوں میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی اور اسی لیے اس وقت جمعہ کے دن غسل کرنا واجب تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فراخی دی تو یہ وجوب باقی نہیں رہا اب بھی ایسے لوگوں پر غسل ضروری ہے جن کے پسینے کی بدبو سے لوگ تکلیف محسوس کریں۔ غسل صرف بالغ پر واجب ہوتا ہے اسی کو بیان کرنے کیلئے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث یہاں لائے ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے۔

٨٥٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: (بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً، فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيْفًا- يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا - ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا

(۸۵۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا' کہا کہ مجھے کریب نے خبر دی ابن عباس سے' انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا اور رسول کریم ﷺ بھی وہاں سو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ جب گزر گیا آپ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکی ہوئی مشک سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو (راوی حدیث نے) اس وضو کو بہت ہی ہلکا بتلایا (یعنی اس میں آپؐ نے بہت کم پانی استعمال فرمایا) پھر آپؐ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اس کے بعد میں نے بھی اٹھ کر اسی طرح وضو کیا

مِمَّا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ. فَأَتَاهُ الْمُنَادِي يَأْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: (إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾. [راجع: ١١٧]

جیسے آپؐ نے کیا تھا پھر میں آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپؐ نے مجھے داہنی طرف پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ لیٹ رہے پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ آخر مؤذن نے آکر آپ کو نماز کی خبر دی اور آپ اسکے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی مگر (نیا) وضو نہیں کیا سفیان نے کہا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (سوتے وقت) آپؐ کی (صرف) آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو بن دینار نے جواب دیا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے پھر عبید نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔

تشریح ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ابن عباس نے وضو کیا اور نماز میں شریک ہوئے حالانکہ اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے آیت مذکورہ سورہ صافات میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں یہاں خواب بمعنی وحی ہے صاحب خیر جاری لکھتے ہیں ولما کانت وحیا لم یکن نومهم نوم غفلة مودیة الی الحدث بل نوم تنبه و یتقظ و انتباه و انتظار للوحی الخ اور جب انبیاء کا خواب بھی وحی ہے تو ان کا سونا نہ ایسی غفلت کا سونا جس سے وضو کرنا فرض لازم آئے بلکہ وہ سونا محض ہوشیار ہونا اور وحی کا انتظار کرنے کا سونا ہے۔

٨٦٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: ((قُومُوا فَلأُصَلِّيَ بِكُمْ)). فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِثَ، فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، (فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعِيَ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ). [راجع: ٣٨٠]

(٨٦٠) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ (ان کی ماں) اسحاق کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جسے انہوں نے آپؐ کے لیے بطور ضیافت تیار کیا تھا۔ آپؐ نے کھانا کھایا پھر فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ ہمارے یہاں ایک بوریا تھا جو پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور (پیچھے) میرے ساتھ یتیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) کھڑا ہوا۔ میری بوڑھی دادی (ملیکہ ام سلیم) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

تشریح یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یتیم کے لفظ سے بچپن سمجھ میں آتا ہے کیوں کہ بالغ کو یتیم نہیں کہتے۔ گویا ایک بچہ جماعت میں شریک ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ دن کو نفل نماز ایسے مواقع پر جماعت سے بھی پڑھی جا سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مکان پر نفل وغیرہ نمازوں کے لئے کوئی جگہ

مخصوص کر لینا بھی درست ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت ام ملیکہ اسحاق کی دادی ہیں جزم به جماعة و صححه النووی بعض لوگوں نے ان کو انسؓ کی دادی قرار دیا ہے' ابن حجر کا یہی قول ہے۔

٨٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : (أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الاِحْتِلاَمَ، وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ). [راجع: ٧٦]

(۸۶۱) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے' آپ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ابھی میں جوانی کے قریب تھا (لیکن بالغ نہ تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے دیوار وغیرہ (آڑ) نہ تھی۔ میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزر کر اترا۔ گدھی چرنے کے لئے چھوڑ دی اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (حالانکہ میں نابالغ تھا)۔

تشریح اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب ثابت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس اس وقت نابالغ تھے' ان کا صف میں شریک ہونا اور وضو کرنا نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بلوغت سے پہلے بھی لڑکوں کو ضرور' ضرور نماز کی عادت ڈلوانی چاہئے۔ اسی لئے سات سال کی عمر سے نماز کا حکم کرنا ضروری ہے اور دس سال کی عمر ہونے پر ان کو دھمکا کر بھی نماز کا عادی بنانا چاہئے۔

٧٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: (أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ. .). قَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : (أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ). قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلاَةَ غَيْرُكُمْ. وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ

(۸۶۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک رات عشاء میں دیر کی اور عیاش نے ہم سے عبدالاعلیٰ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا' ان سے عروہ نے' اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے عشاء میں ایک مرتبہ دیر کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم باہر آئے اور فرمایا کہ (اس وقت) روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا' اس زمانہ میں مدینہ والوں کے سوا اور کوئی نماز

أَهْلِ الْمَدِينَةِ)). [راجع: ٥٦٦] نہیں پڑھتا تھا۔

اس لئے کہ اسلام صرف مدینہ میں محدود تھا' خاص طور پر نماز باجماعت کا سلسلہ مدینہ ہی میں تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے بچے بھی آتے رہتے ہوں گے' جبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پس جماعت میں عورتوں کا مع بچوں کے شریک ہونا بھی ثابت ہوا والظاهر من كلام عمرؓ انه شاهد النساء اللاتی حضرن فی المسجد قد نمن وصبیا نهن معهن (حاشیہ بخاری) یعنی ظاہر کلام عمر سے یہی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں کا مشاہدہ کیا جو مسجد میں اپنے بچوں سمیت نماز عشاء کے لئے آئی تھیں اور وہ سو گئیں جب کہ ان کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔

٨٦٣- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْلاَ مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ - يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ - ((الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلاَلٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلاَلٌ الْبَيْتَ)).

[راجع: ٩٨]

(٨٦٣) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے (عورتوں کا) نکلنا عید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اگر میں آپ کا رشتہ دار عزیز نہ ہوتا تو کبھی نہ دیکھتا (یعنی میری کم سنی اور قرابت کی وجہ سے آنحضرت مجھ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے) کثیر بن صلت کے مکان کے پاس جو نشان ہے پہلے وہاں آپؐ تشریف لائے وہاں آپؐ نے خطبہ سنایا پھر آپؐ عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں بھی وعظ و نصیحت کی۔ آپؐ نے ان سے خیرات کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ عورتوں نے اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنی شروع کر دیئے۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر تشریف لائے۔

تشریح حضرت ابن عباس کمسن تھے' باوجود اس کے عید میں شریک ہوئے' یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور اس سے عورتوں کا عید گاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ چونکہ احناف کے ہاں عید گاہ میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے' اس لئے ایک دیو بندی ترجمہ بخاری میں یہاں ترجمہ ہی بدل دیا گیا ہے چنانچہ وہ ترجمہ یوں کرتے ہیں "ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ عید گاہ گئے تھے" حالانکہ پوچھا یہ جا رہا تھا کہ کیا تم نے عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتوں کا نکلنا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ضرور دیکھا ہے۔ یہ بدلا ہوا ترجمہ دیو بندی تفہیم البخاری' پارہ: ۴/ ص: ۳۲ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ غالباً ایسے ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں وفقنا الله لما یحب ویرضی آمین

١٦٢- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

باب عورتوں کا رات میں اور (صبح کے وقت) اندھیرے میں مسجدوں میں جانا

٨٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: (أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ)). وَلاَ يُصَلَّي يَوْمَئِذٍ إِلاَّ بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الأَوَّلِ.

[راجع: ٥٦٦]

(٨٦٤) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا' آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں اتنی دیر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ (حجرے سے) تشریف لائے اور فرمایا کہ دیکھو روئے زمین پر اس نماز کا (اس وقت) تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور لوگ عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی گزرنے تک پڑھا کرتے تھے۔

تشریح معلوم ہوا کہ عورتیں بھی نماز کے لئے حاضر تھیں' تب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ بآواز بلند فرمایا تاکہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں۔ ترجمہ باب اسی سے نکلتا ہے کہ عورتیں اور بچے سو گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی رات کو عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں آیا کرتیں۔ اس کے بعد جو حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی' اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ رات کو عورت مسجد میں جا سکتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ یہ حدیثیں اس کو خاص کرتی ہیں یعنی رات کو روکنا منع ہے۔ اب عورتوں کا جماعت میں آنا مستحب ہے یا مباح اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا جوان عورت کو مباح ہے اور بوڑھی کو مستحب۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ عورتیں ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا میں عورتوں کا جمعہ میں آنا مکروہ جانتا ہوں اور بڑھیا عشاء اور فجر کی جماعت میں آ سکتی ہے اور نمازوں میں نہ آئے اور ابو یوسفؒ نے کہا بڑھیا ہر ایک نماز کے لئے مسجد میں آ سکتی ہے اور جوان کا آنا مکروہ ہے۔ قسطلانی (مولانا وحید الزماں مرحوم) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے حجت نہیں جیسا کہ خود حضرت امامؒ کی وصیت ہے کہ میرا قول خلاف حدیث چھوڑ دو۔

٨٦٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ)).

تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ٨٧٣، ٨٩٩، ٩٠٠،

(٨٦٥) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حنظلہ بن ابی سفیان سے بیان کیا' ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے' ان سے ان کے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے' وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری بیویاں تم سے رات میں مسجد آنے کی اجازت مانگیں تو تم لوگ انہیں اس کی اجازت دے دیا کرو۔

عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا' انہوں نے مجاہد سے' انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

.[٥٢٣٨]

١٦٣- بَابُ انْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ الإِمَامِ الْعَالِمِ

باب لوگوں کا نماز کے بعد امام کے اٹھنے کا انتظار کرنا

٨٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا ((أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ)).

(٨٦٦) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبردی' انہوں نے کہا کہ مجھے ہند بنت حارث نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبردی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لئے) اٹھ جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔

اس حدیث سے بھی عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

٨٦٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: (إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ).

[راجع: ٣٧٢]

(٨٦٧) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' انہوں نے امام مالکؒ سے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہیں امام مالکؒ نے یحیٰی بن سعید انصاری سے خبردی' انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادریں لپیٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں۔ اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی۔

٨٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنِّي لأَقُومُ إِلَى الصَّلاَةِ

(٨٦٨) ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے بشر بن بکر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبردی' کہا کہ مجھ سے یحیٰی بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ انصاری نے' ان سے ان کے والد ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں' میرا

وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلاَتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). [راجع: ۷۰۷]

ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔

تشریح فاتجوزاے فاخفف قال ابن سابط التجوزههنا يراد به تقليل القراة والدليل عليه ما رواه ابن ابى شيبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرا فى الركعة الاولى بسورة نحو ستين آية فسمع بكاء صبى فقرا فى الثانية بثلاث آيات ومطابقة الحديث للترجمة تفهم من قوله كراهية ان اشق على امة لانه يدل على حضور النساء الى المساجد مع النبى صلى الله عليه وسلم وهوا عم من ان يكون بالليل اوبالنهار قاله العينى (حاشیہ بخاری شریف' ص: ۱۲۰) یعنی یہاں تخفیف کرنے سے قرأت میں تخفیف مراد ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیتیں پڑھیں جب کسی بچے کا رونا معلوم ہوا تو دوسری رکعت میں آپ نے صرف تین آیتوں پر اکتفا فرمایا اور باب اور حدیث میں مطابقت اس سے ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں عورتوں کی تکلیف کو مکروہ جانتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ عورتیں مساجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں رات ہو یا دن یہ عام ہے۔

۸۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ)). قُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَوَ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

(۸۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی' ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے' انہوں نے فرمایا کہ آج عورتوں میں جو نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں اگر رسول کریم ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

تشریح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے نہ یہ زمانہ پایا نہ منع کیا اور شریعت کے احکام کسی کے قیاس اور رائے سے نہیں بدل سکتے۔ مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ ام المؤمنین کی رائے تھی کہ اگر آنحضرتؐ یہ زمانہ پاتے تو ایسا کرتے اور شاید ان کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہو گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ فساد اور فتنے کا خیال رکھا جائے اور اس سے پرہیز کیا جائے کیونکہ آنحضرتؐ نے بھی خوشبو لگا کر اور زینت کر کے عورتوں کو نکلنے سے منع کیا۔ اسی طرح رات کی قید بھی لگائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ حدیث بیان کی کہ اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے واقد یا بلال نے کہا ہم تو روکیں گے۔ عبداللہ نے ان کو ایک گھونسہ لگایا اور سخت سست کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرنے تک بات نہ کی اور یہی سزا ہے اس نالائق کی جو آنحضرت کی حدیث سن کر سر نہ جھکائے اور ادب کے ساتھ تسلیم نہ کرے۔ وکیع نے کہا کہ شعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیر کر خون نکال دینا سنت ہے۔ ایک شخص بولا ابو حنیفہ تو اس کو مثلہ کہتے ہیں۔ وکیع نے کہا تو اس لائق ہے کہ قید رہے جب تک توبہ نہ کرے' میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو ابو حنیفہؒ کا قول لاتا ہے۔ اس روایت سے مقلدین بے انصاف کو سبق لینا چاہئے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ان کے سامنے کوئی حدیث کے خلاف کسی مجتہد کا قول لاتا تو گردن مارنے کا حکم دیتے ارے لوگو ہائے خرابی یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ سن کر پھر دوسروں کی رائے اور قیاس کو اس کے خلاف منظور کرتے ہو تم جانو اپنے پیغمبر کو جو جواب

قیامت کے دن دینا ہو وہ دے لینا وما علینا الا البلاغ (مولانا وحید الزماں)

١٦٤- بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

باب عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا

٨٧٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: (كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ : نَرَى - وَاللهُ أَعْلَمُ - أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ الرِّجَالِ.

(٨٧٠) ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے زہری سے بیان کیا' ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا' ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے' انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لئے اٹھ جاتی تھیں اور آنحضورؐ تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں' آگے اللہ جانے' یہ اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

٨٧١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: (صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهُ. وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا).

[راجع: ٣٨٠]

(٨٧١) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے' ان سے حضرت انس رضی اللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

١٦٥- بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مُقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

باب صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی سے چلا جانا اور مسجد میں کم ٹھہرنا

٨٧٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ لاَ يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، أَوْ

(٨٧٢) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے بیان کیا' ان سے ان کے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کی عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری

لاَ يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا))۔ [راجع: ۳۷۲] کو نہ پہچان سکتیں۔

تشریح نماز ختم ہوتے ہی عورتیں واپس ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی واپسی کے وقت بھی اتنا اندھیرا رہتا تھا کہ ایک دوسری کو پہچان نہیں سکتی تھی۔ لیکن مرد فجر کے بعد عام طور سے نماز کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لئے ٹھہرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے اجتہاد کا درجہ کامل عطا فرمایا تھا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنی جامع الصحیح میں ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے حدیث مذکور پیچھے بھی کئی بار مذکور ہو چکی ہے۔ حضرت امام نے اس سے فجر کی نماز اول وقت غلس میں پڑھنے کا اثبات فرمایا ہے۔ اور یہاں عورتوں کا شریک جماعت ہونا اور سلام کے بعد ان کا فوراً مسجد سے چلے جانا وغیرہ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ تعجب ہے ان عقل کے دشمنوں پر جو حضرت امام جیسے مجتہد مطلق کی درایت کا انکار کرتے اور آپ کو صرف روایت کا امام تسلیم کرتے ہیں حالانکہ روایت اور درایت ہر دو میں آپ کی مہارت تامہ ثابت ہے اور مزید خوبی یہ کہ آپ کی درایت و تفقہ کی بنیاد محض قرآن و حدیث پر ہے رائے اور قیاس پر نہیں جیسا کہ دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے بعض حضرات کا حال ہے جن کے تفقہ کی بنیاد محض رائے اور قیاس پر ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ امت میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔ اللہ نے آپ کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا کہ شریعت محمدیہ کو قرآن و سنت کی بنیاد پر اس درجہ منضبط فرمائیں کہ قیامت تک کے لئے امت اس سے بے نیاز ہو کر بے دھڑک شریعت پر عمل کرتی رہے۔ آیت شریفہ ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ (الجمعہ : ۳) کے مصداق بے شک و شبہ ان ہی محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کی جماعت ہے۔

۱۶۶- بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ

باب عورت مسجد جانے کے لئے اپنے خاوند سے اجازت لے

۸۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ فَلاَ يَمْنَعْهَا))۔ [راجع: ۸٦۵]

(۸۷۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے معمر نے' ان سے زہری نے' ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے' ان سے ان کے باپ نے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی (نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے کی) اس سے اجازت مانگے تو شوہر کو چاہئے کہ اس کو نہ روکے۔

تشریح اجازت دے اس لئے کہ بیوی کوئی ہماری لونڈی نہیں ہے بلکہ ہماری طرح وہ بھی آزاد ہے صرف معاہدہ نکاح کی وجہ سے وہ ہمارے ماتحت ہے۔ شریعت محمدی میں عورت اور مرد کے حقوق برابر تسلیم کئے گئے ہیں اب اگر اس زمانہ کے مسلمان اپنی شریعت کے برخلاف عورتوں کو قیدی اور لونڈی بنا کر رکھیں تو اس کا الزام ان پر ہے نہ کہ شریعت محمدی پر۔ جن پادریوں نے شریعت محمدی کو بدنام کیا ہے کہ اس شریعت میں عورتوں کو مطلق آزادی نہیں' یہ ان کی نادانی ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

حنفیہ کے ہاں مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا درست نہیں ہے' اس سلسلہ میں ان کی بڑی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قالت لو ادرک النبی صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل اخرجه الشیخان یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ ان چیزوں کو پالیتے جو آج عورتوں نے نئی ایجاد کر لی ہیں تو آپ ان کو مساجد سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمن

مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ابکار المنن فی تنقید آثار السنن' ص: ۱۰۱ پر فرماتے ہیں لا یترتب علی ذالک تغیر الحکم لانها علقته علی شرط لم یوجد بناء علی ظن ظفته فقالت لورای لمنع فیقال لم یرد ولم یمنع فاستمر الحکم حتی ان عائشة لم تصرح بالمنع وان کان کلامها یشعر بانهاکانت تری المنع وایضا فقد علم الله سبحانه ماسیحدثن فما اوحی الی نبیه بمنعهن ولو کان ما احدثن یستلزم منعهن من المساجد لکان منعهن من غیرها کالاسواق اولی وایضا فالاحداث انما وقع من بعض النساء لا من جمیعهن فان تعین المنع فلیکن لم احدثت قاله الحافظ فی فتح الباری (ج: ۱ص: ۴۷۱) وقال فیه والاولی ان ینظر الی ما یخشی منه الفساد فیجتنب لاشارته صلی الله علیه وسلم الی ذالک بمنع التطیب والزینة وکذلک التقیید باللیل انتهی اس عبارت کا خلاصہ یہ کہ اس قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر مساجد میں عورتوں کی حاضری کا حکم متغیر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے جس شرط کے ساتھ معلق فرمایا وہ پائی نہیں گئی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اگر آنحضرت ﷺ دیکھتے تو منع فرما دیتے۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ نہ آپ نے دیکھا نہ منع فرمایا پس حکم نبوی اپنی حالت پر جاری رہا یہاں تک کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی منع کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ ان کے کلام سے منع کے لئے اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کو ضرور معلوم تھا کہ آئندہ عورتوں میں کیا کیا نئے امور پیدا ہوں گے مگر پھر بھی اللہ پاک نے اپنے رسول کریم ﷺ کی طرف عورتوں کو مساجد سے روکنے کے بارے میں وحی نازل نہیں فرمائی اور اگر عورتوں کی نئی نئی باتوں کی ایجاد پر ان کو مساجد سے روکنا لازم آتا تو مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات بازار وغیرہ سے بھی ان کو ضرور ضرور منع کیا جاتا اور یہ بھی ہے کہ نئے نئے امور کا احداث بعض عورتوں سے وقوع میں آیا نہ سب ہی سے۔ پس اگر منع کرنا ہی متعین ہوتا تو صرف ان ہی عورتوں کے لئے ہونا تھا جو احداث کی مرتکب ہوتی ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ایسا فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان امور پر غور کیا جائے جن سے فساد کا ڈر ہو پس ان سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے خوشبو استعمال کر کے یا زیب و زینت کر کے نکلنا منع ہے' اسی طرح رات کی بھی قید لگائی گئی۔ مقصد یہ کہ حنفیہ کا قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر عورتوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں ہے اور عورتیں قیود شرعی کے تحت مساجد میں جا کر نماز باجماعت میں شرکت کر سکتی ہیں۔ عیدگاہ میں ان کی حاضری کے لئے خصوصی تاکید ہوئی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان کیا گیا ہے۔

عورات بنی اسرائیل کی مخالفت کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں قلت منع النساء المساجد کان فی بنی اسرائیل ثم اباح الله لهن الخروج الی المساجد لامة محمد صلی الله علیه وسلم ببعض القیود کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا استاذنتکم النساء باللیل الی المساجد فاذنوا لهن وقال لاتمنعوا اماء الله مساجد الله الخ (حوالہ مذکور) یعنی میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو بنی اسرائیل کے دور میں مساجد سے روک دیا گیا تھا پھر امت محمد ﷺ میں اسے بعض قیود کے ساتھ مباح کر دیا گیا جیسا کہ فرمان رسالت ہے کہ رات میں جب عورتیں تم سے مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگیں تو تم ان کو اجازت دے دو اور فرمایا کہ اللہ کی مساجد سے اللہ کی بندیوں کو منع نہ کرو جیسا کہ یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی مرویات بکثرت آئی ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ قارئین کرام کو ان بزرگوں کے مختصر حالات زندگی سے واقف کرا دیا جائے تاکہ ان حضرات کی زندگی ہمارے لئے بھی مشعل راہ بن سکے یہاں بھی متعدد احادیث ان حضرات سے مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما!

حضور نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے والدہ گرامی کا نام ام فضل لبابہ اور باپ کا نام حضرت عباس تھا۔ ہجرت سے صرف تین سال پیشتر اس احاطہ میں پیدا ہوئے جہاں حضور نبی کریم ﷺ اپنے تمام خاندان والوں کے ساتھ قید محن میں محصور تھے۔ آپ کی والدہ گرامی بہت پیشتر ایمان لا چکی تھیں اور گو آپ کا اسلام لانا فتح مکہ کے بعد کا واقعہ بتایا جاتا ہے تاہم ایک مسلم ماں کی آغوش میں آپ اسلام سے

پوری طرح مانوس ہو چکے تھے اور پیدا ہوتے ہی حضور نبی کریمؐ کا لعاب دہن آپ کے منہ میں پڑ چکا تھا۔ بچپن ہی سے آپ کو حضور نبی کریمؐ سے استفاضہ و صحبت کا موقع ملا اور اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آتے اور حضورؐ کی دعائیں لیتے رہے' اسی عمر میں کئی بار حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

ابھی تیرہ ہی سال کے تھے کہ حضورؐ نے رحلت فرمائی۔ عہد فاروقی میں سن شباب کو پہنچ کر اس عہد کی علمی صحبتوں میں شریک ہوئے اور اپنے جوہر دماغی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور برابر ہمت افزائی کرتے۔ پیچیدہ مسائل حل کراتے اور ذہانت کی داد دیتے تھے۔ ۱۷ھ میں یہ عالم ہو گیا تھا کہ جب مہم مصر میں شاہ افریقہ جرجیہ سے مکالمہ ہوا تو وہ آپ کی قابلیت علمی دیکھ کر متحیر رہ گیا تھا۔ ۲۵ھ میں آپ امیر الحج بنا کر مکہ معظمہ بھیجے گئے اور آپ کی عدم موجودگی ہی میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ ہائلہ پیش آگیا۔

علم و فضل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک وحید العصر اور یگانہ روزگار ہستی تھے۔ قرآن' تفسیر' حدیث' فقہ' ادب' شاعری آیات قرآنی کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شقیق تابعی کے بیان کے مطابق حج کے موقع پر سورۂ نور کی تفسیر جو بیان کی وہ اتنی بہتر تھی اگر اسے فارس اور روم کے لوگ سن لیتے تو یقیناً اسلام لے آتے (متدرک حاکم)

قرآن کریم کے فہم میں بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے۔ تفسیر میں آپ ہمیشہ جامع اور قرین عقل مفہوم کو اختیار کیا کرتے تھے۔ سورۂ کوثر میں لفظ کوثر کی مختلف تفاسیر کی گئیں مگر آپ نے اسے خیر کثیر کے مفہوم سے تعبیر کیا۔ قرآن کریم کی آیۂ پاک لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا (آل عمران : ۱۸۸) الخ یعنی "جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" یہ چیز فطرت انسانی کے خلاف ہے اور بہت کم لوگ اس جذبہ سے خالی نظر آتے ہیں۔ مسلمان اس پر پریشان تھے۔ آخر مروان نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ ہم میں سے کون ہے جو اس جذبہ سے خالی ہے۔ فرمایا ہم لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نیز بتایا یہ ان اہل کتاب کے متعلق ہے جن سے حضور نبی کریمؐ نے کسی امر کے متعلق استفسار کیا' انہوں نے اصل بات کو جو ان کی کتاب میں تھی' چھپا کر ایک فرضی جواب دے دیا اور اس پر خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر مسرور ہوئے۔ ہمارے نزدیک عام طور پر اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ خفیہ طور پر درپے آزار رہتے ہیں بظاہر ہمدرد بن کر جڑیں کاٹتے رہتے ہیں اور منہ پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی' فلاں احسان کیا اور اس پر شکریہ کے طالب ہوتے ہیں اور اپنی چالاکی پر خوش ہوتے اور دل میں کہتے ہیں کہ خوب بے وقوف بنایا وہ لوگ عذاب الٰہی سے ہرگز نہیں بچ سکتے کہ یہ ایک فریب ہے۔

علم حدیث کے بھی اساطین سمجھے جاتے تھے۔ ۱۶۶۰ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ عرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خرمن علم کا انبار لگا لیا۔ فقہ و فرائض میں بھی یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ (خلیفہ مامون رشید کے پوتے) نے آپ کے فتاوی بیس جلدوں میں جمع کئے تھے۔ علم فرائض اور حساب میں بھی ممتاز تھے۔ عربوں میں شاعری لازمہ شرافت سمجھی جاتی تھی بالخصوص قریش کی آتش بیانی تو مشہور تھی۔ آپ شعر گوئی کے ساتھ فصیح بھی تھے۔ تقریر اتنی شیریں ہوتی تھی کہ لوگوں کی زبان سے بے ساختہ مرحبا نکل جاتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ اس عہد کے جملہ علوم کے منتہی اور فاضل اجل تھے۔

آپ کا مدرسہ یا حلقہ درس بہت وسیع اور بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ آتے اور اپنی دلچسپی اور مذاق کے مطابق مختلف علوم کی تحصیل کرتے۔ مکان کے سامنے اتنا اژدھام ہوتا تھا کہ آمدورفت بند ہو جاتی تھی۔ ابوصالح تابعی کا بیان ہے کہ آپ کی علمی مجلس وہ مجلس تھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہے' ہر فن کے طالب و سائل باری باری آتے اور آپ سے تشفی بخش جواب پا کر واپس لوٹتے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک کتابی تعلیم کا رواج نہ ہوا تھا اور نہ کتابیں موجود تھیں' علوم و فنون کا انحصار

محض حافظہ پر تھا۔ خدا نے اس عہد کی ضرورتوں کے مطابق لوگوں کے حافظے بھی اتنے قوی کر دیئے تھے کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایک شخص کو دس دس بیس بیس ہزار احادیث اور اشعار کا یاد کر لینا تو ایک عامۃ الورود واقعہ تھا' سات سات اور آٹھ آٹھ لاکھ احادیث کے حافظ موجود تھے۔ جنہیں حافظہ کے ساتھ فہم ذہانت سے بھی حصہ ملا تھا۔ وہ مطلع انوار بن جاتے تھے۔ آج دو ہزار احادیث کے حافظ بھی بمشکل ہی کہیں نظر آتے ہیں اور ہمیں اس زمانے کے بزرگوں کے حافظہ کی داستانیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ سفرو حضر ہر حالت میں فیض رسانی کا سلسلہ جاری تھا اور طالبان ہجوم کا ایک سیلاب امنڈا رہتا تھا۔

نو مسلموں کی تعلیم و تلقین کے لئے آپ نے مخصوص ترجمان مقرر کر رکھے تھے تاکہ انہیں اپنے سوال میں زحمت نہ ہو ایران و روم تک سے لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے' تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی اور ان میں کثرت ان بزرگوں کی تھی جو حافظہ کے ساتھ ساتھ فہم و فراست اور ذہانت کے بھی حامل تھے۔ علمی مذاکروں کے دن مقرر تھے۔ کسی روز واقعات مغازی کا تذکرہ کرتے۔ کسی دن شعر و شاعری کا چرچہ ہوتا۔ کسی روز تفسیر قرآن پر روشنی ڈالتے۔ کسی روز فقہ کا درس دیتے۔ کسی روز ایام عرب کی داستان سناتے۔ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا' اس کی گردن بھی آپ کے کمال علم کے سامنے جھک جاتی۔

تمام جلیل القدر اور ذی مرتبہ صحابہ کرام کو آپ کی کم سنی کے باوجود آپ کے فضل و علم کا اعتراف تھا۔ حضرت فاروق اعظم آپ کے ذہن رسا کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ حضرت طاؤس یمانی فرمایا کرتے تھے میں نے پانچوں صحابہ کو دیکھا۔ ان میں جب کسی مسئلہ پر اختلاف ہوا تو آخری فیصلہ آپ ہی کی رائے پر ہوا۔ حضرت قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد تابعی کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا ایک بزرگ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ سنت کا عالم' صائب الرائے اور بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت ابی بن کعب بھی بہت بڑے تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی میں آپ کی ذہانت و طباعی دیکھ کر فرما دیا تھا کہ ایک روز یہ شخص امت کا زبردست عالم اور منتہی فاضل ہو گا۔

تمام معاصرین آپ کی حد درجہ عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سوار ہونے لگے تو حضرت زید بن ثابت نے پہلے تو آپ کی رکاب تھام لی اور پھر بڑھ کر ہاتھ چومے۔

حضور نبی کریم کی ذات کریم سے غیر معمولی شیفتگی و گرویدگی حاصل تھی۔ جب حضور کی بیماری کی کرب اور وفات کی حالت یاد ہوتی بے قرار ہو جاتے۔ روتے اور بعض اوقات اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ بچپن ہی سے خدمت نبوی میں مسرت حاصل ہونے لگی اور خود حضور بھی آپ سے خدمت لے لیا کرتے تھے۔ احترام کی یہ حالت تھی کہ کم سنی کے باوجود نماز میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی تصور کرتے تھے اور بے حد ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ امہات المؤمنینؓ کے ساتھ بھی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے۔ رسول کریمؐ نے دعا دی تھی خدا وندا ابن عباسؓ کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔ ایک مرتبہ اور آپ کے ادب سے خوش ہو کر آپ کے لئے فہم و فراست کی دعا عطا فرمائی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ جوان ہو کر سر آمد روزگار بن گئے اور مطلع اخلاق روشن ہو گیا۔ صحابہ کے آخر زمانہ میں نو مسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر و شر اور قضا و قدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ آپ نابینا ہو چکے تھے مگر جب معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ عرض کی کیا کرو گے؟ فرمایا ناک کاٹ لوں گا اور گردن ہاتھ میں آ گئی تو اسے توڑ دوں گا کیوں کہ میں نے حضور نبی کریمؐ سے سنا کہ "تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے"۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک محدود نہ رہے گی بلکہ جس طرح انہوں نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے۔ اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اہم و دلکش ہے لیکن جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف سے برائی و مخاصمت کا ظہور اس کی حقیقی عظمت اور خوبیوں کے اعتراف میں مانع نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا اور آپ کو بھی اپنی بیعت پر مجبور کرنے کی سعی کی' اس زور و شور کے ساتھ کہ جب آپ نے اس سے انکار کیا تو یہی نہیں کہ آپ کو زندہ آگ میں جلا ڈالنے کی دھمکی دی بلکہ آپ کے کاشانۂ معلیٰ کے اردگرد خشک لکڑیوں کے انبار بھی اسی مقصد سے لگوا دیئے اور بمشکل آپ کی جانبری ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ انہی کی بدولت جوار حرم چھوڑ کر آپ کو طائف نقل وطن کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتیاں تھیں اور آپ کو ان کے ہاتھ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ لیکن جب ابن ملیکہ نے آپ سے کہا ہے کہ لوگوں نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے اندر آخر وہ کون سی خوبیاں اور مفاخر ہیں جن کی بنا پر انہیں ادعائے خلافت کی جرأت ہوئی ہے اور اتنے بڑے حوصلہ سے کام لیا ہے۔ فرمایا : "یہ تم نے کیا کہا۔ ابن زبیرؓ سے زیادہ مفاخر کا حامل کون ہو سکتا ہے۔ باپ وہ ہیں جو حواری رسول کے معزز لقب سے ملقب تھے۔ ماں اسماء ذات النطاق تھیں۔ نانا وہ ہیں جن کا اسم گرامی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور "لقب" رفیق غار ہے۔ ان کی خالہ حضورؐ کی محبوب ترین زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ تھیں اور ان کے والد محترم کی پھوپھی ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہؓ حرم محترم رسول اکرم تھیں اور دادی حضرت صفیہؓ خود حضور نبی کریم کی پھوپھی تھیں' یہ تو ہیں ان کے خاندانی مفاخر۔ ذاتی حیثیت سے بہت بلند اور بے حد ممتاز ہیں' قاری قرآن ہیں' بے مثل بہادر اور عدیم النظیر مدبر ہیں' دہاۃ العرب میں سے ہیں۔ بہت پاکباز ہیں۔ ان کی نمازیں پورے خشوع و خضوع کی نمازیں ہیں۔ پھر ان سے زیادہ خلافت کا مستحق کون ہو سکتا ہے' وہ کھڑے ہوئے ہیں اور بجا طور پر کھڑے ہوئے ہیں' ان کا بیعت لینا بجا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو یہ ایک عزیزانہ احسان ہو گا اور میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہو گی۔ ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ انتقال کے وقت آیات کریمہ ﴿ يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴾ (الفجر: ۲۷) کے مصداق ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما !

حضرت فاروق اعظم کے یگانۂ روزگار صاحبزادے اور اپنے عہد کے زبردست جید عالم تھے۔ باپ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ زمانہ بعثت کے دوسرے سال کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر کے در و بام اسلام کی شعاعوں سے منور تھے۔ باپ کے ساتھ غیر شعوری طور پر اسلام قبول کیا۔ چونکہ مکہ میں ظلم و طغیان کی گرج برابر بڑھتی جا رہی تھی اس لئے اپنے خاندان والوں کے ساتھ آپ بھی ہجرت کر گئے۔ تیرہ برس ہی کی عمر تھی کہ غزوہ بدر میں شرکت کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کم سنی کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ اگلے سال غزوۂ احد میں بھی اسی بنا پر شریک نہ کئے گئے۔ البتہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر غزوۂ احزاب میں ضرور شریک ہوئے جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ۶ھ میں بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا۔ غزوۂ خیبر میں بھی بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ اسی سفر میں حلال و حرام کے متعلق جو احکام دربار رسالت سے صادر ہوئے تھے آپ ان کے راوی ہیں۔ اس کے بعد فتح مکہ غزوۂ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں جارہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کی طرف سے گزرتے ہوئے جہاں قدیم عاد و ثمود کی آبادیوں کے کھنڈرات تھے' فرمایا کہ :

"ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے اور اگر گزرنا ہی ہے تو یہ کرو کہ خوف خدا اور خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گزر جاؤ"۔

جوش جہاد ! عہد فاروقی میں جو فتوحات ہوئیں اس میں آپ سپاہیانہ حیثیت سے برابر لڑتے رہے' جنگ نہاوند میں بیمار ہوئے تو آپ نے از خود یہ کیا "پیاز کو" دوا میں پکاتے تھے اور جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تھا تو اسے نکال کر دوا پی لیتے تھے۔ غالباً پیچش کا

مرض لاحق ہو گیا ہو گا۔ شام و مصر کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ حصے لیتے رہے لیکن انتظامی امور میں حصہ لینے کا کوئی موقع نہ ملا کہ حضرت فاروق اعظم اپنے خاندان و قبیلہ کے افراد کو الگ رکھتے رہے۔ عہد عثمانی میں آپ کی قابلیت کے مدنظر آپ کو عہد قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جاہل' عالم مائل الی الدنیا کہ یہ دونوں جہنمی ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو صحیح اجتہاد کرتے ہیں انہیں نہ عذاب ہے نہ ثواب اور صاف کہہ دیا کہ مجھے کہیں کا عامل نہ بنایئے اس کے بعد امیرالمؤمنین نے بھی اصرار نہ کیا البتہ اس عہد کے معرکہ ہائے جہاد میں ضرور شریک ہوتے رہے۔ تیونس' الجزائر' مراکش' خراسان اور طبرستان کے معرکوں میں لڑے۔ جس قدر مناصب اور عہدوں کی قبولیت سے گھبراتے تھے جہادوں میں اسی قدر جوش و خروش اور شوق و دل بستگی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

آخر عہد عثمانی میں جو فتنے رونما ہوئے آپ ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی خدمت میں خلافت کا اعزاز پیش کیا اور عدم قبولیت کے سلسلے میں قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے فتنوں کے نشو و ارتقا کے پیش نظر اس عظیم الشان اعزاز سے بھی انکار کر دیا اور کوئی اعتنا نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے اس شرط پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ وہ خانہ جنگیوں میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔ چنانچہ جنگ جمل وصفین میں شرکت نہ کی۔ تاہم متاسف تھے اور کہا کرتے تھے کہ :

"گو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا لیکن حق پر مقابلہ بھی افضل ہے" (مستدرک)

فیصلہ ثالثی سننے کے لئے دومۃ الجندل میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور شوق جہاد میں اس عہد کے تمام معرکوں میں نیز مہم قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ یزید کے ہاتھ پر فتنہ اختلاف امت سے دامن بچائے رکھنے کے لئے بلا تامل بیعت کر لی اور فرمایا یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ آج کل لوگ فتنوں سے بچنا تو درکنار اپنے مقاصد ذاتی کے لئے فتنے پیدا کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کے جسم پر لرزہ طاری نہیں ہوتا۔ پھر یہ بیعت حقیقتاً نہ کسی خوف کی بنا پر تھی اور نہ آپ کسی لالچ میں آئے تھے۔ طنطنہ اور حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ امر حق کے مقابلہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

١٦٧- بَابُ صَلاَةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

باب عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا

٨٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ (صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ، فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ. وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا).

(٨٧٤) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے' ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

٨٧٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: (كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ

(٨٧٥) ہم سے یحیٰی بن قزعہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے زہری سے بیان کیا' ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا' ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے' انہوں نے فرمایا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو

يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَهُوَ يَمْكُثُ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَتْ نُرَى - وَاللّٰهُ أَعْلَمُ - أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

[راجع: ٣٨٠]

آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لئے اٹھ جاتی تھیں اور آنحضورؐ تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں' آگے اللہ جانے' یہ اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

١١- كتاب الجمعه

کتاب جمعہ کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں قال فی الفتح قد اختلف فی تسمیة الیوم بالجمعة مع الاتفاق علی انه کان لیسمی فی الجاہلیة والعروبة بفتح العین وضم الراء وبالوحدة الخ یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لئے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جیسا کہ باب ذیل سے ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں وذکر ابن القیم فی الھدی ص١٠٢' ١١٨ ج١ لیوم الجمعة ثلاثا وثلاثین خصوصیة ذکر بعضهما الحافظ فی الفتح ملخصا من احب الوقوف علیها فلیرجع الیهما (مرعاة ج' ٢ / ص : ٢٧٢) یعنی جمعہ کے دن کے لئے ٣٣ خصوصیات ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے ذکر فرمایا ہے کچھ ان میں سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی نقل کی ہیں' تفصیلات کے شائقین ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

١ - بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کی نماز فرض ہے

لِقَولِ اللهِ تَعَالَى:
﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ فَاسْعَوا: فَامْضُوا .[سُورَةُ الْجُمُعَة: ٩].

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لئے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو"۔ (آیت میں) فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے (یعنی چل کھڑے ہو)

تشریح ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت ﷺ خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ اچانک تجارتی قافلہ اموال تجارت لے کر مدینہ میں آ گیا اور اطلاع پا کر لوگ اس قافلے سے مال خریدنے کے لئے جمعہ کا خطبہ و نماز چھوڑ کر چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے' اس وقت عتاب کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اگر یہ بارہ نمازی بھی مسجد میں نہ رہ جاتے تو مدینہ والوں پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔" نہ جانے والوں میں حضرات شیخین بھی تھے (ابن کثیر) اسی واقعہ کی بنا پر خرید و فروخت چھوڑنے کا بیان ایک اتفاقی چیز ہے جو شان نزول کے اعتبار سے سامنے آئی' اس سے یہ استدلال کہ جمعہ صرف وہاں فرض ہے جہاں خرید و فروخت ہوتی ہو یہ استدلال صحیح نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ جہاں مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہاں جمعہ فرض ہے وہ جگہ شہر ہو یا دیہات تفصیل آگے آ رہی ہے۔

٨٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الأَعْرَجَ مَولَى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَومَ الْقِيَامَةِ: بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيْهِ، فَهَدَانَا اللهُ لَهُ، فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ: الْيَهُودُ غَدًا، وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ)). [راجع: ٢٣٨]

(٨٧٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا' ان سے ربیعہ بن حارث کے غلام عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپؓ نے نبی کریم ﷺ سے سنا' آپؐ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے۔ لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔

٢- بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَومَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَومِ الْجُمُعَةِ، أَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

باب جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت اور اس بارے میں بچوں اور عورتوں پر جمعہ کی نماز کے لئے آنا فرض ہے یا نہیں؟

٨٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

(٨٧٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [طرفاه في : ٨٩٤، ٩١٩].

کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی اور ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے آنا چاہے تو اسے غسل کر لینا چاہئے۔

٨٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَادَاهُ عُمَرُ : أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ؟ قَالَ : إِنِّي شُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِينَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ. قَالَ: وَالْوُضُوءَ أَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ)).

[طرفه في : ٨٨٢].

(٨٧٨) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے امام مالک سے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے اگلے صحابہ مہاجرین میں سے ایک بزرگ تشریف لائے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھلا یہ کون سا وقت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مشغول ہو گیا تھا اور گھر واپس آتے ہی اذان کی آواز سنی' اس لئے میں وضو سے زیادہ اور کچھ (غسل) نہ کر سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا وضو بھی۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم غسل کے لئے فرماتے تھے۔

تشریح یعنی حضرت عمرؓ نے انہیں تاخیر میں آنے پر ٹوکا۔ آپ نے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں غسل بھی نہ کر سکا بلکہ صرف وضو کر کے چلا آیا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ گویا آپؓ نے صرف دیر میں آنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ایک دوسری فضیلت غسل کو بھی چھوڑ آئے ہیں۔ اس موقع پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمر بڑاٹھ نے ان سے غسل کے لئے پھر نہیں کہا۔ ورنہ اگر جمعہ کے دن غسل فرض یا واجب ہوتا تو حضرت عمر کو ضرور کہنا چاہئے تھا اور یہی وجہ تھی کہ دوسرے بزرگ صحابی جن کا نام دوسری روایتوں میں حضرت عثمان بڑاٹھ آتا ہے' نے بھی غسل کو ضروری نہ سمجھ کر صرف وضو پر اکتفا کیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی جمعہ کے دن غسل پر ایک نوٹ لکھ آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے طرز عمل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران امام امر و نہی کر سکتا ہے لیکن عام لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ انہیں خاموشی اور اطمینان کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے (تفہیم البخاری)

٨٧٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:

(٨٧٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے صفوان بن سلیم کے واسطہ سے خبر دی' انہیں عطاء بن یسار نے' انہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے

((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [راجع: ٨٥٨]

لئے غسل ضروری ہے

٣- بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ

٨٨٠- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَأَنْ يَسْتَنَّ، وَأَنْ يَمَسَّ طِيْبًا إِنْ وَجَدَ)). قَالَ عَمْرٌو: أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ، وَأَمَّا الإِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللهُ أَعْلَمُ أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لاَ، وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيْثِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَلَمْ يُسَمَّ أَبُوبَكْرٍ هَذَا. رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الأَشَجِّ وَسَعِيْدُ بْنُ أَبِي هِلاَلٍ وَعِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللهِ. [راجع: ٨٥٨]

باب جمعہ کے دن نماز کے لئے خوشبو لگانا

(٨٨٠) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں حرمی بن عمارہ نے خبردی انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج نے ابوبکر بن منکدر سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن سلیم انصاری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں گواہ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر جوان پر غسل' مسواک اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو' ضروری ہے۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ غسل کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوشبو کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے کہ وہ بھی واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمتہ اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ابوبکر بن منکدر محمد بن منکدر کے بھائی تھے اور ان کا نام معلوم نہیں (ابوبکر ان کی کنیت تھی) بکیر بن اشج۔ سعید بن ابی ہلال اور بہت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ اور محمد بن منکدر ان کے بھائی کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ بھی تھی۔

٤- بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

٨٨١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بُدْنَةً،

باب جمعہ کی نماز کو جانے کی فضیلت

(٨٨١) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے غلام سمی سے خبردی' جنہیں ابو صالح سمان نے' انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی (اگر اول وقت مسجد میں پہنچا) اور اگر بعد میں گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا

وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)).

اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لئے باہر آجاتا ہے تو ملائکہ خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تشریح اس حدیث میں ثواب کے پانچ درجے بیان کئے گئے ہیں جمعہ میں حاضری کا وقت صبح ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور سب سے پہلا ثواب اسی کو ملے گا جو اول وقت جمعہ کے لئے مسجد میں آ جائے۔ سلف امت کا اسی پر عمل تھا کہ وہ جمعہ کے دن صبح سویرے مسجد میں چلے جاتے اور نماز کے بعد گھر جاتے' پھر کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو ثواب لکھنے والے فرشتے بھی مسجد میں آ جاتے اور سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مرغ کے ساتھ انڈے کا بھی ذکر ہے اسے حقیقت پر محمول کیا جائے تو انڈے کی بھی حقیقی قربانی جائز ہو گی جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہاں مجازاً قربانی کا لفظ بولا گیا ہے جو تقرب الی اللہ کے معنی میں ہے (کماسیاتی)

٥- بَابٌ

٨٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ عُمَرَ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ. فَقَالَ عُمَرُ: لِمَ تَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلاَةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ سَمِعْتُ النِّدَا فَتَوَضَّأْتُ فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ)).

[راجع: ٨٧٨]

(٨٨٢) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بزرگ (حضرت عثمانؓ) داخل ہوئے۔ عمر بن خطاب نے فرمایا کہ آپ لوگ نماز کے لئے آنے میں کیوں دیر کرتے ہیں۔ (اول وقت کیوں نہیں آتے) آنے والے بزرگ نے فرمایا کہ دیر صرف اتنی ہوئی کہ اذان سنتے ہی میں نے وضو کیا (اور پھر حاضر ہوا) آپ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ جب کوئی جمعہ کے لئے جائے تو غسل کر لینا چاہئے۔

تشریح اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت عثمان ایسے جلیل الشان صحابی پر خفا ہوئے اگر جمعہ کی نماز فضیلت والی نہ ہوتی تو خفگی کی ضرورت کیا تھی' پس جمعہ کی نماز کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اور نمازوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہوا ﴿ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ﴾ (المائدة: ٦) یعنی وضو کرو اور جمعہ کی نماز کے لئے آنحضرت ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا درجہ اور نمازوں سے بڑھ کر ہے اور دوسری نمازوں پر اس کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے (وحیدی)

یہاں ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے حدیث نبوی کے مطالب پر کس قدر گہری نظر عطا فرمائی تھی۔ اسی لئے حضرت علامہ عبدالقدوس بن ہمام اپنے چند مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے فقہی تراجم و ابواب بھی مسجد نبوی کے اس حصہ میں بیٹھ کر لکھے ہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ایک کیاری بتلایا ہے۔ اس جانکاہی اور ریاضت کے ساتھ سولہ سال کی مدت میں یہ عدیم النظیر کتاب مکمل ہوئی جس کا لقب بغیر کسی تردد کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار پایا امت کے لاکھوں کروڑوں محدثین اور علماء نے سخت سے سخت کسوٹی پر اسے کسا مگر جو لقب اس تصنیف کا مشہور ہو چکا تھا وہ پتھر کی لکیر تھا نہ مٹنا تھا نہ مٹا۔ اس حقیقت باہرہ کے باوجود ان سطحی ناقدین زمانہ پر سخت افسوس ہے جو آج قلم ہاتھ میں لے کر حضرت امام بخاریؒ اور ان کی عدیم المثال کتاب پر تنقید کرنے کیلئے جسارت کرتے اور اپنی کم عقلی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے حضرات دیوبند سے متعلق ہوں یا کسی اور جگہ سے' ان پر واضح ہونا چاہئے کہ ان کی یہ سعی لاحاصل حضرت امام بخاری اور ان کی جلیل القدر کتاب کی ذرہ برابر بھی شان نہ گھٹا سکے گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو کوئی آسمان کی طرف تھوکے اس کا تھوک الٹا اس کے منہ پر آئے گا کہ قانون قدرت یہی ہے۔ بخاری شریف کی علمی خصوصیات لکھنے کے لئے ایک مستقل تصنیف اور ایک روشن ترین فاضلانہ دماغ کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب صرف احادیث صحیحہ ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اصول و عقائد' عبادات و معاملات' غزوات و سیر' اسلامی معاشرت و تمدن' مسائل سیاست و سلطنت کی ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آج کے نوجوان روشن دماغ مسلمانوں کو اس کتاب سے جو کچھ تشفی حاصل ہو سکتی ہے وہ کسی دوسری جگہ نہ ملے گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بڑے لوگوں کو چاہئے کہ نیک کاموں کا حکم فرماتے رہیں اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہ کریں۔ جن کو نصیحت کی جائے ان کا بھی فرض ہے کہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہ کریں اور بلاچوں و چرا نیک کاموں کے لئے سر تسلیم خم کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دانائی دیکھئے کہ حضرت عثمانؓ کا جواب سنتے ہی تاڑ گئے کہ آپ بغیر غسل کے جمعہ کے لئے آگئے ہیں۔ اس سے غسل جمعہ کی اہمیت بھی ثابت ہوئی۔

٦- بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

باب جمعہ کی نماز کے لئے بالوں میں تیل کا استعمال

٨٨٣- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ وَدِيْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلاَّ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى)). [طرفه في : ٩١٠].

(٨٨٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے سعید مقبری سے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ ابو سعید مقبری نے عبداللہ بن ودیعہ سے خبر دی' ان سے حضرت سلمان فارسیؓ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح سے پاکی حاصل کرے اور تیل استعمال کرے یا گھر میں جو خوشبو میسر ہو استعمال کرے پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے' پھر جتنی ہو سکے نفل نماز پڑھے اور جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش سنتا رہے تو اس کے اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ایک سچے مسلمان کے لئے ظاہری و باطنی ہر قسم کی مکمل پاکی حاصل کرنے کا دن ہے۔

٨٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا

(٨٨٤) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَأُصِيبُوا مِنَ الطِّيبِ)). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ، وَأَمَّا الطِّيبُ فَلاَ أَدْرِي.

[طرفه في : ۸۸۵].

نے زہری سے خبر دی کہ طاؤس بن کیسان نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن اگرچہ جنابت نہ ہو لیکن غسل کرو اور اپنے سر دھویا کرو اور خوشبو لگایا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غسل کا حکم تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

۸۸۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ: (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَيَمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ؟ فَقَالَ : لاَ أَعْلَمُهُ).

[راجع: ۸۸٤]

(۸۸۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی' کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے' آپ نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ کیا تیل اور خوشبو کا استعمال بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

تیل اور خوشبو کے متعلق حضرت سلمان فارسی کی حدیث اوپر ذکر ہوئی ہے غالباً حضرت ابن عباس کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

٧- بَابُ يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

باب جمعہ کے دن عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے جو اس کو مل سکے

۸۸٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةَ سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ فِي الآخِرَةِ)). ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ

(۸۸٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ریشم کا) دھاری دار جوڑا مسجد نبوی کے دروازے پر بکتا دیکھا تو کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! بہتر ہو اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود جب آپ کے پاس آئیں تو ان کی ملاقات کے لئے آپ اسے پہنا کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اسے تو وہی پہن سکتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کے بعد رسول

اللهِ ﷺ مِنهَا حُلَلٌ، فَأَعطَى عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنهُ مِنهَا حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَسَوتَنِيهَا وَقَد قُلتَ فِي حَلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلتَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنِّي لَم أَكسُكَهَا لِتَلبَسَهَا)). فَكَسَاهَا عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ ﷺ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشرِكًا.

[أطرافه في: ٩٣٨، ٢١٠٤، ٢٦١٢، ٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١].

اللہ ﷺ کے پاس اسی طرح کے کچھ جوڑے آئے تو اس میں سے ایک جوڑا آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ مجھے یہ جوڑا پہنا رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے عطارد کے جوڑے کے بارے میں آپ نے کچھ ایسا فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے تمہیں خود پہننے کے لئے نہیں دیا ہے' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکے میں رہتا تھا۔

تشریح: عطارد بن حاجب بن زرارہ تمیمی رضی اللہ عنہ کپڑے کے بیوپاری یہ چادریں فروخت کر رہے تھے' اس لئے اس کو ان کی طرف منسوب کیا گیا یہ وفد بنی تمیم میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ترجمہ باب یہاں سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننے کی درخواست پیش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو اس لئے ناپسند فرمایا کہ وہ ریشمی تھا اور مرد کے لئے خالص ریشم کا استعمال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو اسے بطور ہدیہ دے دیا اس سے معلوم ہوا کہ کافر مشرک جب تک اسلام قبول نہ کریں وہ فروعات اسلام کے مکلف نہیں ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے مشرک کافروں رشتہ داروں کے ساتھ احسان سلوک کرنا منع نہیں ہے بلکہ ممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے تاکہ ان کو اسلام میں رغبت پیدا ہو۔

٨- بَابُ السِّوَاكِ يَومَ الجُمُعَةِ

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَستَانُّ.

باب جمعہ کے دن مسواک کرنا

اور ابو سعیدؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنی چاہئے

٨٨٧- حَدَّثَنَا عَبدُ اللهِ بنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخبَرَنَا مَالِكٌ عَن أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعرَجِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لَو لاَ أَن أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَو عَلَى النَّاسِ - لأَمَرتُهُم بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلاَةٍ)). [طرفه في : ٧٢٤٠].

(٨٨٧) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے ابو الزناد سے خبر دی' ان سے اعرج نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لئے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں بذیل احادیث مرویہ متعلق مسواک فرماتے ہیں۔ اقول معناہ لولا خوف الحرج لجعلت السواک شرطا للصلوٰۃ کالوضوء وقد ورد بھذا الاسلوب احادیث کثیرۃ جدا وھی دلائل واضحۃ علی ان

اجتهاد النبی صلی الله علیه وسلم مدخلا فی الحدود الشرعیة وانها منوطة بالمقاصد وان رفع الحرج من الاصول التی بنی علیه الشرائع قول الراوی فی صفة تسوکه صلی الله علیه وسلم اع اع کانه یتهوع اقول ینبغی للانسان ان یبلغ بالسواک اقاصی الفم فیخرج الحلق والصدرولاستقصاء فی السواک یذهب بالقلاع ویصفی الصوت ویطیب النکهة الخ حجۃ اللہ البالغہ' ص: ۴۴۹' ۴۵۰)

یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا' اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تنگی کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کرنے کو وضو کی طرح نماز کی صحت کے لئے شرط قرار دے دیتا اور اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس امر پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں دخل ہے اور حدود شرعیہ مقاصد پر مبنی ہیں اور امت سے تنگی کا رفع کرنا من جملہ ان اصول کے ہے جن پر احکام شرعیہ مبنی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے مسواک کرنے کی کیفیت کے متعلق جو راوی کا بیان ہے کہ آپ مسواک کرتے وقت اع اع کی آواز نکالتے جیسے کوئی قے کرتے وقت کرتا ہے' اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ انسان کو مناسب ہے کہ اچھی طرح سے منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔ قال النبی صلی الله علیه وسلم عشر من الفطرة قص الشوارب واعفاء اللحیة والسواک الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا دس باتیں فطرت میں سے ہیں مونچھوں کا ترشوانا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور ناخن کتروانا اور انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور زیر ناف کے بال صاف کرنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ دسویں بات مجھ کو یاد نہیں رہی وہ غالباً کلی کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طہارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور تمام امم حنیفیہ میں برابر جاری ہیں اور ان کے دلوں میں پیوست ہیں اسی وجہ سے ان کا نام فطرت رکھا گیا ہے (حجۃ البالغہ' ج: ۱ / ص: ۴۴۷)

۸۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ)).

(۸۸۸) ہم سے ابو معمر عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعیب بن حبحاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔

۸۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ).

[راجع: ٢٤٥]

(۸۸۹) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے منصور بن معتمر اور حصین بن عبدالرحمٰن سے خبر دی' انہیں ابو وائل نے' انہیں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔

تشریح ان جملہ احادیث سے حضرت امامؒ نے یہ نکالا کہ جمعہ کی نماز کے لئے بھی مسواک کرنا چاہئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے ہر نماز کے لئے مسواک کی تاکید فرمائی تو جمعہ کی نماز کے لئے بھی اس کی تاکید ثابت ہوئی۔ اس لئے بھی کہ جمعہ زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے' اس لئے منہ کا صاف کرنا ضروری ہے تاکہ منہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

٩- بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

باب جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے

٨٩٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ قَالَ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَأَعْطَانِيْهِ، فَقَصَمْتُه ثُمَّ مَضَغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِيْ)).

[أطرافه في: ١٣٨٩، ٣١٠٠، ٣٧٧٤، ٤٤٣٨، ٤٤٤٦، ٤٤٤٩، ٤٤٥٠، ٤٤٥١، ٥٢١٧، ٦٥١٠].

(٨٩٠) ہم سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر (ایک مرتبہ) آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جسے وہ استعمال کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں ان سے کہا عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دے۔ انہوں حنے دے دی۔ میں نے اس کے سرے کو پہلے توڑا یعنی اتنی لکڑی نکال دی جو عبدالرحمٰن اپنے منہ سے لگایا کرتے تھے' پھر اسے چبا کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دانت صاف کئے اور آپؐ اس وقت میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوسرے کی مسواک اس سے لے کر استعمال کی جا سکتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دوسرا آدمی مسواک کو اپنے منہ سے چبا کر اپنے بھائی کو دے سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اپنے کسی بھائی سے جن پر ہم کو بھروسہ و اعتماد ہو کوئی ضرورت کی چیز اس سے طلب کر سکتے ہیں۔ تعاون باہمی کا یہی مفہوم ہے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مرض الموت میں ان کو آنحضرت ﷺ کی خصوصی خدمات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ خدا کی مار ان بد شعاروں پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں کلمات گستاخی استعمال کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

١٠- بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ يَومَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن نماز فجر میں کونسی سورۃ پڑھی جائے؟

٨٩١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - ابْنُ هُرْمُزَ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَومَ الْجُمُعَةِ ﴿الٓمٓ تَنْزِيْلُ﴾ السَّجْدَةِ وَ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ﴾)).

[طرفه في: ١٠٦٨].

(٨٩١) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے سعد بن ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے' ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: طبرانی کی روایت ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ ان سورتوں میں انسان کی پیدائش اور قیامت وغیرہ کا ذکر ہے اور یہ جمعہ کے دن ہی واقع ہو گی۔ اس حدیث سے مالکیہ کا رد ہوا جو نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں بھی سجدے کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا (وحیدی) علامہ شوکانی اس بارے میں کئی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وھذہ الاحادیث فیھا مشروعیۃ قراۃ تنزیل السجدۃ وھل اتی علی الانسان قال العراقی وممن کان یفعلہ من الصحابۃ عبداللہ بن عباس ومن التابعین ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف وھو مذھب الشافعی واحمد واصحاب الاحادیث (نیل الاوطار) یعنی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں الم تنزیل سجدہ اور دوسری میں ھل اتی علی الانسان پڑھنا مشروع ہے' صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس اور تابعین میں سے ابراہیم بن عبدالرحمٰن کا یہی عمل تھا اور امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والتعبیر بکان یشعر بمواظبتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی القراۃ بھما فیھا یعنی حدیث مذکور میں لفظ کان بتلا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں پر مواظبت یعنی ہمیشگی فرمائی ہے۔ اگرچہ کچھ علماء مواظبت کو نہیں مانتے مگر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یدیم بذالک لفظ موجود ہے یعنی آپؐ نے اس عمل پر مداومت فرمائی (قسطلانی) کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ اہل مدینہ نے یہ عمل ترک کر دیا تھا' اس کا جواب علامہ ابن حجرؒ نے ان لفظوں میں دیا ہے واما دعواہ ان الناس ترکوا العمل بہ فباطلۃ لان اکثر اہل العلم من الصحابۃ والتابعین قد قالوا بہ کما نقلہ ابن المنذر وغیرہ حتی انہ ثابت عن ابراہیم ابن عوف والاسعد وھو من کبار التابعین من اہل المدینۃ انہ ام الناس بالمدینۃ بھما فی الفجر یوم الجمعۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح الخ (فتح الباری) یعنی یہ دعویٰ کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا باطل ہے۔ اس لئے کہ اکثر اہل علم صحابہ و تابعین اس کے قائل ہیں جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے حتیٰ کہ ابراہیم ابن عوف سے بھی یہ ثابت ہے جو مدینہ کے کبار تابعین سے ہیں کہ انہوں نے جمعہ کے دن لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور ان ہی دو سورتوں کو پڑھا۔ ابن ابی شیبہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

١١- بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ

باب گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے

٨٩٢- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ - بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ- فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ).

[طرفه في : ٤٣٧١].

(٨٩٢) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا' ان سے ابو جمرہ نضر بن عبدالرحمٰن ضبعی نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے' آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کے ملک جواثی میں تھی۔

٨٩٣- حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ

(٨٩٣) ہم سے بشر بن محمد مروزی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی'

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ)). وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رُزَيقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ- وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى - : هَلْ تَرَى أَنْ أُجَمِّعَ؟ وَرُزَيقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ - وَأَنَا أَسْمَعُ - يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) - قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: ((وَالرجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيْهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)).

انہیں سالم بن عبداللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور لیث نے اس میں یہ زیادتی کی کہ یونس نے بیان کیا کہ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا۔ ان دنوں میں بھی وادی القریٰ میں ابن شہاب کے پاس ہی تھا کہ کیا میں جمعہ پڑھا سکتا ہوں۔ رزیق (ایلہ کے اطراف میں) ایک زمین کاشت کروا رہے تھے۔ وہاں حبشہ وغیرہ کے کچھ لوگ موجود تھے۔ اس زمانہ میں رزیق ایلہ میں (حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے) حاکم تھے۔ ابن شہاب رحمہ اللہ نے انہیں لکھوایا' میں وہیں سن رہا تھا کہ رزیق جمعہ پڑھائیں۔ ابن شہاب رزیق کو یہ خبر دے رہے تھے کہ سالم نے ان سے حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہو گا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

[أطرافه في : ٢٤٠٩، ٢٥٥٤، ٢٧٥١، ٥١٨٨، ٥٢٠٠، ٧١٣٨].

تشریح مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو جمعہ کی صحت کے لئے شہر اور حاکم وغیرہ وغیرہ کی قیود لگاتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ کے لئے انکار کرتے ہیں۔ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے امام بخاری نے ان لوگوں کا رد کیا جو جمعہ کے لئے شہر کی قید کرتے ہیں۔ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو حنفیوں نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ دوسری نمازوں کی طرح ہے صرف جماعت اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا ایک آدمی

اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا سنت ہے باقی کوئی شرط نہیں ہے۔ دار الحرب اور کافروں کے ملک میں بھی حضرت امام نے باب میں لفظ قریٰ اور مدن استعمال فرمایا ہے قریٰ قریہ کی جمع ہے جو عموماً گاؤں ہی پر بولا جاتا ہے اور مدن مدینہ کی جمع ہے جس کا اطلاق شہر پر ہوتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی هذه الترجمة اشارة الى خلاف من خص الجمعة بالمدن دون القرىٰ یعنی اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں کے خلاف اشارہ فرمایا ہے جو جمعہ کو شہروں کے ساتھ خاص کر کے دیہات میں اقامت جمعہ کا انکار کرتے ہیں۔ آپ نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ عبدالقیس نامی قبیلہ کی مسجد میں قائم کیا گیا جو جواثی نامی گاؤں میں تھی اور وہ گاؤں علاقہ بحرین میں واقع تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ جمعہ آنحضرت ﷺ کی اجازت ہی سے قائم کیا گیا۔ صحابہؓ کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر وہ کوئی کام کر سکیں۔ جواثی اس وقت ایک گاؤں تھا۔ مگر حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ وہ شہر تھا حالانکہ حدیث مذکور سے اس کا گاؤں ہونا ظاہر ہے جیسا کہ وکیع کی روایت میں صاف موجود ہے۔ انها قرية من قرىٰ البحرين یعنی جواثی بحرین کے دیہات میں ایک گاؤں تھا۔ بعض روایتوں میں قریٰ عبدالقیس بھی آیا ہے کہ وہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک گاؤں تھا (قسطلانی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے بعد میں اس کی آبادی بڑھ گئی ہو اور وہ شہر ہو گیا ہو مگر اقامت جمعہ کے وقت وہ گاؤں ہی تھا۔ حضرت امامؒ نے مزید وضاحت کے لئے حضرت ابن شہابؒ کا فرمان ذکر فرمایا کہ انہوں نے رزیق نامی ایک بزرگ کو جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایلہ کے گورنر تھے اور ایک گاؤں میں جہاں ان کی زمینداری تھی' سکونت پذیر تھے ان کو اس گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے لئے اجازت نامہ تحریر فرمایا۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں واملاه ابن شهاب من كاتبه فسمعه يونس منه یعنی ابن شہاب زہری نے اپنے کاتب سے اس اجازت نامے کو لکھوایا اور یونس نے ان سے اس وقت اسے سنا۔ اور ابن شہاب نے یہ حدیث پیش کر کے ان کو بتلایا کہ گو وہ گاؤں اور دیہات ہی میں ہے لیکن اس کو جمعہ پڑھنا چاہئے کیونکہ وہ اپنی رعایا کا جو وہاں رہتی ہے' اس طرح اپنے نوکر چاکروں کا نگہبان ہے جیسے بادشاہ نگہبان ہوتا ہے تو بادشاہ کی طرح اس کو بھی احکام شرعیہ قائم کرنا چاہئے جن میں سے ایک اقامت جمعہ بھی ہے۔ ابن شہاب زہری وادی قریٰ میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جسے آنحضرت ﷺ نے ۷ھ بماہ جمادی الاخریٰ میں فتح کیا تھا۔ فتح الباری میں ہے کہ زین بن منیر نے کہا کہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ جب کوئی جمعہ قائم کرنے کے قابل امام خطیب وہاں موجود ہو اور اس سے گاؤں میں بھی جمعہ کا صحیح ہونا ثابت ہوا۔

گاؤں میں جمعہ کی صحت کے لئے سب سے بڑی دلیل قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے جس میں فرمایا۔ ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ الآیۃ (الجمعۃ :۹) یعنی اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کو یاد کرنے کے لئے چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اس آیت کریمہ میں "ایمان والے" عام ہیں وہ شہری ہوں یا دیہاتی سب اس میں داخل ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة الا اربعة عبد مملوك اوامراة اوصبى او مريض (رواه ابوداود و الحاكم) یعنی جمعہ ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ ادا کرے مگر غلام' عورت' بچے اور مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے من كان يومن بالله واليوم الاخر فعليه الجمعة الا مريض او مسافر اوامراة اوصبى او مملوك فمن استغنى بلهو او تجارة استغنى الله عنه والله غنى حميد (رواه الدار قطنی) یعنی جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس پر جمعہ فرض ہے مگر مریض مسافر غلام اور بچے اور عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے پس جو کوئی کھیل تماشہ یا تجارت کی وجہ سے بے پروائی کرے تو اللہ پاک بھی اس سے بے پروائی کرے گا کیونکہ اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔

آیت شریفہ میں خرید و فروخت کے ذکر سے بعض دماغوں نے جمعہ کے لئے شہر ہونا نکالا ہے حالانکہ یہ استدلال بالکل غلط ہے۔
آیت شریفہ میں خرید و فروخت کا اس لئے ذکر آیا کہ نزول آیت کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمان ایک تجارتی قافلہ کے آ جانے سے جمعہ چھوڑ کر خرید و فروخت کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اس لئے آیت میں خرید و فروخت چھوڑنے کا ذکر آ گیا اور اگر اس کو اسی طرح مان لیا جائے تو کونسا گاؤں آج ایسا ہے جہاں کم و بیش خرید و فروخت کا سلسلہ جاری نہ رہتا ہو پس اس آیت سے جمعہ کے لئے شہر کا خاص کرنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ کوئی ڈوبنے والا تنکے کا سہارا حاصل کرے۔
ایک حدیث میں صاف گاؤں کا لفظ موجود ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں الجمعة واجبة على كل قرية فيها امام وان لم يكونوا الا اربعة رواه الدار قطنی' ص: ۲۶ یعنی ہر ایسے گاؤں والوں پر جس میں نماز پڑھانے والا امام موجود ہو جمعہ واجب ہے اگرچہ چار ہی آدمی ہوں۔ یہ روایت گو قدرے کمزور ہے مگر پہلی روایتوں کی تائید و تقویت اسے حاصل ہے۔ لہٰذا اس سے بھی استدلال درست ہے اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو صحت جمعہ کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کا ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔
اکابر صحابہ سے بھی گاؤں میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "تم جہاں کہیں ہو جمعہ پڑھ لیا کرو" عطاء بن میمون ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ ان اباهريرة كتب الى عمر يساله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب اليهم ان جمعوا حيث ماكنتم اخرجه ابن خزيمة وصححه وابن ابى شيبة والبيهقى وقال هذا الاثر اسناده حسن فتح الباری' ص: ۴۸۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بحرین سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر دریافت فرمایا تھا کہ بحرین میں جمعہ پڑھیں یا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔
اس کا مطلب حضرت امام شافعیؒ بیان فرماتے ہیں قال الشافعی معناه فى اى قرية كنتم لان مقامهم بالبحرين انما كان فى القرئ (التعليق المغنى على الدار قطنى) یعنی حیث ما كنتم کے یہ معنی ہیں کہ تم جس گاؤں میں بھی موجود ہو (جمعہ پڑھ لیا کرو) کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ (سوال کرنے والے) گاؤں میں ہی مقیم تھے اور حافظ ابن حجرؒ بیان فرماتے ہیں وهذا مايشتمل المدن والقرئ (فتح الباری' ص: ۴۸۶) فاروقی حکم شہروں اور دیہاتوں کو برابر شامل ہے۔ حضرت عمرؓ خود گاؤں میں جمعہ پڑھنے کے نہ صرف قائل تھے بلکہ سب کو حکم دیتے تھے۔ چنانچہ لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں۔ ان اهل الاسكندرية ومدآئن مصر ومدآئن سواحلها كانوا يجمعون الجمعة على عهد عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان بامرهما وفيهما رجال من الصحابة (التعليق المغنى على الدار قطنى' جلد: ۱/ ص: ۱۶۶) اسکندریہ اور مصر کے آس پاس والے حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ان دونوں کے ارشاد سے جمعہ پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہاں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ سالت الليث بن سعد (اى عن التجميع فى القرئ) فقال كل مدينة او قرية فيها جماعة امروا بالجمعة فان اهل مصر و سو احلها كانوا يجمعون الجمعة على عهد عمر و عثمان بامرهما وفيهما رجال من الصحابة (بيهقى والتعليق المغنى على الدارقطنى' ص: ۱۶۶ وفتح البارى' ص: ۴۸۶
نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاؤں اور شہر کے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی نماز فرض ہونے کے قائل تھے چنانچہ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انه كان يرى اهل المياه بين مكة والمدينة يجمعون فلا يعيب عليهم (فتح البارى' ج: ۱/ ص: ۴۸۶ والتعليق المغنى على الدار قطنى' ص: ۱۶۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ و مدینہ کے درمیان پانی کے پاس اترتے ہوئے وہاں کے دیہاتی لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تو بھی ان کو نہ منع کرتے اور نہ ان کو برا کہتے اور ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ يروى عن شيبان عن مولى لال سعيد بن العاص انه سال ابن عمر عن القرى التى بين مكة و المدينة ماترى فى الجمعة قال نعم اذا كان عليهم امير فليجمع (رواه البيهقى والتعليق' ص: ۱۶۶)
سعید بن عاص کے مولیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے گاؤں کے بارہ میں دریافت کیا جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں ہیں کہ

ان گاؤں میں جمعہ ہے یا نہیں ؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کہ ہاں جب کوئی امیر (امام نماز پڑھانے والا) ہو تو جمعہ ان کو پڑھائے۔

نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ کتب عمر بن عبدالعزیز الی عدی بن عدی الکندی انظر کل قریة اهل قرارٍ لیسو هم باهل عمود ینتقلون فامر علیهم امیرا ثم مره فلیجمع بهم (رواه البیهقی فی المعرفة والتعلیق المغنی علی الدار قطنی ص: ۱۶۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی ابن عدی الکندی کے پاس لکھ کر بھیجا کہ ہر ایسے گاؤں کو دیکھو جہاں کے لوگ اسی جگہ مستقل طور پر رہتے ہیں۔ ستون والوں (خانہ بدوشوں) کی طرح ادھر ادھر پھرتے و منتقل نہیں ہوتے۔ اس گاؤں والوں پر ایک امیر (امام) مقرر کر دو کہ ان کو جمعہ پڑھاتا رہے۔

اور حضرت ابو ذر (صحابی) رضی اللہ عنہ ربذہ گاؤں میں رہنے کے باوجود وہیں چند صحابہ کے ساتھ برابر جمعہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ محلّٰی میں فرماتے ہیں کہ صح انه کان یعثمان عبد اسود امیر له علی الربد یصلی خلفه ابو ذر رضی الله عنه من الصحابة الجمعة وغیر ها (کبیری شرح منیه ص: ۵۱۲) صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک سیاہ فام غلام ربذہ میں حکومت کی طرف سے امیر (امام) تھا۔ حضرت ابوذر و دیگر صحابہ کرامؓ اس کے پیچھے جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ کے قریب موضع "زاویہ" میں رہتے تھے۔ کبھی تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بصرہ آتے اور کبھی جمعہ کی نماز موضع زاویہ ہی میں پڑھ لیتے تھے۔ بخاری شریف' ج: ۱/ ص: ۱۲۳ میں ہے وکان انس فی قصر احیانا یجمع واحیانا لا یجمع وهو بالزاویة علی فرسخین اس عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کبھی زاویہ ہی میں پڑھ لیتے اور کبھی زاویہ میں بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ بصرہ میں آکر جمعہ پڑھتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں یہی مطلب بیان فرماتے ہیں قوله یجمع ای یصلی الجمعة بمن معه او یشهد الجمعة البصرة یعنی کبھی جمعہ کی نماز (مقام زاویہ میں) اپنے ساتھیوں کو پڑھاتے یا جمعہ کے لئے بصرہ تشریف لاتے۔ اور یہی مطلب علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری' ص: ۲۷۴/ جلد: ۳ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کی نماز بھی اسی زاویہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف' ص: ۱۳۴ میں ہے کہ وامر انس بن مالک مولاه ابن ابی عتبة بالزاویة فجمع اهله وبنیه و صلّٰی کصلٰوة المصر و تکبیر هم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا اور اپنے تمام گھر والوں بیٹوں وغیرہ کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمدۃ القاری' ص: ۴۰۰/ جلد: ۳ میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ جمعہ اور عیدین کی نماز شہر والوں کی طرح گاؤں میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گاؤں میں جمعہ پڑھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے تو بنی مالک کے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ محلّٰی میں فرماتے ہیں کہ ومن اعظم البرهان علی صحتها فی القریٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی المدینة وانما هی قریة صغار متفرقة فبنی مسجده فی بنی مالک بن نجار و جمع فیه فی قریة لیست بالکبیرة والا معرهنا لک (عون المعبود شرح ابی داوود' ج: ۱/ ص: ۴۱۴) دیہات و گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی صحت پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ کے چھوٹے چھوٹے الگ الگ گاؤں بسے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مالک بن نجار میں مسجد بنائی اور اسی گاؤں میں جمعہ پڑھا جو نہ تو شہر تھا اور نہ بڑا گاؤں ہی تھا۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص الحبیر' ص: ۱۳۲ میں فرماتے ہیں کہ وروی البیهقی فی المعرفة عن مغازی ابن اسحاق و موسیٰ ابن عقبة

ان النبی صلی اللہ علیه و سلم حین رکب من بنی عمرو بن عوف فی هجرته الی المدینة فمر علی بنی سالم وهی قریة بین قباو المدینة فادرکته الجمعة فصلی بهم الجمعة وکانت اول جمعة صلاها حین قدم امام بیہقی رحمہ اللہ نے المعرفہ میں ابن اسحاق و موسیٰ بن عقبہؒ کے مغازی سے روایت کیا ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ جس وقت بنی عمرو بن عوف (قبا) سے سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو بنی سالم کے پاس سے آپ کا گزر ہوا وہ قبا و مدینہ کے درمیان ایک گاؤں تھا تو اسی جگہ جمعہ نے آپ کو پالیا یعنی جمعہ کا وقت ہو گیا تو سب کے ساتھ (اسی گاؤں میں) جمعہ کی نماز پڑھی۔ مدینہ تشریف لانے کے وقت سب سے پہلا یہی جمعہ آپ نے پڑھا ہے۔

خلاصۃ الوفاء ص۱۹۶ میں ہے ولابن اسحاق فادرکته الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلا ها فی بطن الوادی وادی ذی رانونا فکانت اول جمعة صلاها بالمدینة اور سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ فادرکت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلا ها فی المسجد الذی فی بطن الوادی وادی رانونا یعنی وادی (میدان) رانونا کی مسجد میں آپ نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

اور آپ کے ہجرت کرنے سے پہلے بعض وہ صحابہ کرام جو پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لا چکے تھے وہ اپنے اجتہاد سے بعض گاؤں میں جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا جیسے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہزم النبیت (گاؤں) میں جمعہ پڑھایا۔ ابوداؤد شریف میں ہے۔ لانه اول من جمع بنا فی هزم النبیت من حره بنی بیاضة فی نقیع یقال نقیع الخضمات (الحدیث) حرہ بنی بیاضہ ایک گاؤں کا نام تھا جو مدینہ طیبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔

حافظ ابن حجر تلخیص الجبیر' ص: ۱۳۳ میں فرماتے ہیں۔ حرة بنی بیاضة قریة علی میل من المدینة اور خلاصۃ الوفاء میں ہے والصواب انه بهزم النبیت من حرة بنی بیاضة وهی الحرة الغربیة التی بها قریة بنی بیاضة قبل بنی سلمة ولذا قال النووی انه قریة بقرب المدینة علی میل من منازل بنی سلمة قاله الامام احمد کما نقله الشیخ ابو حامد اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حرہ بنی بیاضہ مدینہ کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر گاؤں ہے۔ اسی گاؤں میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔

اسی لئے امام خطابی رحمہ اللہ شرح ابی داؤد میں فرماتے ہیں وفی الحدیث من الفقه ان الجمعة جوازها فی القریٰ کجوازها فی المدن والامصار اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے جیسے کہ شہروں میں جائز ہے۔

ان احادیث و آثار سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیہات میں ہمیشہ جمعہ پڑھا کرتے تھے اور از خود حضور ﷺ نے پڑھایا اور پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ الجمعة واجبة علی کل قریة (دار قطنی' ص: ۱۶۵) ہر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گاؤں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔

ان تمام احادیث و آثار کے ہوتے ہوئے بعض لوگ دیہات میں جمعہ بند کرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ جمعہ تمام مسلمانوں کے لئے عید ہے خواہ شہری ہوں یا دیہاتی۔ ترغیب و ترہیب' ص: ۱۹۵/ ج: ۱ میں ہے کہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنه قال عرضت الجمعة علی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم جاء بها جبرئیل علیہ السلام فی کفة کالمرأة البیضاء فی وسطها کالنکتة السوداء فقال ما هذا یا جبرئیل قال هذه الجمعة یعرضها علیک ربک لتکون لک عیدا ولقومک من بعدک (الحدیث رواه الطبرانی فی الاوسط باسناد جید ترغیب' ص: ۱۹۵/ ج: ۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جمعہ کو سفید آئینہ کی طرح ایک پلہ میں لا کر پیش فرمایا۔ اس کے درمیان میں ایک سیاہ نکتہ سا تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ یہ وہ جمعہ ہے جس کو آپ کا رب آپ کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ آپ کے اور آپ کی امت کے واسطے یہ عید ہو کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ تمام امت محمدیہ کے لئے عید ہے' اس میں شہری و دیہاتی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اب دیہاتیوں کو اس عید (جمعہ) سےَ محروم رکھنا انصاف کے خلاف ہے۔ ایمان' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ جیسے دیہاتی پر برابر فرض ہیں اسی طرح جمعہ بھی دیہاتی و غیردیہاتی پر برابر فرض ہے۔ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ علیحدہ کر کے خارج کر دیتے۔ جیسے مسافر و مریض وغیرہ کو خارج کیا گیا ہے حالانکہ کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح میں اس کا استثناء نہیں کیا گیا۔

مانعین جمعہ کی دلیل!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر (قول) لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع مانعین کی سب سے بڑی دلیل ہے مگر یہ قول مذکورہ بالا احادیث و آثار کے معارض و مخالف ہونے کے علاوہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے.اور حرمت و وجوب اجتہاد سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اس کے لئے نص قطعی ہونا شرط ہے۔ چنانچہ مجمع الانہار' ص: ۱۰۹ میں اس اثر کے بعد لکھا ہے۔ لكن هذا مشكل جدا لان الشرط هو فرض لا يثبت الا بقطعي

پھر مصر جامع کی تعریف میں اس قدر اختلاف ہے کہ اگر اس کو معتبر سمجھا جائے تو دیہات تو دیہات ہی ہے آج کل ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی جمعہ پڑھا جانا ناجائز ہو جائے گا۔ کیونکہ مصر جامع کی تعریف میں امیر و قاضی و احکام شرعی کا نفاذ اور حدود کا جاری ہونا شرط ہے حالانکہ اس وقت ہندوستان میں نہ کوئی شرعی حاکم و قاضی ہے نہ حدود ہی کا اجراء ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اکثر اسلامی ملکوں میں بھی حدود کا نفاذ نہیں ہے تو اس قول کے مطابق شہروں میں بھی جمعہ نہ ہونا چاہیے اور ان شرطوں کا ثبوت نہ قرآن مجید سے ہے نہ صحیح حدیثوں سے ہے۔

اور لا جمعة الخ میں لا نفی کمال کا بھی ہو سکتا ہے یعنی کامل جمعہ شہر ہی میں ہوتا ہے کیونکہ وہاں جماعت زیادہ ہوتی ہے اور شہر کے اعتبار سے دیہات میں جماعت کم ہوتی ہے۔ اس لئے شہر کی حیثیت سے دیہات میں ثواب کم ملے گا۔ جیسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ ثواب ملتا ہے اور تنہا پڑھنے سے اتنا ثواب نہیں ملتا تو لا جمعة الخ میں کمال اور زیادتی ثواب کی نفی ہے فرضیت کی نفی نہیں ہے۔

اگر بالفرض اس توجیہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو دیہاتیوں کے لئے قربانی اور بقرعید کے دنوں کی تکبیریں وغیرہ بھی ناجائز ہونی چاہئیں کیونکہ قربانی نماز عید کے تابع و ماتحت ہے اور جب متبوع (نماز عید) ہی نہیں تو تابع (قربانی) کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے روکتے ہیں ان کو چاہئے کہ دیہاتیوں کو قربانی سے بھی روک دیں۔

اور اثر مذکور پر ان کا خود بھی عمل نہیں کیونکہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام کے حکم سے گاؤں میں مسجد بنائی جائے تو اسی کے حکم سے گاؤں میں جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ ردالمختار' جلد: اول / ص: ۵۳۷ میں ہے۔ اذا بنى مسجد في الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا على ما قاله السرخسي والرستاق القران كما في القاموس جب گاؤں میں امام کے حکم سے مسجد بنائی جائے تو وہاں باتفاق فقہاء جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے لئے مصر(شہر) ہونا ضروری نہیں بلکہ دیہات میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔ امام محمدؒ بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ حتى لو بعث الى قرية نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصير مصرا فاذا عزله تلحق بالقرىٰ (عینی شرح بخاری' ص: ۲۶ وکبیری شرح منیہ' ص: ۵۱۳) اگر کسی نائب کو حدود و قصاص جاری کرنے کے لئے کسی گاؤں میں بھیجے تو وہ گاؤں مصر (شہر) ہو جائے گا۔ جب نائب کو معزول (علیحدہ) کر دے گا تو وہ گاؤں کے ساتھ مل جائے گا یعنی پھر گاؤں ہو جائے گا۔

بہر کیف جمعہ کے لئے مصر ہونا (شرعاً) شرط نہیں ہے۔ بلکہ آبادی و بستی و جماعت ہونا ضروری ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول فی مصر جامع سے بستی ہی مراد ہو کیونکہ بستی شہر و دیہات دونوں کو شامل ہے اس لئے لفظ قریہ سے کبھی شہر اور کبھی

گاؤں مراد لیتے ہیں۔ لیکن اس کے اصلی معنی وہی بستی کے ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری' جلد: دوم / ص: ۱۳۸ میں لکھتے ہیں والقریة واحدة القریٰ کل مکان اتصلت فیه الابنیة واتخذ قرارا ویقع ذلک علی المدن وغیرها اور لسان العرب' ص: ۷۔۱۳۶ ج میں ہے۔ والقریة من المساکن والابنیة والضیاع وقد تطلق علی المدن و فی الحدیث امرت بقریة تاکل القریٰ وهی مدینة الرسول صلی الله علیه و سلم اه ایضا وجاء فی کل قار و بادی الذی ینزل القریة والبادی

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قریہ کے معنی مطلق بستی کے ہیں اور مصرجامع کے معنی بھی بستی کے ہیں۔ کیونکہ اہل لغت نے قریہ کی تفسیر میں لفظ مصرجامع اختیار کیا ہے۔

چنانچہ اسی لسان العرب میں ہے قال ابن سیده القریة والقریة لغتان المصر الجامع التهذیب الملسکورة یمانیة ومن لم اجتمعوا فی جمعها علی القریٰ اور قاموس' ص: ۲۸۵ میں ہے القربة المصر المصرا الجامع اور المنجد' ص: ۶۶۱ میں ہے القریة والقریة الضیعة المصر الجامع۔

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قریہ اور مصرجامع دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور قریہ کے معنی بستی کے تو مصرجامع کے معنی بھی بستی کے ہیں اور بستی شہرو گاؤں دونوں کو شامل ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کا مطلب یہ ہوا کہ جمعہ بستی میں ہونا چاہیے۔ یعنی شہرو دیہات دونوں جگہ ہونا چاہیے۔

مناسب ہو گا۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی کا فاضلانہ تبصرہ (آپ کی قابل قدر کتاب مرعاۃ' جلد: ۲/ ص: ۲۸۸ سے) شائقین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں واختلفوا ایضا فی محل اقامة الجمعة فقال ابوحنیفة واصحابه لا تصح الا فی مصر جامع و ذهب الائمة الثلاثة الی جوازها و صحتها فی المدن والقریٰ جمیعا واستدل لابی حنیفة بماروی عن علی مرفوعًا لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع وقد ضعف احمد وغیره رفعه و صحح ابن حزم وغیره وفقه وللاجتهاد فیه مسرح فلا ینتهض للاحتجاج به فضلا عن ان یخصص به عموم الایة او یقید به اطلاقها مع ان الحنفیة قد تخبطوا فی تحدید المصر الجامع وضبطه الی اقوال کثیرة متباینة متناقضة متخالفة جدا کما لا یخفی علی من طالع کتب فروعهم وهذا یدل علی انه لم یتعین عندهم معنی الحدیث والراجح عندنا ماذهب الیه الائمة الثلاثة من عدم اشتراط المصر وجوازها فی القریٰ لعموم الایة واطلاقها وعدم وجود ما یدل علی تخصیصها ولا بد لمن یقید ذالک بالمصر الجامع ان یاتی بدلیل قاطع من کتاب او سنة متواترة او خبر مشهور بالمعنی المصطلح عند المحدثین وعلی التنزیل بخبر واحد مرفوع صریح صحیح یدل علی التخصیص بالمصر الجامع

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ علماء نے محل اقامت جمعہ میں اختلاف کیا ہے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے کہ جمعہ صرف مصرجامع ہی میں صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ حضرت امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شہروں کے علاوہ گاؤں بستیوں میں بھی جمعہ ہر جگہ صحیح اور جائز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث سے دلیل لی ہے جو مرفوعاً حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جمعہ اور عید صحیح نہیں مگر مصرجامع میں۔ امام احمد وغیرہ نے اس روایت کے مرفوع ہونے کو ضعیف کہا ہے اور علامہ ابن حزم وغیرہ نے اس کا موقوف ہونا صحیح تسلیم کیا ہے چونکہ یہ موقوف ہے اور اس میں اجتہاد کے لئے کافی گنجائش ہے لہٰذا یہ احتجاج کے قابل نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس سے قرآن پاک کی آیت اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله جو مطلق ہے اس کا مقید ہونا لازم آتا ہے۔ پھر حنفیہ خود مصر کی تعریف میں بھی مختلف ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں بہ سلسلہ تعریف مصرجامع اقوال بے حد متضاد اور متناقض نیز متبائن ہیں جیسا کہ ان کی کتب فروع کے مطالعہ کرنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے کہ فی الحقیقت اس حدیث کے کوئی صحیح معنی ان کے ہاں بھی متعین نہیں ہیں پس ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ تینوں امام جدھر گئے ہیں کہ جمعہ کے لئے مصر کی شرط نہیں ہے اور جمعہ شہر کی طرح گاؤں بستیوں میں بھی جائز ہے یہی فتویٰ صحیح ہے۔ کیونکہ

قرآن مجید کی آیت مذکور جس سے جمعہ کی فرضیت ہر مسلمان پر ثابت ہوتی ہے (سوا ان کے جن کو شارع نے مستثنیٰ کر دیا ہے) یہ آیت عام ہے جو شہری دیہاتی جملہ مسلمانوں کو شامل ہے اور مصر جامع کی شرط کے لئے جو آیت کے عموم کو خاص کرے کوئی دلیل قاطع قرآن یا حدیث متواتر یا خبر مشہور جو محدثین کے نزدیک قابل قبول اور لائق استدلال ہو' نہیں ہے نیز کوئی خبر واحد مرفوع صریح صحیح بھی ایسی نہیں ہے جو آیت کو مصر جامع کے ساتھ خاص کر سکے۔

تعداد کے بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔ والراجح عندی ما ذھب الیه اهل الظاهرانه تصح الجمعة باثنین لانه لم یقم دلیل علی اشتراط عدد مخصوص وقد صحت الجماعة فی سائر الصلوٰات باثنین ولا فرق بینهما وبین الجمعة فی ذلک ولم یات نص من رسول الله صص بان الجمعة لا تنعقد الا بکذا الخ (مرعاۃ' ج : ۲ / ص : ۲۸۸) یعنی اس بارے میں کہ جمعہ کے لئے نمازیوں کی کتنی تعداد ضروری ہے' میرے نزدیک اس کو ترجیح حاصل ہے جو اہل ظاہر کا فتویٰ ہے کہ بلاشک جمعہ دو نمازیوں کے ساتھ بھی صحیح ہے اس لئے کہ عدد مخصوص کے شرط ہونے کے بارے میں کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور دوسری نمازوں کی جماعت بھی دو نمازیوں کے ساتھ صحیح ہے اور پنجوقتہ نماز اور جمعہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ کوئی نص صریح رسول کریم ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہے کہ جمعہ کا انعقاد اتنی تعداد کے بغیر صحیح نہیں۔ اس بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔

اس مقالہ کو اس لئے طول دیا گیا ہے کہ حالات موجودہ میں علمائے کرام غور کریں اور جہاں بھی مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہ قصبہ ہو یا شہر یا گاؤں ہر جگہ جمعہ قائم کرائیں کیونکہ شان اسلام اس کے قائم کرنے میں ہے اور جمعہ ترک کرانے میں بہت سے نقصانات ہیں جبکہ اما مان ھدایت میں سے تینوں امام امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل بھی گاؤں میں جمعہ کے حق میں ہیں پھر اس کے ترک کرانے پر زور دیکر اپنی تقلید جامد کا ثبوت دینا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

﴿ والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ﴾

١٢- بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةِ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

باب جو لوگ جمعہ کی نماز کے لئے نہ آئیں جیسے عورتیں بچے' مسافر اور معذور وغیرہ ان پر غسل واجب نہیں ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غسل اسی کو واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے

٨٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ٨٧٧]

(۸۹۴) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے (اپنے والد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا کہ تم میں سے جو شخص جمعہ پڑھنے آئے تو غسل کرے۔

٨٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ

(۸۹۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے صفوان بن سلیم نے' ان سے عطاء بن یسار

يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)).

[راجع: ٨٥٨]

نے' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ہر بالغ کے اوپر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

٨٩٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيد أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ، فَهَذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيْهِ فَهَدَانَا اللهُ لَهُ، فَغَدًا لِلْيَهُودِ، وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى)) فَسَكَتَ.

[راجع: ٢٣٨]

(٨٩٦) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ طاؤس نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم (دنیا میں) تو بعد میں آئے لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہونگے' فرق صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں بعد میں۔ تو یہ دن (جمعہ) وہ ہے جس کے بارے میں اہل کتاب نے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتلا دیا (اس کے بعد) دوسرا دن (ہفتہ) یہود کا دن ہے اور تیسرا دن (اتوار) نصاریٰ کا۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔

٨٩٧- ثُمَّ قَالَ : ((حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ)).

[طرفاه في : ٨٩٨، ٣٤٨٧].

(٨٩٧) اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (اللہ تعالیٰ کا) ہر سات دن میں ایک دن جمعہ میں غسل کرے جس میں اپنے سر اور بدن کو دھوئے۔

٨٩٨- رواه أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لِلهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا)).

[راجع: ٨٩٧]

(٨٩٨) اس حدیث کی روایت ابان بن صالح نے مجاہد سے کی ہے' ان سے طاؤس نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن (جمعہ میں) غسل کرے۔

تشریح یعنی یہ دن جمعہ کا وہ دن ہے جس کی تعظیم عبادت الٰہی کے لئے فرض کی گئی تھی۔ قسطلانی نے چند آثار ذکر کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو خاص دن اللہ کی عبادت کے لئے مقرر کیا تھا اور وہ جمعہ کا دن تھا لیکن یہ سب نافرمانی کے اپنے اجتہاد کو دخل دے کر اسے ترک کر دیا اور کہنے لگے کہ ہفتہ کا دن ایسا ہے کہ اس میں اللہ نے بعد پیدائش تمام کائنات کے آرام فرمایا تھا۔ پس ہم کو بھی مناسب ہے کہ ہم ہفتہ کو عبادت کا دن مقرر کریں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ اتوار کے دن اللہ نے مخلوق کی پیدائش شروع کی۔ مناسب ہے کہ اس کو ہم اپنی عبادت کا دن ٹھہرا لیں۔ پس ان لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور ہم کو

اللہ نے صراحتاً بتلا دیا کہ جمعہ کا ہی کا دن بہتر دن ہے۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے جبکہ ابھی سورۂ جمعہ بھی نازل نہیں ہوئی تھی' ایک دن جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ یہود و نصاریٰ نے ایک ایک دن جمع ہو کر عبادت کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں' کیوں نہ ہم بھی ایک دن مقرر کر کے اللہ کی عبادت کیا کریں۔ سو انہوں نے عروبہ کا دن مقرر کیا اور اسعد بن زرارہ کو امام بنایا اور جمعہ ادا کیا۔ اس روز یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (الجمعہ: ۹) اس کو علامہ ابن حجر نے صحیح سند کے ساتھ عبدالرزاق سے نقل فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کا شاہد اسناد حسن کے ساتھ احمد' ابوداؤد و ابن ماجہ نے نکالا۔

استاذنا و مولانا حضرت محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سميت الجمعة لاجتماع الناس فيها وكان يوم الجمعة يسمى العروبة یعنی جمعہ اس لئے نام ہوا کہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں اور عہد جاہلیت میں اس کا نام یوم العروبہ تھا اس کی فضیلت کے بارے میں امام ترمذی یہ حدیث لائے ہیں۔ عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه و سلم قال خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق ادم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة یعنی تمام دنوں میں بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدمؑ پیدا ہوئے اور اس دن میں جنت میں داخل کئے گئے اور اس دن ان کا جنت سے خروج ہوا اور قیامت بھی اس دن قائم ہوگی۔

فضائل جمعہ پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں' یہ امت کی ہفتہ واری عید ہے۔ مگر صد افسوس کہ جن حضرات نے دیہات میں جمعہ بند کرانے کی تحریک چلائی اس سے کتنے ہی دیہات کے مسلمان جمعہ سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اس کی ذمہ داری ان علماء پر عائد ہوتی ہے۔ کاش یہ لوگ حالات موجودہ کا جائزہ لے کر مفاد امت پر غور کر سکتے!

۱۳- بَابٌ

٨٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ)). [راجع: ٨٦٥]

٩٠٠- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلاَةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ. فَقِيْلَ لَهَا: لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ: وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي؟ قَالَ:

باب

(۸۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ورقاء بن عمرو نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے مجاہد نے' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔

(۹۰۰) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبید اللہ ابن عمر نے بیان کیا۔ ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جو صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا کرتی تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ جانتے ہیں اور وہ غیرت محسوس کرتے ہیں پھر آپ مسجد میں کیوں جاتی ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ

يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ)). [راجع: ٨٦٥]

پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کر دیتے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔

١٤- بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

باب اگر بارش ہو رہی ہو تو جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں

٩٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيْرٍ: إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ فَلاَ تَقُلْ: حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، قُلْ: صَلُّوا فِي بُيُوْتِكُمْ. فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا، فَقَالَ: فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحْضِ. [راجع: ٦١٦]

(۹۰۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسمٰعیل بن علیہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں صاحب الزیادی عبدالحمید نے خبر دی' کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن حارث نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مؤذن سے ایک دفعہ بارش کے دن کہا کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ صلوا فی بیوتکم (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے بہتر انسان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم) نے کیا تھا۔ بے شک جمعہ فرض ہے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ تمہیں گھروں سے باہر نکال کر مٹی اور کیچڑ پھسلوان میں چلاؤں۔

تشریح: حضرت ابن عباسؓ کا مطلب یہ تھا کہ بے شک جمعہ فرض ہے۔ مگر حالت بارش میں یہ عزیمت رخصت سے بدل جاتی ہے لہذا کیوں نہ اس رخصت سے تم کو فائدہ پہنچاؤں کہ تم کیچڑ میں پھسلنے اور بارش میں بھیگنے سے بچ جاؤ۔

١٥- بَابُ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ، وَعَلَى مَنْ تَجِبُ؟

باب جمعہ کے لئے کتنی دور والوں کو آنا چاہئے اور کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے؟

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلاَةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ [سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ٩]. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِيَ بِالصَّلاَةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا، سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ

کیونکہ خداوند تعالیٰ کا (سورۂ جمعہ میں) ارشاد ہے "جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان ہو (تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو) عطاء بن رباح نے کہا کہ جب تم ایسی بستی میں ہو جہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو تمہارے لئے جمعہ کی نماز پڑھنے آنا واجب ہے۔ اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ

تَسْمَعُهُ. وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ، وَأَحْيَانًا لاَ يُجَمِّعُ، وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ.

(بصرہ سے) چھ میل دور مقام زاویہ میں رہتے تھے' آپ یہاں کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی یہاں جمعہ نہیں پڑھتے۔ (بلکہ بصرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے لئے تشریف لایا کرتے تھے)

تشریح آیت مذکورہ سورہ جمعہ سے جمہور علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ جہاں تک اذان پہنچ سکتی ہو وہاں تک کے لوگوں کو جمعہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ آواز پہنچنے سے یہ مراد ہے کہ مؤذن بلند آواز ہو اور کوئی غل نہ ہو ایسی حالت میں جتنی دور تک بھی آواز پہنچے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو اذان سنے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شہر ہو یا دیہات جہاں بھی مسلمان رہتے ہوں اور اذان ہوتی ہو وہاں جمعہ کی ادائیگی ضروری ہے (وحیدی) اذان کا سننا بطور شرط نہیں ہے قرآن میں لفظ اذا نودی ہے۔ فتفکر۔

٩٠٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَتَنَابُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ - وَهُوَ عِنْدِي - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا)).

(٩٠٢) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبردی' ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہ محمد بن جعفر بن زبیر نے ان سے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے' آپ نے کہا کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔ لوگ گرد و غبار میں چلے آتے' گرد میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور۔ اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا نہیں تھا۔ اسی حالت میں ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کرلیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

تشریح جمعہ کے دن غسل کرنا موجب اجروثواب ہے مگر یہ غسل واجب ہے یا مستحب' اس میں اختلاف ہے۔ بعض احادیث میں اس کے لئے لفظ واجب استعمال ہوا ہے اور بعض میں صیغہ امر بھی ہے جس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے مگر ایک روایت میں سمرہ ابن جندبؓ سے ان لفظوں میں بھی مروی ہے۔ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال من توضا للجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فذلک افضل (رواہ الخمسة الا ابن ماجة) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے لئے وضو کیا پس اچھا کیا اور بہت ہی اچھا کیا اور جس نے غسل بھی کر لیا پس یہ غسل افضل ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اسی بناء پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ قال النووی فحکی وجوبه عن طائفة من السلف حکوہ عن بعض الصحابة وبه قال اهل الظاهر یعنی (حدیث بخاری کے تحت) سلف میں سے ایک جماعت سے غسل جمعہ کا وجوب نقل ہوا ہے بعض صحابہ سے بھی یہ منقول ہے اور اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے۔

مگر دوسری روایت کی بنا پر حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں وذهب جمهور العلماء من السلف والخلف وفقهاء الامصار الی انها مستحب (نیل) یعنی سلف اور خلف سے جمہور علماء فقہاء امصار اس طرف گئے ہیں کہ یہ مستحب ہے جن روایات میں حق اور واجب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تاکید ہے اور وہ وجوب مراد نہیں ہے جن کے ترک سے گناہ لازم آئے (نیل) ہاں جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ

ہفتہ بھر نہ نہاتے ہوں اور ان کے جسم و لباس سے بدبو آ رہی ہو' ان کے لئے غسل جمعہ ضروری ہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قلت قد جاء فی هذا الباب احادیث مختلفة بعضها یدل علی ان الغسل یوم الجمعة واجب و بعضها یدل علی انه مستحب والظاهر عندی انه سنة موکدة وبهذا یحصل الجمع بین الاحادیث المختلفة والله تعالی اعلم (تحفة الاحوذی) یعنی میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں بعض سے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے اور بعض سے صرف استحباب اور میرے نزدیک ظاہر مسئلہ یہ ہے کہ غسل جمعہ سنت مؤکدہ ہے اور اسی طرح سے مختلف احادیث واردہ میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔ احادیث مذکورہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل دیہات جمعہ کے لئے ضرور حاضر ہوا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء ان کے لئے باعث صد فخر تھی اور وہ اہل دیہات بھی ایسے کہ اونٹ اور بکریوں کے چرانے والے' عسرت کی زندگی گذارنے والے' بعض دفعہ غسل کے لئے موقع بھی نہ ملتا اور بدن کے پسینوں کی بو آتی رہتی تھی۔

اگر اسلام میں اہل دیہات کے لئے جمعہ کی ادائیگی معاف ہوتی تو ضرور کبھی نہ کبھی آنحضرت ﷺ ان سے فرما دیتے کہ تم لوگ اس قدر محنت مشقت کیوں اٹھاتے ہو' تمہارے لئے جمعہ کی حاضری فرض نہیں ہے مگر آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی کبھی ایسا نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے ہاں جن کو خود صاحب شریعت نے مستثنیٰ فرما دیا' ان پر فرض نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ غسل جمعہ بہرحال ہونا چاہئے کیونکہ اسلام میں صفائی ستھرائی کی بڑی تاکید ہے۔

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرة: ۲۲۲) "بے شک اللہ پاک توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" غسل بھی پاکی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے' اسلام میں یہ اصول مقرر کیا گیا کہ بغیر پاکی حاصل کئے نماز ہی درست نہ ہو گی جس میں بوقت ضرورت استنجاء' غسل' وضو سب طریقے داخل ہیں۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی الله علیه و سلم الطهور شطر الایمان. اقول المراد بالایمان ههنا هیئة نفسانیة مرکبة من نور الطهارة والاخبات والاحسان اوضح منه فی هذا المعنی ولا شک ان الطهور شطره (حجۃ اللہ البالغۃ) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "طہارت نصف ایمان ہے" میں کہتا ہوں کہ یہاں ایمان سے ایک ایسی ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور لفظ احسان اس معنی میں ایمان سے زیادہ واضح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طہارت اس کا نصف ہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جمعہ کے دن خاص طور پر نہا دھو کر خوب پاک صاف ہو کر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا موجب صد اجر و ثواب ہے اور نہانے دھونے سے صفائی ستھرائی کا حصول صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ جو لوگ روزانہ غسل کے عادی ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے مگر جو لوگ کسی وجہ سے روزانہ غسل نہیں کر سکتے کم از کم جمعہ کے دن وہ ضرور ضرور غسل کر کے صفائی حاصل کریں۔ جمعہ کے دن غسل کے علاوہ بوقت جنابت مرد و عورت دونوں کے لئے غسل واجب ہے' یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تفصیل سے آ چکا ہے۔

١٦- بَابُ وَقْتِ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَذَلِكَ يُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

باب جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے

اور حضرت عمر اور حضرت علی اور نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اسی طرح مروی ہے۔

٩٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَأَلَ

(٩٠٣) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی

عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَومَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: (كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوا فِي هَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ : لَوِ اغْتَسَلْتُمْ). [طرفه في : ٢٠٧١]

کہ انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور جمعہ کے لئے اسی حالت (میل کچیل) میں چلے آتے' اس لئے ان سے کہا گیا کہ کاش تم لوگ (کبھی) غسل کر لیا کرتے۔

تشریح باب اور حدیث میں مطابقت لفظ حدیث کانوا اذا ارادوا الی الجمعۃ سے ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں لان الرواح لایکون الا بعد الزوال امام بخاری نے اس سے ثابت فرمایا کہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز کے لئے زوال کے بعد آیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت بعد زوال ہوتا ہے۔

٩٠٤- حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيلُ الشَّمْسُ).

(٩٠٤) ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا ان سے عثمان ابن عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

٩٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: (كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ، وَنَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ).

[طرفه في : ٩٤٠].

(٩٠٥) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جمعہ سویرے پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد آرام کرتے تھے۔

تشریح امام بخاریؒ نے وہی مذہب اختیار کیا جو جمہور کا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ ظہر کا قائم مقام ہے بعض احادیث سے جمعہ قبل الزوال بھی جائز معلوم ہوتا ہے یہاں لفظ نبکر بالجمعۃ یعنی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جایا کرتے تھے (اس سے قبل الزوال کے لئے گنجائش نکلتی ہے) اس کے بارے میں علامہ امام شوکانی مرحوم فرماتے ہیں۔ ظاهر ذلک انهم کانوا یصلون الجمعة باکر النهار قال الحافظ لکن طریق الجمع اولٰی من دعوی التعارض وقد تقرر ان التبکیر یطلق علی فعل الشئی فی اول وقته او تقدیمه علی غیره وهو المراد ههنا المعنی انهم کانوا یبدئون بالصلٰوة قبل القیلولة بخلاف ما جرت به عادتهم فی صلٰوة الظهر فی الحر فانهم کانوا یقیلون ثم یصلون لمشروعیة الابراد

یعنی حدیث بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جمعہ اول دن میں ادا کر لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہر دو احادیث میں تعارض پیدا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے۔ یہ امر محقق ہے کہ تبکیر کا لفظ کسی کام کا اول وقت میں کرنے پر بولا جاتا ہے یا اس کا غیر پر مقدم کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے معنی یہ ہوا کہ وہ قیلولہ سے قبل جمعہ کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے بخلاف ظہر کے کیونکہ گرمیوں میں ان کی عادت یہ تھی کہ پہلے قیلولہ کرتے پھر ظہر کی نماز ادا کرتے تاکہ ٹھنڈا وقت کرنے کی مشروعیت پر عمل ہو۔

مگر لفظ حین تمیل الشمس (یعنی آنحضرت ﷺ سورج ڈھلنے پر جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے) پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں فیه اشعار

بمواظبته صلی الله علیه و سلم علی صلوٰة الجمعة اذا زالت الشمس یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ زوال شمس کے بعد نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے امام بخاری اور جمہور کا مسلک یہی ہے' اگرچہ بعض صحابہ اور سلف سے زوال سے پہلے بھی جمعہ کا جواز منقول ہے مگر امام بخاریؒ کے نزدیک ترجیح اسی مسلک کو حاصل ہے۔ ایسا ہی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں والظاهر المعول علیه هو ماذهب الیه الجمهور من انه لا تجوز الجمعة الا بعد زوال الشمس واما ما ذهب الیه بعضهم من انها تجوز قبل الزوال فلیس فیه حدیث صحیح صریح والله اعلم (تحفة الاحوذی)

١٧- بَابُ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ جب سخت گرمی میں آن پڑے

٩٠٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْـمُقَدَّمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ - هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ. وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ) يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ وَقَالَ: (بِالصَّلَاةِ) وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ: (صَلَّى بِنَا أَمِيْرٌ الْـجُمُعَةَ، ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟).

(٩٠٦) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حرمی بن عمارہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ جن کا نام خالد بن دینار ہے' نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ اگر سردی زیادہ پڑتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نماز سویرے پڑھ لیتے۔ لیکن جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے۔ آپ کی مراد جمعہ کی نماز سے تھی۔ یونس بن بکیر نے کہا کہ ہمیں ابو خلدہ نے خبردی۔ انہوں نے صرف نماز کہا۔ جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ نے بیان کیا کہ امیر نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟

تشریح: امیر سے حکم بن ابو عقیل ثقفی مراد ہیں جو حجاج بن یوسف کی طرف سے نائب تھے استدل به ابن بطال علی ان وقت الجمعة وقت الظهر لان انسا سوی بینهما فی جوابه للحکم المذکور حین قیل کیف کان النبی صلی الله علیه و سلم یصلی الظهر (یعنی) اس سے ابن بطال نے استدلال کیا کہ جمعہ اور ظہر کا وقت ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت انس نے جواب میں جمعہ اور ظہر کو برابر کیا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز کس وقت ادا فرمایا کرتے تھے؟

١٨- بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ،

باب جمعہ کی نماز کے لئے چلنے کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ﴾ وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا﴾.

اور خداوند تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ) میں فرمایا کہ "اللہ کے ذکر کی طرف تیزی کے ساتھ چلو" اور اس کی تفسیر جس نے یہ کہا کہ "سعی" کے معنی عمل کرنا اور چلنا جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے " سعی لها

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ. وَقَالَ عَطَاءٌ: تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ.

سعیھا" یہاں سعی کے یہی معنی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خرید و فروخت جمعہ کی اذان ہوتے ہی حرام ہو جاتی ہے۔ عطاء نے کہا کہ تمام کاروبار اس وقت حرام ہو جاتے ہیں۔ ابراہیم بن سعد نے زہری کا یہ قول نقل کیا کہ جمعہ کے دن جب موذن اذان دے تو مسافر بھی شرکت کرے۔

تشریح یہاں سعی کے معنی عمل کے ہیں یعنی جس نے عمل کیا آخرت کے لئے وہ عمل جو درکار ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ جب سعی کا حکم ہوا اور بیع منع ہوئی تو معلوم ہوا کہ سعی سے وہ محل مراد ہے جس میں خدا کی عبادت ہو۔ مطلوب آیت کا یہ ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خدا کا کام کرو دنیا کا کام چھوڑ دو۔

٩٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ: أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ)).

[طرفه في : ٢٨١١].

(٩٠٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستے میں ابو عبس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کے قدم خدا کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا۔

تشریح حدیث اور ترجمہ میں مطابقت لفظ فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے اس لئے جمعہ کے لئے چلنا فی سبیل اللہ ہی میں چلنا ہے گویا حضرت ابو عبس عبدالرحمٰن انصاری بدری صحابی مشہور نے جمعہ کو بھی جہاد کے حکم میں داخل فرمایا۔ پھر افسوس ہے ان حضرات پر جنہوں نے کتنے ہی دیہات میں جمعہ نہ ہونے کا فتویٰ دے کر دیہاتی مسلمانوں کو جمعہ کے ثواب سے محروم کر دیا۔ دیہات میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شہروں میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائیں۔ وہ نماز پنجوقتہ تک میں سستی کرتے ہیں۔ نماز جمعہ کے لئے ان حضرات علماء نے چھوٹ دے دی جس سے ان کو کافی سہارا مل گیا۔ انا للہ

٩٠٨- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ

(٩٠٨) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہری نے سعید اور ابو سلمہ سے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسری سند سے بیان کیا) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے اور انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی' وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے تھے کہ آپ

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)).

[راجع: ٦٣٦]

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ (اپنی معمولی رفتار سے) آؤ پورے اطمینان کے ساتھ پھر نماز کا جو حصہ (امام کے ساتھ) پالو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے بعد میں پورا کرو۔

یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی ایک نماز ہے اور اس کے لئے دوڑنا منع ہو کر معمولی چال سے چلنے کا حکم ہوا یہی ترجمہ باب ہے۔

٩٠٩- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ. [راجع: ٦٣٧]

(٩٠٩) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو قتیبہ بن قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے --- (امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ) عبداللہ نے اپنے باپ ابو قتادہ سے روایت کی ہے' وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تک مجھے دیکھ نہ لو صف بندی کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو اور آہستگی سے چلنا لازم کر لو۔

تشریح حضرت امام بخاریؒ نے احتیاط کی راہ سے اس میں شک کیا کہ یہ حدیث ابو قتادہ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ سے موصولاً روایت کی یا عبداللہ نے اس کو مرسلاً روایت کیا' شاید یہ حدیث انہوں نے اس کتاب میں اپنی یاد سے لکھی' اس وجہ سے ان کو شک رہا لیکن اسماعیلی نے اسی سند سے اس کو نکالا اس میں شک نہیں ہے عبداللہ سے انہوں نے ابو قتادہ سے روایت کی موصولاً ایسے بہت سے بیانات سے واضح ہے کہ حضرت امام بخاریؒ روایت حدیث میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھتے تھے پھر تف ہے ان لوگوں پر جو صحیح مرفوع احادیث کا انکار کرتے ہیں ھداھم اللہ

١٩- بَابُ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں ان کے بیچ میں نہ داخل ہو

٩١٠- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ

(٩١٠) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی' انہیں سعید مقبری نے' انہیں ان کے باپ ابو سعید نے' انہیں عبداللہ بن ودیعہ نے' انہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی' پھر جمعہ کے

طِيبٍ، ثُمَّ رَاحَ وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى)). [راجع: ٨٨٣]

لئے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں تھی، نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ میں سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تشریح آداب جمعہ میں سے ضروری ادب ہے کہ آنے والا نہایت ہی ادب و متانت کے ساتھ جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے۔ کسی کی گردن پھلانگ کر آگے نہ بڑھے کیونکہ یہ شرعاً ممنوع اور معیوب ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں کسی کو ایذا پہنچانا خواہ وہ ایذا بنام عبادت نماز ہی کیوں نہ ہو، وہ عنداللہ گناہ ہے۔ اسی مضمون کی اگلی حدیث میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔

٢٠- بَابُ لاَ يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

باب جمعہ کے دن کسی مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے

٩١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيْمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيْهِ)). قُلْتُ لِنَافِعٍ: الْجُمُعَةَ؟ قَالَ: الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا.

(٩١١) ہم سے محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا یہ جمعہ کے لئے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ اور غیر جمعہ سب کے لئے یہی حکم ہے۔

[طرفاه في : ٦٢٦٩، ٦٢٧٠].

تعجب ہے ان لوگوں پر جو اللہ کی مساجد حتیٰ کہ کعبہ معظمہ اور مدینۃ المنورہ میں ثواب کے لئے دوڑتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر ان کی جگہ پر قبضہ کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ جھگڑا فساد تک نوبت پہنچا کر پھر وہاں نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں کہ وہ عبادت الٰہی کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انہوں نے عبادت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا بلکہ بعض نمازی تو ایسے ہیں کہ ان کو حقیقی عبادت کا پتہ نہیں ہے اللهم ارحم علی امة حبیبک صلی الله علیه و سلم

یہاں مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ مسجد خدا کی ہے کسی کے باوا دادا کی ملک نہیں جو نمازی پہلے آیا اور کسی جگہ بیٹھ گیا وہی اس جگہ کا حقدار ہے، اب بادشاہ یا وزیر بھی آئے تو اس کو اٹھانے کا حق نہیں رکھتا۔ (وحیدی)

٢١- بَابُ الأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن اذان کا بیان

٩١٢- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: (كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا

(٩١٢) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ

جَلَسَ الإِمَامُ عَلَى الْمِنبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. وَكَثُرَ النَّاسُ - زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ. [أطرافه في: ۹۱۳، ۹۱۵، ۹۱٦].

عنہما کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

تشریح معلوم ہوا کہ اصل اذان جمعہ وہی تھی جو آنحضرت ﷺ و شیخین کے مبارک زمانوں میں امام کے منبر پر آنے کے وقت دی جاتی تھی۔ بعد میں حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بازار میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا۔ تاکہ وقت سے لوگ جمعہ کے لئے تیار ہو سکیں۔ حضرت عثمانؓ کی طرح بوقت ضرورت مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر یہ اذان اگر اب بھی دی جائے تو جائز ہے مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں سنت کے مطابق صرف خطبہ ہی کے وقت خوب بلند آواز سے ایک ہی اذان دینی چاہئے۔

٢٢- بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے لئے ایک مؤذن مقرر کرنا

٩١٣- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ : (أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ - وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الإِمَامُ) يَعْنِي عَلَى الْمِنبَرِ.

[راجع: ۹۱۲]

(۹۱۳) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابو سلمہ ماجشون نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے سائب بن یزید نے کہ جمعہ میں تیسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بڑھائی جبکہ مدینہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ایک ہی مؤذن تھے۔ (آپؐ کے دور میں) جمعہ کی اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھتا۔

اس سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب منبر پر جاتے تو تین مؤذن ایک کے بعد ایک اذان دیتے۔ ایک مؤذن کا مطلب یہ کہ جمعہ کی اذان خاص ایک مؤذن حضرت بلالؓ ہی دیا کرتے تھے ورنہ ویسے تو عہد نبوی میں کئی مؤذن مقرر تھے جو باری باری اپنے وقتوں پر اذان دیا کرتے تھے۔

٢٣- بَابُ يُجِيْبُ الإِمَامُ عَلَى الْمِنبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

باب امام منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان سن کر اس کا جواب دے

٩١٤- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

(۹۱۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں

أَبُوبَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيفٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ. قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا. فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِيْنَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ- حِيْنَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ - يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي. [راجع: ٦١٢]

عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو بکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبردی' انہیں ابو امامہ بن سہل بن حنیف نے' انہوں نے کہا میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ منبر پر بیٹھے' مؤذن نے اذان دی "اللہ اکبر اللہ اکبر" معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اللہ اکبر اللہ اکبر" مؤذن نے کہا "اشہد ان لا الہ الا اللہ" معاویہؓ نے جواب دیا وانا اور میں بھی توحید کی گواہی دیتا ہوں موذن نے کہا "اشہد ان محمد رسول اللہ" معاویہ نے جواب دیا وانا "اور میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں" جب مؤذن اذان کہہ چکا تو آپ نے کہا حاضرین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی جگہ یعنی منبر پر آپ بیٹھے تھے مؤذن نے اذان دی تو آپ یہی فرمارہے تھے جو تم نے مجھ کو کہتے سنا۔

اذان کے جواب میں سننے والے بھی وہی الفاظ کہتے جائیں جو مؤذن سے سنتے ہیں' اس طرح ان کو وہی ثواب ملے گا جو مؤذن کو ملتا ہے۔

٢٤- بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ عِنْدَ التَّأْذِيْنِ

باب جمعہ کی اذان ختم ہونے تک امام منبر پر بیٹھا رہے

٩١٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ (أَنَّ التَّأْذِيْنَ يَومَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ - حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ - وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَومَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الإِمَامُ). [راجع: ٩١٢]

(٩١٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے کہ سائب بن یزید نے انہیں خبردی کہ جمعہ کی دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیا جب نمازی بہت زیادہ ہو گئے تھے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا تھا۔

صاحب تفہیم البخاری حنفی دیوبندی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کا طریقہ پنجوقتہ اذان سے مختلف تھا۔ اور دنوں میں اذان نماز سے کچھ پہلے دی جاتی تھی۔ لیکن جمعہ کی اذان کے ساتھ ہی خطبہ شروع ہو جاتا تھا اور اس کے بعد فوراً نماز شروع کر دی جاتی۔ یہ یاد رہے کہ آجکل جمعہ کا خطبہ شروع ہونے پر امام کے سامنے آہستہ سے مؤذن جو اذان دیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ خطبہ کی اذان بھی بلند جگہ پر بلند آواز سے ہونی چاہئے۔ ابن منیر کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے کوفہ والوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھنا مشروع نہیں ہے۔

٢٥- بَابُ التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

باب جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت دینا

٩١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِي خِلاَفَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - وَكَثُرُوا - أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ)). [راجع: ٩١٢]

(٩١٦) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ جمعہ کی پہلی اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے جمعہ کے دن ایک تیسری اذان کا حکم دیا' یہ اذان مقام زوراء پر دی گئی اور بعد میں یہی دستور قائم رہا۔

تشریح تیسری اس کو اس لئے کہا کہ تکبیر بھی اذان ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سے پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ جمعہ میں ایک پہلی اذان ہوتی ہے پھر جب امام منبر پر جاتا ہے تو دوسری اذان دیتے ہیں پھر نماز شروع کرتے وقت تیسری اذان یعنی تکبیر کہتے ہیں گو حضرت عثمانؓ کا فعل بدعت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ اذان ایک ضرورت سے بڑھائی کہ مدینہ کی آبادی دور دور تک پہنچ گئی تھی اور خطبہ کی اذان سب کے جمع ہونے کے لئے کافی نہ تھی' آتے آتے ہی نماز ختم ہو جاتی۔ مگر جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں بموجب سنت نبوی صرف خطبہ ہی کی اذان دینا چاہئے اور خوب بلند آواز سے نہ کہ جیسا جاہل لوگ خطبہ کے وقت آہستہ آہستہ اذان دیتے ہیں' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے نکالا تیسری اذان بدعت ہے۔ یعنی ایک نئی بات ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں نہ تھی اب اس سنت نبوی کو سوائے اہل حدیث کے اور کوئی بجا نہیں لاتے۔ جہاں دیکھو سنت عثمانی کا رواج ہے (مولانا وحید الزماںؒ) حضرت عبداللہ بن عمر نے جو اسے بدعت کہا اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ **فیحتمل ان یکون ذالک علی سبیل الانکار و یحتمل ان یرید انه لم یکن فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم وکل ما لم یکن فی زمنه یسمی بدعة** (نیل الاوطار)

یعنی احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انکار کے طور پر ایسا کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھی اور جو آپ کے زمانہ میں نہ ہو اس کو (لغوی حیثیت سے) بدعت یعنی نئی چیز کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بلغنی ان اهل المغرب الادنی الآن لا تا ذین عندهم سوی مرة یعنی مجھے خبر پہنچی ہے کہ مغرب والوں کا عمل اب بھی صرف سنت نبوی یعنی ایک ہی اذان پر ہے۔

جمہور علمائے اہل حدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ سنت نبوی پر عمل بہتر ہے اور اگر حضرت عثمانؓ کے زمانے جیسی ضرورت محسوس ہو تو مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر یہ اذان کہہ دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جن لوگوں نے اذان عثمانی کو بھی مسنون قرار دیا ان کا قول محل نظر ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے

بڑی تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں ان الاستدلال علی کون الاذان الثالث هو من مجتهدات عثمان امراً مسنونا ليس بتام الا ترى ان ابن عمر قال الاذان الاول يوم الجمعة بدعة فلو كان هذا الاستدلال تاما وكان الاذان الثالث امرا مسنونا لم يطلق عليه لفظ البدعة لاعلى سبيل الانكار ولاعلى سبيل غير الانكار فان الأمر المسنون لا يجوز ان يطلق عليه لفظ البدعة باى معنى كان فتفكر (تحفة الاحوذى)

٢٦- بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ.

٩١٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ الإِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ: أَنَّ رِجَالاً أَتَوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهُ؟ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: وَاللهِ لأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَومٍ وُضِعَ، وَأَوَّلَ يَومٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى فُلاَنَةٍ - امْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - مُرِي غُلاَمَكِ النَّجَارَ أَنْ يَعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا. ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا، وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ. ثُمَّ عَادَ. فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا

باب خطبہ منبر پر پڑھنا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھا۔

(۹۱۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری قرشی اسکندرانی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں اس پر اختلاف تھا کہ منبر نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی لکڑی کس درخت کی تھی۔ اس لئے سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے میں جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی کا تھا۔ پہلے دن جب وہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فلاں عورت کے پاس جن کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نام بھی بتایا تھا۔ آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے میرے لئے لکڑی جوڑ دینے کے لئے کہیں۔ تاکہ جب مجھے لوگوں سے کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھا کروں چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا اور وہ غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے اسے بنا کر لایا۔ انصاری خاتون نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہاں رکھوایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر (کھڑے ہو کر) نماز پڑھائی۔ اسی پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی۔ اسی پر رکوع کیا۔ پھر الٹے پاؤں لوٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر دوبارہ اسی طرح کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو خطاب

النَّاسُ، إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا بِي، وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي))۔ [راجع: ٣٧٧]

فرمایا۔ لوگو! میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری طرح نماز پڑھنی سیکھ لو۔

تشریح: یعنی کھڑے کھڑے ان لکڑیوں پر وعظ کہا کروں جب بیٹھنے کی ضرورت ہو تو ان پر بیٹھ جاؤں۔ پس ترجمہ باب نکل آیا بعضوں نے کہا کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث لا کر اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو طبرانی نے نکالا کہ آپ نے اس منبر پر خطبہ پڑھا۔ غابہ نامی ایک گاؤں مدینہ کے قریب تھا وہاں جھاؤ کے درخت بہت تھے۔ آپؐ اس لئے الٹے پاؤں اترے تاکہ منہ قبلہ ہی کی طرف رہے۔

٩١٨- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: (كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ)۔ قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ سَمِعَ جَابِرًا۔ [راجع: ٤٤٩]

(٩١٨) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی' کہا کہ مجھے حفص بن عبداللہ بن انس نے خبر دی' انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک کھجور کا تنا تھا جس پر نبی کریم ﷺ ٹیک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بن گیا (آپ نے اس تنے پر ٹیک نہیں لگایا) تو ہم نے اس سے رونے کی آواز سنی جیسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی آواز کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ اس پر رکھا (تب وہ آواز موقوف ہوئی) اور سلیمان نے یحییٰ سے یوں حدیث بیان کی کہ مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا۔

تشریح: سلیمان کی روایت کو خود امام بخاریؒ نے علامات النبوۃ میں نکالا اس حدیث میں انس کے بیٹے کا نام مذکور ہے۔ یہ لکڑی آنحضرت ﷺ کی جدائی میں رونے لگی جب آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو اس کو تسلی ہو گئی کیا مومنوں کو اس لکڑی برابر بھی آنحضرت ﷺ سے محبت نہیں۔ جو آپ کے کلام پر دوسروں کی رائے اور قیاس کو مقدم سمجھتے ہیں (مولانا وحید الزماں مرحوم) آنحضرت ﷺ کی جدائی میں اس لکڑی کا رونا یہ معجزات نبوی میں سے ہے۔

٩١٩- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ))۔ [راجع: ٨٧٧]

(اس حدیث سے منبر ثابت ہوا)

(٩١٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے سالم نے' ان سے ان کے باپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو جمعہ کے لئے آئے وہ پہلے غسل کر لیا کرے۔

٢٧- بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

باب خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا

وَقَالَ أَنَسٌ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے

رہے تھے۔

٩٢٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ، كَمَا يَفْعَلُونَ الآنَ.

(۹۲۰) ہم سے عبیداللہ بن عمر قواریری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے' پھر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے جیسے تم لوگ بھی آج کل کرتے ہو۔

[طرفه في : ٩٢٨].

شافعیہ نے کہا کہ قیام خطبہ کی شرط ہے کیونکہ قرآن شریف ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ (الجمعہ: ۱۱) اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ عبدالرحمن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا تو کعب بن عجرہ صحابیؓ نے اس پر اعتراض کیا۔

٢٨- بَابُ يَسْتَقْبِلُ الإِمَامُ الْقَوْمَ، وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الإِمَامَ إِذَا خَطَبَ

باب امام جب خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف منہ کرلیں

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمُ الإِمَامَ

اور عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم نے خطبہ میں امام کی طرف منہ کیا۔

٩٢١- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فُضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.

(۹۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا' ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے' انہوں نے کہا ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا' انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم سب آپؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

[أطرافه في : ١٤٦٥، ٢٨٤٢، ٦٤٢٧].

اور سب نے آپؐ کی طرف منہ کیا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ خطبہ کا اولین مقصد امام کے خطاب کو پوری توجہ سے سننا اور دل میں جگہ دینا اور اس پر عمل کرنے کا عزم کرنا ہے' اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امام کا خطاب اس طور پر ہو کہ سامعین اسے سمجھ لیں۔ اسی سے سامعین کی مادری زبان میں خطبہ ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر سامعین کی مادری زبان میں سمجھائی جائیں اور سامعین امام کی طرف منہ کر کے پوری توجہ سے سنیں۔

٢٩- بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ: أَمَّا بَعْدُ

باب خطبہ میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد امابعد کہنا

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس کو عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

٩٢٢- وَقَالَ مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا ابو أُسَامَةَ

(۹۲۲) اور محمود بن غیلان (امام بخاری کے استاذ) نے کہا کہ ہم سے ابو

قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا - أَيْ نَعَمْ - قَالَتْ: فَأَطَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَإِلَى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي، فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). قَالَتْ: وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ. فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةُ وَالنَّارَ. وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيبَ مِنْ - فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ - أَوْ قَالَ: الْمُوقِنُ، شَكَّ هِشَامٌ - فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللهِ، هُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا، وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيُقَالُ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوْ قَالَ: الْمُرْتَابُ، شَكَّ هِشَامٌ - فَيُقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ بِهَذَا

اسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی' ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے' انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے (اس بے وقت نماز پر تعجب سے پوچھا کہ) یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا (کیونکہ سورج گہن ہو گیا تھا) اسماء نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو غشی آنے لگی۔ قریب ہی ایک مشک میں پانی بھرا رکھا تھا۔ میں اسے کھول کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کر دی۔ اس کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مناسب تعریف بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا اما بعد! اتنا فرمانا تھا کہ کچھ انصاری عورتیں شور کرنے لگیں۔ اس لئے میں ان کی طرف بڑھی کہ انہیں چپ کراؤں (تاکہ رسول اللہ ﷺ کی بات اچھی طرح سن سکوں مگر میں آپ کا کلام نہ سن سکی) تو پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ بہت سی چیزیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں' آج اپنی اس جگہ سے میں نے انہیں دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تک میں نے آج دیکھی۔ مجھے وحی کے ذریعہ یہ بھی بتایا گیا کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہو گی جیسے کانے دجال کے سامنے یا اس کے قریب قریب۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اور پوچھے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن یا یہ کہا کہ یقین والا (ہشام کو شک تھا) کہے گا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں' ہمارے پاس ہدایت اور واضح دلائل لے کر آئے' اس لئے ہم ان پر ایمان لائے' ان کی دعوت قبول کی' ان کی اتباع کی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ تو تو صالح ہے' آرام سے سو جا۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تیرا ان پر ایمان ہے۔ ہشام نے شک کے اظہار کے ساتھ کہا کہ رہا منافق یا شک کرنے

الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لاَ أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا، فَقُلْتُ)). قَالَ هِشَامٌ: فَلَقَدْ قَالَتْ لِيْ فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ، غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ. [راجع: ٨٦]

والا تو جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ جواب دے گا کہ مجھے نہیں معلوم میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا اسی کے مطابق میں نے بھی کہا۔ ہشام نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت منذر نے جو کچھ کہا تھا۔ میں نے وہ سب یاد رکھا۔ لیکن انہوں نے قبر میں منافقوں پر سخت عذاب کے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

یہ حدیث یہاں اس لئے لائی گئی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں اما بعد کا لفظ استعمال فرمایا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ خطبہ میں اما بعد کہنا سنت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہا تھا۔ آپ کا "فصل خطاب" بھی یہی ہے پہلے خداوند قدوس کی حمد و تعریف پھر نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا گیا اور اما بعد نے اس تمہید کو اصل خطاب سے جدا کر دیا۔ اما بعد کا مطلب یہ ہے کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اب اصل خطبہ شروع ہو گا۔

٩٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِمَالٍ - أَوْ سَبْيٍ - فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى رِجَالاً وَتَرَكَ رِجَالاً. فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوا، ((فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَوَ اللهِ إِنِّي لأُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ والذي أَدَعُ أحبُّ إِلَيَّ منَ الذي أُعطِي، ولكنْ أُعطِي أقوامًا لِما أَرَى في قلوبهمْ منَ الجزَعِ وَالهلَعِ، وَأَكِلُ أقوامًا إلى ما جعلَ اللهُ في قلوبهمْ الغِنى وَالْخَيْرِ، فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ)) فَوَ اللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ.

(٩٢٣) ہم سے محمد بن معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے جریر بن حازم سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے امام حسن بصری سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی۔ آپ نے بعض صحابہ کو اس میں سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا' اس لئے آپ نے اللہ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا اما بعد! خدا کی قسم میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں۔ میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر اور بے نیاز بنائے ہیں' میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ عمرو بن تغلب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔ خدا کی قسم میرے لئے رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک کلمہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

[طرفاه في : ٣١٤٥، ٧٥٣٥].

تشریح سبحان اللہ صحابہؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا ایک حکم فرمانا' جس سے آپ کی رضامندی ہو' ساری دنیا کا مال دولت ملنے سے زیادہ پسند تھا' اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا کمال خلق ثابت ہوا کہ آپ کسی کی ناراضگی پسند نہیں فرماتے تھے نہ کسی کی دل شکنی۔ آپ نے ایسا خطبہ سنایا کہ جن لوگوں کو نہیں دیا تھا وہ ان سے بھی زیادہ خوش ہوئے جن کو دیا تھا (وحیدی) آپ نے

یہاں بھی لفظ اما بعد! استعمال فرمایا۔ یہی مقصود باب ہے۔

٩٢٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلاَتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ فَصَلَّوا بِصَلاَتِهِ. فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ. فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)). تَابَعَهُ يُونُسُ.

[راجع: ٧٢٩]

(٩٢٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبردی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں نماز پڑھی اور چند صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ صبح کو ان صحابہ (رضوان اللہ علیہم) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا چنانچہ (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا پھر کیا تھا تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو صحابہؓ نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ چوتھی رات جو آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت سے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ لیکن آج رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز نہ پڑھائی اور فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے فرمایا' پہلے آپؐ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا۔ امابعد! مجھے تمہاری اس حاضری سے کوئی ڈر نہیں لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے' پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے۔ اس روایت کی متابعت یونس نے کی ہے۔

یہ حدیث کئی جگہ آئی ہے یہاں اس مقصد کے تحت لائی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ میں لفظ امابعد استعمال فرمایا۔

٩٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلاَةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ فِي ((أَمَّا بَعْدُ)).

(٩٢٥) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبردی' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد کھڑے ہوئے۔ پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر اللہ تعالیٰ کے لائق اس کی تعریف کی' پھر فرمایا امابعد! زہری کے ساتھ اس روایت کی متابعت ابو معاویہ اور ابو اسامہ نے ہشام سے کی' انہوں نے اپنے والد عروہ سے اس کی روایت کی' انہوں نے ابو حمید سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا امابعد! اور ابو الیمان کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ نے بھی سفیان سے روایت کیا۔ اس میں صرف امابعد ہے۔

[أطرافه في : ١٥٠٠، ٢٥٩٧، ٦٦٣٦، ٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧].

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے خود حضرت امامؒ نے ایمان اور نذور میں نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ابن لتبیہ نامی ایک صحابی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ زکوٰۃ کا مال لایا تو بعض چیزوں کی نسبت کہنے لگا کہ یہ مجھ کو بطور تحفہ ملی ہیں' اس وقت آپ نے عشاء کے بعد یہ خطبہ سنایا اور بتایا کہ اس طرح سرکاری سفر میں تم کو ذاتی تحائف لینے کا حق نہیں ہے جو بھی ملا ہے وہ سب بیت المال میں داخل کرنا ہوگا۔

٩٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ وَ يَقُولُ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

(۹۲۶) ہم ابو الیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھ سے علی بن حسین نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ کلمہ شہادت کے بعد آپؐ نے فرمایا امابعد! شعیب کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن ولید زبیدی نے زہری سے کی ہے۔

[أطرافه في : ٣١١٠، ٣٧١٤، ٣٧٢٩، ٣٧٦٧، ٥٢٣٠، ٥٢٧٨].

زبیدی کی روایت کو طبرانی نے شامیوں کی سند میں وصل کیا ہے۔

٩٢٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ)). فَثَابُوا إِلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الأَنْصَارِ يَقِلُّونَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ. فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ

(۹۲۷) ہم سے اسمٰعیل بن ابان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن غسیل عبدالرحمٰن بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم منبر پر تشریف لائے۔ منبر پر یہ آپؐ کی آخری بیٹھک تھی۔ آپؐ دونوں شانوں سے چادر لپیٹے ہوئے تھے اور سر مبارک پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! میری بات سنو۔ چنانچہ لوگ آپؐ کی طرف کلام مبارک سننے کے لئے متوجہ ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا امابعد! یہ قبیلہ انصار کے لوگ (آنے والے دور میں) تعداد میں بہت کم ہو جائیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی امت کا جو شخص بھی حاکم ہو اور اسے نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہو تو انصار کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے برے کی برائی سے در گذر کرے۔

مُسِیْئِهِمْ)). [طرفاه في: ٣٦٢٨، ٣٨٠٠].

تشریح: یہ آپ کا مسجد نبوی میں آخری خطبہ تھا۔ آپ کی اس پیشین گوئی کے مطابق انصار اب دنیا میں کمی میں ہی ملتے ہیں۔ دوسرے شیوخ عرب کی نسلیں تمام عالم اسلامی میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس شان کریمی پر قربان جایئے۔ اس احسان کے بدلے میں کہ انصار نے آپؐ کی اور اسلام کی کسمپرسی اور مصیبت کے وقت مدد کی تھی' آپؐ اپنی تمام امت کو اس کی تلقین فرما رہے ہیں کہ انصار کو اپنا محسن سمجھو۔ ان میں جو اچھے ہوں ان کے ساتھ حسن معاملت بڑھ چڑھ کر کرو اور بروں سے درگذر کرو کہ ان کے آباء نے اسلام کی بڑی کسمپرسی کے عالم میں مدد کی تھی۔ اس باب میں جتنی حدیثیں آئی ہیں یہاں ان کا ذکر صرف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ کسی خطبہ وغیرہ کے موقع پر اما بعد کا اس میں ذکر ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انصار پر سے حدود شرعیہ اٹھا دی جائیں حدود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر امیر غریب سب پر قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں انصار کی خفیف غلطیاں مراد ہیں کہ ان سے درگذر کیا جائے۔

حضرت امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت یہ مختلف احادیث روایت فرمائی ہیں۔ ان سب میں ترجمہ باب لفظ اما بعد سے نکالا ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے ہر خطاب میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد لفظ اما بعد کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ گذشتہ سے پیوستہ حدیث میں عشاء کے بعد آپ کے ایک خطاب عام کا ذکر ہے جس میں آپ نے لفظ اما بعد استعمال فرمایا۔ آپ نے ابن لتبیہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ اموال زکوٰۃ لے کر واپس ہوئے تو بعض چیزوں کے بارے میں وہ کہنے لگے کہ یہ مجھ کو بطور تحائف ملی ہیں۔ اس وقت آپؐ نے عشاء کے بعد یہ وعظ فرمایا اور اس پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا کہ کوئی شخص سرکاری طور پر تحصیل زکوٰۃ کے لئے جائے تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ اس سفر میں اپنی ذات کے لئے تحائف قبول کرے حالانکہ اس کو جو بھی ملے گا وہ سب اسلامی بیت المال کا حق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ایمان و نذور میں پورے طور پر نقل فرمایا ہے۔

غزشتہ حدیث میں آنحضرت ﷺ کے ایک آخری اور بالکل آخری خطاب عام کا تذکرہ ہے جو آپ نے مرض الموت کی حالت میں پیش فرمایا اور جس میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد لفظ اما بعد استعمال فرمایا۔ پھر انصار کے بارے میں وصیت فرمائی کہ مستقبل میں مسلمان ذی اقتدار لوگوں کا فرض ہو گا کہ وہ انصار کے حقوق کا خاص خیال رکھیں۔ ان میں اچھے لوگوں کو نگاہ احترام سے دیکھیں اور برے لوگوں سے درگذر کریں۔ فی الواقع انصار قیامت تک کے لئے امت مسلمہ میں اپنی خاص تاریخ کے مالک ہیں جس کو اسلام کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ انصار ہی کی تاریخ ہے پس انصار کی عزت و احترام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

٣٠- بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنا

٩٢٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ٩٢٠]

(٩٢٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (جمعہ میں) دو خطبے دیتے اور دونوں کے بیچ میں بیٹھتے تھے۔

(خطبہ جمعہ کے بیچ میں یہ بیٹھنا بھی مسنون طریقہ ہے)

٣١- بَابُ الاِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

باب جمعہ کے روز خطبہ کان لگا کر

يَومَ الْجُمُعَةِ
سننا

٩٢٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَومُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلاَئِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الأَوَّلَ فَالأَوَّلَ. وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)).

[طرفه في : ٣٢١١].

(٩٢٩) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے ابو عبداللہ سلیمان اغر نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے جامع مسجد کے دروازے پر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں' سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کی طرح پھر مینڈھے کی قربانی کا ثواب رہتا ہے' اس کے بعد مرغی کا' اس کے بعد انڈے کا۔ لیکن جب امام (خطبہ دینے کے لئے) باہر آجاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفاتر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں بہ سلسلہ ذکر ثواب مختلف جانوروں کے ساتھ مرغی اور انڈے کا بھی ذکر ہے۔ اس کے متعلق حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والمشکل ذکر الدجاجة والبیضة لان الھدی لا یکون منھما واجیب بانه من باب المشاکلة ای من تسمیة الشئی باسم قرینه والمراد بالاھداد ھنا التصدق لمادل علیه لفظ قرب فی روایة اخریٰ وھو یجوز بھما (مرعاۃ' ج : ٢ / ص : ٢٩٣) یعنی مرغی اور انڈے کا بھی ذکر آیا حالانکہ ان کی قربانی نہیں ہوتی' اس کا جواب دیا گیا کہ یہاں یہ ذکر باب مشاکلہ میں ہے یعنی کسی چیز کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کے قرین کا نام ہو یہاں قربانی سے مراد صدقہ کرنا ہے جس پر بعض روایات میں آمدہ لفظ قرب دلالت کرتا ہے اور قربت میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ان ہر دو چیزوں کو بھی خیرات میں دیا جا سکتا ہے۔
حضرت امام المحدثین نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ نمازیوں کو خطبہ کان لگا کر سننا چاہئے کیونکہ فرشتے بھی کان لگا کر خطبہ سنتے ہیں۔
شافعیہ کے نزدیک خطبہ کی حالت میں کلام کرنا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خطبے کے وقت نماز اور کلام دونوں منع ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ دنیا کا بے کار کلام منع ہے مگر ذکر یا دعا منع نہیں ہے اور امام احمد کا یہ قول ہے کہ جو خطبہ سنتا ہو یعنی خطبہ کی آواز اس کو پہنچتی ہو اس کو منع ہے جو نہ سنتا ہو اس کو منع نہیں۔ شوکانی نے اہلحدیث کا مذہب یہ لکھا ہے کہ خطبے کے وقت خاموش رہے۔ سید علامہ نے کہا تحیۃ المسجد مستثنیٰ ہے جو شخص مسجد میں آئے اور خطبہ ہو رہا ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لے۔ اسی طرح امام کا کسی ضرورت سے بات کرنا جیسے صحیح احادیث میں وارد ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ (تحیۃ المسجد) کی ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہی اہلحدیث اور امام احمد کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت میں تحیۃ المسجد پڑھ لینا چاہئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ امام خطبہ کی حالت میں ضرورت سے بات کر سکتا ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔ ہلکی پھلکی کا مطلب یہ کہ قرأت کو طول نہ دے۔ یہ مطلب نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لے۔

٣٢- بَابُ إِذَا رَأَى الإِمَامُ رَجُلاً جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ

باب امام خطبہ کی حالت میں کسی شخص کو جو آئے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم

رَكْعَتَيْنِ

دے سکتا ہے

٩٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِي ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟)) فَقَالَ: لَا. قَالَ: ((قُمْ فَارْكَعْ)).

[طرفاه في : ٩٣١، ١١٦٢].

(۹۳۰) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص آیا نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اے فلاں! کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ لے۔

٣٣- بَابُ مَنْ جَاءَ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ

باب جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعت نماز پڑھ لے

٩٣١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ؟)) قَالَ: لَا قَالَ: قُمْ ((فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ٩٣٠]

(۹۳۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو سے بیان کیا' انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اٹھو اور دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھ لو۔

تشریح: جمعہ کے دن حالت خطبہ میں کوئی شخص آئے تو اسے خطبہ ہی کی حالت میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بغیر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو حدیث جابر بن عبداللہؓ سے --- جسے حضرت امام المحدثین نے یہاں نقل فرمایا ہے --- روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب کے تحت اسی حدیث کو نقل فرمایا ہے' آخر میں فرماتے ہیں کہ هذا حديث حسن صحيح یہ حدیث بالکل حسن صحیح ہے' اس میں صاف بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی ہی حالت میں ایک آنے والے شخص (سلیک نامی) کو دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ بعض ضعیف روایتوں میں مذکور ہے کہ جس حالت میں اس شخص نے دو رکعت ادا کیں آنحضرت ﷺ نے اپنا خطبہ بند کر دیا تھا۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے لائق حجت نہیں ہے اور بخاری شریف کی مذکورہ حدیث حسن صحیح ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی حالت خطبہ ہی میں اس کے دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس کے مقابلہ پر یہ روایت قابل حجت نہیں۔

دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ آنے والے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز کا حکم بے شک فرمایا مگر ابھی آپ نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ جو صاف لفظوں میں النبی صص یخطب الناس یوم الجمعة (یعنی آنحضرت ﷺ لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے) نقل فرما رہے ہیں نعوذ باللہ ان کا یہ بیان غلط ہے اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ یہ کس قدر جرأت ہے کہ ایک صحابی رسول کو غلط بیانی کا

مرتکب گردانا جائے اور بعض ضعیف روایات کا سہارا لے کر محدثین کرام کی فقاہت حدیث اور حضرت جابر بن عبداللہ کے بیان کی نہایت بے باکی کے ساتھ تغلیط کی جائے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کی دوسری حدیث عبداللہ بن ابی مسرح سے یوں نقل فرمائی ہے۔ ان ابا سعید الخدری دخل یوم الجمعة و مروان یخطب فقام یصلی فجاء الحرس لیجلسوه فابی حتی صلی فلما انصرف اتیناه فقلنا رحمک الله ان کادوا لیقعوابک فقال ماکنت لاتر کهما بعد شئی رایته من رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ذکر ان رجلا جاء یوم الجمعة فی هیئة بذة والنبی صلی الله علیه وسلم یخطب یوم الجمعة فامره فصلی رکعتین والنبی صلی الله علیه و سلم یخطب یعنی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن مسجد میں اس حالت میں آئے کہ مروان خطبہ دے رہا تھا یہ نماز (تحیۃ المسجد) پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر سپاہی آئے اور ان کو زبردستی نماز سے باز رکھنا چاہا مگر یہ نہ مانے اور پڑھ کر ہی سلام پھیرا' عبداللہ بن ابی مسرح کہتے ہیں کہ نماز کے بعد ہم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے ملاقات کی اور کہا کہ وہ سپاہی آپ پر حملہ آور ہونا ہی چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی ان دو رکعتوں کو چھوڑنے والا ہی نہیں تھا۔ خواہ سپاہی لوگ کچھ بھی کرتے کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپؐ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی پریشان شکل میں داخل مسجد ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی حالت میں دو رکعت پڑھ لینے کا حکم فرمایا۔ وہ نماز پڑھتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔

دو عادل گواہ! حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم ہر دو عادل گواہوں کا بیان قارئین کے سامنے ہے۔ اس کے بعد مختلف تاویلات یا کمزور روایات کا سہارا لے کر ان ہر دو صحابیوں کی تغلیط کے درپے ہونا کسی بھی اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ آگے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عیینہ اور حضرت ابوعبدالرحمٰن مقری ہر دو بزرگوں کا یہی معمول تھا کہ وہ اس حالت مذکورہ میں ان ہر دو رکعتوں کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ترمذیؒ نے اس سلسلے کی دیگر روایات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت جابر کی ایک اور روایت طبرانی میں یوں مذکور ہے عن جابر قال دخل النعمان بن نوفل ورسول الله صلی الله علیه و سلم علی المنبر یخطب یوم الجمعة فقال له النبی صلی الله علیه وسلم صل رکعتین وتجوز فیهما فاذا اتی احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیصل رکعتین ولیخففهما کذافی قوت المعتذی وتحفة الاحوذی' ج : ۲ / ص : ۲۶۴ یعنی ایک بزرگ نعمان بن نوفل نامی مسجد میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے ان کو حکم فرمایا کہ اٹھ کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھیں اور ان کو ہلکا کر کے پڑھیں اور جب بھی کوئی تمہارا اس حالت میں مسجد میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر ہی بیٹھے اور ان کو ہلکا پڑھے۔ حضرت علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں هذه الاحادیث کلها یعنی التی رواها مسلم صریحته فی الدلالة لمذهب الشافعی واحمد و اسحق فقهاء المحدثین انه اذا دخل الجامع یوم الجمعة والامام یخطب یستحب له ان یصلی رکعتین تحیة المسجد و یکره الجلوس قبل ان یصلیهما وانه یستحب ان یتجوز فیهما یسمع بعدهما الخطبة وحکی هذا المذهب عن الحسن البصری وغیره من المتقدمین (تحفة الاحوذی) یعنی ان جملہ احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام جب خطبہ جمعہ دے رہا ہو اور کوئی آنے والا آئے تو اسے چاہئے کہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد ادا کر کے ہی بیٹھے۔ بغیر ان دو رکعتوں کے اس کا بیٹھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ ہلکا پڑھے تاکہ پھر خطبہ سنے۔ یہی مسلک امام حسن بصری وغیرہ متقدمین کا ہے۔ حضرت امام ترمذی نے دوسرے حضرات کا مسلک بھی ذکر فرمایا ہے جو ان دو رکعتوں کے قائل نہیں ہیں پھر حضرت امام ترمذی نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے والقول الاول اصح یعنی ان ہی حضرات کا مسلک صحیح ہے جو ان دو رکعتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان دو رکعتوں کو ناجائز تصور کرے تو یہ خود اس کی ذمہ داری ہے۔

آخر میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجئے' آپ فرماتے ہیں فاذا جاء والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیهما رعایة لسنة الراتبة وادب الخطبة جمیعا بقدر الامکان ولا تغتر فی هذه المسالة بما یلهج به اهل بلدک فان

الحديث صحيح واجب اتباعه (حجة الله البالغة' جلد : دوم / ص : ۱۰۱) یعنی جب کوئی نمازی ایسے حال میں مسجد میں داخل ہو کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعت ہلکی خفیف پڑھ لے تاکہ سنت راتبہ اور ادب خطبہ ہر دو کی رعایت ہو سکے اور اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہیں (اور ان رکعتوں کے پڑھنے سے روکتے ہیں' ان کے دھوکا میں نہ آنا کیونکہ اس مسئلہ کے حق میں حدیث صحیح وارد ہے جس کا اتباع واجب ہے وبالله التوفيق

٣٤- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

٩٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتٍ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا)).

[أطرافه في : ٩٣٣، ١٠١٣، ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨، ١٠١٩، ١٠٢١، ١٠٢٩، ١٠٣٣، ٣٥٨٢، ٦٠٩٣، ٦٣٤٢].

باب خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(۹۳۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن انس نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے' (دوسری سند) اور حماد نے یونس سے بھی روایت کی عبدالعزیز اور یونس دونوں نے ثابت سے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مویشی اور بکریاں ہلاک ہو گئیں (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) آپؐ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔

٣٥- بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

٩٣٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا. ((فَرَفَعَ

باب جمعہ کے خطبہ میں بارش کے لئے دعا کرنا

(۹۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہؒ نے بیان کیا' ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا یارسول اللہؐ! جانور مر گئے اور اہل و عیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے'

يَدَيْهِ)) - وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً - فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنزِلْ عَنْ مِنبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ ﷺ. فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ، وَمِنَ الْغَدِ، وَبَعدَ الغَدِ، وَالَّذِي يَلِيْهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الأُخْرَى. فَقَامَ ذٰلِكَ الأَعْرَابِيُّ - أَوْ قَالَ غَيْرُهُ - فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ، وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا. فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا)). فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلاَّ انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ. وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلاَّ حَدَّثَ بِالْجَودِ)).

[راجع: ۹۳۲]

اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی آپؐ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور آپؐ ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی (دوسرے جمعہ کو) یہی دیہاتی پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ! عمارتیں منہدم ہو گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپؐ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپؐ ہاتھ سے بادل کے لئے جس طرف بھی اشارہ کرتے' ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مدینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قناۃ کا نالا مہینہ بھر بہتا رہا اور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے۔

تشریح باب اور نقل کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بوقت ضرورت جمعہ کے خطبہ میں بھی بارش کے لئے دعا کر سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی ایسی عوامی ضرورت کے لئے دعا کرنے کی درخواست بحالت خطبہ امام سے کی جا سکتی ہے اور یہ بھی کہ امام ایسی درخواست پر خطبہ ہی میں توجہ کر سکتا ہے۔ جن حضرات نے خطبہ کو نماز کا درجہ دے کر اس میں بوقت ضرورت تکلم کو بھی منع بتلایا ہے' اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

علامہ شوکانی اس واقعہ پر لکھتے ہیں وفی الحدیث فوائد منها جواز المکالمة من الخطیب حال الخطبة وتکرار الدعاء و ادخال الاستسقاء فی خطبة والدعاء به علی المنبر و ترک تحویل الرداء والاستقبال والاجتزاء بصلاة الجمعة عن صلاة الاستسقاء کما تقدم وفیه علم من اعلام النبوة فیه اجابة الله تعالٰی دعاء نبیه وامتثال السحاب امره کما وقع کثیر من الروایات وغیر ذلک من الفوائد (نیل الاوطار) یعنی اس حدیث سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں مثلاً حالت خطبہ میں خطیب سے بات کرنے کا جواز نیز دعا کرنا (اور اس کے لئے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنا) اور خطبہ جمعہ میں استسقاء کی دعا اور استسقاء کے لئے ایسے موقع پر چادر الٹنے پلٹنے کو چھوڑ دینا اور کعبہ رخ بھی نہ ہونا اور نماز جمعہ کو نماز استسقاء کے بدلے کافی سمجھنا اور اس میں آپ کی نبوت کی ایک اہم دلیل بھی ہے کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور بادلوں کو آپ کا فرمان تسلیم کرنے پر مامور فرما دیا اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ آپ نے کن لفظوں میں دعائے استسقاء کی۔ اس بارے میں بھی کئی روایات ہیں جن میں جامع دعائیں یہ ہیں۔ الحمد لله رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین لا اله الا الله یفعل الله ما

یرید اللھم انت اللہ لا الہ الا انت انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث ما انزلت لنا قوۃ و بلاغا الی حین۔ اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا طبقا غدقا عاجلا غیر رائث اللھم اسق عبادک وبھائمک وانشر رحمتک و احی بلدک المیت یہ بھی امر مشروع ہے کہ ایسے مواقع پر اپنے میں سے کسی نیک بزرگ کو دعا کے لئے آگے بڑھایا جائے اور وہ اللہ سے رو رو کر دعا کرے اور لوگ پیچھے سے آمین آمین کہہ کر تضرع و زاری کے ساتھ اللہ سے پانی کا سوال کریں۔

٣٦- بَابُ الإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ

وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا. وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ)).

باب جمعہ کے دن خطبہ کے وقت چپ رہنا

اور یہ بھی لغو حرکت ہے کہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کہے کہ "چپ رہ" سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ امام جب خطبہ شروع کرے تو خاموش ہو جانا چاہئے۔

٩٣٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: أَنْصِتْ - وَالإِمَامُ يَخْطُبُ - فَقَدْ لَغَوْتَ)).

(٩٣٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' انہوں کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہے کہ "چپ رہ" تو تو نے خود ایک لغو حرکت کی۔

٣٧- بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے

٩٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((فِيْهِ سَاعَةٌ لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ شَيْئًا إِلاَّ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ)) وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا

[طرفاه في: ٥٢٩٤، ٦٤٠٠].

(٩٣٥) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا' ان سے ابو الزناد نے' ان سے عبدالرحمٰن اعرج نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

تشریح اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے کہ یہ گھڑی کس وقت آتی ہے بعض روایات میں اس کے لئے وہ وقت بتلایا گیا ہے جب امام نماز جمعہ شروع کرتا ہے۔ گویا نماز ختم ہونے تک درمیان میں یہ گھڑی آتی ہے بعض روایات میں طلوع فجر سے اس کا وقت بتلایا گیا ہے۔ بعض روایات میں عصر سے مغرب تک کا وقت اس کے لئے بتلایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں

بہت تفصیل کے ساتھ ان جملہ روایات پر روشنی ڈالی ہے اور اس بارے میں علمائے اسلام و فقہائے عظام کے ۴۳ اقوال نقل کئے ہیں۔ امام شوکانی نے علامہ ابن منیر کا خیال ان لفظوں میں نقل فرمایا ہے قال ابن المنير اذا علم ان فائدة الابهام لهذه الساعة ولليلة القدر بعث الدواعي على الاكثار من الصلاة و الدعاء ولووقع البيان لاتكل الناس على ذالك و تركوا ما عدا ها فالعجب بعد ذالک ممن يتكل في طلب تحديدها وقال في موضع آخر يحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لابعينها فيصادفها من اجتهد في جميعها (نيل الاوطار) یعنی اس گھڑی کے پوشیدہ رکھنے میں اور اسی طرح لیلۃ القدر کے پوشیدہ ہونے میں فائدہ یہ ہے کہ ان کی تلاش کے لئے بکثرت نماز نفل ادا کی جائے اور دعائیں کی جائیں' اس صورت میں ضرور ضرور وہ گھڑی کسی نہ کسی ساعت میں اسے حاصل ہو گی۔ اگر ان کو ظاہر کر دیا جاتا تو لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے اور صرف اس گھڑی میں عبادت کرتے۔ پس تعجب ہے اس شخص پر جو اسے محدود وقت میں پا لینے پر بھروسہ کئے ہوئے ہے۔ بہتر ہے کہ مذکورہ بالا اقوال کو بایں صورت جمع کیا جائے کہ اجابت کی گھڑی وہ ایک ہی ساعت ہے جسے معین نہیں کیا جا سکتا پس جو تمام اوقات میں اس کے لئے کوشش کرے گا وہ ضرور اسے کسی نہ کسی وقت میں پا لے گا۔ امام شوکانیؒ نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے والقول بانها آخر ساعة من اليوم هو ارجح الاقوال واليه ذهب الجمهور (من الصحابة والتابعين والائمة)الخ یعنی اس بارے میں راجح قول یہی ہے کہ وہ گھڑی آخر دن میں بعد عصر آتی ہے اور جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا یہی خیال ہے۔

٣٨- بَابُ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الإِمَامِ فِي صَلاَةِ الْجُمُعَةِفَصَلاَةُ الإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

٩٣٦- حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَيْنَمَا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلاَّ اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾.

[أطرافه في: ٢٠٥٨، ٢٠٦٤، ٤٨٩٩].

باب اگر جمعہ کی نماز میں کچھ لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو امام اور باقی نمازیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی

(۹۳۶) ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زائدہ نے حصین سے بیان کیا' ان سے سالم بن ابی جعد نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے' اتنے میں غلہ لادے ہوئے ایک تجارتی قافلہ ادھر سے گزرا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر ادھر چل دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بارہ آدمی رہ گئے۔ اس وقت سورۂ جمعہ کی یہ آیت اتری۔ ترجمہ "اور جب یہ لوگ تجارت اور کھیل دیکھتے ہیں تو اس طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔"

تشریح ایک مرتبہ مدینہ میں غلہ کی سخت کمی تھی کہ ایک تجارتی قافلہ غلہ لے کر مدینہ آیا' اس کی خبر سن کر کچھ لوگ جمعہ کے دن عین خطبہ کی حالت میں باہر نکل گئے' اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ حضرت امام نے اس واقعہ سے یہ ثابت فرمایا کہ احناف اور شوافع جمعہ کی صحت کے لئے جو خاص قید لگاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے' اتنی تعداد ضرور ہو جسے جماعت کہا جا سکے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سے اکثر لوگ چلے گئے پھر بھی آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ کی شان خود قرآن میں

یوں ہے ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ الخ ﴾ (النور : ۳۷) یعنی میرے بندے تجارت وغیرہ میں غافل ہو کر میری یاد کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے بعد میں وہ حضرات اپنے کاموں سے رک گئے اور صحیح معنوں میں اس آیت کے مصداق بن گئے تھے رضی اللہ عنہم وارضاہم (آمین)

٣٩- بَابُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

باب جمعہ کے بعد اور اس سے پہلے سنت پڑھنا

٩٣٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لاَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ)).

(۹۳۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے نافع سے خبر دی' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ظہر سے پہلے دو رکعت' اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں جب گھر واپس ہوتے تب پڑھا کرتے تھے۔

[أطرافه في : ١١٦٥، ١١٧٢، ١١٨٠].

چونکہ ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز ہے' اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے ارشاد فرمایا کہ جو سنتیں ظہر سے پہلے اور پیچھے مسنون ہیں' وہی جمعہ کے پہلے اور پیچھے بھی مسنون ہیں' بعض دوسری احادیث میں ان سنتوں کا ذکر بھی آیا ہے جمعہ کے بعد کی سنتیں اکثر آپؐ گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

٤٠- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلاَةُ فَانْتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾

باب اللہ عزوجل کا (سورۂ جمعہ میں) یہ فرمانا کہ جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو اپنے کام کاج کے لئے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (روزی' رزق یا علم) کو ڈھونڈو

٩٣٨- حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءِ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ

(۹۳۸) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو غسان محمد بن مطرف مدنی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے سہل بن سعد کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک عورت تھی جو نالوں پر اپنے ایک کھیت میں چقندر بوتی۔ جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر اکھاڑ لاتیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا چھڑک دیتیں۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتے۔ جمعہ سے واپسی

أَصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ. وَكُنَّا نَنصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ.

[أطرافه في : ٩٣٩، ٩٤١، ٢٣٤٩، ٥٣٠٤، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩].

میں ہم انہیں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتیں اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

تشریح باب کی مناسبت اس طرح پر ہے کہ صحابہ جمعہ کی نماز کے بعد رزق کی تلاش میں نکلتے اور اس عورت کے گھر پر اس امید پر آتے کہ وہاں کھانا ملے گا۔ اللہ اکبر۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی صحابہؓ نے کیسی تکلیف اٹھائی کہ چقندر کی جڑیں اور مٹھی بھر جو کا آٹا غنیمت سمجھتے اور اسی پر قناعت کرتے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

٩٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ بِهَذَا وَقَالَ: مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [راجع: ٩٣٨]

(۹۳۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا اپنے باپ سے اور ان سے سہل بن سعد نے یہی بیان کیا اور فرمایا کہ دوپہر کا سونا اور دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد رکھتے تھے۔

٤١- بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کی نماز کے بعد سونا

٩٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ. [راجع: ٩٠٥]

(۹۴۰) ہم سے محمد بن عقبہ شیبانی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسحاق فزاری ابراہیم بن محمد نے بیان کیا' ان سے حمید طویل نے' انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم جمعہ سویرے پڑھتے' اس کے بعد دوپہر کی نیند لیتے تھے۔

٩٤١- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوغَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوحَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ.

[راجع: ٩٣٨]

(۹۴۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتے' پھر دوپہر کی نیند لیا کرتے تھے۔

تشریح حضرت امام شوکانی فرماتے ہیں۔ وظاهر ذالک انهم کانوا یصلون الجمعة باکر النهار قال الحافظ تکن طریق الجمع اولی من دعوی التعارض وقد تقرر ان التبکیر یطلق علی جعل الشئی فی اول وقته و تقدیمه علی غیره وهو المراد ههنا انهم کانوا یبدون الصلوة قبل القیلولة بخلاف ماجرت به عادتهم فی صلوة الظهر فی الحر کانوا یقیلون ثم یصلون لمشروعیة الابراد و المراد بالقائلة المذکورة فی الحدیث نوم نصف النهار (نیل الاوطار) یعنی ..... ظاہر یہ کہ وہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز چڑھتے ہوئے دن میں ادا کر لیتے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعارض پیدا کرنے سے بہتر ہے کہ ہر دو قسم کی احادیث میں تطبیق دی جائے اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تبکیر

کا لفظ کسی کام کو اس کے اول وقت میں کرنے یا غیر پر اسے مقدم کرنے پر بولا جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ جمعہ کی نماز روزانہ کی عادت قیلولہ کے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ گرمیوں میں ان کی عادت تھی کہ وہ ٹھنڈا کرنے کے خیال سے پہلے قیلولہ کرتے بعد میں ظہر کی نماز پڑھتے مگر جمعہ کی نماز بعض دفعہ خلاف عادت قیلولہ سے پہلے ہی پڑھ لیا کرتے تھے' قیلولہ دوپہر کے سونے پر بولا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کو بعد زوال اول وقت پڑھنا ان روایات کا مطلب اور منشا ہے۔ اس طرح جمعہ اول وقت اور آخر وقت ہر دو میں پڑھا جا سکتا ہے بعض حضرات قبل زوال بھی جمعہ کے قائل ہیں۔ مگر ترجیح بعد زوال ہی کو ہے اور یہی امام بخاریؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ایک طویل تفصیل کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مد فیوضہم فرماتے ہیں وقد ظهر بما ذكرنا انه ليس في صلوٰة الجمعة قبل الزوال حديث صحيح صريح فالقول الراجع هو ما قال به الجمهور قال شيخنا في شرح الترمذى والظاهر المعول عليه هو ماذهب اليه الجمهور من انه لا تجوز الجمعة الابعد زوال الشمس واما ما ذهب اليه بعضهم من تجوز قبل زوال فليس فيه حديث صحيح صريح انتهٰى (مرعاة' ج : ۲ / ص : ۲۰۳) خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے درست نہیں اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کے صحیح ہونے میں کوئی حدیث صحیح صریح وارد نہیں ہوئی پس جمہور ہی کا مسلک صحیح ہے (واللہ اعلم بالصواب)

١ - بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلى قوله عَذَابًا مُهِينًا﴾ [النساء: ١٠١-١٠٢].

باب خوف کی نماز کا بیان

اور اللہ پاک نے (سورۂ نساء) میں فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کم کر دو۔ فرمان الٰہی ﴿عذابا مهينا﴾ تک۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روش کے مطابق صلوٰۃ الخوف کے اثبات کے لئے آیت قرآنی کو نقل فرما کر اشارہ کیا کہ آگے آنے والی احادیث کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہئے۔

خوف کی نماز اس کو کہتے ہیں جو حالت جہاد میں ادا کی جاتی ہے جب اسلام اور دشمنان اسلام کی جنگ ہو رہی ہو اور فرض نماز کا وقت آ جائے اور خوف ہو کہ اگر ہم نماز میں کھڑے ہوں گے تو دشمن پیچھے حملہ آور ہو جائے گا ایسی حالت میں خوف کی نماز ادا کرنا

جائز ہے اور اس کا جواز کتاب و سنت ہر دو سے ثابت ہے۔ اگر مقابلہ کا وقت ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ فوج دو حصے ہو جائے مجاہدین کا ہر حصہ نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو اور آدھی نماز جدا پڑھ لے۔ جب تک دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہے اور اس حالت نماز میں آمدورفت معاف ہے اور ہتھیار اور زرہ اور سپر ساتھ رکھیں اور اگر اتنی بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں' پیادہ پڑھیں یا سوار یا شدت جنگ ہو تو اشاروں سے پڑھ لیں اگر یہ بھی فرصت نہ ملے تو توقف کریں جب تک جنگ ختم ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں! فرض اللہ الصلوٰۃ علی نبیکم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (رواہ احمد و مسلم و ابو داؤد و النسائی) یعنی اللہ نے ہمارے نبی ﷺ پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور خوف میں صرف ایک رکعت۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے منعقدہ باب میں وارد پوری آیات یہ ہیں ﴿ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ﴾ (النساء : ۱۰۱۔۱۰۲) یعنی جب تم زمین میں سفر کرنے کو جاؤ تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے۔ واقعی کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں اور جب تو اے نبی! ان میں ہو اور نماز خوف پڑھانے لگے تو چاہئے کہ ان حاضرین میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو جائے اور اپنے ہتھیار بھی ساتھ لئے رہیں پھر جب پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر چکیں تو تم سے پہلی جماعت پیچھے چلی جائے اور دوسری جماعت والے جنھوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آ جائیں اور تیرے ساتھ ایک نماز پڑھ لیں اور اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ ہی رکھیں۔ کافروں کی یہ دلی آرزو ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو تم پر وہ ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں۔ آخر آیت تک۔

نماز خوف حدیثوں میں پانچ چھ طرح سے آئی ہیں جس وقت جیسا موقع ملے پڑھ لینی چاہئے۔ آگے حدیثوں میں ان صورتوں کا بیان آ رہا ہے۔ مولانا وحید الزماں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ آیت قصر سفر کے بارے میں ہے بعضوں نے کہا خوف کی نماز کے باب میں ہے' امام بخاریؒ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ ہم خوف کا قصر تو اللہ کی کتاب میں پاتے ہیں مگر سفر کا قصر نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جیسا کرتے دیکھا ویسا ہی ہم بھی کرتے ہیں یعنی گویا یہ حکم اللہ کی کتاب میں نہ سہی پر حدیث میں تو ہے اور حدیث بھی قرآن شریف کی طرح واجب العمل ہے۔

حضرت ابن قیم نے زاد المعاد میں نماز خوف کی جملہ احادیث کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سے نماز چھ طریقہ کے ساتھ ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس طریق پر چاہیں اور جیسا موقع ہو یہ نماز اس طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

کچھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ نماز خوف آنحضرت ﷺ کے بعد منسوخ ہو گئی مگر یہ غلط ہے۔ جمہور علمائے اسلام کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ آپ کے بعد بھی صحابہ مجاہدین نے کتنی مرتبہ میدان جنگ میں یہ نماز ادا کی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں فان الصحابۃ اجمعوا علی صلوٰۃ الخوف فروی ان علیا صلی صلوٰۃ الخوف لیلۃ الھریرو صلاھا ابو موسیٰ الاشعری باصبھان باصحابہ روی ان سعید بن العاص کان امیرا علی الجیش بطبر ستان فقال ایکم صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف فقال حذیفۃ انا فقدمہ فصلیے بھم قال الزیلعی دلیل الجمھور وجوب الاتباع والتاسی بالنبی صلی اللہ علیہ و سلم وقولہ صلوا کما رایتمونی اصلی الخ (مرعاۃ' ج : ۲ / ص : ۳۱۸) یعنی صلوٰۃ خوف پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے لیلۃ الہریر میں خوف کی نماز ادا کی اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اصفہان کی جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوف کی نماز پڑھی اور حضرت سعید بن عاص نے جو جنگ طبرستان میں امیر لشکر تھے' فوجیوں سے کہا کہ تم میں کوئی ایسا

بزرگ ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ خوف کی نماز ادا کی ہو۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں موجود ہوں۔ پس ان ہی کو آگے بڑھا کر یہ نماز ادا کی گئی۔ زیلعی نے کہا کہ صلوٰۃ خوف پر جمہور کی دلیل یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع اور اقتداء واجب ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے ویسے ہی تم بھی ادا کرو پس ان لوگوں کا قول غلط ہے جو صلوٰۃ خوف کو اب منسوخ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اول سب نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز کی نیت باندھی' دو صف ہو گئے۔ ایک صف تو آنحضرت ﷺ کے متصل' دوسری صف ان کے پیچھے اور یہ اس حالت میں ہے جب دشمن قبلے کی جانب ہو اور سب کا منہ قبلے ہی کی جانب ہو۔ خیر اب پہلی صف والوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف والے کھڑے کھڑے ان کی حفاظت کرتے رہے' اس کے بعد پہلی صف والے رکوع اور سجدہ کر کے دوسری صف والوں کی جگہ پر حفاظت کے لئے کھڑے رہے اور دوسری صف والے ان کی جگہ پر آکر رکوع اور سجدہ میں گئے۔ رکوع اور سجدہ کر کے قیام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے اور دوسری رکعت کا رکوع اور سجدہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ کیا جب آپؐ التحیات پڑھنے لگے تو پہلی صف والے رکوع اور سجدہ میں گئے پھر سب نے ایک ساتھ سلام پھیرا جیسے ایک ساتھ نیت باندھی تھی۔ (شرح وحیدی)

٩٤٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ- يَعْنِي صَلاَةَ الْخَوْفِ - قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: (غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ، وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاؤُوا فَرَكَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ).

[أطرافه في: ٩٤٣، ٤١٣٢، ٤١٣٣، ٤٥٣٥].

(۹۴۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے زہری سے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھی تھی؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہمیں سالم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ میں نجد کی طرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ (ذات الرقاع) میں شریک تھا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم نے صفیں باندھیں' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی (تو ہم میں سے) ایک جماعت آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک ہو گئی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ لوٹ کر اس جماعت کی جگہ آ گئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب دوسری جماعت آئی۔ ان کے ساتھ بھی آپ نے ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیر دیا۔ اس گروہ میں سے ہر شخص کھڑا ہوا اور اس نے اکیلے اکیلے ایک رکوع کیا اور دو سجدے ادا کئے۔

تشریح نجد لغت میں بلندی کو کہتے ہیں اور عرب میں یہ علاقہ وہ ہے جو تہامہ اور یمن سے لے کر عراق اور شام تک پھیلا ہوا ہے

جہاد مذکورہ ۷ھ میں بنی غطفان کے کافروں سے ہوا تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے دو حصے کئے گئے اور ہر حصہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک ایک رکعت باری باری ادا کی پھر دوسری رکعت انہوں نے اکیلے اکیلے ادا کی۔ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ ہر حصہ ایک رکعت پڑھ کر چلا گیا اور جب دوسرا گروہ پوری نماز پڑھ گیا تو یہ گروہ دوبارہ آیا اور ایک رکعت اکیلے اکیلے پڑھ کر سلام پھیرا۔

فٹ پٹ ہو جائیں یعنی بھڑ جائیں صف باندھنے کا موقع نہ ملے تو جو جہاں کھڑا ہو وہیں نماز پڑھ لے۔ بعضوں نے کہا قیاماً کا لفظ یہاں (راوی کی طرف سے) غلط ہے صحیح قائماً ہے اور پوری عبارت یوں ہے اذا اختلطو قائما فانما هو الذكر والاشارة بالراس یعنی جب کافر اور مسلمان لڑائی میں خلط ملط ہو جائیں تو صرف زبان سے قرأت اور رکوع سجدے کے بدل سر سے اشارہ کرنا کافی ہے (شرح وحیدی)

قال ابن قدامة يجوز ان يصلى صلوة الخوف على كل صفة صلاها رسول الله صلى الله عليه و سلم قال احمد كل حديث يروى فى ابواب صلوة الخوف فالعمل به جائز وقال ستة اوجه اوسبعة يروى فيها كلها جائز (مرعاۃ المصابیح' ج: ۲/ ص: ۳۱۹) یعنی ابن قدامہ نے کہا کہ جن جن طریقوں سے خوف کی نماز آنحضرت ﷺ سے نقل ہوئی ہے ان سب کے مطابق جیسا موقع ہو خوف کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ امام احمد نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نماز چھ سات طریقوں سے جائز ہے جو مختلف احادیث میں مروی ہیں قال ابن عباس و الحسن البصرى وعطاو طاوس و مجاهد و الحكم بن عتيبة و قتادة واسحاق والضحاك والثورى انها ركعة عند شدة القتال يومى ايماء (حوالہ مذکور) یعنی مذکورہ جملہ اکابر اسلام کہتے ہیں کہ شدت قتال کے وقت ایک رکعت بلکہ محض اشاروں سے بھی ادا کر لینا جائز ہے۔

٢- بَابُ صَلاَةِ الْخَوْفِ رِجَالاً
باب خوف کی نماز پیدل اور سوار رہ کر پڑھنا۔

وَرُكْبَانًا رَاجِلٌ : قَائِمٌ

قرآن شریف میں رجالاً راجل کی جمع ہے (یعنی پا پیادہ)

یعنی قرآنی آیت کریمہ ﴿ فان خفتم فرجالا اوركبانا ﴾ میں لفظ رجالا راجل کی جمع ہے نہ کہ رجل کی۔ راجل کے معنی پیدل چلنے والا اور رجل کے معنی مرد۔ اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت امام نے بتلایا کہ آیت شریفہ میں رجالا راجل کی جمع ہے یعنی پیدل چلنے والے رجل بمعنی مرد کی جمع نہیں ہے۔

٩٤٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا)).

[راجع: ٩٤٢]

(۹۴۳) ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید قرشی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ یحییٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے' ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد کے قول کی طرح بیان کیا کہ جب جنگ میں لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اپنی روایت میں اضافہ اور کیا ہے کہ اگر کافر بہت سارے ہوں کہ مسلمانوں کو دم نہ لینے دیں تو کھڑے کھڑے اور سوار رہ کر (جس طور ممکن ہو) اشاروں سے ہی سہی مگر نماز پڑھ لیں۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قيل مقصوده ان الصلوة لا تسقط عند العجز عن النزول عن العرابة ولا توخر عن وقتها

بل تصلی علی ای وجه حصلت القدرة علیه بدلیل الایة (فتح الباری) یعنی مقصود یہ ہے کہ نماز اس وقت بھی ساقط نہیں ہوتی جبکہ نمازی سواری سے اترنے سے عاجز ہو اور نہ وہ وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے بلکہ ہر حالت میں اپنی قدرت کے مطابق اسے پڑھنا ہی ہوگا جیسا کہ آیت بالا اس پر دال ہے۔

زمانہ حاضرہ میں ریلوں، موٹروں، ہوائی جہازوں میں بہت سے ایسے ہی مواقع آجاتے ہیں کہ ان سے اترنا ناممکن ہو جاتا ہے بہر حال نماز جس طور بھی ممکن ہو وقت مقررہ پر پڑھ ہی لینی چاہئے۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر شارع علیہ السلام نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز قرار دیا ہے اور سفر میں قصر اور بوقت جہاد اور بھی مزید رعایت دی گئی مگر نماز کو معاف نہیں کیا گیا۔

٣- بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلاَةِ الْخَوفِ

باب خوف کی نماز میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں

یعنی اگر ایک گروہ نماز پڑھے اور دوسرا ان کی حفاظت کرے، پھر وہ گروہ نماز پڑھے اور پہلا گروہ ان کی جگہ آجائے۔

٩٤٤- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ. ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الأُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلاَةٍ وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

(٩٤٤) ہم سے حیوہ بن شریح نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حرب نے زبیدی سے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کھڑے ہوئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کی اقتداء میں کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے تکبیر کہی تو لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے رکوع کیا تو لوگوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کر لیا تھا وہ کھڑے کھڑے اپنے بھائیوں کی نگرانی کرتے رہے۔ اور دوسرا گروہ آیا۔ (جو اب تک حفاظت کے لئے دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا بعد میں) اس نے بھی رکوع اور سجدے کئے۔ سب لوگ نماز میں تھے لیکن لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔

٤- بَابُ الصَّلاَةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

باب اس بارے میں کہ اس وقت (جب دشمن کے) قلعوں کی فتح کے امکانات روشن ہوں اور جب دشمن سے مڈ بھیڑ ہو رہی ہو تو اس وقت نماز پڑھے یا نہیں

وَقَالَ الأَوْزَاعِي : إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلاَةِ صَلَّوا إِيْمَاءً كُلُّ امْرِىءٍ لِنَفْسِهِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى

اور امام اوزاعیؒ نے کہا کہ جب فتح سامنے ہو اور نماز پڑھنی ممکن نہ رہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ ہر شخص اکیلے اکیلے اگر اشارہ بھی نہ کر سکیں تو لڑائی کے ختم ہونے تک یا امن ہونے تک نماز موقوف

الإِيْمَاءِ أَخَّرُوا الصَّلاَةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَيُصَلُّوا رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلَّوا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا لاَ يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ، وَيُؤَخِّرُونَهَا حَتَّى يَأْمَنُوا. بِهِ قَالَ مَكْحُولٌ.

وَقَالَ أَنَسٌ: حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ - وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ - فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلاَةِ، فَلَمْ نُصَلِّ إِلاَّ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ، فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى،فَفُتِحَ لَنَا.قَالَ أَنَسٌ وَمَا تَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلاَةِ الدُّنْيَاوَمَا فِيْهَا.

رکھیں' اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اگر دو رکعت نہ پڑھ سکیں تو ایک ہی رکوع اور دو سجدے کر لیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف تکبیر تحریمہ کافی نہیں ہے' امن ہونے تک نماز میں دیر کریں۔ مکحول تابعی کا یہی قول ہے

اور حضرت انس بن مالک نے کہا کہ صبح روشنی میں تستر کے قلعہ پر جب چڑھائی ہو رہی تھی اس وقت میں موجود تھا۔ لڑائی کی آگ خوب بھڑک رہی تھی تو لوگ نماز نہ پڑھ سکے۔ جب دن چڑھ گیا اس وقت صبح کی نماز پڑھی گئی۔ ابو موسیٰ اشعری بھی ساتھ تھے پھر قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انس ؓ نے کہا کہ اس دن جو نماز ہم نے پڑھی (گو وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھی) اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا ملنے سے اتنی خوشی نہ ہو گی۔

تستر اہواز کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ وہاں کا قلعہ سخت جنگ کے بعد بعہد خلافت فاروقی ۲۰ھ میں فتح ہوا۔ اس تعلیق کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ ابو موسیٰ اشعری اس فوج کے افسر تھے جس نے اس قلعہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس نماز کی خوشی ہوئی تھی کہ یہ مجاہدوں کی نماز تھی نہ آجکل کے بزدل مسلمانوں کی نماز۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز فوت ہونے پر افسوس کیا یعنی اگر یہ نماز وقت پر پڑھ لیتے تو ساری دنیا کے ملنے سے زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی مگر پہلے معنی کو ترجیح ہے۔

٩٤٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: (جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيْبَ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأَنَا وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ)). قَالَ: فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا).

[راجع: ٥٩٦]

(۹۴۵) ہم سے یحییٰ ابن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے علی بن مبارک سے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے' ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! سورج ڈوبنے ہی کو ہے اور میں نے تو اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی' اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی ابھی تک نہیں پڑھی انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ بطحان کی طرف گئے (جو مدینہ میں ایک میدان تھا) اور وضو کر کے آپ نے وہاں سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی' پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

تشریح باب کا ترجمہ اس حدیث سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ کو لڑائی میں معروف رہنے سے بالکل نماز کی فرصت نہ ملی تھی تو آپ نے نماز

میں دیر کی۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے کہ اس وقت تک خوف کی نماز کا حکم نہیں اترا ہو گا۔ یا نماز کا آپ کو خیال نہ رہا ہو گا یا خیال ہو گا مگر طہارت کرنے کا موقع نہ ملا ہو گا۔

قیل اخرھا عمدا لانه کانت قبل نزول صلٰوۃ الخوف ذھب الیه الجمھور کما قال ابن رشد وبه جزم ابن القیم فی الھدیٰ و الحافظ فی الفتح والقرطبی فیٰ شرح مسلم وعیاض ففی الشفاء والزیلعی فی نصب الرایة وابن القصار وھذا ھو الراجح عندنا (مرعاۃ المفاتیح' ج : ۲/ ص : ۳۱۸) یعنی کہا گیا (شدت جنگ کی وجہ سے) آپ ﷺ نے عمداً نماز عصر کو مؤخر فرمایا' اس لئے کہ اس وقت تک صلٰوۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بقول ابن رشد جمہور کا یہی قول ہے اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس خیال پر جزم کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور قرطبی نے شرح مسلم میں اور قاضی عیاض نے شفاء میں اور زیلعی نے نصب الرایہ میں اور ابن قصار نے اسی خیال کو ترجیح دی ہے اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مؤلف مرعاۃ المفاتیح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بھی اسی خیال کو ترجیح حاصل ہے۔

٥- بَابُ صَلاَةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيْمَاءً

وَقَالَ الْوَلِيْدُ: ذَكَرْتُ لِلأَوْزَاعِيِّ صَلاَةَ شَرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ: كَذَلِكَ الأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوتُ. وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَولِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)).

٩٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ: ((لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)) فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ. فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ أَحَدًا مِنْهُمْ.

[أطرافه في: ٤١١٩].

باب جو دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو وہ سوار رہ کر اشارے ہی سے نماز پڑھ لے

اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی' تو انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے جب نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو۔ اور ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اشارے سے دلیل لی کہ کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر۔

(۹۴۶) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے (ابو سفیان لوٹا) تو ہم سے آپ نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہؓ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

تشریح: طالب یعنی دشمن کی تلاش میں نکلنے والے' مطلوب یعنی جس کی تلاش میں دشمن لگا ہو۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب غزوہ احزاب ختم ہو گیا اور کفار ناکام چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی مجاہدین کو حکم دیا کہ اسی حالت میں بنو قریظہ کے محلّہ میں چلیں جہاں مدینہ کے یہودی رہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان یہودیوں نے ایک معاہدہ کے تحت ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگی کارروائی میں حصہ نہ لینے کا عہد کیا تھا۔ مگر خفیہ طور پر یہودی پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور اس موقع پر تو انہوں نے کھل کر کفار کا ساتھ دیا۔ یہود نے یہ سمجھ کر بھی اس میں شرکت کی تھی کہ یہ آخری اور فیصلہ کن لڑائی ہو گی اور مسلمانوں کی اس میں شکست یقینی ہے۔ معاہدہ کی رو سے یہودیوں کی اس جنگ میں شرکت ایک سنگین جرم تھا' اس لئے آنحضور ﷺ نے چاہا کہ بغیر کسی مہلت کے ان پر حملہ کیا جائے اور اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر پڑھی جائے کیونکہ راستے میں اگر کہیں نماز کے لئے ٹھہرتے تو دیر ہو جاتی چنانچہ بعض صحابہؓ نے بھی اس سے یہی سمجھا کہ آپ کا مقصد صرف جلد تر بنو قریظہ پہنچنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحالت مجبوری طالب اور مطلوب ہر دو سواری پر نماز اشارے سے پڑھ سکتے ہیں' امام بخاری کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جس کے پیچھے دشمن لگا ہو وہ تو اپنے بچانے کے لئے سواری پر اشارے ہی سے نماز پڑھ سکتا ہے اور جو خود دشمن کے پیچھے لگا ہو تو اس کو درست نہیں اور امام مالکؒ نے کہا کہ اس کو اس وقت درست ہے جب دشمن کے نکل جانے کا ڈر ہو۔ ولید نے امام اوزاعیؒ کے مذہب پر حدیث لا یصلین احد العصر الخ سے دلیل لی کہ صحابہ بنو قریظہ کے طالب تھے یعنی ان کے پیچھے اور بنی قریظہ مطلوب تھے اور آنحضرت ﷺ نے نماز قضا ہو جانے کی ان کے لئے پرواہ نہ کی۔ جب طالب کو نماز قضا کر دینا درست ہوا تو اشارہ سے سواری پر پڑھ لینا بطریق اولیٰ درست ہو گا حضرت امام بخاریؒ کا استدلال اسی لئے اس حدیث سے درست ہے۔ بنو قریظہ پہنچنے والے صحابہؓ میں سے ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کیا بعضوں نے یہ خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا یہ مطلب ہے کہ جلد جاؤ بیچ میں ٹھہرو نہیں تو ہم نماز کیوں قضا کریں' انہوں نے سواری پر پڑھ لی بعضوں نے خیال کیا کہ حکم بجالانا ضروری ہے نماز بھی خدا اور اس کے رسول کی رضامندی کے لئے پڑھتے ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل میں اگر نماز میں دیر ہو جائے گی تو ہم کچھ گنہگار نہ ہوں گے (الغرض) فریقین کی نیت بخیر تھی اس لئے کوئی ملامت کے لائق نہ ٹھہرا۔ معلوم ہوا کہ اگر مجتہد غور کرے اور پھر اس کے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو اس سے مؤاخذہ نہ ہو گا۔ نووی نے کہا اس پر اتفاق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔

٦- بَابُ التَّبْكِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ، وَالصَّلاَةِ عِنْدَ الإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

باب حملہ کرنے سے پہلے صبح کی نماز اندھیرے میں جلدی پڑھ لینا اسی طرح لڑائی میں (طلوع فجر کے بعد فوراً ادا کر لینا)۔

٩٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ: ((اللهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)). فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُولُوْنَ:

(٩٤٧) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی نے' بیان کیا ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھا دی' پھر سوار ہوئے (پھر آپ خیبر پہنچ گئے اور وہاں کے یہودیوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی) اور فرمایا اللہ اکبر خیبر پر بربادی آ گئی۔ ہم تو جب کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح

مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ - قَالَ: وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ - فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبى الذَّرَارِيَّ، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا. فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا؟ فَقَالَ: أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا. قَالَ فَتَبَسَّمَ. بِعَوْنِهِ تَعَالَى تَمَّ الْجُزْءُ الأَوَّلُ وَيَلِيهِ الْجُزْءُ الثَّانِي وَأَوَّلُهُ كِتَابُ الْعِيدَيْنِ. [راجع: ٣٧١]

منحوس ہو گی۔ اس وقت خیبر کے یہودی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آ گئے۔ راوی نے کہا کہ (روایت میں) لفظ خمیس لشکر کے معنی میں ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی۔ لڑنے والے جوان قتل کر دیئے گئے' عورتیں اور بچے قید ہوئے۔ اتفاق سے صفیہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ملیں اور آپؐ نے ان سے نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا ابو محمد! کیا تم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تھا کہ حضرت صفیہ کا مہر آپ نے مقرر کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دے دیا تھا۔ کہا کہ ابو محمد اس پر مسکرا دیئے۔

تشریح ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپؐ نے صبح کی نماز سویرے اندھیرے منہ پڑھ لی اور سوار ہوتے وقت نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ خمیس لشکر کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں پانچ ٹکڑیاں ہوتی ہیں مقدمہ' ساقہ' میمنہ' میسرہ' قلب۔ صفیہ شاہزادی تھی آنحضرت ﷺ نے ان کی دلجوئی اور شرافت نسبی کی بنا پر انہیں اپنے حرم میں لے لیا اور آزاد فرما دیا ان ہی کو ان کے مہر میں دینے کا مطلب ان کو آزاد کر دینا ہے' بعد میں یہ خاتون ایک بہترین وفا دار ثابت ہوئیں۔ امہات المؤمنین میں ان کا بھی بڑا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں جو بنی اسرائیل میں سے تھے اور ہارون ابن عمران علیہ السلام کے نواسہ تھے۔ یہ صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگ خیبر میں بماہ محرم ۷ھ قتل کیا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو ان کی شرافت نسبی کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا' پہلے دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھیں۔ بعد میں آنحضرتؐ نے ان کا حال معلوم فرما کر سات غلاموں کے بدلہ ان کو دحیہ کلبی سے حاصل فرمالیا اس کے بعد یہ برضا و رغبت اسلام لے آئیں اور آنحضرتؐ نے اپنی زوجیت سے ان کو مشرف فرمایا اور ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر فرمایا۔ حضرت صفیہ نے ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ ان سے حضرت انس اور ابن عمر وغیرہ روایت کرتے ہیں حیی میں یائے مہملہ کا پیش اور نیچے دو لفظوں والی یاء کا زبر اور دوسری یاء پر تشدید ہے۔

صلوٰۃ الخوف کے متعلق علامہ شوکانی نے بہت کافی تفصیلات پیش فرمائی ہیں اور چھ سات طریقوں سے اس کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں ﴿ وقد اختلف فی عدد الانواع الواردة فی صلوٰة الخوف فقال ابن قصار المالکی ان النبی صلی الله علیه و سلم صلاها فی عشرة مواطن وقال النووی انه یبلغ مجموع انواع صلوٰة الخوف ستة عشر وجها کلها جائزة وقال الخطابی صلوٰة الخوف انواع صلاها النبی صلی الله علیه و سلم فی ایام مختلفة واشکال متباینة یتحری فی کلها ما هوا حوط للصلوٰة وابلغ فی الحراسة الخ (نیل الاوطار)

یعنی صلوٰۃ خوف کی قسموں میں اختلاف ہے جو وارد ہوئی ہیں ابن قصار مالکی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے دس جگہ پڑھا ہے اور نووی کہتے ہیں کہ اس نماز کی تمام قسمیں سولہ تک پہنچی ہیں اور وہ سب جائز درست ہیں۔ خطابی نے کہا کہ صلوٰۃ الخوف کو آنحضرت ﷺ نے ایام مختلفہ میں مختلف طریقوں سے ادا فرمایا ہے۔ اس میں زیادہ تر قابل غور چیز یہی رہی ہے کہ نماز کے لئے بھی ہر ممکن احتیاط

سے کام لیا جائے اور اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ حفاظت اور نگہبانی میں بھی فرق نہ آنے پائے۔ علامہ ابن حزم نے اس کے چودہ طریقے بتلائے ہیں اور ایک مستقل رسالہ میں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔

الحمد للہ کہ اواخر محرم ۱۳۸۹ھ میں کتاب صلوٰۃ الخوف کی تبیض سے فراغت حاصل ہوئی' اللہ پاک ان لغزشوں کو معاف فرمائے جو اس مبارک کتاب کا ترجمہ لکھنے اور تشریحات پیش کرنے میں مترجم سے ہوئی ہونگی۔ وہ غلطیاں یقیناً میری طرف سے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے فرامین عالیہ کا مقام بلند و برتر ہے' آپ کی شان اوتیت جوامع الکلم ہے۔ اللہ سے مکرر دعا ہے کہ وہ میری لغزشوں کو معاف فرما کر اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے اور اس مبارک کتاب کے جملہ قدر دانوں کو برکات دارین سے نوازے آمین یارب العالمین۔

تشریح عید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری دام فیضہ فرماتے ہیں واصل العید عود لانہ مشتق من عاد یعود عودا وھوالرجوع قلبت الواویاء لسکونھا والکسار ما قبلھا کما فی المیزان والمیقات وجمعہ عیاد لزوم الیاء فی الواحد او للفرق بینہ وبین اعواد الخشب وسمیا عیدین لکثرۃ عوائد اللہ تعالٰی فیھما اولانھم یعودون الیھما مرۃ بعد اخریٰ اولتکررھما وعودھما لکل عام او لعود السرور بعودھما قال فی الازھار کل اجتماع للسرور فھو عند العرب عید یعود السرور بعودی وقیل ان اللہ تعالٰی یعود علی العباد بالمغفرۃ والرحمۃ وقیل تفا لا بعودہ علی من ادرکہ کما سمیت القافلۃ تفاولا لرجوعھا وقیل لعودہ بعض المباحات فیھما واجبا کالفطر وقیل لانہ یعاد فیھما التکبیرات واللہ تعالٰی اعلم (مرعاۃ' ج: ۲/ ص: ۳۲۷)

یعنی عید کی اصل لفظ عود ہے جو عاد یعود سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں' عود کا واؤ یاء سے بدل گیا ہے اس لئے کہ وہ ساکن ہے اور ما قبل اس کے کسرہ ہے جیسا کہ لفظ میزان اور میقات میں واؤ یاء سے بدل گیا ہے عید کی جمع اعیاد ہے۔ اس لئے کہ واحد میں لفظ "یاء" کا لزوم ہے یا لفظ عود بمعنی لکڑی کی جمع اعواد سے فرق ظاہر کرنا مقصود ہے۔ ان کا عیدین نام اس لئے رکھا گیا کہ ان دونوں میں عنایات الٰہی بے پایاں ہوتی ہیں یا اس لئے ان کو عیدین کہا گیا کہ مسلمان ہر سال ان دنوں کی طرف لوٹتے رہتے ہیں یا یہ کہ یہ دونوں دن ہر سال لوٹ لوٹ کر مکرر آتے رہتے ہیں یا یہ کہ ان کے لوٹنے سے مسرت لوٹتی ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں ہر وہ اجتماع جو خوشی اور مسرت کا اجتماع ہو عید کہلاتا تھا' اس لئے ان دنوں کو بھی جو مسلمان کے لئے انتہائی خوشی کے دن ہیں عیدین کہا

گیا۔ یا یہ بھی کہ ان دنوں میں اپنے بندوں پر اللہ اپنی بے شمار رحمتوں کا اعادہ فرماتا ہے یا اس لئے کہ جس طرح بطور نیک فال جانے والے گروہ کو قافلہ کہا جاتا ہے جس کے لفظی معنی آنے والے کے ہیں یا اس لئے بھی کہ ان میں بعض مباح کام وجوب کی طرف لوٹ جاتے ہیں جیسے کہ اس دن عیدالفطر میں روزہ رکھنا واجب طور پر نہ رکھنے کی طرف لوٹ گیا ہے یا اس لئے کہ ان دنوں میں تکبیرات کو بار بار لوٹا لوٹا کر کہا جاتا ہے اس لئے ان کو لفظ عیدین سے تعبیر کیا گیا ہے ان دنوں کے مقرر کرنے میں کیا کیا فوائد اور مصالح ہیں اسی مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں بڑی تفصیل کے ساتھ احسن طور پر بیان فرمایا ہے۔ اس کو وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عیدین کے متعلق تکبیرات کی بابت کچھ نہیں بتلایا اگرچہ اس بارے میں اکثر احادیث و اقوال صحابہ موجود ہیں مگر وہ حضرت امام کی شرائط پر نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اس سلسلہ کے دس قول نقل کئے ہیں جن میں جسے ترجیح حاصل ہے وہ یہ ہے۔ احدھا انہ یکبر فی الاولی سبعا قبل القراۃ وفی الثانیۃ خمسا قبل القراۃ قال العراقی وھو قول اکثر اھل العلم من الصحابۃ والتابعین والائمۃ قال وھو مروی عن عمر و علی و ابی ھریرۃ وابی سعید الخ یعنی پہلا قول یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ صحابہ اور تابعین اور ائمہ کرام میں سے اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے' اس بارے جو احادیث مروی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی عید ثنتی عشرۃ تکبیرۃ سبعا فی الاولی وخمسا فی الاخرۃ ولم یصل قبلھا ولا بعدھا (رواہ احمد و ابن ماجہ قال احمد انا اذھب الی ھذا

یعنی حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے' انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے عید میں بارہ تکبیروں سے نماز پڑھائی پہلی رکعت میں آپؐ نے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میرا عمل بھی یہی ہے۔

وعن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراۃ وفی الثانیۃ خمسا قبل القراۃ رواہ الترمذی وقال ھو احسن شئی فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں یہ بہترین حدیث ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے کتاب العلل المفردۃ میں فرمایا سالت محمد بن اسماعیل (البخاری) عن ھذا الحدیث فقال لیس فی ھذا الباب شئی اصح منہ وبہ اقول انتھی

یعنی اس حدیث کے بارے میں میں نے حضرت امام بخاریؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق اس سے زیادہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور میرا بھی یہی مذہب ہے' اس بارے میں اور بھی کئی احادیث مروی ہیں۔

حنفیہ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں۔ بعض صحابہ سے یہ مسلک بھی نقل کیا گیا ہے جیسا کہ نیل الاوطار' ص: ۲۹۹ پر منقول ہے مگر اس بارے کی روایات ضعف سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے تصریح فرمائی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوریؒ فرماتے ہیں واما ما ذھب الیہ اھل الکوفۃ فلم یرد فیہ حدیث مرفوع غیر حدیث ابی موسیٰ الاشعری وقد عرفت انہ لا یصلح للاحتجاج (تحفۃ الاحوذی) یعنی کوفہ والوں کے مسلک کے ثبوت میں کوئی حدیث مرفوع وارد نہیں ہوئی صرف

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی گئی ہے جو قابل حجت نہیں ہے۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اسی بارے میں بہت ہی بہتر فیصلہ دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں یکبر فی الاولی سبعا قبل القراۃ والثانیۃ خمسا قبل القراۃ وعمل الکوفین ان یکبر اربعا کتکبیر الجنائز فی الاولی قبل القراۃ وفی الثانیۃ بعدھا وھما سنتان وعمل الحرمین ارجح (حجۃ اللہ البالغہ' ج : ۲ / ص : ۱۰۶) یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں مگر کوفہ والوں کا عمل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیرات جنازہ کی طرح قرأت سے پہلے چار تکبیر کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد یہ دونوں طریقے سنت ہیں۔ مگر حرمین شریفین یعنی کہ مدینہ والوں کا عمل جو پہلے بیان ہوا ترجیح اس کو حاصل ہے (کوفہ والوں کا عمل مرجوح ہے)

عید کی نماز فرض ہے یا سنت اس بارے میں علماء مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جن پر جمعہ فرض ہے ان پر عیدین کی نماز فرض ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ اس پر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والراجح عندی ما ذھب الیہ ابو حنیفۃ من انھا واجبۃ علی الاعیان لقولہ تعالی فصل لربک وانحر والامر یقتضی الوجوب ولمداومۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی فعلھا من غیر ترک ولانھا من اعلام الدین الظاھرۃ فکانت واجبۃ الخ (مرعاۃ' ج : ۳ / ص : ۳۲۷) یعنی میرے نزدیک ترجیح اسی خیال کو حاصل ہے جس کی طرف حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ گئے ہیں کہ یہ اعیان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن میں بصیغہ امر فرمایا ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر : ۲) اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔" صیغہ امر وجوب کو چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ہمیشگی فرمائی اور یہ دین کے ظاہر نشانوں میں سے ایک اہم ترین نشان ہے۔

١ - بَابُ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِمَا

باب دونوں عیدوں کا بیان اور ان میں زیب و زینت کرنے کا بیان

٩٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ابْتَعْ هَذِهِ، تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ)). فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ قُلْتَ هَذِهِ

(۹۴۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا چغہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لئے اسے پہن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا عمر رہی پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خود ان کے پاس ایک ریشمی چغہ تحفہ میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ! آپؐ نے تو یہ فرمایا کہ اس کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر آپؐ نے یہ

لِبَاسُ مَنْ لاَ خَلاَقَ لَهُ، وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((تَبِيْعُهَا وَ تُصِيْبُ بِهَا حَاجَتَكَ)).

میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے تیرے پہننے کو نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔

[راجع: ٨٨٦]

تشریح اس حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ جبہ آپؐ عید کے دن پہنا کیجئے' اسی طرح وفود آتے رہتے ہیں ان سے ملاقات کے لئے بھی آپؐ اس کا استعمال کیجئے۔ لیکن وہ جبہ ریشمی تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار فرمایا کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن جائز لباسوں کے ساتھ آرائش کرنی چاہئے اس سلسلے میں دوسری احادیث بھی آئی ہیں۔

مولانا وحید الزماں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! اسلام کی بھی کیا عمدہ تعلیم ہے کہ مردوں کو جھوٹا موٹا سوتی اونی کپڑا کافی ہے ریشمی اور باریک کپڑے یہ عورتوں کو سزاوار ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو مضبوط محنتی جفاکش سپاہی بننے کی تعلیم دی نہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار اور نازک بدن بننے کی۔ اسلام نے عیش و عشرت کا ناجائز اسباب مثلاً نشہ شراب خوری وغیرہ بالکل بند کر دیا لیکن مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیم چھوڑ کر نشہ اور رنڈی بازی میں مشغول ہوئے اور عورتوں کی طرح چکن اور ململ اور گوٹا کناری کے کپڑے پہننے لگے۔ ہاتھوں میں کڑے اور پاؤں میں مہندی' آخر اللہ تعالیٰ نے ان سے حکومت چھین لی اور دوسری مردانہ قوم کو عطا فرمائی ایسے زنانے مسلمانوں کو ڈوب مرنا چاہئے بے غیرت بے حیا کم بخت (وحیدی) مولانا کا اشارہ ان مغل شہزادوں کی طرف ہے جو عیش و آرام میں پڑ کر زوال کا سبب بنے' آج کل مسلمانوں کے کالج زدہ نوجوانوں کا کیا حال ہے جو زنانہ بننے میں شاید مغل شہزادوں سے بھی آگے بڑھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جن کا حال یہ ہے ؂

نہ پڑھتے تو کھاتے سو طرح کما کر
وہ کھوئے گئے الٹے تعلیم پا کر

٢- بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيْدِ

باب عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا

٩٤٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ. وَدَخَلَ أَبُوبَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ! فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ

(٩٤٩) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی کہ محمد بن عبدالرحمٰن اسدی نے ان سے بیان کیا' ان سے عروہ نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے' انہوں نے بتلایا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اس وقت میرے پاس (انصار کی) دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں' آپؐ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اللہ ﷺ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا)). فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا)).

[أطرافه في : ٩٥٢، ٩٨٧، ٢٩٠٧، ٢٩٠٨، ٣٥٣٠، ٣٩٣١].

موجودگی میں؟ آخر نبی کریم ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جانے دو خاموش رہو پھر جب حضرت ابوبکر دوسرے کام میں لگ گئے تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

٩٥٠ - وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَإِمَّا قَالَ: ((أَتَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. وَ أَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((دُوْنَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ)). حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ: ((حَسْبُكِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاذْهَبِي)). [راجع: ٤٥٤]

(٩٥٠) اور یہ عید کا دن تھا۔ حبشہ سے کچھ لوگ ڈھالوں اور برچھوں سے کھیل رہے تھے۔ اب یا خود میں نے کہا یا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھو گی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے کھیلو کھیلو اے بنی (ارفدہ) یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا پھر جب میں تھک گئی تو آپؐ نے فرمایا "بس؟" میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ۔

تشریح بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں مطابقت نہیں واجاب ابن المنیر فی الحاشیۃ بان مرادالبخاری الاستدلال علی ان العید بنتضر فیه من الانبساط ما لاینتضر فی غیرہ ولیس فی الترجمۃ ایضا تقییدہ بحال الخروج الی العید بل الظاهر ان لعب الحبشۃ ان کان بعد رجوعه صلی الله علیه وسلم عن المصلے لانه کان یخرج اول النهار (فتح الباری)

یعنی ابن منیر نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس امر کے لئے ہے کہ عید میں اس قدر مسرت ہوتی ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہوتی اور ترجمہ میں حبشیوں کے کھیل کا ذکر عید سے قبل کے لئے نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ حبشیوں کا یہ کھیل عیدگاہ سے واپسی پر تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع دن ہی میں نماز عید کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔

٣- بَابُ سُنَّةِ الْعِيْدَيْنِ لِأَهْلِ الإِسْلاَمِ (الدُّعَاءُ فِي الْعِيْدِ)

باب اس بارے میں کہ مسلمانوں کے لئے عید کے دن پہلی سنت کیا ہے

٩٥١- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)).

[أطرافه في : ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧،

(٩٥١) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہیں زبید بن حارث نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا' ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا کام جو ہم آج کے دن (عید الاضحیٰ) میں کرتے ہیں' یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں۔ جس نے اس طرح کیا وہ ہمارے طریق پر چلا۔

٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣].

٩٥٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ أَبُوبَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ. فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: أَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيْدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا، وَهَذَا عِيْدُنَا)). [راجع: ٩٤٩]

(٩٥٢) ہم سے عبید بن اسمٰعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے' آپ نے بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ گانے والیاں نہیں تھیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی باجے اور یہ عید کا دن تھا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

قال الخطابی یوم بعاث یوم مشهود من ایام العرب کانت فیه مقتلة عظیمة للاوس والخزرج ولقیت الحربة قائمة مائة وعشرین سنة الی الاسلام علی ما ذکر ابن اسحق وغیره یعنی خطابی نے کہا کہ یوم بعاث تاریخ عرب میں ایک عظیم لڑائی کے نام سے مشہور ہے جس میں اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل کی جنگ ہوئی تھی جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسل ایک سو بیس سال تک جاری رہا یہاں تک اسلام کا دور آیا اور یہ قبائل مسلمان ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ گانا دف کے ساتھ ہو رہا تھا۔ بعاث ایک قلعہ ہے جس پر اوس اور خزرج کی جنگ ایک سو بیس برس سے جاری تھی۔ اسلام کی برکت سے یہ جنگ موقوف ہو گئی اور دونوں قبیلوں میں الفت پیدا ہو گئی۔ اس جنگ کی مظلوم روداد تھی جو یہ بچیاں گا رہی تھی جن میں ایک حضرت عبداللہ بن سلام کی لڑکی اور دوسری حسان بن ثابت کی لڑکی تھی (فتح الباری)

اس حدیث سے معلوم یہ ہوا کہ عید کے دن ایسے گانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے پھر اگر چھوٹی لڑکیاں کسی کی تعریف یا کسی کی بہادری کے اشعار خوش آواز سے پڑھیں تو جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دی۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ گانے والی جواں عورت نہ ہو اور راگ کا مضمون شرع شریف کے خلاف نہ ہو اور صوفیوں نے جو اس باب میں خرافات اور بدعات نکالی ہیں ان کی حرمت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے اور نفوس شہوانیہ بہت صوفیوں پر غالب آ گئے یہاں تک کہ بہت صوفی دیوانوں اور بچوں کی طرح ناچتے ہیں اور ان کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ جانتے ہیں اور نیک کام سمجھتے ہیں اور یہ بلاشک وشبہ زنادقہ کی علامت ہے اور بے ہودہ لوگوں کا قول۔ واللہ المستعان (تسہیل القاری' پ: ۴/ ص: ۳۶۲/ ۳۹)

بنو ارفدہ حبشیوں کا لقب ہے آپؐ نے برچھوں اور ڈھالوں سے ان کے جنگی کرتبوں کو ملاحظہ فرمایا اور ان پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت امام بخاریؒ کا مقصد باب یہی ہے کہ عید کے دن اگر ایسے جنگی کرتب دکھلائے جائیں تو جائز ہے۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سی باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خاوند کی موجودگی میں باپ اپنی بیٹی کو ادب کی بات بتلا سکتا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کے سامنے بات کرنے میں شرم کرنی مناسب ہے' یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگرد اگر استاذ کے پاس کوئی امر مکروہ دیکھے تو وہ از راہ ادب نیک نیتی سے اصلاح کا مشورہ دے سکتا ہے اور بھی کئی امور پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔ جو معمولی غور و فکر سے واضح ہو سکتے ہیں۔

٤- بَابُ الأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

باب عیدالفطر میں نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا

٩٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لاَ يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ)). وَقَالَ مُرَجَّأُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا)).

(۹۵۳) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا کہ ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے خبر دی' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے' آپؓ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ عیدالفطر کے دن نہ نکلتے جب تک کہ آپؐ چند کھجوریں نہ کھالیتے اور مرجی بن رجاء نے کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے' پھر یہی حدیث بیان کی کہ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ عیدالفطر میں نماز کے لئے نکلنے سے پہلے چند کھجوریں اگر میسر ہوں تو کھالینا سنت ہے۔

٥ - بَابُ الأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

باب بقرعید کے دن کھانا

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ وہ صاف حدیث نہ لا سکے جو امام احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ بقرعید کے دن آپ لوٹ کر اپنی قربانی میں سے کھاتے۔ وہ حدیث بھی تھی مگر ان شرائط کے مطابق نہ تھی جو حضرت امام بخاریؒ کی شرائط ہیں' اسی لئے آپؒ اس کو نہ لا سکے۔

٩٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَلْيُعِدْ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيْهِ اللَّحْمُ، وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَدَّقَهُ، قَالَ: وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ. فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلاَ أَدْرِي أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لاَ.

[أطرافه في: ٩٨٤، ٥٥٤٦، ٥٥٤٩، ٥٥٦١].

(۹۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسمٰعیل بن علیہ نے ایوب سختیانی سے' انہوں نے محمد بن سیرین سے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز سے پہلے قربانی کر دے اسے دوبارہ کرنی چاہئے۔ اس پر ایک شخص (ابو بردہ) نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسیوں کی تنگی کا حال بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو سچا سمجھا اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بھی مجھے زیادہ پیاری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر اسے اجازت دے دی کہ وہی قربانی کرے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کے لئے بھی ہے یا نہیں۔

یہ اجازت خاص ابو بردہ کے لئے تھی جیسا کہ آگے آ رہا ہے حضرت انسؓ کو ان کی خبر نہیں ہوئی' اس لئے انہوں نے ایسا کہا۔

٩٥٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الأَضْحَى بَعْدَ الصَّلاَةِ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلاَةِ وَلاَ نُسُكَ لَهُ)). فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلاَةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاتِي أَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِي بَيْتِي، فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلاَةَ. قَالَ: ((شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ. وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)).

[راجع: ٩٥١]

(٩٥٥) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے شعبی نے' ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے' آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نماز کی سی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں۔ براء کے ماموں ابوبردہ بن نیار یہ سن کر بولے کہ یارسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے کر دی میں نے سوچا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے میری بکری اگر گھر کا پہلا ذبیحہ بنے تو بہت اچھا ہو۔ اس خیال سے میں نے بکری ذبح کر دی اور نماز سے پہلے ہی اس کا گوشت بھی کھا لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر تمہاری بکری گوشت کی بکری ہوئی۔ ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ مجھے گوشت کی دو بکریوں سے بھی عزیز ہے' کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں لیکن تمہارے بعد کسی کی قربانی اس عمر کے بچے سے کافی نہ ہو گی۔

تشریح: کیونکہ قربانی میں مسنہ بکری ضروری ہے جو دوسرے سال میں ہو اور دانت نکال چکی ہو۔ بغیر دانت نکالے بکری قربانی کے لائق نہیں ہوتی۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں قولہ الامسنۃ قال العلماء المسنۃ ھی الثنیۃ من کل شئی من الابل والبقر والغنم فما فوقھا الخ مسجد میں ہے۔ کہ الثنیۃ جمعہ ثنایا وھی اسنان مقدم الفم ثنتان من فوق و ثنتان من اسفل یعنی ثنیۃ کے سامنے کے اوپر نیچے دانت کو کہتے ہیں' اس لحاظ سے حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ دانت والے جانوروں کو قربانی کرو اس سے لازم یہی نتیجہ نکلا کہ کھیرے کی قربانی نہ کرو اس لئے ایک روایت میں ہے ینفی من الضحایا التی لم تسنن قربانی کے جانوروں میں سے وہ جانور نکال ڈالا جائے گا جس کے دانت نہ اگے ہوں گے اگر مجبوری کی حالت میں مسنہ نہ ملے مشکل و دشوار ہو تو جذعۃ من الضان بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اسی حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان لغات الحدیث میں لکھا ہے پانچویں برس میں جو اونٹ لگا ہو اور دوسرے برس میں جو گائے بکری لگی ہو اور چوتھے برس میں جو گھوڑا لگا ہو۔ بعضوں نے کہا جو گائے تیسرے برس میں لگی ہو اور جو بھیڑ ایک برس کی ہو گئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ضحینا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بالجذع من الضان والثنی من المعز ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک برس کی بھیڑ اور دو برس کی (جو تیسرے میں لگی ہیں) بکری قربانی کی اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بکری ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکی ہو اور جذعہ

اسے کہتے ہیں جو سال بھر کا ہو گیا ہو۔

٦- بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

٩٥٦- حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلاَةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ - وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ - فَيَعِظُهُمْ، وَيُوصِيهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ. فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفَ)). فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ : فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ - وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ - فِي أَضْحًى أَو فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذْتُ بِثَوبِهِ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلاَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: غَيَّرْتُمْ وَاللهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللهِ خَيْرٌ مِمَّا لاَ أَعْلَمُ. فَقَالَ : إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلاَةِ، فَجَعَلَهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ.

باب عید گاہ میں خالی جانا منبر نہ لے جانا

(٩٥٦) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی' انہیں عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے' انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے' آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن (مدینہ کے باہر) عید گاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے' نماز سے فارغ ہو کر آپؐ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے' آپؐ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے' اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جہاد کے لئے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر قائم رہے لیکن معاویہ کے زمانہ میں مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے نکلا ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بنا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لئے چڑھے) اس لئے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابو سعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابو سعید نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے' اس لئے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ بتلانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عید گاہ میں منبر نہیں رکھا جاتا تھا اور نماز کے لئے کوئی خاص عمارت نہ تھی۔ میدان میں عیدالفطر اور بقرعید کی نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ مروان جب مدینہ کا حاکم ہوا تو

اس نے عید گاہ میں خطبہ کے لئے منبر بھجوایا اور عیدین میں خطبہ نماز کے بعد دینا چاہئے تھا۔ لیکن مروان نے سنت کے خلاف پہلے ہی خطبہ شروع کر دیا۔ صد افسوس کہ اسلام کی فطری سادگی جلد ہی بدل دی گئی پھر ان میں دن بدن اضافے ہوتے رہے۔ علمائے احناف نے آج کل نیا اضافہ کر ڈالا کہ نماز اور خطبہ سے قبل کچھ وعظ کرتے ہیں اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ اس میں صرف کر کے بعد میں نماز اور خطبہ محض رسمی طور پر چند منٹوں میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ آج کوئی کثیر بن صلت نہیں جو ان اختراعات پر نوٹس لے۔

٧- بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيْدِ وَالصَّلاَةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبِغَيْرِ أَذَانٍ وَلاَ إِقَامَةٍ

باب نماز عید کے لئے پیدل یا سوار ہو کر جانا اور نماز کا خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر ہونا

٩٥٧ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي الأَضْحَى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلاَةِ)). [طرفه في: ٩٦٣].

(٩٥٧) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عید الضحیٰ یا عید الفطر کی نماز پہلے پڑھتے اور خطبہ نماز کے بعد دیتے تھے۔

تشریح: باب کی حدیثوں میں سے نہیں نکلتا کہ عید کی نماز کے لئے سواری پر جانا یا پیدل جانا مگر امام بخاریؒ نے سواری پر جانے کی ممانعت مذکور نہ ہونے سے یہ نکالا کہ سواری پر بھی جانا منع نہیں ہے گو پیدل جانا افضل ہے۔ شافعی نے کہا ہمیں زہری سے پہنچا کہ آنحضرت ﷺ عید میں یا جنازے میں کبھی سوار ہو کر نہیں گئے اور ترمذی نے حضرت علی سے نکالا کہ عید کی نماز کے لئے پیدل جانا سنت ہے (وحیدی)

اس باب کی روایات میں نہ پیدل چلنے کا ذکر ہے نہ سواری پر چلنے کی ممانعت ہے جس سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ ہر دو طرح سے عید گاہ جانا درست ہے' اگرچہ پیدل چلنا سنت ہے اور اسی میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ زمین پر جس قدر بھی نقش قدم ہوں گے ہر قدم کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب ملے گا لیکن اگر کوئی معذور ہو یا عید گاہ دور ہو تو سواری کا استعمال بھی جائز ہے۔ بعض شارحین نے آنحضرت ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ لگانے سے سواری کا جواز ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم

٩٥٨ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلاَةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)).

[طرفاه في: ٩٦١، ٩٧٨].

(٩٥٨) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ آپ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے گئے اور پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ سنایا۔

٩٥٩- قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا

(٩٥٩) پھر ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو اس زمانہ میں بھیجا جب

بُويِعَ لَهُ: أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلاَةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَإِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلاَةِ

(شروع شروع ان کی خلافت کا زمانہ تھا آپ نے کہلایا کہ) عید الفطر کی نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا۔

٩٦٠ - وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلاَ يَوْمَ الأَضْحَى.

(۹۶۰) اور مجھے عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے خبردی کہ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں اذان نہیں دی جاتی تھی۔

٩٦١ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلاَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلاَلٍ، وَبِلاَلٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً)) قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَتَرَى حَقًّا عَلَى الإِمَامِ الآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ؟ قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ أَنْ لاَ يَفْعَلُوا؟. [راجع: ٩٥٨]

(۹۶۱) اور جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (عید کے دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا' اس سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف گئے اور انہیں نصیحت کی۔ آپؐ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے اور بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا' عورتیں اس میں خیرات ڈال رہی تھیں۔ میں نے اس پر عطاء سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں بھی آپ امام پر یہ حق سمجھتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ ان پر حق ہے اور سبب کیا جو وہ ایسا نہ کریں۔

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد ۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی گئی۔ اس سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ امام بخاریؒ کا ترجمہ باب یوں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ پر ٹیکا دیا معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت عید میں سوار ہو کر بھی جانا درست ہے۔ روایت میں عورتوں کو الگ وعظ بھی مذکور ہے' لہٰذا امام کو چاہئے کہ عید میں مردوں کو وعظ سنا کر عورتوں کو بھی دین کی باتیں سمجھائے اور ان کو نیک کاموں کی رغبت دلائے۔

٨- بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ

عید میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا

٩٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)). [راجع: ٩٨]

(۹۶۲) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی' انہیں طاؤس نے' انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے' آپؓ نے فرمایا کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ گیا ہوں' یہ لوگ پہلے نماز پڑھتے' پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔

٩٦٣- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

(۹۶۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)).

[راجع: ۹۵۷]

سے ابو اسامہ حماد بن ابو اسامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے نافع سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ' ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

٩٦٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلاَ بَعْدَهَا. ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ، تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا)).

[راجع: ۹۸]

(۹۶۴) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' انہوں نے عدی بن ثابت سے' انہوں نے سعید بن جبیر سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت ﷺ نے عیدالفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نفل پڑھا نہ ان کے بعد۔ پھر (خطبہ پڑھ کر) آپ عورتوں کے پاس آئے اور بلال آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے عورتوں سے فرمایا خیرات کرو۔ وہ خیرات دینے لگیں کوئی اپنی بالی پیش کرنے لگی کوئی اپنا ہار دینے لگی۔

٩٦٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ. فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ: يَا رَسُولَ اللهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تُوفِيَ - أَوْ تَجْزِيَ - عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ۹۵۱]

(۹۶۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زبید نے بیان کیا' کہا کہ میں نے شعبی سے سنا' ان سے براء بن عازب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس دن پہلے نماز پڑھیں گے پھر خطبہ کے بعد واپس ہو کر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا ذبیحہ گوشت کا جانور ہے جسے وہ گھر والوں کے لئے لایا ہے' قربانی سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں۔ ایک انصاری رضی اللہ عنہ جن کا نام ابو بردہ بن نیار تھا بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو (نماز سے پہلے ہی) قربانی کر دی لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دوندی ہوئی بکری سے بھی اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اسی کو بکری کے بدلہ میں قربانی کر لو اور تمہارے بعد یہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہو گی۔

تشریح: روایت میں لفظ اول ما نبدا فی یومنا هذا سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب پہلا کام نماز ہوا تو معلوم ہوا کہ نماز خطبے سے پہلے پڑھنی چاہئے۔

٩- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلاَحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ

باب عید کے دن اور حرم کے اندر ہتھیار باندھنا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: نُهُوا أَنْ يَحْمِلُوا السِّلاَحَ يَومَ عِيْدٍ، إِلاَّ أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

اور امام حسن بصریؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عید کے دن ہتھیار لے جانے کی ممانعت تھی مگر جب دشمن کا خوف ہوتا

٩٦٦- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى أَبُو السُّكَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمَحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي اخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا. وَذَلِكَ بِمِنًى - فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ. فَقَالَ الْحَجَّاجُ: لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنْتَ أَصَبْتَنِي. قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: حَمَلْتَ السِّلاَحَ فِي يَومٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلاَحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السِّلاَحُ يُدْخَلُ الْحَرَمُ)). [طرفه في : ٩٦٧].

(٩٦٦) ہم سے زکریا بن یحییٰ ابو السکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن محاربی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن سوقہ نے سعید بن جبیر سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں (حج کے دن) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب نیزے کی انی آپ کے تلوے میں چبھ گئی جس کی وجہ سے آپ کا پاؤں رکاب سے چپک گیا۔ تب میں نے اتر کر اسے نکالا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا۔ جب حجاج کو معلوم ہوا جو اس زمانہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد حجاز کا امیر تھا تو وہ بیمار پرسی کے لئے آیا۔ حجاج نے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ اس پر ابن عمر نے فرمایا کہ تو نے ہی تو مجھ کو نیزہ مارا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس دن ہتھیار اپنے ساتھ لائے جس دن پہلے کبھی ہتھیار ساتھ نہیں لایا جاتا تھا (عیدین کے دن) تم ہتھیار حرم میں لائے حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔

٩٦٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِي عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ: مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ: أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلاَحِ فِي يَومٍ لاَ يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهُ)) يَعْنِي الْحَجَّاجَ. [راجع: ٩٦٦]

(٩٦٧) ہم سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے باپ سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ حجاج عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ حجاج نے مزاج پوچھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ برچھا کس نے مارا؟ ابن عمر نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے مارا جس نے اس دن ہتھیار ساتھ لے جانے کی اجازت دی جس دن ہتھیار ساتھ نہیں لے جایا جاتا تھا۔ آپ کی مراد حجاج ہی سے تھی۔

تشریح حجاج ظالم دل میں عبداللہ بن عمر سے دشمنی رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس کو کعبہ پر منجنیق لگانے اور عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے پر ملامت کی تھی۔ دوسرے عبدالملک بن مروان نے جو خلیفہ وقت تھا' حجاج کو یہ کہلا بھیجا تھا کہ عبداللہ بن عمر

کی اطاعت کرتا رہے' یہ امر اس مردود پر شاق گزرا اور اس نے چپکے سے ایک شخص کو اشارہ کر دیا اس نے زہر آلود برچھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں گھسیڑ دیا۔ خود ہی تو یہ شرارت کی اور خود ہی کیا مسکین بن کر عبداللہؓ کی عیادت کو آیا۔ واہ رے مکار خدا کو کیا جواب دے گا۔ آخر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو اللہ کے بڑے مقبول بندے اور بڑے عالم اور عابد اور زاہد اور صحابی رسولؐ تھے' ان کا مکر پہچان لیا اور فرمایا کہ تم نے ہی تو مارا ہے اور تو ہی کہتا ہے ہم مجرم کو پالیں تو اس کو سخت سزا دیں۔

جفا کردی و خودکشتی بہ تیغ ظلم مارا
بہانہ میں برائے پرسش بیماری آئی

(مولانا وحید الزماں مرحوم)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا دار مسلمانوں نے کس کس طرح سے علمائے اسلام کو تکالیف دی ہیں پھر بھی وہ مردان حق پرست امر حق کی دعوت دیتے رہے' آج بھی علماء کو ان بزرگوں کی اقتداء لازمی ہے۔

١٠- بَابُ التَّبْكِيْرِ إِلَى الْعِيْدِ

باب عید کی نماز کے لئے سویرے جانا

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنِ بُسْرٍ : إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ. وَذَلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ.

اور عبداللہ بن بسر صحابی نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) فرمایا کہ ہم تو نماز سے اس وقت فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ یعنی جس وقت نفل نماز پڑھنا درست ہوتا ہے۔

تشریح یعنی اشراق کی نماز۔ مطلب یہ ہے کہ سورج ایک نیزہ یا دو نیزہ ہو جائے بس یہی عید کی نماز کا افضل وقت ہے اور جو لوگ عید کی نماز میں دیر کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں خصوصاً عیدالاضحیٰ کی نماز اور جلد پڑھنا چاہیے تاکہ لوگ قربانی وغیرہ سے جلدی فارغ ہو جائیں اور سنت کے موافق قربانی میں سے کھائیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج دو نیزے بلند ہوتا اور عیدالاضحیٰ کی نماز جب ایک نیزہ بلند ہو جاتا (مولانا وحید الزماںؒ)

٩٦٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ خَالِي أَبُوبُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اجْعَلْهَا مَكَانَهَا))

(٩٦٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے زبید سے بیان کیا' ان سے شعبی نے' ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور آپ نے فرمایا کہ اس دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے پھر (خطبہ کے بعد) واپس آ کر قربانی کرنی چاہئے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو یہ ایک ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی سے تیار کر لیا ہے' یہ قربانی قطعاً نہیں۔ اس پر میرے ماموں ابو بردہ بن نیار نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو نماز کے پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر دیا۔ البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دانت نکلی بکری سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس کے

-أَوْ قَالَ: ((اذْبَحْهَا - وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ٩٥١]

بدلہ میں اسے سمجھ لو یا یہ فرمایا کہ اسے ذبح کر لو اور تمہارے بعد یہ ایک سال کی پٹھیا کسی کے لئے کافی نہیں ہو گی۔

تشریح اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس دن پہلے جو کام ہم کرتے ہیں وہ نماز ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ عید کی نماز صبح سویرے پڑھنا چاہئے کیونکہ جو کوئی دیر کر کے پڑھے گا اور وہ نماز سے پہلے دوسرے کام کرے گا تو پہلا کام اس کا اس دن نماز نہ ہو گا۔ یہ استنباط حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی گہری بصیرت کی دلیل ہے (رحمہ اللہ)

اس صورت میں آپ نے خاص ان ہی ابو بردہ بن نیار نامی صحابی کے لئے جذعہ کی قربانی کی اجازت بخشی' ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ تیرے بعد یہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہو گی۔ یہاں جذعہ سے ایک سال کی بکری مراد ہے لفظ جذعہ ایک سال کی بھیڑ بکری پر بولا جاتا ہے۔ حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں الجذعة من الضان ماله سنة تامة هذا هوالاشهر عن اهل اللغة و جمهور اهل العلم من غيرهم یعنی جذعہ وہ ہے جس کی عمر پر پورا ایک سال گزر چکا ہو۔ اہل سنت اور جمہور اہل علم سے یہی منقول ہے۔ بعض چھ اور آٹھ اور دس ماہ کی بکری پر بھی لفظ جذعہ بولتے ہیں۔

دیوبندی تراجم بخاری میں اس مقام پر جگہ جگہ جذعہ کا ترجمہ چار مہینے کی بکری کا کیا گیا ہے۔ تفہیم البخاری میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر چار مہینے کی بکری لکھا ہوا موجود ہے۔ علامہ شوکانی کی تصریح بالا کے مطابق یہ غلط ہے اسی لئے اہل حدیث تراجم بخاری میں ہر جگہ ایک سال کی بکری کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔

لفظ جذعہ کا اطلاق مسلک حنفی میں بھی چھ ماہ کی بکری پر کیا گیا ہے دیکھو تسہیل القاری' پ: ۴/ ص: ۴۰۰ مگر چار ماہ کی بکری پر لفظ جذعہ یہ خود مسلک حنفی کے بھی خلاف ہے۔ قسطلانی شرح بخاری' ص: ۱۱۷ مطبوعہ نول کشور میں ہے ﴿ جذعة من المعز ذات سنة ﴾ یعنی جذعہ ایک سال کی بکری کو کہا جاتا ہے۔

١١- بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

باب ایام تشریق میں عمل کی فضیلت کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَذْكُرُوا اللهَ فِيْ أَيَّامٍ مَعْلُوْمَاتٍ ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ﴾. أَيَّامُ الْعَشْرِ. وَالأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ: أَيَّامُ التَّشْرِيقِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوهُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (اس آیت) "اور اللہ تعالیٰ کا ذکر معلوم دنوں میں کرو" میں ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں اور ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان بزرگوں کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے اور محمد بن باقر رحمہ اللہ نفل نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

٩٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ

(۹۶۹) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے سلیمان کے واسطے سے بیان کیا' ان سے مسلم بطین نے' ان

الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذَا الْعَشْرِ!)). قَالُوا: وَلاَ الْجِهَادُ؟ قَالَ : ((وَلاَ الْجِهَادُ، إِلاَّ رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَم يَرجِعْ بِشَيْءٍ)).

سے سعید بن جبیر نے' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوا اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس آیا تو ساتھ کچھ بھی نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)

تشریح اور ایک حنفی فتویٰ! ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عبادت سال کے تمام دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ کے دن تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور رمضان کی راتوں میں سے سب سے افضل ہیں۔ ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی خاص عبادت جس پر سلف کا عمل تھا تکبیر کہنا اور روزے رکھنا ہے۔ اس عنوان کی تشریحات میں ہے کہ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم جب تکبیر کہتے تو عام لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور تکبیر میں مطلوب بھی یہی ہے کہ جب کسی کہتے ہوئے کو سنیں تو ارد گرد بھی آدمی ہوں سب بلند آواز سے تکبیر کہیں (تفہیم البخاری) عام طور پر برادران احناف نویں تاریخ سے تکبیر شروع کرتے ہیں' ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ خود ان کے علماء کی تحقیق کے مطابق ان کا یہ طرز عمل سلف کے عمل کے خلاف ہے جیسا کہ یہاں صاحب تفہیم البخاری دیوبندی حنفی نے صاف لکھا ہے کہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں تکبیر کہنا سلف کا عمل تھا (اللہ نیک توفیق دے) آمین۔ بلکہ تکبیروں کا سلسلہ ایام تشریق میں بھی جاری ہی رہنا چاہئے جو گیارہ سے تیرہ تاریخ تک کے دن ہیں۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اور یوں بھی مروی ہیں اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا

١٢- بَابُ التَّكْبِيْرِ فِي أَيَّامَ مِنًى، وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

باب تکبیر منیٰ کے دنوں میں اور جب نویں تاریخ کو عرفات میں جائے

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الأَيَّامَ جَمِيْعًا. وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَومَ النَّحْرِ، وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے ڈیرے کے اندر تکبیر کہتے تو مسجد میں موجود لوگ اسے سنتے اور وہ بھی تکبیر کہنے لگتے پھر بازار میں موجود لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے اور سارا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان دنوں میں نمازوں کے بعد' بستر پر' خیمہ میں' مجلس میں' راستے میں اور دن کے تمام ہی حصوں میں تکبیر کہتے تھے اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دسویں تاریخ میں تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیر کہا کرتی تھیں۔

٩٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا - وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ - عَنِ التَّلْبِيَةِ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لاَ يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلاَ يُنْكَرُ عَلَيْهِ.

(٩٧٠) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک بن انس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر ثقفی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسے کس طرح کہتے تھے۔ اس وقت ہم منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے' انہوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔

[طرفه في : ١٦٥٩].

تشریح لفظ منیٰ کی تحقیق حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے منا بكسر الميم يذكر ويونث فان قصد الموضع فمذكر و يكتب بالالف وينصرف وان قصد البقعة فمونث ولا ينصرف و يكتب بالياء والمختار تذكيره یعنی لفظ منا میم کے زیر کے ساتھ اگر اس سے منا موضع مراد لیا جائے تو یہ مذکر ہے اور منصرف ہے اور یہ الف کے ساتھ (منا) لکھا جائے گا اور اگر اس سے مراد بقعہ (مقام خاص) لیا جائے تو پھر یہ مؤنث ہے اور لفظ یاء کے ساتھ منیٰ لکھا جائے گا مگر مختار یہی ہے کہ یہ مذکر ہے اور منا کے ساتھ اس کی کتابت بہتر ہے۔ پھر فرماتے ہیں وسمی منی لما یمنی فیه ای یراق من الدماء یعنی یہ مقام لفظ منیٰ سے اس لئے موسوم ہوا کہ یہاں خون بہانے کا قصد ہوتا ہے۔

٩٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ. [راجع: ٣٢٤]

(٩٧١) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عاصم بن سلیمان سے بیان کیا' ان سے حفصہ بنت سیرین نے' ان سے ام عطیہ نے' انہوں نے فرمایا کہ (آنحضرتؐ کے زمانہ) میں ہمیں عید کے دن عید گاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔

تشریح باب کی مطابقت اس سے ہوئی کہ عید کے دن عورتیں بھی تکبیریں کہتی تھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعاؤں میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ درحقیقت عیدین کی روح ہی بلند آواز سے تکبیر کہنے میں مضمر ہے تاکہ دنیا والوں کو اللہ پاک کی بڑائی اور بزرگی سنائی جائے اور اس کی عظمت کا سکہ دل میں بٹھایا جائے۔ آج بھی ہر مسلمان کے لئے نعرۂ تکبیر کی روح کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ مردہ قلوب میں زندگی پیدا ہوگی۔ تکبیر کے لفظ یہ ہیں الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا یا یوں کہئے الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد

١٣ - بَابُ الصَّلاَةِ إِلَى الْحَرْبَةِ

باب عید کے دن برچھی کو سترہ بنا کر نماز پڑھنا

۹۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، ثُمَّ يُصَلِّي. [راجع: ٤٩٤]

(۹۷۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کیلئے برچھی آگے آگے اٹھائی جاتی اور وہ عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دی جاتی آپ اسی کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

تشریح کیونکہ عید میدان میں پڑھی جاتی تھی اور میدان میں نماز پڑھنے کے لئے سترہ ضروری ہے' اس لئے چھوٹا سا نیزہ لے لیتے تھے جو سترہ کے لئے کافی ہو سکے اور اسے آنحضور ﷺ کے سامنے گاڑ دیتے تھے نیزہ اس لئے لیتے تھے کہ اسے گاڑنے میں آسانی ہوتی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ عیدگاہ میں ہتھیار نہ لے جانا چاہئے۔ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضرورت ہو تو لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سترہ کے لئے نیزہ لے جایا جاتا تھا (تفہیم البخاری)

١٤- بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ - أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الإِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ

باب امام کے آگے آگے عید کے دن عنزہ یا حربہ لے کر چلنا

۹۷۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ٤٩٤]

(۹۷۳) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عیدگاہ جاتے تو برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) آپؐ کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا پھر یہ عیدگاہ میں آپؐ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپؐ اس کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

تشریح اوپر گزر چکی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ عیدین کی نماز جنگل (میدان) میں پڑھا کرتے تھے پس مسنون یہی ہے جو لوگ بلا عذر بارش وغیرہ مساجد میں عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں وہ سنت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

١٥- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلَّى

باب عورتوں اور حیض والیوں کا عیدگاہ میں جانا

۹۷٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ. وَزَادَ فِي حَدِيْثِ

(۹۷۴) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے محمد نے' ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے' آپؓ نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ پردہ والی دوشیزاؤں کو عیدگاہ کے لئے نکالیں اور ایوب سختیانی نے حفصہؓ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ حفصہؓ کی حدیث میں یہ زیادتی ہے کہ

حَفْصَةَ قَالَ: أَوْ قَالَتْ: الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى .

دوشیزائیں اور پردہ والیاں ضرور (عید گاہ جائیں) اور حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

[راجع: ٣٢٤]

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے عورتوں کے عیدین میں شرکت کرنے کے متعلق تفصیل سے صحیح احادیث کو نقل فرمایا ہے جن میں کچھ قیل و قال کی گنجائش ہی نہیں۔ متعدد روایات میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی جملہ بیویوں اور صاحبزادیوں کو عیدین کے لئے نکالتے تھے۔ یہاں تک فرمادیا کہ حیض والی بھی نکلیں اور وہ نماز سے دور رہ کر مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں اور وہ بھی نکلیں جن کے پاس چادر نہ ہو' چاہئے کہ ان کی ہم جولیاں ان کو چادر یا دوپٹہ دے دیں۔ بہرحال عورتوں کا عیدگاہ میں شرکت کرنا ایک اہم ترین سنت اور اسلامی شعار ہے۔ جس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہوتا ہے اور مرد و عورت اور بچے میدان عیدگاہ میں اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کی بھی دعا اگر قبولیت کا درجہ حاصل کر لے تو تمام حاضرین کے لئے باعث صد برکت ہو سکتی ہے۔

اس بارے میں کچھ لوگوں نے فرضی شکوک و شبہات اور مفروضہ خطرات کی بنا پر عورتوں کا عیدگاہ میں جانا مکروہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ جملہ مفروضہ باتیں ہیں جن کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے۔ عیدگاہ کے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ پردے کا انتظام کریں اور ہر فساد و خطرہ کے انسداد کے لئے پہلے ہی سے بندوبست کر رکھیں۔

حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس بارے میں مفصل مدلل بحث کے بعد فرمایا ہے اما فی معناه من الاحادیث قاضیة بمشروعیة خروج النساء فی العیدین الی المصلی من غیر فرق بین البکروالثیب والشابة والعجوز والحائض وغیرها مالم تکن مغتدة اوکان فی خروجها فتنة اوکان لها عذر یعنی احادیث اس میں فیصلہ دے رہی ہیں کہ عورتوں کو عیدین میں مردوں کے ساتھ عیدگاہ میں شرکت کرنا مشروع ہے اور اس بارے میں شادی شدہ اور کنواری اور بوڑھی اور جوان اور حائضہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے جب تک ان میں سے کوئی عدت میں نہ ہو یا ان کے نکلنے میں کوئی فتنہ کا ڈر نہ ہو یا کوئی اور عذر نہ ہو تو بلاشک جملہ مسلمان عورتوں کو عیدگاہ میں جانا مشروع ہے پھر فرماتے ہیں والقول بکراهیة الخروج علی الاطلاق رد للاحادیث الصحیحة بالاراء الفاسدة یعنی مطلقاً عورتوں کے لئے عیدگاہ میں جانے کو مکروہ قرار دینا یہ اپنی فاسد رایوں کی بنا پر احادیث صحیحہ کو رد کرنا ہے۔

آج کل جو علماء عیدین میں عورتوں کی شرکت ناجائز قرار دیتے ہیں' ان کو اتنا غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہی مسلمان عورتیں بے تحاشا بازاروں میں آتی جاتی' میلوں عرسوں میں شریک ہوتیں اور بہت سی غریب عورتیں جو محنت مزدوری کرتی ہیں۔ جب ان سارے حالات میں یہ مفاسد مفروضہ سے بالاتر ہیں تو عیدگاہ کی شرکت میں جبکہ وہاں جانے کے لئے باپردہ و باادب ہونا ضروری ہے کون سے فرضی خطرات کا تصور کر کے ان کے لئے عدم جواز کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری دام فیضہ فرماتے ہیں' عورتوں کا عیدگاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے' شادی شدہ' ہوں یا غیر شادی شدہ جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔ عن ام عطیة ان رسول الله صلی الله علیه و سلم کان یخرج الابکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض لیعتزلن المصلے ویشهدن دعوة المسلمین قالت احداهن یارسول الله ان لم یکن لها جلباب قال فلتصرها اختها من جلبابها (صحیحین وغیرہ) آنحضرت ﷺ عیدین میں دوشیزہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیتے تھے حیض والی عورتیں نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک رہتیں۔ ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لے جائے۔ جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان یا

بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل رایوں سے رد کرتے ہیں۔ حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کئے ہیں عورتوں کو عیدگاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہئے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنیں قال شیخنا فی شرح الترمذی لادلیل علی منع الخروج الی العید للشواب مع الامن من المفاسد مما حدثن فی ھذا الزمان بل ھو مشروع لھن وھو القول الراجح انتھی یعنی امن کی حالت میں جوان عورتوں کو شرکت عیدین سے روکنا اس کے متعلق مانعین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ مشروع ہے اور قول راجح یہی ہے۔

١٦- بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

٩٧٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى، فَصَلَّى الْعِيْدَ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ. [راجع: ٩٨]

باب بچوں کا عیدگاہ جانا

(٩٧٥) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالرحمن بن عابس سے بیان کیا' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ میں نے عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ نے نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کے لئے حکم فرمایا

١٧- بَابُ اسْتِقْبَالِ الإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ

٩٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَضْحَىَ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى الْعِيْدَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلاَةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ. فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي ذَبَحْتُ

باب امام عید کے خطبے میں لوگوں کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو

(٩٧٦) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا' ان سے زبید نے' ان سے شعبی نے' ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ عیدالاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور دو رکعت عید کی نماز پڑھائیں۔ پھر ہماری طرف چہرہ مبارک کرکے فرمایا کہ سب سے مقدم عبادت ہمارے اس دن کی یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر (نماز اور خطبے سے لوٹ) کر قربانی کریں' اس لئے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہ ایسی چیز ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے کھلانے کے لئے جلدی سے مہیا کر دیا ہے اور اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر ایک

وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اذْبَحْهَا، وَلاَ تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)).
[راجع: ٩٥١]

شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو پہلے ہی ذبح کر دیا۔ لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ دوندی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خیر تم اسی کو ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسی پٹھیا جائز نہ ہوگی۔

سوال کرنے والے ابوبردہ بن نیار انصاری تھے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٨- بَابُ الْعَلَمِ الَّذِي بِالْمُصَلَّى

باب عیدگاہ میں نشان لگانا

یعنی کوئی اونچی چیز جیسے لکڑی وغیرہ اس سے یہ غرض تھی کہ عیدگاہ کا مقام معلوم رہے۔

٩٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ: أَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْ لاَ مَكَانِيْ مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، حَتَّى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلاَلٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلاَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلاَلٌ إِلَى بَيْتِهِ.
[راجع: ٩٨]

(٩٧٧) ہم سے مسدد بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان ثوری سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عابس نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عیدگاہ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور اگر باوجود کم عمری کے میری قدر و منزلت آپ کے یہاں نہ ہوتی تو میں جا نہیں سکتا تھا۔ آپ اس نشان پر آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب ہے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھائی پھر خطبہ سنایا۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپؐ نے انہیں وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کے لئے کہا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالے جا رہی تھیں۔ پھر آنحضور ﷺ اور بلال رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوئے۔

کثیر بن صلت کا مکان آنحضرت ﷺ کے بعد بنایا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو عیدگاہ کا مقام بتانے کیلئے اس کا پتہ دیا۔

١٩- بَابُ مَوْعِظَةِ الإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

باب امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا

٩٧٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: [قَامَ

(٩٧٨) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز پڑھی۔ پہلے آپ نے

النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ. فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ: تُلْقِي فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتُرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ: إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ؟.

[راجع: ۹۵۸]

نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کی طرف آئے۔ پھر انہیں نصیحت فرمائی۔ آپؐ اس وقت بلال ؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ صدقہ فطر دے رہی تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ صدقہ کے طور پر دے رہی تھیں۔ اس وقت عورتیں اپنے چھلے (وغیرہ) برابر ڈال رہی تھیں۔ پھر میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ اب بھی امام پر اس کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کو نصیحت کرے؟ انہوں نے فرمایا ہاں ان پر یہ حق ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔

۹۷۹- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ. خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ بِيَدِهِ. ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ: ((﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾)) الْآيَةَ. ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا: ((آنْتُنَّ عَلَى ذَلِكِ؟)) فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ - لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا -: نَعَمْ. لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ قَالَ: ((فَتَصَدَّقْنَ)) فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ: هَلُمَّ، لَكُنَّ فِدَاءُ أَبِي وَأُمِّي. فَيُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: الْفَتَخُ: الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ

(۹۷۹) ابن جریج نے کہا کہ حسن بن مسلم نے مجھے خبر دی' انہیں طاؤس نے' انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے' انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھنے گیا ہوں۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے' میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے' جب آپؐ لوگوں کو ہاتھ کے اشارہ سے بٹھا رہے تھے۔ پھر آپ صفوں سے گزرتے ہوئے عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال تھے۔ آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اے نبیؐ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لئے آئیں" الآیہ۔ پھر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم ان باتوں پر قائم ہو؟ ایک عورت نے جواب دیا کہ ہاں۔ ان کے علاوہ کوئی عورت نہ بولی' حسن کو معلوم نہیں کہ بولنے والی خاتون کون تھیں؟ آپؐ نے خیرات کے لئے حکم فرمایا اور بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور کہا کہ لاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ چنانچہ عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ عبدالرزاق نے کہا "فتخ" بڑے (چھلے) کو کہتے ہیں جس کا جاہلیت کے زمانہ میں استعمال تھا۔

كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. [راجع: ٥٧]

تشریح اگرچہ عہد نبوی میں عید گاہ کے لئے کوئی عمارت نہیں تھی اور جہاں عیدین کی نماز پڑھی جاتی تھی وہاں کوئی منبر بھی نہیں تھا لیکن اس لفظ فلما فرغ نزل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلند جگہ تھی جس پر آپؐ خطبہ دیتے تھے۔

جب آنحضور ﷺ مردوں کے سامنے خطبہ دے چکے تو لوگوں نے سمجھا کہ اب خطبہ ختم ہو گیا ہے اور انہیں واپس جانا چاہئے' چنانچہ لوگ واپسی کے لئے اٹھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے روکا کہ ابھی بیٹھے رہیں۔ کیونکہ آپ عورتوں کو خطبہ دینے جا رہے تھے

دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب دینے والی خاتون اسماء بنت یزید تھیں جو اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے " خطیبة النساء " کے نام سے مشہور تھیں۔ انہیں کی ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عورتوں کی طرف آئے تو میں بھی ان میں موجود تھی۔ آپ نے فرمایا کہ عورتو! تم جہنم کا ایندھن زیادہ بنوگی۔ میں نے آپؐ کو پکار کر کہا کیونکہ میں آپ کے ساتھ بہت تھی کہ یارسول اللہ! ایسا کیوں ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ تم لوگ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔

٢٠- بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ

باب اگر کسی عورت کے پاس عید کے دن دوپٹہ (یا چادر) نہ ہو

٩٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ: ((كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيْدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ: فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، وَنُدَاوِي الْكَلْمَى. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ - إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ - أَنْ لاَ تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ)). قَالَتْ حَفْصَةُ : فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا: أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا؟

(٩٨٠) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے حفصہ بنت سیرین کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکیوں کو عید گاہ جانے سے منع کرتے تھے۔ پھر ایک خاتون باہر سے آئی اور قصر بنو خلف میں انہوں نے قیام کیا میں ان سے ملنے کے لئے حاضر ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن کے شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک رہے اور خود ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ لڑائیوں میں شریک ہوئی تھیں' ان کا بیان تھا کہ ہم مریضوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا ہم میں سے اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ عید کے دن (عید گاہ) نہ جا سکے تو کوئی حرج ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اڑھا دے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ حفصہ نے بیان کیا کہ پھر جب ام عطیہ یہاں تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی اور دریافت کیا کہ آپ نے

فَقَالَتْ: نَعَمْ، بِأَبِي - وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ إِلاَّ قَالَتْ: بِأَبِي - قَالَ: ((لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ - أَوْ قَالَ: الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، شَكَّ أَيُّوبُ - وَالْحُيَّضُ، تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهَا: آلْحُيَّضُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا؟.

[راجع: ٣٢٤]

فلاں فلاں بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ ام عطیہؓ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے باپ آپ پر فدا ہوں' ہاں تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان پردہ والی یا جوان اور پردہ والی باہر نکلیں۔ شبہ ایوب کو تھا۔ البتہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں انہیں خیر اور مسلمانوں کی دعا میں ضرور شریک ہونا چاہئے۔ حفصہؓ نے کہا کہ میں نے ام عطیہؓ سے دریافت کیا کہ حائضہ عورتیں بھی؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورتیں عرفات نہیں جاتیں اور کیا وہ فلاں فلاں جگہوں میں شریک نہیں ہوتیں۔

(پھر اجتماع عید ہی کی شرکت میں کون سی قباحت ہے)

تشریح حفصہؓ کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ جب حائضہ پر نماز ہی فرض نہیں اور نہ وہ نماز پڑھ سکتی ہے تو عیدگاہ میں اس کی شرکت سے کیا فائدہ ہو گا۔ اس پر حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا کہ جب حیض والی عرفات اور دیگر مقامات مقدسہ میں جا سکتی ہیں اور جاتی ہیں تو عیدگاہ میں کیوں نہ جائیں' اس جواب پر آج کل کے ان حضرات کو غور کرنا چاہئے جو عورتوں کو عیدگاہ میں جانا ناجائز قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے سو حیلے بہانے تراشتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی عورتیں میلوں میں اور فسق و فجور میں دھڑلے سے شریک ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حیض والی عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہئے۔ وہ نماز سے الگ رہیں مگر دعاؤں میں شریک ہوں۔ اس سے مسلمانوں کی اجتماعی دعاؤں کی اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے۔ بلاشک دعا مومن کا ہتھیار ہے اور جب مسلمان مرد و عورت مل کر دعا کریں تو نہ معلوم کس کی دعا قبول ہو کر جملہ اہل اسلام کے لئے باعث برکت ہو سکتی ہے۔ بحالات موجودہ جبکہ مسلمان ہر طرف سے مصائب کا شکار ہیں بالضرور دعاؤں کا سہارا ضروری ہے۔ امام عید کا فرض ہے کہ خشوع خضوع کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کرے' خاص طور پر قرآنی دعائیں زیادہ مؤثر ہیں پھر احادیث میں بھی بڑی پاکیزہ دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان کے بعد سامعین کی مادری زبانوں میں بھی دعا کی جا سکتی ہے۔ (وباللہ التوفیق)

٢١- بَابُ اعْتِزَالِ الْحُيَّضِ بِالْمُصَلَّى

باب حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں

٩٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ : قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ - قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَوْ الْعَوَاتِقَ

(٩٨١) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابراہیم ابن ابی عدی نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ حائضہ عورتوں' دوشیزاؤں اور پردہ والیوں کو عیدگاہ لے جائیں ---- ابن عون نے کہا کہ یا (حدیث میں) پردہ والی

ذَوَاتِ الْخُدُورِ - فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلاَّهُمْ. [راجع: ٣٢٤]

دوشیزائیں ہے ---- البتہ حائضہ عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں شریک ہوں اور (نماز سے) الگ رہیں۔

٢٢- بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ بِالْمُصَلَّى يَومَ النَّحْرِ

باب عیدالاضحیٰ کے دن عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا

٩٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ - أَوْ يَذْبَحُ - بِالْمُصَلَّى)).

[أطرافه في : ١٧١٠، ١٧١١، ٥٥٥١، ٥٥٥٢].

(٩٨٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے نافع سے بیان کیا' ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ ہی میں نحر اور ذبح کیا کرتے۔

نحر اونٹ کا ہوتا ہے باقی جانوروں کو لٹا کر ذبح کرتے ہیں۔ اونٹ کو کھڑے کھڑے اس کے سینہ میں خنجر مار دیتے ہیں اس کا نام نحر ہے۔ قربانی شعائر اسلام میں ہے۔ حسب موقع و محل بلاشبہ عید گاہ میں بھی نحر اور قربانی مسنون ہے مگر بحالات موجودہ اپنے گھروں یا مقررہ مقامات پر یہ سنت ادا کرنی چاہئے' حالات کی مناسبت کے لئے اسلام میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

٢٣- بَابُ كَلاَمِ الإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

باب عید کے خطبہ میں امام کا اور لوگوں کا باتیں کرنا

وَإِذَا سُئِلَ الإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

اور امام کا جواب دینا جب خطبے میں اس سے کچھ پوچھا

٩٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَومَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلاَةِ وَ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ. وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ)). فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ

(٩٨٣) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوالاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے بیان کیا کہ ان سے عامر شعبی نے' ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنایا اور فرمایا کہ جس نے ہماری طرح کی نماز پڑھی اور ہماری طرح کی قربانی کی' اس کی قربانی درست ہوئی۔ لیکن جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ ذبیحہ صرف گوشت کھانے کے لئے ہو گا۔ اس پر ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی میں نے تو نماز کے لئے آنے سے پہلے قربانی کر لی میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن

إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ، وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ)). قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ لَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)) [راجع: ٩٥١].

کھانے پینے کا دن ہے' اسی لئے میں نے جلدی کی اور خود بھی کھایا اور گھر والوں کو اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہر حال یہ گوشت (کھانے کا) ہوا (قربانی نہیں) انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا سال بھر کا بچہ ہے وہ دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا میری (طرف سے اس کی) قربانی درست ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسے بچے کی قربانی کافی نہ ہو گی۔

اس سے یہ ثابت فرمایا کہ امام اور لوگ عید کے خطبہ میں مسائل کی بات کر سکتے ہیں اور آگے کے فقروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی حالت میں اگر امام سے کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو جواب دے۔

٩٨٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: ((إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، جِيرَانٌ لِي - إِمَّا قَالَ: بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَإِمَّا قَالَ: بِهِمْ فَقْرٌ - وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ. فَرَخَّصَ لَهُ فِيهَا)). [راجع: ٩٥٤]

(۹۸۴) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا' ان سے حماد بن زید نے' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے محمد نے' ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بقرعید کے دن نماز پڑھ کر خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا اسے دوبارہ قربانی کرنی ہو گی۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب اٹھے کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ غریب بھوکے پڑوسی ہیں یا یوں کہا وہ محتاج ہیں۔ اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بھی زیادہ مجھے پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے انہیں اجازت دے دی۔

٩٨٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ)). [أطرافه في: ٥٥٠٠، ٥٥٦٢، ٦٦٧٤، ٧٤٠٠].

(۹۸۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اسود بن قیس نے' ان سے جندب نے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بقرعید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہئے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

٢٤- بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

باب جو شخص عید گاہ کو ایک راستے سے جائے وہ گھر کو دوسرے راستے سے آئے

٩٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ)). تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

(٩٨٦) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی' انہیں فلیح بن سلیمان نے' انہیں سعید بن حارث نے' انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے جاتے پھر دوسرا راستہ بدل کر آتے۔ اس روایت کی متابعت یونس بن محمد نے فلیح سے کی' ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا لیکن جابر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

یعنی جو شخص سعید کا شیخ جابرؓ کو قرار دیتا ہے اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جو ابو ہریرہؓ کو سعید کا شیخ کہتا ہے۔ یونس کی اس روایت کو اسماعیل نے وصل کیا ہے۔

راستہ بدل کر آنا جانا بھی شرعی مصالح سے خالی نہیں ہے جس کا مقصد علماء نے یہ سمجھا کہ ہر دو راستوں پر عبادت الٰہی کے لئے نمازی کے قدم پڑیں گے اور دونوں راستوں کی زمینیں عنداللہ اس کے لئے گواہ ہوں گی (واللہ اعلم)

٢٥- بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

باب اگر کسی کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے تو پھر دو رکعت پڑھ لے

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الإِسْلاَمِ)). وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلاَهُمُ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلاَةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الإِمَامُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور عورتیں بھی ایسا ہی کریں اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور دیہاتوں وغیرہ میں ہوں اور جماعت میں نہ آسکیں (وہ بھی ایسا ہی کریں) کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام والو! یہ ہماری عید ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروالوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔ عکرمہ نے شہر کے قرب و جوار میں آباد لوگوں کے لئے فرمایا کہ جس طرح امام کرتا ہے یہ لوگ بھی عید کے دن جمع ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ عطاء نے کہا کہ اگر کسی کی عید کی نماز (جماعت) چھوٹ جائے تو دو رکعت (تنہا) پڑھ لے۔

امام بخاری نے یہاں یہ ثابت فرمایا ہے کہ عید کی نماز سب کو پڑھنا چاہئے خواہ گاؤں میں ہوں یا شہر میں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ زاویہ بصرہ سے چھ میل پر ایک گاؤں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان وہاں پر ہی بنوایا تھا۔

٩٨٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ - وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ - فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا يَا أَبَابَكْرٍ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى)).
[راجع: ٩٤٩]

(٩٨٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے یہاں (منا کے دنوں میں) تشریف لائے اس وقت گھر میں دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بعاث کی لڑائی کی نظمیں گا رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک پر کپڑا ڈالے ہوئے تشریف فرما تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ڈانٹا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ ابو بکر جانے بھی دو یہ عید کے دن ہیں (اور وہ بھی منا میں)

٩٨٨ - وَقَالَتْ عَائِشَةَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعْهُمْ. أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ)) يَعْنِي مِنَ الأَمْنِ. [راجع: ٤٥٤]

(٩٨٨) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشہ کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو اور ان سے فرمایا اے بنو ارفدہ! تم بے فکر ہو کر کھیل دکھاؤ۔

شاید امام بخاری نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب ہر ایک شخص کے لئے یہ دن خوشی کے ہوئے تو ہر ایک کو عید کی نماز بھی پڑھنی ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور بعد کے ایام تشریق گیارہ' بارہ' تیرہ سب کو عید کے ایام فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ایک تو عید کے دن خود خوشی کے دن ہیں اور پھر منیٰ میں ہونے کی اور خوشی ہے کہ اللہ نے حج نصیب فرمایا۔

٢٦- بَابُ الصَّلاَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا

باب عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز پڑھنا کیسا ہے

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى: سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلاَةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور ابو معلی یحییٰ بن میمون نے کہا کہ میں نے سعید سے سنا' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ آپ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔

حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا اور ابو المعلی سے اس کتاب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے۔

٩٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى

(٩٨٩) ہم سے ابو ولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے اور (عید گاہ) میں دو رکعت نماز عید پڑھی۔

رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَهَا وَلاَ بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلاَلٌ)). آپؐ نے نہ اس سے پہلے نفل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ آپؐ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

تشریح: علامہ شوکانی فرماتے ہیں قوله لم يصل قبلها ولا بعدها فيه وفي بقية احاديث الباب دليل على كراهة الصلوٰة قبل صلاة العيد وبعدها اليه ذهب احمدبن حنبل قال ابن قدامة وهو مذهب ابن عباس و ابن عمر الخ (نيل الاوطار)

یعنی اس حدیث اور اس بارے میں دیگر احادیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز کے پہلے اور بعد نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے اور بقول ابن قدامہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمراور حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود اور بہت سے اکابر صحابہ و تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں لم اسمع احدا من علماء نا يذكران احد من سلف هذه الامة كان يصلى قبل تلك الصلوٰة ولا بعدها (نيل الاوطار)

یعنی اپنے زمانہ کے علماء میں میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ سلف امت میں سے کوئی بھی عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز پڑھتا ہو۔ ہاں عید کی نماز پڑھ کر اور واپس گھر آکر گھر میں دو رکعت نفل پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے' وہ فرماتے ہیں عن النبي صلى الله عليه و سلم انه كان لا يصلي قبل العيد شيئا فاذ ارجع الى منزله صلى ركعتين رواه ابن ماجه و احمد بمعناه یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے کوئی نماز نفل نہیں پڑھی جب آپ اپنے گھر واپس ہوئے تو آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اس کو ابن ماجہ اور احمد نے بھی اس کے قریب قریب روایت کیا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں وحديث ابي سعيد اخرجه ايضا الحاكم وصححه وحسنه الحافظ في الفتح وفي اسناده عبدالله بن محمد بن عقيل وفيه مقال وفي الباب عن عبدالله بن عمرو بن العاص عند ابن ماجه بنحو حديث ابن عباس الخ (نيل الاوطار) یعنی ابو سعید والی حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بتلایا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تحسین کی ہے اور اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ایک راوی ہے جن کے متعلق کچھ کہا گیا ہے اور اس مسئلہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی بھی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی مانند ہے۔

خلاصہ یہ کہ عیدگاہ میں صرف نماز عید اور خطبہ نیز دعا کرنا مسنون ہے عیدگاہ مزید نفل نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو وہ مقام ہے جس کی حاضری ہی اللہ کو اس قدر محبوب ہے کہ وہ اپنے بندوں اور بندیوں کو میدان عیدگاہ میں دیکھ کر اس قدر خوش ہوتا ہے کہ جملہ حالات جاننے کے باوجود اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ میرے بندے اور بندیاں آج یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیرے مزدور ہیں جنہوں نے رمضان میں تیرا فرض ادا کیا ہے' تیری رضا کے لئے روزے رکھے ہیں اور اب میدان میں تجھ سے مزدوری مانگنے آئے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا اور ان کے روزوں کو قبول کیا اور ان کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت تا قیامت عطا کیا۔ پھر اللہ کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ میرے بندو! جاؤ اس حال میں کہ تم بخش دیئے گئے ہو۔

خلاصہ یہ کہ عیدگاہ میں بجز دوگانہ عید کے کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے یہی اسوہ حسنہ ہے اور اسی میں اجروثواب ہے۔

والله اعلم وعلمه اتم

اور وتر کے معنی طاق یعنی بے جوڑ کے ہیں۔ یہ ایک مستقل نماز ہے جو عشاء کے بعد سے فجر تک رات کے کسی حصہ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اس نماز کی کم سے کم ایک رکعت پھر تین' پانچ' سات' نو' گیارہ' تیرہ رکعت تک پڑھی جا سکتی ہیں۔ اہلحدیث اور امام احمد اور شافعی اور سب علماء کے نزدیک وتر سنت ہے اور امام ابو حنیفہؒ اس کو واجب کہتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر سنت ہے لیکن اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ نے ان دونوں صحابیوں کا بھی خلاف کیا ہے۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ

٩٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى)). [راجع: ٤٧٢]

٩٩١ - وَعَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

باب وتر کا بیان

(۹۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے نافع اور عبداللہ ابن دینار سے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے' وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔

(۹۹۱) اور اسی سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی جب تین رکعتیں پڑھتے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے یہاں تک کہ ضرورت سے بات بھی کرتے۔

تشریح اس حدیث سے دو باتیں نکلیں ایک یہ کہ رات کی نماز دو رکعت کر کے پڑھنا چاہئے یعنی ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرے' دوسرے وتر کی ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے اور حنفیہ نے ں میں خلاف کیا ہے اور ان کی دلیل ضعیف ہے۔ صحیح حدیثوں سے وتر کی ایک رکعت پڑھنا ثابت ہے اور تفصیل امام محمد بن نصر مرحوم کی کتاب الوتر والنوافل میں ہے (مولانا وحید الزماں)

۹۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ - وَهِيَ خَالَتُهُ - فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ - وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ، فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ. ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ)).

(۹۹۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے مخرمہ بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے کریب نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ آپ ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے (آپؓ نے کہا کہ) میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی بیوی لمبائی میں لیٹیں' آپؐ سو گئے جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے لگ بھگ تو آپؐ بیدار ہوئے' نیند کے اثر کو چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر آپ نے دور کیا۔ اس کے بعد آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں۔ پھر ایک پرانی مشک پانی کی بھری ہوئی لٹک رہی تھی۔ آپؐ اس کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپؐ پیار سے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر رکھ کر اور میرا کان پکڑ کر اسے ملنے لگے۔ پھر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت سب بارہ رکعتیں پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر آپ لیٹ گئے' یہاں تک کہ مؤذن صبح صادق کی اطلاع دینے آیا تو آپؐ نے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشریح بعض محدثین نے لکھا ہے کہ چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے لاعلمی کی وجہ سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا کان بائیں طرف سے دائیں طرف کرنے کے لئے پکڑا تھا۔ اس تفصیل کے ساتھ بھی روایتوں میں ذکر ہے۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرا کان پکڑ کر آپؐ اس لئے ملنے لگے تھے تاکہ رات کی تاریکی میں آپ کے دست مبارک سے میں مانوس ہو جاؤں اور گھبراہٹ نہ ہو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں الگ ہیں۔ آپؐ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان بائیں سے دائیں طرف کرنے کے لئے بھی پکڑا تھا اور پھر تاریکی میں انہیں مانوس کرنے کے لئے آپؐ کا کان ملنے بھی لگے تھے۔ آپ کو آپ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سونے کے لئے بھیجا تھا تاکہ آپ کی رات کے وقت کی عبادت کی تفصیل ایک عینی شاہد کے ذریعہ معلوم کریں چونکہ آپ بچے تھے اور پھر آنحضورؐ کی ان کے یہاں سونے کی باری تھی۔ آپ بے تکلفی کے ساتھ چلے گئے اور وہیں رات بھر رہے۔ بچپنے کے باوجود انتہائی ذکی فہیم تھے۔ اس لئے ساری تفصیلات یاد رکھیں (تفہیم البخاری)

یہ نماز تہجد تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کر کے بارہ رکعت کی تکمیل فرمائی پھر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس طرح آپؐ نے تہجد کی تیرہ رکعتیں ادا کیں مطابق بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی رات کی نماز گیارہ اور تیرہ سے کبھی زیادہ نہیں ہوئی۔ رمضان شریف میں اس کو تراویح کی شکل میں ادا کیا گیا' اس کی بھی ہمیشہ آٹھ رکعت سنت تین وتر یعنی کل گیارہ رکعات کا ثبوت ہے جیسا کہ

پارہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ حَارِثٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَلاَةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ)). قَالَ الْقَاسِمُ : وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ بِثَلاَثٍ، وَإِنَّ كُلاًّ لَوَاسِعٌ، أَرْجُو أَنْ لاَ يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ. [راجع: ٤٧٢]

(۹۹۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی' ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ قاسم سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' رات کی نمازیں دو دو رکعتیں ہیں اور جب تو ختم کرنا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔ قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے اور تین یا ایک سب جائز اور مجھ کو امید ہے کہ کسی میں قباحت نہ ہوگی۔

تشریح یہ قاسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ان کے کلام سے اس شخص کی غلطی معلوم ہوگئی جو ایک رکعت وتر کو نادرست جانتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ صحیح حدیثیں دیکھ کر پھر کوئی مسلمان یہ کیسے کہے گا کہ ایک رکعت وتر نادرست ہے۔

اس روایت سے گو عبداللہ بن عمر کا تین رکعتیں وتر پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر حنفیہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ وتر کی تین ہی رکعتیں پڑھتے۔ علاوہ بھی اس کے دو سلام سے تین رکعتیں وتر کی ثابت ہیں اور حنفیہ ایک سلام سے کہتے ہیں (م وحیدی) یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جن سے صحیح مسلم شریف ص۲۵۷ میں صراحتاً ایک رکعت وتر ثابت ہے۔ عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الوتر رکعة من آخر اللیل رواہ مسلم حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وتر پچھلی رات میں ایک رکعت ہے۔ دوسری حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے عن ایوب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الوتر حق علی کل مسلم ومن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل (رواہ ابوداود و النسائی او ابن ماجه) یعنی حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر کی نماز حق ہے جو ہر مسلم کے لئے ضروری ہے اور جو چاہے پانچ رکعات وتر پڑھ لے جو چاہے تین رکعات اور جو چاہے ایک رکعت وتر ادا کر لے۔ اور بھی اس قسم کی کئی روایات مختلفہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا عبیداللہ شیخ الحدیث بذیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ لفظ ویوتر بواحدة (آپؐ ایک رکعت وتر پڑھتے) فرماتے ہیں فیه ان اقل الوتر رکعة وان الرکعة الفردة صلٰوة صحیحة وهو مذهب الائمة الثلاثة وهو الحق وقال ابوحنیفة لا یصح الایتار بواحدة فلا تکون الرکعة الواحدة صلٰوة قط قال النووی والاحادیث الصحیحة ترد علیه (مرعاة' ج : ۲ / ص : ۱۵۸) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ وتر کی کم از کم ایک رکعت ہے اور یہ کہ ایک رکعت پڑھنا بھی نماز صحیح ہے' ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے (ائمہ ثلاثہ سے حضرت امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ مراد ہیں) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر صحیح نہیں کیونکہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے حضرت امام کے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔

وتر کے واجب فرض سنت ہونے کے متعلق بھی اختلاف ہے' اس بارے میں حجۃ السند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والحق ان الوتر سنة هو اوكد السنن بينه علی وابن عمر و عبادة ابن الصامت رضی الله عنهم اور حق یہ ہے کہ نماز وتر سنت ہے اور وہ سب سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی بیان فرمایا ہے (حجۃ البالغہ' ج: ۲/ ص: ۶۴)

وتر تین رکعت پڑھنے کی صورت میں پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنا مسنون ہے۔ وتر کے بعد بآواز بلند تین مرتبہ سبحان الملک القدوس کا لفظ ادا کرنا بھی مسنون ہے۔ ایک رکعت وتر کے بارے میں مزید تفصیلات حضرت نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ھدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل مطبوعہ بھوپال' ص: ۲۵۵ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں

۹۹٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلاَتَهُ - تَعْنِي بِاللَّيْلِ - فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلاَةِ)).

[راجع: ٦٢٦]

(۹۹۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھتے تھے' آپ کی یہی نماز تھی۔ مراد ان کی رات کی نماز تھی۔ آپ کا سجدہ ان رکعتوں میں اتنا لمبا ہوتا تھا کہ سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص بھی پچاس آیتیں پڑھ سکتا اور فجر کی نماز فرض سے پہلے آپ سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے بعد (ذرا دیر) داہنے پہلو پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن بلانے کے لئے آپ کے پاس آتا۔

تشریح: پس گیارہ رکعتیں انتہا ہیں۔ وتر کی دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب ابن عباس کی حدیث میں جو تیرہ رکعتیں مذکورہ ہیں تو اس کی رو سے بعضوں نے انتہا وتر کی تیرہ رکعت قرار دی ہیں۔ بعضوں نے کہا ان میں دو رکعتیں عشاء کی سنت تھیں تو وتر کی وہی گیارہ رکعتیں ہوئیں۔ غرض وتر کی ایک رکعت سے لے کر تین پانچ نو گیارہ رکعتوں تک منقول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان گیارہ رکعتوں میں آٹھ تہجد کی تھیں اور تین وتر کی اور صحیح یہ ہے کہ تراویح تہجد وتر صلوٰۃ اللیل سب ایک ہی ہیں (وحید الزماںؒ)

٢- بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ

باب وتر پڑھنے کے اوقات کا بیان

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

٩٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ

(۹۹۵) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن

سِيْرِيْنَ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْغَدَاةِ أُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْغَدَاةِ وَكَأَنَّ الأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ)) قَالَ حَمَّادٌ : أَيْ بِسُرْعَةٍ.

[راجع: ٤٧٢]

عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نماز صبح سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا میں ان میں لمبی قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تورات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے پھر ایک رکعت پڑھ کر ان کو طاق بنا لیتے اور صبح کی نماز سے پہلے کی دو رکعتیں (سنت فجر تو) اس طرح پڑھتے گویا اذان (اقامت) کی آواز آپ کے کان میں پڑ رہی ہے۔ حماد کی اس سے مراد یہ ہے کہ آپؐ جلدی پڑھ لیتے۔

تشریح اس سلسلے کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد ساری رات وتر کیلئے ہے۔ طلوع صبح صادق سے پہلے جس وقت بھی چاہے پڑھ سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول آخر شب میں صلوٰۃ لیل کے بعد اسے پڑھنے کا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آخر شب میں اٹھنے کا پوری طرح یقین نہیں ہوتا تھا' اسلئے وہ عشاء کے بعد ہی پڑھ لیتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کا معمول آخر شب میں پڑھنے کا تھا۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں والحدیث یدل علی مشروعیة الایتاز برکعة واحدة عند مخافة هجوم الصبح وسیاتی مایدل علی مشروعیة ذالک من غیر تقیید وقد ذهب الی ذالک الجمهور قال العراقی وممن کان یوتر برکعة من الصحابة الخلفاء الاربعة الخ یعنی اس حدیث سے ایک رکعت وتر مشروع ثابت ہوا جب صبح کی پو پھٹنے کا ڈر ہو اور عنقریب دوسرے دلائل آ رہے ہیں جن سے اس قید کے بغیر ہی ایک رکعت وتر کی مشروعیت ثابت ہے اور ایک رکعت وتر پڑھنا خلفاء اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق' عمر فاروق عثمان غنی و علی المرتضیٰ) اور سعد بن ابی وقاص بیس صحابہ کرام سے ثابت ہے' یہاں علامہ شوکانی نے سب کے نام تحریر فرمائے ہیں اور تقریباً بیس ہی تابعین و تبع تابعین وائمہ دین کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں جو ایک رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

حنفیہ کے دلائل! علامہ نے حنفیہ کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو ایک رکعت وتر کے قائل نہیں جن کی پہلی دلیل حدیث یہ ہے ﴿عن محمد بن کعب ان النبی صلی الله علیه و سلم نهی عن البتیراء﴾ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیراء نماز سے منع فرمایا لفظ (بتیراء) دم کٹی نماز کو کہتے ہیں۔ عراقی نے کہا یہ حدیث مرسل اور ضعیف ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز بتیراء کی نہی ثابت نہیں اور کہا کہ محمد بن کعب کی حدیث باوجودیکہ استدلال کے قابل نہیں مگر اس میں بھی بتیراء کا بیان نہیں ہے بلکہ ہم نے عبدالرزاق سے' انہوں نے سفیان بن عیینہ سے' انہوں نے اعمش سے' انہوں نے سعید بن جبیر سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بتیراء تین رکعت وتر بھی بتیراء (یعنی دم کٹی) نماز ہے فعاد البتیراء علی المحتج بالخبر الکاذب فیها

حنفیہ کی دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول ہے انه قال ما اجزات رکعة قط یعنی ایک رکعت نماز کبھی بھی کافی نہیں ہوتی۔ امام نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ یہ اثر عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں ہے اگر اس کو درست بھی مانا جائے تو اس کا تعلق حضرت ابن عباس کے اس قول کی تردید کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ حالت خوف میں چار فرض نماز میں ایک ہی رکعت کافی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ایک رکعت کافی نہیں ہے! الغرض اس قول سے استدلال درست نہیں اور اس کا تعلق صلوٰۃ خوف کی ایک رکعت سے ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے ایک مرتبہ ولید بن عقبہ امیر مکہ کے ہاں حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ جب وہاں سے وہ نکلے تو انہوں نے نماز (وتر) ایک ایک رکعت ادا کی (نیل الاوطار)

بڑی مشکل! یہاں بخاری شریف میں جن جن روایات میں ایک رکعت وتر کا ذکر آیا ہے ایک رکعت وتر کے ساتھ ان کا ترجمہ کرنے میں ان حنفی حضرات کو جو آج کل بخاری شریف کے ترجمے شائع فرما رہے ہیں' بڑی مشکل پیش آئی ہے اور انہوں نے

پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے کا لفظ ہی نہ آنے پائے بایں طور کہ اس سے ایک رکعت وتر کا ثبوت ہو سکے اس کوشش کے لئے ان کی محنت قابل داد ہے اور اہل علم کے مطالعہ کے قابل' مگر ان بزرگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تصنع و تکلف و عبارت آرائی سے حقیقت پر پردہ ڈالنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

٩٩٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ)).

(٩٩٦) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے مسلم بن کیسان نے بیان کیا' ان سے مسروق نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں بھی وتر پڑھی ہے اور اخیر میں آپ کا وتر صبح کے قریب پہنچا۔

تشریح دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ نے وتر اول شب میں بھی پڑھی اور درمیان شب میں بھی اور آخر شب میں بھی۔ گویا عشاء کے بعد سے صبح صادق کے پہلے تک وتر پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مختلف حالات میں آپؐ نے وتر مختلف اوقات میں پڑھے۔ غالباً تکلیف اور مرض وغیرہ میں اول شب میں پڑھتے تھے اور مسافرت کی حالت میں درمیان شب میں لیکن عام معمول آپؐ کا اسے آخر شب ہی میں پڑھنے کا تھا (تفہیم البخاری)
رسول کریم ﷺ نے امت کی آسانی کے لئے عشاء کے بعد رات میں جب بھی ممکن ہو وتر ادا کرنا جائز قرار دیا۔

٣- بَابُ إِيقَاظِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ

باب وتر کے لئے نبی کریم ﷺ کا گھر والوں کو جگانا

٩٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ)). [راجع: ٣٨٢]

(٩٩٧) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ (تہجد کی) نماز پڑھتے رہتے اور میں آپؐ کے بستر پر عرض میں لیٹی رہتی۔ جب وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

٤- بَابُ لِيَجْعَلْ آخِرَ صَلاَتِهِ وِتْرًا

باب نماز وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھی جائے

٩٩٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوا آخِرَ صَلاَتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا)).

(٩٩٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے ان سے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھا کرو۔

٥- بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب نماز وتر سواری پر پڑھنے کا بیان

٩٩٩ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي

(٩٩٩) ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک

مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَسِيْرُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيْدٌ : فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ: خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ: بَلَى وَاللهِ قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ)).

[أطرافه في : ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٨، ١١٠٥].

نے بیان کیا' انہوں نے ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے بیان کیا اور ان کو سعید بن یسار نے بتلایا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا۔ سعید نے کہا کہ جب راستے میں مجھے طلوع فجر کا خطرہ ہوا تو سواری سے اتر کر میں نے وتر پڑھ لیا اور پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جاملا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں رک گئے تھے؟ میں نے کہا کہ اب صبح کا وقت ہونے ہی والا تھا اس لئے میں سواری سے اتر کر وتر پڑھنے لگا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں بے شک ہے۔ آپؓ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اونٹ ہی پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی بہرحال قابل اقتداء اور باعث صد برکات ہے۔

٦- بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ

باب نماز وتر سفر میں بھی پڑھنا

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُومِئُ إِيْمَاءً صَلاَةَ اللَّيْلِ إِلاَّ الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ)).

[راجع: ٩٩٩]

(١٠٠٠) ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں اپنی سواری ہی پر رات کی نماز اشاروں سے پڑھ لیتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو جاتا آپ اشاروں سے پڑھتے رہتے مگر فرائض اس طرح نہیں پڑھتے تھے اور وتر اپنی اونٹنی پر پڑھ لیتے۔

٧- بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ

باب (وتر اور ہر نماز میں) قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد پڑھ سکتے ہیں

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ:

(١٠٠١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے ان سے محمد بن سیرین نے' انہوں نے

((سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقِيْلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيْرًا)).

[أطرافه في: ١٠٠٢، ١٠٠٣، ١٣٠٠، ٢٨٠١، ٢٨١٤، ٣٠٦٤، ٣١٧٠، ٤٠٨٨، ٤٠٩٠، ٤٠٩١، ٤٠٩٢، ٤٠٩٣، ٤٠٩٤، ٤٠٩٥، ٤٠٩٦، ٦٣٩٤، ٧٣٤١].

کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ ہاں پھر پوچھا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا شافعیہ کے ہاں ضروری ہے' اس لئے وہ اس کے ترک ہونے پر سجدہ سہو کرتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا مکروہ ہے' اہلحدیث کے ہاں گاہے گاہے قنوت پڑھ لینا بھی جائز اور ترک بھی جائز۔ اسی لئے مسلک اہلحدیث افراط و تفراط سے ہٹ کر ایک صراط مستقیم کا نام ہے۔ اللہ پاک ہم کو سچا اہلحدیث بنائے (آمین)

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ. قُلْتُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ: قَبْلَهُ. قَالَ: فَإِنَّ فُلاَنًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ. فَقَالَ: كَذَبَ، إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا، أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلاً إِلَى قَوْمٍ مُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ)).

[راجع: ١٠٠١]

(۱۰۰۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک بنائنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ دعائے قنوت (حضور اکرم ﷺ کے دور میں) پڑھی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ آپ ہی کے حوالہ سے فلاں شخص نے خبر دی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد فرمایا تھا۔ اس کا جواب حضرت انس نے یہ دیا کہ انہوں نے غلط سمجھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ آپؐ نے صحابہؓ میں سے ستر قاریوں کے قریب مشرکوں کی ایک قوم (بنی عامر) کی طرف سے ان کو تعلیم دینے کے لئے بھیجے تھے' یہ لوگ ان کے سوا تھے جن پر آپ نے بددعا کی تھی۔ ان میں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان عہد تھا' لیکن انہوں نے عہد شکنی کی (اور قاریوں کو مار ڈالا) تو آنحضرت ﷺ ایک مہینہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھتے رہے ان پر بددعا کرتے رہے۔

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ:

(۱۰۰۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زائدہ نے

حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ)).

[راجع: ١٠٠١]

بیان کیا' ان سے تیمی نے' ان سے ابو مجلز نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک دعا قنوت پڑھی اور اس میں قبائل رعل و ذکوان پر بد دعا کی تھی۔

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ)).

(۱۰۰۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں اسمٰعیل بن علیہ نے خبر دی' کہا کہ ہمیں خالد حذاء نے خبر دی' انہیں ابو قلابہ نے' انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے' آپ نے فرمایا کہ آنحضورؐ کے عہد میں قنوت مغرب اور فجر میں پڑھی جاتی تھی۔

تشریح مگر ان حدیثوں میں جو امام بخاری اس باب میں لائے خاص وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مگر جب فرض نمازوں میں قنوت پڑھنا جائز ہوا تو وتر میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور بعضوں نے کہا مغرب دن کا وتر ہے۔ جب اس میں قنوت پڑھنا ثابت ہوا تو رات کے وتر میں بھی ثابت ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر ان لوگوں کا رد کیا جو قنوت کو بدعت کہتے ہیں گذشتہ حدیث کے ذیل مولانا وحید الزماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی ایک مہینے تک۔ اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح درست ہے اور صبح کی نماز میں اور اسی طرح ہر نماز میں جب مسلمانوں پر کوئی آفت آئے' قنوت پڑھنا چاہئے۔ عبدالرزاق اور حاکم نے باسناد صحیح روایت کیا کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ قنوت ہمیشہ رکوع کے بعد پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھے اور اہلحدیث سب سنتوں کا مزا لوٹتے ہیں۔ گذشتہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں پر نماز میں بد دعا کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ آپ نے ان قاریوں کو نجد والوں کی طرف بھیجا تھا' راہ میں بئر معونہ پر یہ لوگ اترے تو عامر بن طفیل نے رعل اور ذکوان اور عصیہ کے لوگوں کو لے کر ان پر حملہ کیا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان سے عہد تھا۔ لیکن انہوں نے دغا کی۔

قنوت کی صحیح دعا یہ ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ وتر میں پڑھا کرتے تھے:

اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما اعطيت وقني شر ما قضيت فانك تقضي ولا يقضى عليك وانه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت نستغفرك ونتوب اليك وصلى الله على النبي محمد

یہ دعا بھی منقول ہے:

اللهم اغفرلنا وللمومنين والمومنات والمسلمين والمسلمات اللهم الف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوك وعدوهم اللهم العن الكفرة الذين يصدون عن سبيلك ويقاتلون اولياءك اللهم خالف بين كلمتهم وزلزل اقدامهم وانزل بهم باسك الذى لاترده عن القوم المجرمين اللهم انج المستضعفين من المومنين اللهم اشدد وطاتك على فلان واجعلها عليهم سنين كسني يوسف

فلاں کی جگہ اس شخص کا یا اس قوم کا نام لے جس پر بد دعا کرنا منظور ہو۔ (مولانا وحید الزماں)

۱۵- کتاب استسقاء

استسقاء یعنی پانی مانگنے کے ابواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح استسقاء کی تشریح میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔ وهو لغة طلب سقى الماء من الغير للنفس او لغير و شرعا طلبه من الله عند حصول الجدب على الوجه المبين فى الاحاديث قال الجزرى فى النهاية هو استفعال من طلب السقيا اى انزال الغيث على البلاد والعباد يقال سقى الله عباده الغيث واسقاهم والاسم السقياء بالضم واستسقيت فلانا اذا طلبت منه ان يسقيک انتهى قال القسطلانى الاستسقاء ثلاثة انواع احدها وهو (ادناها) ان يكون بالدعاء مطلقا اى من غير صلٰوة فرادى او مجتمعين وثانيها (وهو افضل من الاول) ان يكون بالدعاء خلف الصلوات ولونافلة كما فى البيان وغيره عن الاصحاب خلافا لما وقع فى شرح مسلم من تقييده بالفرائض وفى خطبة الجمعة وثالثها (وهو اكملها وافضلها) ان يكون بصلٰوة ركعتين والخطبتين قال النووى يتاهب قبله لصدقة وصيام وتوبة واقبال على الخير و مجانبة الشرونحو ذالک من طاعة الله قال الشاه ولى الله الدهلوى قد استسقى النبى صلى الله عليه وسلم لامته مرات على انحاء كثيرة لكن الوجه الذى سنه لامتهٖ ان خرج الناس الى المصلى مبتذلا متواضعا متضرعا فصلى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراة ثم خطب واستقبل فيها القبلة يدعوا ويرفع يديه وحول رداء ه وذالک لان لاجتماع المسلمين فى مكان واحد راغبين فىٓ شئى واحد باقصى هممهم واستغفارهم وفعلهم الخيرات اثرا فى استجابة الدعاء والصلٰوة اقرب احوال العبد من الله ورفع اليدين حكاية من التضرع التام والابتهال العظيم تنبه النفس على التخشع وتحويل ردائه حكاية عن تقلب احوالهم كما يفعل المستغيث بحضرة الملوک انتهٰى (مرعاة' ج : ۲/ ص : ۲۹۰)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ استسقاء لغت میں کسی سے اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے پانی طلب کرنا اور شریعت میں قحط سالی کے وقت اللہ سے بارش کی دعا کرنا جن جن طریقوں سے احادیث میں وارد ہے۔ امام جزری نے نہایہ میں کہا کہ شہروں اور بندوں کے لئے اللہ سے بارش کی دعا کرنا۔ محاورہ ہے اللہ اپنے بندوں کو بارش سے سیراب فرمائے۔ قسطلانی نے کہا کہ استسقاء شرعی کے تین طریقے ہیں۔ اول طریقہ جو ادنیٰ ترین ہے یہ ہے کہ مطلقاً بارش کی دعا کی جائے ان لفظوں میں اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت یا اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے جانوروں کو بارش سے سیراب فرما دے اور اپنی باران رحمت کو پھیلا اور مردہ کھیتوں کو ہرا بھرا سرسبز و شاداب کر دے۔" یہ دعا نمازوں کے بعد ہو یا بغیر نمازوں کے تنہا دعا کی جائے یا اجتماعی حالت میں بہرحال پہلی صورت یہ ہے دوسری صورت جو اول سے افضل ہے یہ ہے کہ نفل و فرض نمازوں کے بعد اور خطبہ جمعہ میں دعا کی جائے اور تیسری کامل ترین

صورت یہ کہ امام جملہ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر میدان میں جائے اور وہاں دو رکعت اور دو خطبوں سے فارغ ہو کر دعا کی جائے اور مناسب ہے کہ اس سے قبل کچھ صدقہ خیرات توبہ اور نیک کام کئے جائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے کئی طریقوں سے بارش کی دعا فرمائی ہے لیکن جو طریقہ اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا وہ یہ کہ امام لوگوں کو ہمراہ لے کر نہایت ہی فقیری مسکینی حالت میں خشوع و خضوع کی حالت میں عیدگاہ جائے وہاں دو رکعت جہری پڑھائے اور خطبہ کہے پھر قبلہ رخ ہو کر ہاتھوں کو بلند اٹھا کر دعا کرے اور چادر کو الٹے۔ اس طرح مسلمانوں کے جمع ہونے اور استغفار وغیرہ کرنے میں قبولیت دعا کے لئے ایک خاص اثر ہے اور نماز وہ چیز ہے جس سے بندہ کو اللہ سے حد درجہ قرب حاصل ہوتا ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا تضرع تام خشوع و خضوع کے لئے نفس کی ہوشیاری کی دلیل ہے اور چادر کا الٹنا حالات کے تبدیل ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ فریادی بادشاہوں کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ مزید تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

١ - بَابُ الإِسْتِسْقَاءِ، وَخُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الإِسْتِسْقَاءِ

باب پانی مانگنا اور نبی کریم ﷺ کا پانی کے لئے (جنگل میں) نکلنا

١٠٠٥- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ : ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ)).

[أطرافه في: ١٠١١، ١٠١٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ٦٣٤٣].

(١٠٠٥) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا۔ ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم پانی کی دعا کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنی چادر الٹائی۔

چادر الٹنے کی کیفیت آگے آئے گی اور اہلحدیث اور اکثر فقہاء کا یہ قول ہے کہ امام استسقاء کے لئے نکلے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا اور استغفار کرے۔

٢- بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ ((اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ))

باب نبی کریم ﷺ کا قریش کے کافروں پر بددعا کرنا کہ الٰہی ان کے سال ایسے کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے سال (قحط) کے گزرے ہیں

١٠٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ

(١٠٠٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابو الزناد نے بیان کیا' ان سے اعرج نے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب سر مبارک آخری رکعت (کے رکوع) سے اٹھاتے تو یوں فرماتے کہ یااللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو چھوڑ دے۔

أَنجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ أَنجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، اللَّهُمَّ أَنجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوسُفَ)). وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((غِفَارُ غَفَرَ اللهُ لَهَا، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ)).
قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ. [راجع: ٧٩٧]

یااللہ سلمہ بن ہشام کو چھوڑوا دے۔ یااللہ ولید بن ولید کو چھوڑوا دے۔ یااللہ بے بس ناتواں مسلمانوں کو چھوڑوا دے۔ یااللہ مضر کے کافروں کو سخت پکڑ۔ یا اللہ ان کے سال یوسف علیہ السلام کے سے سال کر دے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا غفار کی قوم کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم کی قوم کو اللہ نے سلامت رکھا۔
ابن ابی الزناد نے اپنے باپ سے صبح کی نماز میں یہی دعا نقل کی۔

١٠٠٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا قَالَ: ((اللَّهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ)). فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ، حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ، وَيَنظُرَ أَحَدُهم إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ. فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا، فَادْعُ اللهَ لَهُمْ. قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِيْنٍ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ - ﴿عَائِدُونَ. يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّوْمِ.
[أطرافه في : ١٠٢٠، ٤٦٩٣، ٤٧٦٧، ٤٧٧٤، ٤٨٠٩، ٤٨٢٠، ٤٨٢١،

(١٠٠٧) ہم سے امام حمیدیؒ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے سلیمان اعمش نے' ان سے ابو الضحیٰ نے' ان سے مسروق نے' ان سے عبداللہ بن مسعود نے (دوسری سند) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور بن مسعود بن معتمر سے بیان کیا اور ان سے ابوالضحیٰ نے' ان سے مسروق نے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود بناٹھ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جب کفار قریش کی سرکشی دیکھی تو آپؑ نے بد دعا کی کہ اے اللہ! سات برس کا قحط ان پر بھیج جیسے یوسفؑ کے وقت میں بھیجا تھا چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز تباہ ہو گئی اور لوگوں نے چمڑے اور مردار تک کھا لئے۔ بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھائی جاتی تو دھویں کی طرح معلوم ہوتا تھا آخر مجبور ہو کر ابو سفیان حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ لوگوں کو اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اب تو آپ ہی کی قوم برباد ہو رہی ہے' اس لئے آپ خدا سے ان کے حق میں دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن کا انتظار کر جب آسمان صاف دھواں نظر آئے گا آیت انکم عائدون تک (نیز) جب ہم سختی سے ان کی گرفت کریں گے (کفار کی) سخت گرفت بدر کی لڑائی میں ہوئی۔ دھویں کا بھی معاملہ گزر چکا (جب سخت قحط پڑا تھا) جس میں پکڑ اور قید کا ذکر ہے وہ سب ہو چکے اسی

۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۲۸۲۴، ۴۸۲۵]. طرح سورۂ روم کی آیت میں جو ذکر ہے وہ بھی ہو چکا۔

تشریح یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ قحط کی شدت کا یہ عالم تھا کہ قحط زدہ علاقے ویرانے بن گئے تھے۔ ابوسفیان نے اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر رحم کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر دعا فرمائی اور قحط ختم ہوا یہ حدیث امام بخاریؒ استسقاء میں اس لئے لائے کہ جیسے مسلمانوں کے لئے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے اسی طرح کافروں پر قحط کی بد دعا کرنا جائز ہے۔ روایت میں جن مسلمان مظلوموں کا ذکر ہے یہ سب کافروں کی قید میں تھے۔ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے ان کو چھوڑا دیا اور وہ مدینہ میں آپ کے پاس آ گئے۔ سات سال تک حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط پڑا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ غفار اور اسلم یہ دو قومیں مدینہ کے ارد گرد رہتی تھیں۔ غفار قدیم سے مسلمان تھے اور اسلم نے آپؐ سے صلح کر لی تھی۔

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے "اس دن کا منتظر رہ جس دن آسمان کھلا ہوا دھواں لے کر آئے گا جو لوگوں کو گھیرے گا۔ یہی تکلیف کا عذاب ہے اس وقت لوگ کہیں گے مالک ہمارے! یہ عذاب ہم پر سے اٹھا دے ہم ایمان لاتے ہیں" آخر تک۔ یہاں سورۂ دخان میں بطش اور دخان کا ذکر ہے۔

اور سورۂ فرقان میں ﴿ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴾ (الفرقان: ۷۷) لزام یعنی کافروں کے لئے قید ہونے کا ذکر ہے۔ یہ تینوں باتیں آپ کے عہد میں ہی پوری ہو گئی تھیں۔ دخان سے مراد قحط تھا جو اہل مکہ پر نازل ہوا جس میں بھوک کی وجہ سے آسمان دھواں نظر آتا تھا اور ﴿ بطشة الكبرىٰ ﴾ (بڑی پکڑ) سے کافروں کا جنگ بدر میں مارا جانا مراد ہے اور لزام ان کا قید ہونا۔ سورۂ روم کی آیت میں یہ بیان تھا کہ رومی کافر ایرانیوں سے مغلوب ہو گئے لیکن چند سال میں رومی پھر غالب ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہو چکا۔ آئندہ حدیث میں شعر (تستقی الغمام الخ) ابو طالب کے ایک طویل قصیدے کا ہے جو قصیدہ ایک سو دس (۱۱۰) اشعار پر مشتمل ہے جسے ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کہا تھا۔

٣- بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الإِمَامَ الاِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوا

باب قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے کے لئے کہہ سکتے ہیں

١٠٠٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ: وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلأَرَامِلِ.

[طرفه في: ١٠٠٩].

(۱۰۰۸) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے' ان سے ان کے والد نے' کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے سنا تھا (ترجمہ) گورا ان کا رنگ ان کے منہ کے واسطہ سے بارش کی (اللہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے سہارے"

١٠٠٩- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ: وَ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَسْقِي، فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ: وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ هُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ. [راجع: ١٠٠٨]

(١٠٠٩) اور عمر بن حمزہ نے بیان کیا کہ ہم سے سالم نے اپنے والد سے بیان کیا وہ کہا کرتے تھے کہ اکثر مجھے شاعر (ابو طالب) کا شعر یاد آ جاتا ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے منہ کو دیکھ رہا تھا کہ آپ دعاء استسقاء (منبر پر) کر رہے تھے اور ابھی (دعا سے فارغ ہو کر) اترے بھی نہیں تھے کہ تمام نالے لبریز ہو گئے۔

وابیض یستسقے الغمام بوجهه
ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

یہ ابو طالب کا شعر ہے جس کا ترجمہ ہے کہ "گورا رنگ ان کا' وہ حامی یتیموں بیواؤں کے' لوگ پانی مانگتے ہیں ان کے منہ کے صدقہ سے۔"

١٠١٠- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ: ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا. قَالَ: فَيُسْقَوْنَ)).
[طرفه في : ٣٧١٠].

(١٠١٠) ہم سے حسن بن محمد بن صباح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا' ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس ؓ نے' ان سے انس بن مالک ؓ نے کہ جب کبھی حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر ؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو تو ہم پر پانی برسا۔ انس ؓ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برستی۔

تشریح خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے کہ انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے جاتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔

حضرت عباس ؓ کے ذریعے اس طرح توسل کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر موجود یا مردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمر کے سامنے نہیں تھی۔ سلف کا یہی معمول تھا۔ اور حضرت عمر کا طرز عمل اس مسئلہ میں بہت زیادہ واضح ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت عباس کی دعا بھی نقل کی ہے آپ نے استسقاء کی دعا اس طرح کی تھی "اے اللہ! آفت اور مصیبت بغیر گناہ کے نازل نہیں ہوتی اور توبہ کے بغیر نہیں چھٹتی۔ آپ کے نبی کے یہاں میری قدر و منزلت تھی اس لئے قوم مجھے آگے بڑھا کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جن سے ہم نے گناہ کئے تھے اور توبہ کے لئے ہماری پیشانیاں سجدہ ریز ہیں' باران رحمت سے سیراب کیجئے۔" دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ؓ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ تھا جیسے بیٹے کا باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور خدا کی بارگاہ میں ان کے چچا کو وسیلہ بناؤ۔ چنانچہ دعاء استسقاء کے بعد اس زور کی بارش ہوئی کہ تاحد نظر پانی ہی پانی تھا۔ (ملخص)

٤- بَابُ تَحْوِيْلِ الرِّدَاءِ فِي الإِسْتِسْقَاءِ

باب استسقاء میں چادر الٹنا

١٠١١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ)). [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۱۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبردی' انہیں محمد بن ابی بکر نے' انہیں عباد بن تمیم نے' انہیں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا استسقاء کی تو اپنی چادر کو بھی الٹا۔

١٠١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ إِنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ)). قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: هُوَ صَاحِبُ الأَذَانِ، وَلَكِنَّهُ وَهِمَ لأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الأَنْصَارِ. [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۱۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا' انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا' وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ گئے۔ آپ نے وہاں دعائے استسقاء قبلہ رو ہو کر کی اور آپ نے چادر بھی پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ کہتے تھے کہ (حدیث کے یہ راوی عبداللہ بن زید) وہی ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ عبداللہ ابن زید بن عاصم مازنی ہے جو انصار کے قبیلہ مازن سے تھے۔

تشریح: یہ مضمون احادیث کی اور کتابوں میں بھی موجود ہے کہ دعائے استسقاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کا نیچے کا کونا پکڑ کر اس کو الٹا اور چادر کو دائیں جانب سے گھما کر بائیں طرف ڈال لیا۔ اس میں اشارہ تھا کہ اللہ اپنے فضل سے ایسے ہی قحط کی حالت کو بدل دے گا۔ اب بھی دعائے استسقاء میں اہلحدیث کے ہاں یہی مسنون طریقہ معمول ہے مگر احناف اس کے قائل نہیں ہیں اسی حدیث میں استسقاء کی نماز دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ استسقاء کی نماز بھی نماز عید کی طرح ہے۔

٥- بَابُ انْتِقَامِ الرَّبِّ جَلَّ وَعَزَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ إِذَا انْتُهِكَتِ مَحَارِمُ اللهِ

باب جب لوگ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا خیال نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ قحط بھیج کر ان سے بدلہ لیتا ہے

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید کوئی حدیث یہاں لکھنا چاہتے ہوں گے مگر موقع

نہیں ملا بعض نسخوں میں یہ عبارت بالکل نہیں ہے۔ باب کا مضمون اس حدیث سے نکلتا ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ قریش کے کفار پر آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آیا۔

٦٧ - بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

١٠١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عَيَّاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ((أَنَّ رَجُلاً دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يُغِيْثَنَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا)). قَالَ: أَنَسٌ: فَلاَ وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلاَ قَزَعَةٍ وَلاَ شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلاَ دَارٍ. قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرسِ. فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ - قَالَ: وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ - وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَتِ الأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يُمْسِكَهَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ

باب جامع مسجد میں استسقاء یعنی پانی کی دعا کرنا

(۱۰۱۳) ہم سے محمد بن مرحوم بیکندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے بیان کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے ایک شخص (کعب بن مرہ یا ابو سفیان) کا ذکر کیا جو منبر کے سامنے والے دروازہ سے جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہؐ! (بارش نہ ہونے سے) جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے' آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہی ہاتھ اٹھا دیئے آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا کہیں دور دور تک آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ کوئی اور چیز (ہوا وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ بارش آئے گی) اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان بھی نہ تھا (کہ ہم بادل ہونے کے باوجود نہ دیکھ سکتے ہوں) پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل نمودار ہوا اور بیچ آسمان تک پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی' خدا کی قسم ہم نے سورج ایک ہفتہ تک نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس شخص نے پھر آپ کو کھڑے کھڑے ہی مخاطب کیا کہ یارسول اللہؐ! (بارش کی کثرت سے) مال و منال پر تباہی آ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش روک دے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ اب

عَلَى الإِكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). قَالَ: فَانْقَطَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسًا: أَهُوَ الرَّجُلُ الأَوَّلُ؟ قَالَ: لاَ أَدْرِي؟ [راجع: ٩٣٢]

ہمارے ارد گرد بارش برسا ہم سے اسے روک دے۔ ٹیلوں پہاڑوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ انہوں نے کہا کہ اس دعا سے بارش ختم ہو گئی اور ہم نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ وہی پہلا شخص تھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

سلع مدینہ کا پہاڑ۔ مطلب یہ کہ کسی بلند مکان یا گھر کی آڑ بھی نہ تھی کہ ابر ہو اور ہم اسے نہ دیکھ سکیں بلکہ آسمان شیشے کی طرح صاف تھا' برسات کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس حدیث سے حضرت امامؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ میں بھی استسقاء یعنی پانی کی دعا مانگنا درست ہے۔ نیز اس حدیث سے کئی ایک معجزات نبوی کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا فرمائی تو وہ فوراً قبول ہوئی اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر جب کثرت باراں سے نقصان شروع ہوا تو آپ نے بارش بند ہونے کی دعا فرمائی اور وہ بھی فوراً قبول ہوئی۔ اس سے آپ کے عنداللہ درجۂ قبولیت و صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم

٦ - بَابُ الإِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

باب جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت جب منہ قبلہ کی طرف نہ ہو پانی کے لئے دعا کرنا

١٠١٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ((أَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ - وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ يُغِيْثُنَا. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا)). قَالَ: أَنَسٌ: وَلاَ وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلاَ قَزَعَةً، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلاَ دَارٍ. وَ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ. فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلاَ وَاللهِ مَا رَأَيْنَا

(١٠١۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسمٰعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے شریک نے بیان کیا' ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اب جہاں دار القضاء ہے اسی طرف کے دروازے سے وہ آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے' اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو مخاطب کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر پانی برسائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم آسمان پر بادل کا کہیں نشان بھی نہ تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے بیچ میں مکانات بھی نہیں تھے' اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے بادل نمودار ہوا ڈھال کی طرح اور آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔ خدا کی قسم ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص اسی

الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ - وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ عَلَى الآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيْكٌ: فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَهُوَ الرَّجُلُ الأَوَّلُ؟ قَالَ: مَا أَدْرِي؟. [راجع: ٩٣٢]

دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے' اس لئے اس نے کھڑے کھڑے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کثرت بارش سے) جانور تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسا (جہاں ضرورت ہے) ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ چنانچہ بارش کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہم باہر آئے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا یہ پہلا ہی شخص تھا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔

تشریح سلع مدینہ کی مشہور پہاڑی ہے ادھر ہی سمندر تھا۔ راوی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بادل کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ سلع کی طرف بادل کا امکان ہو سکتا تھا۔ لیکن اس طرف بھی بادل نہیں تھا۔ کیونکہ پہاڑی صاف نظر آ رہی تھی درمیان میں مکانات وغیرہ بھی نہیں تھے اگر بادل ہوتے تو ضرور نظر آتے اور حضور اکرم ﷺ کی دعا کے بعد بادل ادھر ہی سے آئے۔ دار القضاء ایک مکان تھا جو حضرت عمرؓ نے بنوایا تھا۔ جب حضرت عمر کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ یہ مکان بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے جو بیت المال سے میں نے لیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے اسے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا' اس وجہ سے اس گھر کو دار القضاء کہنے لگے یعنی وہ مکان جس سے قرض ادا کیا گیا۔ یہ حال تھا مسلمانوں کے خلیفہ کا کہ دنیا سے رخصتی کے وقت ان کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا۔

٨- بَابُ الإِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب منبر پر پانی کے لئے دعا کرنا

١٠١٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ قَحَطَ الْمَطَرُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَدَعَا، فَمُطِرْنَا، فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ

(١٠١٥) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پانی کا قحط پڑ گیا ہے' اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کر دے۔ آپ نے دعا کی اور بارش اس طرح شروع ہوئی کہ گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا' دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ انس نے کہا کہ پھر

الْمُقْبِلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ - أَوْ غَيْرُهُ - فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ اُدْعُ اللهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا)). قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَشِمَالاً، يُمْطَرُوْنَ وَلاَ يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ)).

(دوسرے جمعہ میں) وہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بارش کا رخ کسی اور طرف موڑ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔ انس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں طرف چلے گئے پھر وہاں بارش شروع ہو گئی اور مدینہ میں اس کا سلسلہ بند ہوا۔

[راجع: ٩٣٢]

اس حدیث میں بظاہر منبر کا ذکر نہیں ہے آپ کے خطبہ جمعہ کا ذکر ہے جو آپ منبر ہی پر دیا کرتے تھے کہ اس سے منبر ثابت ہو گیا۔

٩- بَابُ مَنْ اكْتَفَى بِصَلاَةِ الْجُمُعَةِ فِي الإِسْتِسْقَاءِ

باب پانی کی دعا کرنے میں جمعہ کی نماز کو کافی سمجھنا (یعنی علیحدہ استسقاء کی نماز نہ پڑھنا اور اس کی نیت کرنا یہ بھی استسقاء کی ایک شکل ہے)

١٠١٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَدَعَا، فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلِ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي، فَقَامَ ﷺ: فَقَالَ ((اللَّهُمَّ عَلَى الإِكَامِ وَالظِّرَابِ وَالأَوْدِيَةِ وَمَنَابَتِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ

(١٠١٦) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے' ان کو انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ نے دعا کی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی پھر ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ (بارش کی کثرت سے) گھر گر گئے' راستے بند ہو گئے۔ چنانچہ آپؐ نے پھر کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے اللہ! بارش ٹیلوں' پہاڑیوں' وادیوں اور باغوں میں برسا (دعا کے نتیجہ میں) بادل مدینہ سے اس طرح پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

[راجع: ٩٣٢]

١٠- بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

باب اگر بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں تو پانی تھمنے کی دعا کر سکتے ہیں

١٠١٧- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي

(١٠١٧) ہم سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ

مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمُطِرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ. فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اللّٰهُمَّ عَلَى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالآكَامِ، وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ. [راجع: ۹۳۲]

مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا' انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے بیان کیا' ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! (کثرت باراں سے بہت سے) مکانات گر گئے' راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف بارش کا رخ کر دے۔ (جہاں بارش کی کمی ہے۔) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی دعا سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔

اور پانی پروردگار کی رحمت ہے' اس کے بالکل بند ہو جانے کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یوں فرمایا کہ جہاں مفید ہے وہاں برسے۔

۱۱- بَابُ مَا قِيْلَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الإِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جب نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن مسجد ہی میں پانی کی دعا کی تو چادر نہیں الٹائی

۱۰۱۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ((أَنَّ رَجُلاً شَكَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلاَكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ، فَدَعَا اللهَ يَسْتَسْقِي. وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَلاَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ)). [راجع: ۹۳۲]

(۱۰۱۸) ہم سے حسن بن بشر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معافی بن عمران نے بیان کیا کہ ان سے امام اوزاعی نے' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے (قحط سے) مال کی بربادی اور اہل و عیال کی بھوک کی شکایت کی۔ چنانچہ آپؐ نے دعائے استسقاء کی۔ راوی نے اس موقع پر نہ چادر پلٹنے کا ذکر کیا اور نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ چادر الٹانا اس استسقاء میں سنت ہے جو میدان میں نکل کر کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔

۱۲- بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الإِمَامِ

باب جب لوگ امام سے دعائے استسقاء کی درخواست

لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ

کریں تو رد نہ کرے

١٠١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ. فَدَعَا اللهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ. الَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالآكَامِ وَبُطُونِ الأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوبِ.

(۱۰۱۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے واسطے سے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! (قحط سے) جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند' اللہ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے دعا کی اور ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! بارش کا رخ پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف موڑ دے' چنانچہ بادل مدینہ سے اس طرح چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جایا کرتا ہے۔

١٣- بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

باب اس بارے میں کہ اگر قحط میں مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں؟

اگر قحط پڑے اور غیر مسلم مسلمانوں سے دعا کے طالب ہوں تو بلا دریغ دعا کرنی چاہئے کیونکہ کسی بھی غیر مسلم سے انسانی سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اسلام کا عین منشا ہے اور اسلام کی عزت بھی اسی میں ہے۔

١٠٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَؤُوا عَنِ الإِسْلاَمِ، فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالعِظَامَ. فَجَاءَهُ أَبُوسُفْيَانَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ

(۱۰۲۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' ان سے سفیان ثوری نے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے منصور اور اعمش نے بیان کیا' ان سے ابو الضحیٰ نے' ان سے مسروق نے' آپ نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس بددعا کے نتیجہ میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابو سفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم

قَوْمَكَ هَلَكُوا، فَادْعُ اللهَ تَعَالَى. فَقَرَأَ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ يَوْمَ بَدْرٍ- وَزَادَ أَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُورٍ-: فَدَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسُقُوا الْغَيْثَ، فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا. وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)). فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ، فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ. [راجع: ١٠٠٧]

مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں نمودار ہو گا الآیہ (خیر آپ نے دعا کی بارش ہوئی قحط جاتا رہا) لیکن وہ پھر کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا (ترجمہ) جس دن ہم انہیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی اور اسباط بن محمد نے منصور سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دعائے استسقاء کی (مدینہ میں) جس کے نتیجہ میں خوب بارش ہوئی کہ سات دن تک وہ برابر جاری رہی۔ آخر لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی تو حضور اکرمؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے اطراف وجوانب میں بارش برسا' مدینہ میں بارش کا سلسلہ ختم کر۔ چنانچہ بادل آسمان سے چھٹ گیا اور مدینہ کے ارد گرد خوب بارش ہوئی۔

تشریح شروع میں جو واقعہ بیان ہوا' اس کا تعلق مکہ سے ہے۔ کفار کی سرکشی اور نافرمانی سے عاجز آکر حضور اکرم ﷺ نے جب بددعا کی اور اس کے نتیجہ میں سخت قحط پڑا تو ابو سفیان جو ابھی تک کافر تھے' حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن خود اپنی قوم کے حق میں اتنی سخت بددعا کر دی۔ اب کم از کم آپ کو دعا کرنی چاہئے کہ قوم کی یہ پریشانی دور ہو۔ حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آپ نے ان کے حق میں دوبارہ دعا فرمائی لیکن حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کی تھی جبھی تو قحط کا سلسلہ ختم ہوا لیکن قوم کی سرکشی برابر جاری رہی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ﴾ (الدخان: ۱۶) یہ بطش کبریٰ بدر کی لڑائی میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب قریش کے بہترین افراد لڑائی میں کام آئے اور انہیں بری طرح پسپا ہونا پڑا۔ دمیاطی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بد دعا حضور اکرمؐ نے اس وقت کی تھی جب کفار نے حرم میں سجدہ کی حالت میں آپ پر اوجھڑی ڈال دی تھی اور پھر خوب اس "کارنامے" پر خوش ہوئے اور قہقہے لگائے تھے۔ قوم کی سرکشی اور فساد اس درجہ بڑھ گیا تو حضور اکرم ﷺ جیسے حلیم الطبع اور بردبار اور صابر نبی کی زبان سے بھی بد دعا نکل گئی۔ جب ایمان لانے کی کسی درجہ میں بھی امید نہیں ہوتی بلکہ قوم کا وجود دنیا میں صرف شر و فساد کا باعث بن کر رہ جاتا ہے تو اس شر کو ختم کرنے کی آخری تدبیر بد دعا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے پھر بھی کبھی بھی ایسی بد دعا نہیں نکلی جو ساری قوم کی تباہی کا باعث ہوتی کیونکہ عرب کے اکثر افراد کا ایمان مقدر تھا۔ اس روایت میں اسباط کے واسطہ سے جو حصہ بیان ہوا ہے اس کا تعلق مکہ سے نہیں بلکہ مدینہ سے ہے۔

اسباط نے منصور کے واسطہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے متعدد ابواب میں گزر چکی ہے۔ مصنفؒ نے دو حدیثوں کو ملا کر ایک جگہ بیان کر دیا' یہ خلط کسی راوی کا نہیں بلکہ جیسا کہ دمیاطی نے کہا ہے خود مصنفؒ کا ہے (تفہیم البخاری)

پیغمبروں کی شخصیت بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے' وہ ہر مشکل کو ہر دکھ کو ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں مگر جب قوم کی سرکشی حد سے گزرنے لگے اور وہ ان کی ہدایت سے مایوس ہو جائیں تو وہ اپنا آخری ہتھیار بد دعا بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے مواقع پر بہت سے نبیوں کی دعائیں منقول ہیں۔ ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی مایوس کن مواقع پر بد دعا کی ہے جن کے نتائج بھی فوراً ہی ظاہر ہوئے ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ مذکورہ بھی ہے (واللہ اعلم)

١٤- بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ ((حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا))

١٠٢١- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ ثَابِتٍ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَومَ جُمُعَةٍ، فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ قَحَطَ الْمَطَرُ، وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ، وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اسْقِنَا)) (مَرَّتَيْنِ). وَايمُ اللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ، فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ، وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى. فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيْهَا. فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ: تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ يَحْبِسُهَا عَنَّا. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا)). وَ تَكَشَّطَتِ الْمَدِيْنَةُ، فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا، وَ مَا تُمْطِرُ بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الإِكْلِيْلِ)).[راجع: ٩٣٢]

باب جب بارش حد سے زیادہ ہو تو اس بات کی دعا کہ ہمارے یہاں بارش بند ہو جائے اور ارد گرد برسے

(١٠٢١) مجھ سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا' ان سے ثابت نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں لوگوں نے کھڑے ہو کر غل مچایا' کہنے لگے کہ یارسول اللہ! بارش کے نام بوند بھی نہیں درخت سرخ ہو چکے (یعنی تمام پتے خشک ہو گئے) اور جانور تباہ ہو رہے ہیں' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کرے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ دو مرتبہ آپ نے اس طرح کہا۔ قسم خدا کی اس وقت آسمان پر بادل کہیں دور دور نظر نہیں آتا تھا لیکن دعا کے بعد اچانک ایک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بارش ہو رہی تھی اور دوسرے جمعہ تک بارش برابر ہوتی رہی پھر جب حضور اکرم دوسرے جمعہ میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ مکانات منہدم ہو گئے اور راستے بند ہو گئے' اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش بند کر دے۔ اس پر نبی کریم ﷺ مسکرائے اور دعا کی اے اللہ! ہمارے اطراف میں اب بارش برسا' مدینہ میں اس کا سلسلہ بند کر۔ آپ کی دعا سے مدینہ سے بادل چھٹ گئے اور بارش ہمارے ارد گرد ہونے لگی۔ اس شان سے کہ اب مدینہ میں ایک بوند بھی نہ پڑتی تھی میں نے مدینہ کو دیکھا ابر تاج کی طرح گردا گرد تھا اور مدینہ اس کے بیچ میں۔

١٥- بَابُ الدُّعَاءِ فِي الإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

١٠٢٢- وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ((خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ الأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ

باب استسقاء میں کھڑے ہو کر خطبہ میں دعا مانگنا

(١٠٢٢) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' ان سے زہیر نے' ان سے ابو اسحاق نے کہ عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن

وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى، فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ، فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ، وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ ﷺ)).

ارقم رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے پانی کے لئے دعا کی تو پاؤں پر کھڑے رہے' منبر نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت بلند آواز سے کی' نہ اذان کہی اور نہ اقامت۔ ابو اسحاق نے کہا عبداللہ بن یزید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

وہ صحابی تھے اور ان کا یہ واقعہ ۶۴ھ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ وہ عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔

١٠٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيْمٍ أَنَّ عَمَّهُ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ- أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ، فَقَامَ فَدَعَا اللهَ قَائِمًا، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَأُسْقُوا)). [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۲۳) ہم سے ابو الیمان حکیم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عباد بن تمیم نے بیان کیا کہ ان کے چچا عبداللہ بن زید نے جو صحابی تھے' انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کے لئے نکلے اور آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر پلٹی چنانچہ بارش خوب ہوئی۔

١٦- بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الإِسْتِسْقَاءِ

باب استسقاء کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا

١٠٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ)). [راجع: ١٠٠٥]

(۱۰۲۴) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا' ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا (عبداللہ بن زید) نے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے لئے باہر نکلے تو قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ پھر اپنی چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز میں آپ نے قرأت قرآن بلند آواز سے کی۔

١٧- بَابُ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِي ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

باب استسقاء میں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت مبارک کس طرح موڑی تھی؟

١٠٢٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا خَرَجَ

(۱۰۲۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا' ان سے عباد بن تمیم نے' ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ

يَسْتَسْقِي ، قَالَ : فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ)). [راجع: ١٠٠٥]

علیہ وسلم کو جب آپؐ استسقاء کے لئے باہر نکلے' دیکھا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے اپنی پیٹھ صحابہ کی طرف کردی اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ پھر چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھائی جس کی قرأت قرآن میں آپ نے جہر کیا تھا۔

١٨- بَابُ صَلاَةِ الإِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

باب استسقاء کی نماز دو رکعتیں پڑھنا

١٠٢٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَّبَ رِدَاءَهُ)). [راجع: ١٠٠٥]

(١٠٢٦) مجھ سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کیا' ان سے عباد بن تمیم نے' ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی تو دو رکعت نماز پڑھی اور چادر پلٹی۔

تشریح استسقاء کی دو رکعت نماز سنت ہے۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کا یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ استسقاء کے لئے نماز ہی نہیں تسلیم کرتے مگر صاحبین نے اس بارے میں حضرت امام کی مخالفت کی ہے اور صلوٰۃ استسقاء کے سنت ہونے کا اقرار کیا ہے۔

صاحب عرف الشذی نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی جملہ اختلافات کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

وقد عرفت بما ذكرنا من وجه تخبط الحنفية في بيان مذهب امامهم وهو انه قد نفى الصلوٰة في الاستسقاء معلقًا كما هو مصرح في كلام ابي يوسف و محمد في بيان مذهب ابي حنيفة ولا شك ان قوله هذا مخالف و منا بذ للسنة الصحيحة الثابتة الصريحة فاضطربت الحنفية لذالك وتخبطوا في تشريح مذهبه وتعليله حتى اضطر بعضهم الى الاعتراف بان الصلوٰة في الاستسقاء بجماعة سنة وقال لم ينكر ابو حنيفة سنيتها و استحبابها و انما انكر كونها سنة متوكدة وهذا كما ترى من باب توجيه الكلام بما لايرضى به قائله لانه لو كان الامركذالك لم يكن بينه وبين صاحبيه خلاف مع انه قد صرح جميع الشراح وغيرهم ممن كتب في اختلاف الائمة بالخلاف بينه وبين الجمهور في هذه المسئلة قال شيخنا في شرح الترمذي قول الجمهور وهو الصواب والحق لانه قد ثبت صلوٰته صلى الله عليه و سلم ركعتين في الاستسقاء من احاديث كثيرة صحيحة (مرعاة' ج: ٢/ ص: ٣٩٠)

خلاصہ یہ کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً صلوٰۃ استسقاء کا انکار کیا ہے تم پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اس بارے میں حنفیہ کو کس قدر پریشان ہونا پڑا ہے حالانکہ حضرت امام ابویوسفؒ و حضرت امام محمدؒ کے کلام سے صراحتاً ثابت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے اور کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ قول سنت صحیحہ کے صراحتاً خلاف ہے۔ اس لئے اس کی تاویل اور تشریح اور تعلیل بیان کرنے میں علمائے احناف کو بڑی مشکل پیش آئی ہے حتیٰ کہ بعض نے اعتراف کیا ہے کہ نماز استسقاء جماعت کے ساتھ سنت ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے صرف سنت مؤکدہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ یہ قائل کے قول کی ایسی توجیہ ہے جو خود قائل کو بھی پسند نہیں ہے۔ اگر حقیقت یہی ہوتی تو صاحبینؒ اپنے امام سے اختلاف نہ کرتے۔ اختلافات ائمہ بیان کرنے والوں نے اپنی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ

صلوٰۃ استسقاء کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول جمہور امت کے خلاف ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں کہ جمہور کا قول ہی درست ہے اور یہی حق ہے کہ نماز استسقاء کی دو رکعتیں رسول کریم ﷺ کی سنت ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پھر حضرت مولانا مرحوم نے اس سلسلہ کی بیشتر احادیث کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے' شائقین مزید تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک استسقاء کی دو رکعتیں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیرات زوائد کے ساتھ ادا کی جائیں مگر جمہور کے نزدیک اس نماز میں تکبیرات زوائد نہیں ہیں بلکہ ان کو اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح دیگر نمازیں ادا کی جاتی ہیں' قول جمہور کو ہی ترجیح حاصل ہے۔ نماز استسقاء کے خطبہ کے لئے منبر کا استعمال بھی مستحب ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس میں صاف فقعد علی المنبر کے لفظ موجود ہیں۔

١٩- بَابُ الإِسْتِسْقَاءِ فِي الْمُصَلَّى

١٠٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهُ- قَالَ سُفْيَانُ: وَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ - جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ)). [راجع: ١٠٠٥]

باب عید گاہ میں بارش کی دعا کرنا

(١٠٢٧) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ ابن ابی بکر سے بیان کیا' انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا اور عباد اپنے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے لئے عید گاہ کو نکلے اور قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر چادر پلٹی۔ سفیان ثوری نے کہا مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی نے ابوبکر کے حوالے سے خبر دی کہ آپ نے چادر کا داہنا کونا بائیں کندھے پر ڈالا۔

افضل تو یہ ہے کہ جنگل میدان میں استسقاء کی نماز پڑھے کیونکہ وہاں سب آ سکتے ہیں اور عید گاہ اور مسجد میں بھی درست ہے۔

٢٠- بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الإِسْتِسْقَاءِ

١٠٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّي يُصَلِّي، وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا - أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ - اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: ابْنُ زَيْدٍ هَذَا

باب استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

(١٠٢٨) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی' کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن زید انصاری نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ (استسقاء کے لئے) عید گاہ کی طرف نکلے وہاں نماز پڑھنے کو جب آپ دعا کرنے لگے یا راوی نے یہ کہا دعا کا ارادہ کیا تو قبلہ رو ہو کر چادر مبارک پلٹی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن زید مازنی ہیں اور

مَازِنِيٌّ، وَالأَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

[راجع: ١٠٠٥]

اس سے پہلے باب الدعافی الاستسقاء میں جن کا ذکر گزرا وہ عبداللہ بن زید ہیں کوفہ کے رہنے والے۔

٢١- بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الإِمَامِ فِي الاِسْتِسْقَاءِ

باب استسقاء میں امام کے ساتھ لوگوں کا بھی ہاتھ اٹھانا

١٠٢٩- قَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: ((أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَومَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ، هَلَكَ الْعِيَالُ، هَلَكَ النَّاسُ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُو، وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ. قَالَ: فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطِرْنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الأُخْرَى، فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ، وَمُنِعَ الطَّرِيقُ)).

[راجع: ٩٣٢]

(١٠٢٩) ایوب بن سلیمان نے کہا کہ مجھ سے ابو بکر بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے سلیمان بن بلال سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک بدوی (گاؤں کا رہنے والا) جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک سے مویشی تباہ ہو گئے' اہل و عیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے' دعا کرنے لگے' انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی ہم مسجد سے باہر نکلے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ میں پھر وہی شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! (بارش بہت ہونے سے) مسافر گھبرا گئے اور راستے بند ہو گئے (بشق بمعنی مل)

١٠٣٠- وَقَالَ الأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ)).

(١٠٣٠) عبدالعزیز اویسی نے کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن سعید اور شریک نے' انہوں نے کہا کہ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ (نے استسقاء میں دعا کرنے کے لئے) اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

٢٢- بَابُ رَفْعِ الإِمَامِ يَدَهُ فِي الاِسْتِسْقَاءِ

باب امام کا استسقاء میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا

١٠٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ

(١٠٣١) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان اور محمد بن ابراہیم بن عدی بن عروبہ نے بیان کیا' ان

قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلاَّ فِي الإِسْتِسْقَاءِ، وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ)).

سے سعید نے' ان سے قتادہ اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ دعائے استسقاء کے سوا اور کسی دعا کے لئے ہاتھ (زیادہ) نہیں اٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اتنا اٹھاتے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

[طرفاه في: ٣٥٦٥، ٦٣٤١].

تشریح ابو داؤد کی مرسل روایتوں میں یہی حدیث اسی طرح ہے کہ "استسقاء کے سوا پوری طرح آپ کسی دعا میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس روایت میں ہاتھ اٹھانے کے انکار سے مراد یہ ہے کہ بمبالغہ ہاتھ نہیں اٹھاتے اس روایت سے یہ کسی بھی طرح ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ دعاؤں میں ہاتھ ہی نہیں اٹھاتے تھے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الدعوات میں اس کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ استسقاء کی دعا میں آپ نے ہتھیلی کی پشت آسمان کی طرف کی اور شافعیہ نے کہا کہ قحط وغیرہ بلیات کے رفع کرنے کے لئے اس طرح دعا کرنا سنت ہے (قسطلانی) علامہ نووی فرماتے ہیں هذا الحديث يوهم ظاهره انه لم يرفع صص الا فى الاستسقاء وليس الامر كذلك بل قد ثبت رفع يديه صص فى مواطن غير الاستسقاء وهى اكثر من ان تحصر وقد جمعت منها نحوا من ثلاثين حديثا من الصحيحين اواحدهما وذكرتها فى اواخر باب صفة الصلوة من شرح المهذب ويتاول هذا الحديث على انه لم يرفع الرفع البليغ بحيث ترى بياض ابطيه الافى الاستسقاء واما المراد لم اره رفع وقد راى غيره رفع فيقدم المثبتون فى مواضع كثيرة وجماعات على واحد يحضر ذلك ولابد من تاويله كما ذكرناه والله اعلم (نووی' ج:۱/ ص: ۲۹۳)
خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں اٹھانے سے مبالغہ کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مراد ہے استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔ میں نے اس بارے میں تیس احادیث جمع کی ہیں دیگر آنکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی روایت کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ سے یہ ثابت ہے۔

٢٣- بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أَمْطَرَتْ

باب مینہ برستے وقت کیا کہے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَصَيِّبٍ﴾: الْمَطَرُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: صَابَ وَأَصَابَ يَصُوبُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (سورۂ بقرہ میں) کصیب (کے لفظ صیب) سے مینہ کے معنی لئے ہیں اور دوسروں نے کہا ہے کہ صیب صاب یصوب سے مشتق ہے اسی سے ہے اصاب۔

تشریح باب کی حدیث میں صیب کا لفظ آیا ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اس لئے حضرت امام نے اپنی عادت کے موافق اس کی تفسیر کر دی' اس کو طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے وصل کیا' انہوں نے ابن عباس سے جن کے قول سے آپ نے صیب کے معنی بیان کر دیئے اور دوسروں کے اقوال سے صیب کا اشتقاق بیان کیا کہ یہ کلمہ اجوف واوی ہے اس کا مجرد صاب یصوب اور مزید اصاب ہے۔

١٠٣٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ

(۱۰۳۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں عبیداللہ عمری نے نافع سے خبر دی' انہیں قاسم بن محمد نے' انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب بارش ہوتی دیکھتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ! نفع بخشنے والی

قَالَ: ((اللّٰهُمَّ صَيِّباً نَافِعًا)).

تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ. وَرَوَاهُ الأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ.

بارش برسا۔

اس روایت کی متابعت قاسم بن یحییٰ نے عبید اللہ عمری سے کی اور اس کی روایت اوزاعی اور عقیل نے نافع سے کی ہے۔

٢٤- بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

باب اس شخص کے بارے میں جو بارش میں قصداً اتنی دیر ٹھہرا کہ بارش سے اس کی داڑھی (بھیگ گئی اور اس) سے پانی بہنے لگا

١٠٣٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: ((أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَبَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ. قَالَ: فَثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ. قَالَ: فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الأُخْرَى. فَقَامَ ذَلِكَ الأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: ((اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا)). قَالَ: فَمَا جَعَلَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى

(١٠٣٣) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی' کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر ایک دفعہ قحط پڑا۔ انہی دنوں آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور بال بچے فاقے پر فاقے کر رہے ہیں' اللہ سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ آسمان پر دور دور تک ابر کا پتہ تک نہیں تھا۔ لیکن (آپ کی دعا سے) پہاڑوں کے برابر بادل گرجتے ہوئے آ گئے ابھی حضور اکرم ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی داڑھی سے بہہ رہا ہے۔ انس نے کہا کہ اس روز بارش دن بھر ہوتی رہی۔ دوسرے دن' تیسرے دن بھی اور برابر اسی طرح ہوتی رہی۔ اس طرح دوسرا جمعہ آ گیا۔ پھر یہی بدوی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! (کثرت باراں سے) عمارتیں گر گئیں اور جانور ڈوب گئے' ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا کہ حضور اکرم

نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلاَّ تَفَرَّجَتْ، حَتَّى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ، حَتَّى سَالَ الْوَادِي - وَادِي قَنَاةَ - شَهْرًا، قَالَ: فَلَمْ يَجِيءْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلاَّ حَدَّثَ بِالْجَوْدِ)). [راجع: ٩٣٢]

اپنے ہاتھوں سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کر دیتے ابر ادھر سے پھٹ جاتا' اب مدینہ حوض کی طرح بن چکا تھا اور اسی کے بعد وادی قناۃ کا نالہ ایک مہینہ تک بہتا رہا۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ اس کے بعد مدینہ کے ارد گرد سے جو بھی آیا اس نے خوب سیرابی کی خبر سنائی

تشریح: حضرت امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے باران رحمت کا پانی اپنی ریش مبارک پر بہایا۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بارش میں اپنا کپڑا کھول دیا اور یہ پانی اپنے جسد اطہر پر لگایا اور فرمایا کہ انه حدیث عهد بربه یہ پانی ابھی ابھی تازہ بتازہ اپنے پروردگار کے ہاں سے آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بارش کا پانی اس خیال سے جسم پر لگانا سنت نبوی ہے۔ اس حدیث سے خطبۃ الجمعہ میں بارش کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا۔

٢٥- بَابُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ

باب جب ہوا چلتی

١٠٣٤- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: ((كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ)).

(١٠٣٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے حمید طویل نے خبر دی اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب تیز ہوا چلتی تو حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ڈر محسوس ہوتا تھا۔

تشریح: آندھی کے بعد چونکہ اکثر بارش ہوتی ہے' اس مناسبت سے حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا۔ قوم عاد پر آندھی کا عذاب آیا تھا۔ اس لئے آندھی آنے پر آپ عذاب الٰہی کا تصور فرما کر گھبرا جاتے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ جب آندھی چلتی تو آپ ان لفظوں میں دعا فرماتے اللهم انی اسئلک خیرها وخیر ما فیها واعوذبک من شرها وشر ما فیها وخیر ما ارسلت به وشرما ارسلت به یعنی "یااللہ میں اس آندھی میں تجھ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے نتیجہ میں بھی خیر ہی چاہتا ہوں اور یااللہ میں تجھ سے اس کی اور اس کے اندر کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جو شر یہ لے کر آئی ہے اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔" ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آندھی دیکھتے تو دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے اور یہ دعا فرماتے اللهم اجعلها ریاحا ولا تجعلها ریحا یعنی یااللہ اس ہوا کو فائدہ کی ہوا بنا نہ کہ عذاب کی ہوا۔ لفظ ریاح رحمت کی ہوا اور ریح عذاب کی ہوا پر بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وارد ہوا ہے۔

٢٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ پروا ہوا کے ذریعہ مجھے مدد پہنچائی گئی

١٠٣٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ

(١٠٣٥) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا' ان سے مجاہد نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پروا

عَادٌ بِالدَّبُورِ)).

[أطرافه في: ٣٢٠٥، ٣٣٤٣، ٤١٠٥].

ہوا کے ذریعہ مدد پہنچائی گئی اور قوم عاد پچھوا کے ذریعہ ہلاک کردی گئی تھی۔

جنگ خندق میں بارہ ہزار کافروں نے مدینہ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا آخر اللہ نے پروا ہوا بھیجی' اس زور کے ساتھ کہ ان کے ڈیرے اکھڑ گئے' آگ بجھ گئی' آنکھوں میں خاک گھس گئی جس پر کافر پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ کا یہ اشارہ اسی ہوا کی طرف ہے۔

٢٧- بَابُ مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالآيَاتِ

باب بھونچال اور قیامت کی نشانیوں کے بیان میں

١٠٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلاَزِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ - وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ - حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضُ)). [راجع: ٨٥]

(١٠٣٦) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابو الزناد (عبداللہ بن ذکوان) نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جائے گا اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے گا اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں گے اور "ہرج" کی کثرت ہو جائے گی اور ہرج سے مراد قتل ہے۔ قتل اور تمہارے درمیان دولت و مال کی اتنی کثرت ہو گی کہ وہ ابل پڑے گا۔

تشریح: سخت آندھی کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ بھونچال کا بھی ذکر کر دیا' دونوں آفتیں ہیں۔ بھونچال یا گرج یا آندھی یا زمین دھنسنے میں ہر شخص کو دعا اور استغفار کرنا چاہئے اور زلزلے میں نماز بھی پڑھنا بہتر ہے لیکن اکیلے اکیلے۔ جماعت اس میں مسنون نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زلزلے میں انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی تو یہ صحیح نہیں ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

١٠٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا)). قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا. قَالَ: قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا)) قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا. قَالَ: قَالَ ((هُنَاكَ الزَّلاَزِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ

(١٠٣٧) مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔ اس پر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد کے لئے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی کہا "اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما" پھر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا

الشَّيْطَانِ)).[طرفه في: ٧٠٩٤]. سینگ وہیں سے طلوع ہو گا۔

تشریح نجد عرب حجاز سے مشرق کی طرف واقع ہے خاص وہ علاقہ مراد نہیں ہے جو کہ آج کل نجد کہلاتا ہے بلکہ نجد سے تمام ممالک شرقیہ مراد ہیں۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وهو تهامة وكل كما ارتفع من بلاد تهامة الى ارض العراق یعنی نجد سے تہامہ کا علاقہ مراد ہے جو بلاد تہامہ سے ارض عراق تک سطح مرتفع میں پھیلا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ اشارہ نبوی ارض عراق کیلئے تھا جہاں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس علاقے سے مسلمانوں کا افتراق و انتشار شروع ہوا جو آج تک موجود ہے اور شاید ابھی عرصہ تک یہ انتشار باقی رہے گا' یہ سب ارض عراق کی پیداوار ہے۔ یہ روایت یہاں موقوفاً بیان ہوئی ہے اور درحقیقت مرفوع ہے۔ازہر سمان نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اسی کتاب یعنی بخاری شریف کتاب الفتن میں یہ حدیث آئے گی اور وہاں اس پر مفصل تبصرہ کیا جائے گا ان شاء اللہ۔ صاحب فضل الباری ترجمہ بخاری حنفی تحریر فرماتے ہیں شام کا ملک مدینہ کے اتر کی طرف ہے اور یمن دکن کی طرف اور نجد کا ملک پورب کی طرف ہے۔ آپ نے شام کو اپنی طرف اس واسطے منسوب کیا کہ وہ مکہ تہامہ کی زمین ہے اور تہامہ یمن سے متعلق ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ حدیث اس وقت فرمائی تھی کہ ابھی تک نجد کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور آنحضرتؐ کے ساتھ فتنہ و فساد میں مشغول تھے جب وہ لوگ اسلام لائے اور آپکی طرف صدقہ بھیجا تو آپ نے صدقہ کو دیکھ کر فرمایا هذا صدقة قومي یہ میری قوم کا صدقہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ قومی نسبت شامنا ویمننا کی نسبت سے قوی تر ہے۔

سینگ شیطان سے مراد اس کا گروہ ہے' یہ الفاظ آپ نے اسی واسطے فرمائے کہ وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ فساد کیا کرتے تھے اور کہا کعب نے کہ عراق سے یعنی اس طرف سے دجال نکلے گا (فضل الباری' ص: ۳۵۳/ پ: ۴)

اس دور آخر بدرقہ نجد سے وہ تحریک اٹھی جس نے زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفائے راشدین کی یاد کو تازہ کر دیا جس سے مجدد اسلام حضرت الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک مراد ہے جنہوں نے از سر نو مسلمانوں کو اصل اسلام کی دعوت دی اور شرک و بدعات کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ نجدیوں سے قبل حجاز کی حالت جو کچھ تھی وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ جس دن سے وہاں نجدی حکومت قائم ہوئی ہر طرح کا امن و امان قائم ہوا اور آج تو حکومت سعودیہ نجدیہ نے حرمین شریفین کی خدمات کے سلسلے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو ساری دنیائے اسلام میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ايدهم الله بنصره العزيز (آمین)

۲۸- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ [الواقعة: ۸۲]

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح ﴿وتجعلون رزقكم انكم تكذبون﴾

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شُكْرَكُمْ.

یعنی تمہارا شکر یہی ہے کہ تم اللہ کو جھٹلاتے ہو (یعنی تمہارے حصہ میں جھٹلانے کے سوا اور کچھ آیا ہی نہیں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمارے رزق سے مراد شکر ہے۔

تشریح اس کو عبد بن منصور اور ابن مردویہ نے نکالا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسے تو تم کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن تم تو شکر کے بدلے یہ کرتے ہو کہ اللہ کو تو جھٹلاتے ہو جس نے پانی برسایا اور ستاروں کو مانتے ہو' کہتے ہو ان کی گردش سے پانی پڑا۔ اس آیت کی مناسبت باب استسقاء سے ظاہر ہو گئی۔ اب زید بن خالد کی حدیث جو اس باب میں لائے وہ بھی بارش سے متعلق ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں بارش ہوئی۔ پھر آپ نے یہی فرمایا جو حدیث میں ہے۔ پھر

سورۂ واقعہ سے یہ آیت پڑھی ﴿ فلا اقسم بمواقع النجوم ﴾ سے لے کر ﴿ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ﴾ تک (وحیدی)

١٠٣٨- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَال: ((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟)) قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَ كَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ)). [راجع: ٨٤٦]

(١٠٣٨) ہم سے اسمٰعیل بن ابوب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و سلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن ہے ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و رحم سے پانی پڑا وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے پانی پڑا اس نے میرا کفر کیا' تاروں پر ایمان لایا۔

٢٩- بَابُ لاَ يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلاَّ اللهُ

باب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ بارش کب ہو گی

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((خَمْسٌ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلاَّ اللهُ)).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے نقل کیا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

١٠٣٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ اللهُ: لاَ يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلاَ يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الأَرْحَامِ، وَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ

(١٠٣٩) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے' کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی) کل کیا کرنا ہو گا' اس کا کسی کو علم نہیں۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ

تَمُوتُ، وَمَا يَدْرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ)).[أطرافه في: ٤٦٢٧، ٤٦٩٧، ٤٧٧٨، ٧٣٧٩].

اسے موت کس جگہ آئے گی اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ بارش کب ہو گی۔

تشریح جب اللہ تعالیٰ نے صاف قرآن میں اور پیغمبر صاحب نے حدیث میں فرما دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو یہ علم نہیں ہے کہ برسات کب پڑے گی تو جس شخص میں ذرا بھی ایمان ہو گا وہ ان دھوتی بند پنڈتوں کی بات کیوں مانے گا اور جو مانے اور ان پر اعتقاد رکھے معلوم ہوا وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے اور کافر ہے۔ لطف یہ ہے کہ رات دن پنڈتوں کا جھوٹ اور بے تکا پن دیکھتے جاتے ہیں اور پھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اگر کافر لوگ ایسا کریں تو چنداں تعجب نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ باوجود دعویٰ اسلام مسلمان بادشاہ اور امیر نجومیوں کی باتیں سنتے ہیں اور آئندہ واقعات پوچھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان نام کے مسلمانوں کی عقل کہاں تشریف لے گئی ہے۔ صدہا مسلمان بادشاہتیں انہی نجومیوں پہ اعتقاد رکھنے سے تباہ اور برباد ہو چکی ہیں اور اب بھی مسلمان بادشاہ اس حرکت سے باز نہیں آتے جو کفر صریح ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم (مولانا وحید الزماں)

آیت کریمہ میں غیب کی پانچ کنجیوں کو بیان کیا گیا ہے جو خاص اللہ ہی کے علم میں ہیں اور علم غیب خاص اللہ ہی کو حاصل ہے۔ جو لوگ انبیاء اولیاء کے لئے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں' وہ قرآن و حدیث کی رو سے صریح کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پوری آیت شریفہ یہ ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان: ٣٤) یعنی "بے شک قیامت کب قائم ہو گی یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو ہے اور وہی بارش اتارتا ہے (کسی کو صحیح علم نہیں کہ بالضرور فلاں وقت بارش ہو جائے گی) اور صرف وہی جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ' اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین پر انتقال کرے گا' بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے' یہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جن کا علم سوائے اللہ پاک کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔"

قیامت کی علامات تو احادیث اور قرآن میں بہت کچھ بتلائی گئی ہیں اور ان میں سے اکثر نشانیاں ظاہر بھی ہو رہی ہیں مگر خاص دن تاریخ وقت یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو حاصل ہے' اسی طرح بارش کے لئے بہت سی علامات ہیں جن کے ظہور کے بعد اکثر بارش ہو جاتی ہے پھر بھی خاص وقت نہیں بتلایا جا سکتا۔ اس لئے کہ بعض دفعہ بہت سی علامتوں کے باوجود بارش ٹل جایا کرتی ہے اور ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ اس کا صحیح علم بھی کسی حکیم ڈاکٹر کو حاصل ہے نہ کسی کاہن نجومی پنڈت ملا کو یہ خاص اللہ پاک ہی جانتا ہے' اسی طرح ہم کل کیا کام کریں گے یہ بھی خاص اللہ ہی کو معلوم ہے جبکہ ہم روزانہ اپنے کاموں کا نقشہ بناتے ہیں مگر بیشتر اوقات وہ جملہ نقشے فیل ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی قبر کہاں بننے والی ہے۔ الغرض علم غیب جزوی اور کلی طور پر صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے ہاں وہ جس قدر چاہتا ہے کبھی کبھار اپنے محبوب بندوں کو کچھ چیزیں بتلا دیا کرتا ہے مگر اس کو غیب نہیں کہا جا سکتا یہ تو اللہ کا عطیہ ہے وہ جس قدر چاہے اور جب چاہے اور جسے چاہے اس کو بخش دے۔ اس کو غیب دانی کہنا بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو نقل فرما کر ثابت فرمایا کہ بارش ہونے کا صحیح علم صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے اور کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یقینی طور پر فلاں دن فلاں وقت بارش ہو جائے گی۔

۱۶- کتاب الکسوف

سورج گرہن کے متعلق ابواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح کسوف لغت میں سیاہ ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کی حالت متغیر جائے اور منہ پر سیاہی آ جائے اس کے لئے عربی محاورہ یہ ہے فلان کسف وجهه وحاله یعنی فلاں کا چہرہ اور اس کی حالت سیاہ ہو گئی۔ اور سورج گرہن کے وقت بولتے ہیں کسف الشمس (سورج سیاہ ہو گیا) چاند اور سورج کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں مگر حقیقت میں یہ غافلوں کے لئے قدرت کی طرف سے تنبیہ ہے کہ وہ خدا کے عذاب سے نڈر نہ ہوں اللہ پاک جس طرح چاند اور سورج جیسے اجرام فلکی کو متغیر کر دیتا ہے ایسے ہی گنہگاروں کے دلوں کو بھی کالا کر دیتا ہے اور اس پر بھی تنبیہ ہے کہ چاند اور سورج اپنی ذات میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ یہ بھی مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے تابع ہیں پھر بھلا یہ عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں۔ گرہن کے وقت نماز کے مشروع ہونے پر جملہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے جمہور اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور فضلائے حنفیہ نے اسے سنت گردانا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ! احناف کا مسلک اس نماز کے بارے میں یہ ہے کہ عام نمازوں کی طرح پڑھی جائے گی مگر یہ مسلک صحیح نہیں ہے جس کی تفصیل علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں یہ ہے جسے صاحب تفہیم البخاری نے نقل کیا ہے کہ سورج گرہن سے متعلق روایتیں متعدد اور مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس نماز میں بھی عام نمازوں کی طرح ایک رکوع کیا۔

بہت سی روایتوں میں ہر رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور بعض میں تین اور پانچ تک بیان ہوئے ہیں۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس باب کی تمام روایتوں کا جائزہ لینے کے بعد صحیح روایت وہی معلوم ہوتی جو بخاری میں موجود ہے یعنی آپؐ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے۔ آگے چل کر صاحب تفہیم البخاری نے علامہ مرحوم کی یہ تفصیل نقل کی ہے۔

انتہائی نامناسب بات ! جن روایتوں میں متعدد رکوع کا ذکر ہے اس کے متعلق بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ چونکہ آپؐ نے طویل رکوع کیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ رکوع سے سر اٹھا اٹھا کر یہ دیکھتے تھے کہ آنحضورؐ کھڑے ہو گئے یا نہیں اور اسی طرح بعض صحابہ نے جو پیچھے تھے یہ سمجھ لیا کہ کئی رکوع کئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بات انتہائی نامناسب اور متاخرین کی ایجاد ہے (تفہیم البخاری' پ: ۴/ صفحہ: ۱۲۵)

صحابہ کرامؓ کی شان میں ایسا کہنا ان کی انتہائی تخفیف ہے۔ بھلا وہ مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سراپا خشوع و

خضوع سے نماز پڑھا کرتے تھے ان کے بارے، میں حاشا و کلا ایسا گمان کیا جا سکتا ہے ہر گز نہیں۔

لفظ کسوف اور خسوف کے بارے میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں الکسوف هو التغير الى السواد ومنه كسف وجهه اذا تغير والخسوف بالخاء المعجمة النقصان قاله الاصمعي والخسف ايضا الذل والجمهور على انهما يكونان لذهاب ضوء الشمس والقمر بالكلية وقيل بالكاف في الابتداء وبالخاء في الانتهاء وزعم بعض علماء الهيئة ان كسوف الشمس لا حقيقة له فانها لا تتغير في نفسها وانما القمر يحول بيننا وبينها ونورها باق واما كسوف القمر فحقيقة فان ضوئه من ضوء الشمس وكسوفه بحيلولة ظل الارض من بين الشمس وبينه بنقطة التقاطع فلا يبقى فيه ضوء البتة فخسوفه ذهاب ضوئه حقيقة انتهى الخ

قال الحافظ عبدالعظيم المنذرى ومن قبله القاضى ابوبكر بن العربى حديث الكسوف رواه عن النبى صليک الله عليه و سلم سبعة عشر نفسا رواه جماعة منهم بالكاف وجماعة بالخاء وجماعة باللفظين جميعا انتهى ولا ريب ان مدلول الكسوف لغة غير مدلول الخسوف لان الكسوف بالكاف التغير الى سواد و الخسوف بالخاء النقص والزوال یعنی کسوف کے معنی سیاہی کی طرف متغیر ہو جانا ہے جب کسی کا چہرہ متغیر ہو جائے تو لفظ کسف وجهه بولا کرتے ہیں اور خسوف خائے معجمہ کے ساتھ نقصان کو کہتے ہیں اور لفظ خسف ذلت کے معنی میں بولا گیا ہے یہ بھی کہا گیا کہ گرہن کی ابتدائی حالت پر کسوف اور انتہائی حالت پر خسوف بولا گیا ہے بعض علمائے ہیئت کا ایسا خیال ہے کہ کسوف شمس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات میں متغیر نہیں ہوتا چاند اس کے اور ہمارے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس کا نور باقی رہتا ہے (یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے کہ کوئی شرعی بات نہیں ہے حقیقت حال سے اللہ ہی واقف ہے)

کسوف قمر کی حقیقت ہے اس کی روشنی سورج کی روشنی ہے جب زمین اس کے اور چاند کے درمیان حائل ہو جاتی ہے تو اس میں روشنی نہیں رہتی۔

حافظ عبدالعظیم منذری اور قاضی ابوبکر نے کہا کہ حدیث کسوف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ ایک جماعت نے ان میں سے کاف کے ساتھ یعنی لفظ کسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے خاء لفظ خسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے ہر دو لفظوں کے ساتھ۔ لغوی اعتبار سے ہر دو لفظوں کا مدلول الگ الگ ہے کسوف سیاہی کی طرف متغیر ہونا۔ اور خسوف نقص اور زوال کی طرف متغیر ہونا۔ بہر حال اس بارے میں شارع علیہ السلام کا جامع ارشاد کافی ہے کہ ہر دو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ پاک اپنے بندوں دکھاتا ہے کہ یہ چاند اور سورج بھی اس کے قبضے میں ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو لوگ چاند سورج کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی انتہائی حماقت میں مبتلا ہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو معبود بناتے ہیں' سچ ہے لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (فصلت : ۳۷) یعنی "چاند اور سورج کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم خاص اس اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو۔" معلوم ہوا کہ ہر قسم کے سجدے خاص اللہ ہی کے لئے کرنے ضروری ہیں۔

١ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

باب سورج گرہن کی نماز کا بیان

١٠٤٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ

(۱۰۴۰) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے یونس سے بیان کیا' ان سے امام حسن بصری نے بیان کیا' ان سے ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی

ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَنْكَشِفَ مَا بِكُمْ)). [أطرافه في: ١٠٤٨، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ٥٧٨٥].

کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم (اٹھ کر جلدی میں) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں گئے۔ ساتھ ہی ہم بھی گئے' آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تا آنکہ سورج صاف ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و ہلاکت سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھو تو اس وقت نماز اور دعا کرتے رہو جب تک گرہن کھل نہ جائے۔

١٠٤١- حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَقُومُوا فَصَلُّوا)).

[طرفاه في: ١٠٥٧، ٣٢٠٤].

(۱۰۴۱) ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن حمید نے خبر دی' انہیں اسمٰعیل بن ابی خالد نے' انہیں قیس بن ابی حازم نے اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی شخص کی موت سے نہیں لگتا۔ یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لئے اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب گرہن لگے خواہ وہ کسی وقت ہو اور حنفیوں نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے اور امام احمد سے بھی مشہور روایت یہی ہے اور مالکیہ کے نزدیک اس وقت سورج کے نکلنے سے آفتاب کے ڈھلنے تک ہے اور اہل حدیث نے اول مذہب کو اختیار کیا ہے اور وہی راجح ہے (وحیدی)

١٠٤٢- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا

(۱۰۴۲) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے خبر دی' انہیں ان کے باپ قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و زندگی سے نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' اس لئے جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو۔

رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا)).

[أطرفه في: ١٢٠١].

١٠٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللهَ)).

(۱۰۴۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان ابو معاویہ نے بیان کیا' ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا' ان سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن اس دن لگا جس دن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا بعض لوگ کہنے لگے کہ گرہن حضرت ابراہیمؑ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ تم جب اسے دیکھو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔

[طرفاه في: ١٠٦٠، ٦١٩٩].

تشریح اتفاق سے جب حضرت ابراہیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے گزر گئے تو سورج گرہن لگا۔ بعضے لوگوں نے سمجھا کہ ان کی موت سے یہ گرہن لگا ہے' آپ ﷺ نے اس اعتقاد کا رد فرمایا۔ جاہلیت کے لوگ ستاروں کی تاثیر زمین پر پڑنے کا اعتقاد رکھتے تھے ہماری شریعت نے اسے باطل قرار دیا۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب بھی گرہن لگے خواہ کسی وقت ہو' یہی مذہب راجح ہے۔ یہاں گرہن کو اللہ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں اتنا زیادہ منقول ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ عاجزی سے اطاعت کرتی ہے۔ تجلی کا اصل مفہوم و مطلوب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ خیال کہ گرہن ہمیشہ چاند یا زمین کے حائل ہونے سے ہوتا ہے یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے اور یہ علم یقینی نہیں ہے۔ حکیم دیو جانس کلبی کا یہ حال تھا کہ جب اس کے سامنے کوئی علم ہیئت کا مسئلہ بیان کرتا تو وہ کہتا کہ کیا آپ آسمان سے اترے ہیں۔ بہرحال بقول حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم علمائے ہیئت جو کہتے ہیں کہ زمین یا چاند حائل ہو جانے سے گرہن ہوتا ہے' یہ حدیث کے خلاف نہیں ہے پھر بھی آیۃ من آیات اللہ کا اطلاق اس پر صحیح ہے۔ روایت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ۱۰ھ میں بماہ ربیع الاول یا ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب تسہیل القاری لکھتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا جیسے کفار کا اعتقاد تھا تو گرہن سورج اور چاند کا اپنے مقررہ وقت پر نہ ہوتا بلکہ جب دنیا میں کسی بڑے کی موت کا حادثہ پیش آتا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا' گرہن لگا کرتا۔ حالانکہ اب کاملین علم ہیئت نے سورج اور چاند کے گرہن کے اوقات ایسے دریافت کئے ہیں کہ ایک منٹ ان سے آگے پیچھے گرہن نہیں ہوتا اور سال بھر کی بیشتر جنتریوں میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سال سورج گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت ہوگا اور چاند گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت میں اور یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ سورج یا چاند کی ٹکی گرہن سے کل چھپ جائے گی یا ان کا اتنا حصہ۔ اور یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ کس ملک میں کس قدر گرہن لگے گا۔

بہر حال یہ دونوں اللہ کی قدرت کی اہم نشانیاں ہیں اور قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۵۹) کہ ہم اپنی قدرت کی کتنی ہی نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں جو اہل ایمان ہیں وہ ان سے اللہ کے وجود برحق پر دلیل لے کر اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں اور جو الحاد و دہریت کے شکار ہیں وہ ان کو مادی عینک سے دیکھ کر اپنے الحاد و دہریت میں ترقی کرتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ﴿ وفی کل شئی له اية تدل على انه واحد ﴾ یعنی کائنات کی ہر چیز میں اس امر کی نشانی موجود ہے کہ اللہ پاک اکیلا ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ وفی هذا الحديث ابطال ماكان اهل الجاهلية يعتقدونه من تاثير الكواكب قال الخطابی كانوا فی الجاهلية يعتقدون ان الكسوف يوجب حدوث تغير الارض من موت اوضرر فاعلم النبی صلی الله عليه وسلم انه اعتقاد باطل وان الشمس والقمر خلقان مسخران لله تعالىٰ ليس لهما سلطان فی غيرهما ولا قدرة على الدفع عن انفسهما (نیل الاوطار) یعنی عہد جاہلیت والے ستاروں کی تاثیر کا جو اعتقاد رکھتے تھے اس حدیث میں اس کا ابطال ہے۔ خطابی نے کہا کہ جاہلیت کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ گرہن سے زمین پر موت یا اور کسی نقصان کا حادثہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے بتلایا کہ یہ اعتقاد باطل ہے اور سورج اور چاند اللہ پاک کی دو مخلوق جو اللہ پاک ہی کے تابع ہیں ان کو اپنے غیر میں کوئی اختیار نہیں اور نہ وہ اپنے ہی نفسوں سے کسی کو دفع کر سکتے ہیں۔

آج کل بھی عوام الناس جاہلیت جیسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں' اہل اسلام کو ایسے غلط خیال سے بالکل دور رہنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ ستاروں میں کوئی طاقت قدرت نہیں ہے۔ ہر قسم کی قدرت صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

٢- بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

باب سورج گرہن میں صدقہ خیرات کرنا

١٠٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ - وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ - ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي رَكْعَةِ الأُوْلَى، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا

(۱۰۴۴) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پہلے آپ کھڑے ہوئے تو بڑی دیر تک کھڑے رہے' قیام کے بعد رکوع کیا اور رکوع میں بہت دیر تک رہے۔ پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دیر تک دوبارہ کھڑے رہے لیکن آپ کے پہلے قیام سے کچھ کم' پھر رکوع کیا تو بڑی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر' پھر سجدہ میں گئے اور دیر میں سجدہ کی حالت میں رہے۔ دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے اسی طرح کیا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو گرہن کھل چکا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا

وَتَصَدَّقُوا)) ثُمَّ قَالَ: ((يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ. يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا)).

[أطرافه في: ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١].

اے محمدؐ کی امت کے لوگو! دیکھو اس بات پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت اور کسی کو نہیں آتی کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ و سلم! واللہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

تشریح: یعنی ہر رکعت میں دو دو رکوع کئے اور دو دو قیام اگرچہ بعض روایتوں میں تین تین رکوع اور بعض میں چار چار اور بعض میں پانچ پانچ ہر رکعت میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر دو دو رکوع کی روایتیں صحت میں بڑھ کر ہیں اور اہلحدیث اور شافعی کا اس پر عمل ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرے۔ امام ابن قیمؒ نے کہا ایک رکوع کی روایتیں صحت میں دو دو رکوع کی روایتوں کے برابر نہیں ہیں اب جن روایتوں میں دو رکوع سے زیادہ منقول ہیں یا تو وہ راویوں کی غلطی ہے یا کسوف کا واقعہ کئی بار ہوا ہو گا۔ بعضے علماء نے یہی اختیار کیا ہے کہ جن جن طرحوں سے کسوف کی نماز منقول ہے ان سب طرحوں سے پڑھنا درست ہے۔

قسطلانی نے پچھلے متکلمین کی طرح غیرت کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ غیرت غصے کے جوش کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے تغیرات سے پاک ہے۔ اہلحدیث کا یہ طریق نہیں' اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں اور ان میں تاویل اور تحریف نہیں کرتے جب غضب اللہ تعالیٰ صفات میں سے ہے تو غیرت بھی اس کی صفات میں سے ہو گی غضب زائد اور کم ہو سکتا ہے اور تغیر اللہ کی ذات اور صفات حقیقیہ میں نہیں ہوتا لیکن صفات افعال میں تو تغیر ضرور ہے مثلاً گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے پھر توبہ کرنے سے راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کلام کرتا اور کبھی کلام نہیں کرتا کبھی اترتا ہے کبھی چڑھتا ہے غرض صفات افعالیہ کا حدوث اور تغیر اہلحدیث کے نزدیک جائز ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

٣- بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً فِي الْكُسُوفِ

باب گرہن کے وقت یوں پکارنا کہ نماز کے لئے اکٹھے ہو جاؤ جماعت سے نماز پڑھو

١٠٤٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو

(١٠٤٥) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام بن ابی سلام رحمہم اللہ تعالیٰ حبشی دمشقی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری نے خبر دی' ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نُودِيَ ((بِالصَّلَاةُ جَامِعَةٌ)). [طرفه في: ١٠٥١].

گرہن لگا تو یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے۔

مقصد باب یہ ہے کہ گرہن کی نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی مگر لوگوں میں اس طور اعلان کرانا کہ یہ نماز گرہن جماعت سے ادا کی جانے والی ہے لہٰذا لوگو شرکت کے لئے تیار ہو جاؤ اس طرح پر اعلان کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسا اعلان کرانا حدیث ذیل سے ثابت ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز خاص اہتمام جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔

٤- بَابُ خُطْبَةِ الإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب گرہن کی نماز میں امام کا خطبہ پڑھنا

اور حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں خطبہ سنایا۔

١٠٤٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح. وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ، فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَقِرَاءَةً طَوِيْلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الأُولَى، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعاً طَوِيْلاً وَهُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ. ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى

(١٠٤٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے احمد بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے عنبسہ بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یونس بن یزید نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی میں سورج گرہن لگا' اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ و سلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضور اکرمؐ کے پیچھے صف باندھی آپ نے تکبیر کہی اور بہت دیر قرآن مجید پڑھتے رہے پھر تکبیر کہی اور بہت لمبا رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا (رکوع سے اٹھنے کے بعد) پھر بہت دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن پہلی قرأت سے کم' پھر تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے' یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا۔ اب سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا ولک الحمد کہا پھر سجدہ میں گئے۔ آپ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا (ان دونوں رکعتوں میں) پورے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپؐ نے

عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ)) ثُمَّ قَالَ: ((هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلاَةِ)). وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَجَلْ، لأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھا کرو تو فوراً نماز کی طرف لپکو۔ زہری نے کہا کہ کثیر بن عباس اپنے بھائی عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے تھے وہ سورج گرہن کا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے جیسے عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جس دن مدینہ میں سورج گرہن ہوا صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پڑھی اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہاں مگر وہ سنت کے طریق سے چوک گئے۔

[راجع: ١٠٤٤]

تشریح ان کو حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث نہ پہنچی ہو گی حالانکہ عبداللہ بن زبیر صحابیؓ تھے اور عروہ تابعی ہیں مگر عروہ نے آنحضرت ﷺ کی حدیث نقل کی اور حدیث کی پیروی سب پر مقدم ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی جیسے عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس ہیں ان سے بھی غلطی ہو جاتی تھی تو اور مجتہدوں سے جیسے امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعی ہیں غلطی کا ہونا کچھ بعید نہیں اور اگر منصف آدمی امام ابن قیم کی اعلام الموقعین انصاف سے دیکھے تو اس کو ان مجتہدوں کی غلطیاں بخوبی معلوم ہو سکتی ہیں (وحیدی)

٥- بَابُ هَلْ يَقُولُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ؟

وَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ [القيامة : ٨]

باب سورج کا کسوف و خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ قیامہ میں) فرمایا "وخسف القمر"

تشریح اس باب سے امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کسوف اور خسوف چاند اور سورج دونوں کے گرہن میں مستعمل ہوتے ہیں اور جن لوگوں نے سورج گرہن کو کسوف یا خسوف کہنے سے منع کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے چاند گرہن کو خسوف کہنے سے کیونکہ اللہ نے خود سورۂ قیامہ میں چاند گرہن کو خسوف فرمایا (وحیدی)

١٠٤٧- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حدثنا اللَّيْثُ عَنْ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنِ ابْنِ شهابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عائشة زوج النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّ رَسُولَ

(١٠٤٧) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجۂ مطہرہ

اللهِ ﷺ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَقَامَ كَمَا هُوَ، ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الأُوْلَى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الأُوْلَى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيْلاً، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الأَخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ - وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ - فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: ((إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلاَةِ)). [راجع: ١٠٤٤]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج میں خسوف (گرہن) لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز پڑھائی آپ کھڑے ہوئے تکبیر کہی پھر دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن اس کے بعد ایک طویل رکوع کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ پھر آپ پہلے ہی کی طرح کھڑے ہو گئے اور دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے لیکن اس مرتبہ کی قرأت پہلے سے کچھ کم تھی۔ پھر آپ سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ سورج اور چاند کا "کسوف" (گرہن) اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اور ان میں "خسوف" (گرہن) کسی کی موت و زندگی پر نہیں لگتا۔ لیکن جب تم اسے دیکھو تو فوراً نماز کے لئے لپکو۔

ہر دو کے گرہن پر آپ نے کسوف اور خسوف ہر دو لفظ استعمال فرمائے۔ پس باب کا مطلب ثابت ہوا۔

٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ اللهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوفِ))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سورج گرہن کے ذریعہ ڈراتا ہے۔

قَالَهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے

١٠٤٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَكِنَّ اللهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ)). لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ: ((يُخَوِّفُ اللهُ بِهَا عِبَادَهُ)). وَتَابَعَهُ مُوسَى

(١٠٤٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے یونس بن عبید نے' ان سے امام حسن بصری نے' ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ عبدالوارث' شعبہ' خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ ان سب حافظوں نے یونس سے یہ جملہ کہ "اللہ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے" بیان نہیں کیا اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ نے مبارک بن فضالہ سے' انہوں نے امام حسن بصری سے

عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ اللهُ بِهِمَا عِبَادَهُ)). وَتَابَعَهُ الأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ. [راجع: ١٠٤٠]

روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ ابوبکرہ نے آنحضرت ﷺ سے سن کر مجھ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو اشعث بن عبداللہ نے بھی امام حسن بصری سے روایت کیا۔

تشریح: اس کو خود امام بخاری نے آگے چل کر وصل کیا گو کسوف یا خسوف زمین یا چاند کے حائل ہونے سے ہو جس میں اب کچھ شک نہیں رہا۔ یہاں تک کہ منجمین اور اہل ہیئت خسوف اور کسوف کا ٹھیک وقت اور یہ کہ وہ کس ملک میں کتنا ہو گا پہلے ہی بتا دیتے ہیں اور تجربہ سے وہ بالکل ٹھیک نکلتا ہے' اس میں سرمو فرق نہیں ہوتا مگر اس سے حدیث کے مطلب میں کوئی خلل نہیں آیا کیونکہ خداوند کریم اپنی قدرت اور طاقت دکھلاتا ہے کہ چاند اور سورج کیسے بڑے اور روشن اجرام کو وہ دم بھر میں تاریک کر دیتا ہے۔ اس کی عظمت اور طاقت اور ہیبت سے بندوں کو ہر دم تھرانا چاہئے اور جس نے چاند اور سورج گرہن کے عادی اور حسابی ہونے کا انکار کیا ہے وہ عقلاء کے نزدیک ہنسی کے قابل ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

٧- بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ

باب سورج گرہن میں عذاب قبر سے خدا کی پناہ مانگنا

١٠٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ)).

[أطرافه في: ١٠٥٥، ١٢٧٢، ٦٣٦٦].

(١٠٤٩) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے' ان سے یحییٰ بن سعید نے' ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس مانگنے کے لئے آئی اور اس نے دعا دی کہ اللہ آپ کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہو گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

١٠٥٠- ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى. فَمَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ. ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ

(١٠٥٠) پھر ایک مرتبہ صبح کو (کہیں جانے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے' اس کے بعد سورج گرہن لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھے واپس ہوئے اور اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرتے ہوئے (مسجد میں) نماز کے لئے کھڑے ہو گئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتدا میں نیت باندھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی لمبا قیام کیا پھر رکوع بھی بہت طویل کیا' اس کے بعد

الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ : مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). [راجع: ١٠٤٤]

کھڑے ہوئے اور اب کی دفعہ قیام پھر لمبا کیا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر رکوع کیا اور اس دفعہ بھی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم' پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ اب آپ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کچھ کم۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم' پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قیام میں اب کی دفعہ بھی بہت دیر تک رہے لیکن پہلے سے کم دیر تک (چوتھی مرتبہ) پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر۔ رکوع سے سر اٹھایا تو سجدہ میں چلے گئے آخر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس طرح نماز پوری کر لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے فرمایا اسی خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

تشریح بعض روایتوں میں ہے کہ جب یہودیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا چلو! قبر کا عذاب یہودیوں کو ہو گا مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق لیکن اس یہودیہ کے ذکر پر انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا اور آپ نے اس کا حق ہونا بتایا۔ اسی روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی اور یہ نماز کسوف کے خطبہ کا واقعہ ۹ھ میں ہوا۔

حدیث کے آخری جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے اس یہودن کو شاید اپنی کتابوں سے قبر کا عذاب معلوم ہو گیا ہو گا۔ ابن حبان میں ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ ﴿ مَعِيشَةً ضَنكًا ﴾ (طہ : ۱۲۴) اس سے عذاب قبر مراد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو عذاب قبر کی تحقیق اس وقت ہوئی جب آیت کریمہ ﴿ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ (التکاثر : ۲) نازل ہوئی اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور قتادہ اور ربیع نے آیت ﴿ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ﴾ (التوبہ :۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ ایک عذاب دنیا کا اور دوسرا عذاب قبر کا مراد ہے۔ اب اس حدیث میں جو دوسری رکعت میں دون القیام الاول ہے اس کے مطلب میں اختلاف ہے کہ دوسری رکعت کا قیام اول مراد ہے یا اگلے کل قیام مراد ہیں بعضوں نے کہا چار قیام اور چار رکوع ہیں اور ہر ایک قیام اور رکوع اپنے ماسبق سے کم ہو تا تو ثانی اول سے کم اور ثالث ثانی سے کم اور رابع ثالث سے کم واللہ اعلم۔

یہ جو کسوف کے وقت عذاب قبر سے ڈرایا اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے کسوف کے وقت دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی گنہگار کی قبر میں جس پر عذاب ہو گا' اندھیرا چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ قبر کا عذاب حق ہے' حدیث اور قرآن سے ثابت ہے جو لوگ عذاب قبر سے انکار کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث کا انکار کرتے ہیں لہٰذا ان کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر کرنا چاہئے۔

٨- بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي الْكُسُوفِ

باب گرہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنا

١٠٥١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نُودِيَ: إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ. فَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ، حَتَّى جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا)). [راجع: ١٠٤٥]

(۱۰۵۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین کوفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن نے یحییٰ ابن ابی کثیر سے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے' ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو اعلان ہوا کہ نماز ہونے والی ہے (اس نماز میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے اور پھر دوسری رکعت میں بھی دو رکوع کئے' اس کے بعد آپؐ بیٹھے رہے (قعدہ میں) یہاں تک کہ سورج صاف ہو گیا۔ عبداللہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ لمبا سجدہ اور کبھی نہیں کیا۔

سجدہ میں بندہ اللہ پاک کے بہت ہی زیادہ قریب ہو جاتا ہے' اس لئے اس میں جس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کو یاد کر لیا جائے اور جو کچھ بھی اس سے مانگا جائے کم ہے۔ سجدہ میں اس کیفیت کا حصول خوش بختی کی دلیل ہے۔

٩- بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً

باب سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ بِهِمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ. وَجَمَّعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ. وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے چبوترہ میں لوگوں کو یہ نماز پڑھائی تھی اور علی بن عبداللہ بن عباس نے اس کے لئے لوگوں کو جمع کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

یہ علی بن عبداللہ تابعی ہیں۔ عبداللہ بن عباس کے بیٹے ہیں اور خلفائے عباسیہ ان ہی کی اولاد ہیں ان کو سجاد کہتے تھے کیونکہ یہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے جس رات حضرت علی مرتضیٰ شہید ہوئے اسی رات کو یہ پیدا ہوئے' اس لئے ان کا نام بطور یادگار علی ہی رکھا گیا۔ اس روایت کو ابن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے (قسطلانی)

١٠٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً نَحْواً مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ؛ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ،

(۱۰۵۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع لمبا کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوئے تو اب کی مرتبہ بھی قیام بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم پھر ایک دوسرا

ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلَ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ)). قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ. قَالَ ﷺ: ((إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا وَلَوْ أَصَبْتُهُ لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا. وَأُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ. وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ)). قَالُوا: بِمَ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((بِكُفْرِهِنَّ)). قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ، وَيَكْفُرْنَ الإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)).

لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم سجدہ میں گئے' سجدہ سے اٹھ کر پھر لمبا قیام کیا لیکن پہلے قیام کے مقابلے میں کم لمبا تھا پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلہ میں کم تھا۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم بہت دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام بھی پہلے سے مختصر تھا۔ پھر (چوتھا) رکوع کیا یہ بھی بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے خطبہ میں فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے ان میں گرہن نہیں لگتا اس لئے جب تم کو معلوم ہو کہ گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) اپنی جگہ سے آپ کچھ آگے بڑھے اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا اس میں عورتیں زیادہ ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے کفر (انکار) کی وجہ سے پوچھا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کا کفر (انکار) کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ شوہر کا اور احسان کا کفر کرتی ہیں۔ زندگی بھر تم کسی عورت کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن کبھی اگر کوئی خلاف مزاج بات آگئی تو فوراً یہی کہے گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

تشریح یہ حدیث اس سے قبل بھی گزر چکی ہے' دوزخ اور جنت کی تصویریں آپ کو دکھلا دیں' اس حدیث میں عورتوں کا بھی ذکر ہے جس میں ان کے کفر سے ناشکری مراد ہے۔ بعضوں نے کہا کہ آپ نے اصل جنت اور دوزخ کو دیکھا کہ پردہ درمیان سے اٹھ گیا یا یہ مراد ہے کہ دوزخ اور جنت کا ایک ایک ٹکڑا بطور نمونہ آپ کو دکھلایا گیا۔ بہرحال یہ عالم برزخ کی چیز ہے جس طرح حدیث میں آ گیا ہمارا ایمان ہے' تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جنت کے خوشے کے لئے آپ نے جو فرمایا وہ اس لئے کہ جنت اور نعمائے جنت کے لئے فنا نہیں ہے اس لئے وہ خوشہ اگر آ جاتا تو وہ یہاں دنیا کے قائم رہنے تک رہتا مگر یہ عالم دنیا اس کا محل نہیں

اس لئے اس کا آپ کو معائنہ کرایا گیا۔ اس روایت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رکعت میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے جس کے پیش نظر برادران احناف نے بھی بہرحال اپنے مسلک کے خلاف اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے جو قابل تحسین ہے چنانچہ صاحب تفہیم البخاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں اس باب کی تمام احادیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ راویوں نے اس پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ آپؐ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے چنانچہ قیام پھر رکوع پھر قیام اور پھر رکوع کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں لیکن سجدہ کا ذکر جب آیا تو صرف اسی پر اکتفا کیا کہ آپؐ نے سجدہ کیا تھا اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ سجدے کتنے تھے کیونکہ راویوں کے پیش نظر اس نماز کے امتیازات کو بیان کرنا ہے اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ رکوع ہر رکعت میں آپ نے دو کئے تھے اور جن میں ایک رکوع کا ذکر ہے ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

١٠- بَابُ صَلاَةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ

باب سورج گرہن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا

١٠٥٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ - حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ - فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي. فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللهِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ. قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلاَّنِي الْغَشْيُ، فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلاَّ وَ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ. وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيْبًا مِنْ - فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (لاَ أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ)، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ

(١٠٥٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے' انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہمانے' انہوں نے کہا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی۔ اچانک لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز میں شریک تھی میں نے پوچھا کہ لوگوں کو بات کیا پیش آئی؟ اس پر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ کہا۔ پھر میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ اس کا آپ نے اشارہ سے ہاں میں جواب دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں بھی کھڑی ہو گئی لیکن مجھے چکر آ گیا اس لئے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ وہ چیزیں جو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں اب انہیں میں نے اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا۔ جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھی اور مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ تم قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح یا (یہ کہا کہ) دجال کے فتنہ کے قریب ایک فتنہ میں مبتلا ہو گے۔ مجھے یاد نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ مومن یا یہ کہا

لَهُ : مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ - أَوِ قَالَ الْمُوقِنُ - (لاَ أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ) فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ﷺ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيُقَالُ لَهُ : نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوِ الْمُرْتَابُ - (لاَ أَدْرِي أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ) فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئاً فَقُلْتُهُ)). [راجع: ٨٦]

کہ یقین کرنے والا (مجھے یاد نہیں کہ ان دو باتوں میں سے حضرت اسماءؓ نے کونسی بات کہی تھی) تو کہے گا یہ محمد ﷺ ہیں آپ نے ہمارے سامنے صحیح راستہ اور اس کے دلائل پیش کئے اور ہم آپ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی بات قبول کی اور آپ کا اتباع کیا تھا۔ اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تو مرد صالح ہے پس آرام سے سو جاؤ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو ایمان و یقین والا ہے۔ منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ یہ کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (آگے مجھ کو کچھ حقیقت معلوم نہیں)

تشریح اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے جن میں سے صلوٰۃ کسوف میں عورت کی شرکت کا مسئلہ بھی ہے اور اس میں عذاب قبر اور امتحان قبر کی تفصیلات بھی شامل ہیں یہ بھی کہ ایمان والے قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا اظہار کریں گے اور بے ایمان لوگ وہاں چکر میں پڑ کر صحیح جواب نہ دے سکیں گے اور دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اللہ ہر مسلمان کو قبر میں ثابت قدمی عطا فرمائے (آمین)

١١- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

باب جس نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا (اس نے اچھا کیا)

١٠٥٤- حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ)). [راجع: ٨٦]

(۱۰۵۴) ہم سے ربیع بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زائدہ نے ہشام سے بیان کیا' ان سے فاطمہ نے' ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

١٢- بَابُ صَلاَةِ الْكُسُوفِ فِي الْمَسْجِدِ

باب کسوف کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہیے

١٠٥٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ

(۱۰۵۵) ہم سے اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا' ان سے عمرہ بنت عبدالرحمن نے' ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس کچھ مانگنے آئی۔ اس نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے' انہوں نے نبی

عَائِشَةُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: ((أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ۱۰۴۹]

۱۰۵۶- ((ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، أَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلاً، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الأَوَّلِ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)).

کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا کہ کیا قبر میں بھی عذاب ہو گا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ میں خدا کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۰۵۶) پھر آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم ایک دن صبح کے وقت سوار ہوئے (کہیں جانے کے لئے) ادھر سورج گرہن لگ گیا اس لئے آپ واپس آ گئے' ابھی چاشت کا وقت تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرے اور (مسجد میں) کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی اقتداء میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے آپؐ نے قیام بہت لمبا کیا رکوع بھی بہت لمبا کیا پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دوبارہ لمبا قیام کیا لیکن پہلے سے کم اس کے بعد رکوع بہت لمبا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپؐ سجدہ میں گئے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر لمبا قیام کیا اور یہ قیام بھی پہلے سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے کے مقابلے میں کم تھا پھر آپؐ رکوع سے کھڑے ہو گئے اور لمبا قیام کیا لیکن یہ قیام پھر پہلے سے کم تھا اب (چوتھا) رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلے میں کم تھا۔ پھر سجدہ کیا بہت لمبا لیکن پہلے سجدہ کے مقابلے میں کم۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا۔ پھر لوگوں کو سمجھایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

تشریح اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔ اس بارے میں شارحین بخاری لکھتے ہیں لعظم هو له وايضا فان ظلمة الكسوف اذا غمت الشمس تناسب ظلمة القبرو الشئى يذكر فيخاف من هذا كما يخاف من هذا ومما يستنبط منه انه يدل على ان عذاب القبر حق واهل السنة مجمعون على الايمان به والتصديق به ولا ينكره الامبتدع (حاشیہ بخاری)

یعنی اس کی ہولناک کیفیت کی وجہ سے آپ نے ایسا فرمایا اور اس لئے بھی کہ سورج گرہن کی کیفیت جب اس کی روشنی غائب ہو جائے قبر کے اندھیرے سے مناسبت رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کے ذکر کی مناسبت سے کیا جاتا ہے اور اس سے ڈرایا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے اور جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے جو عذاب قبر کا انکار کرے وہ بدعتی ہے۔ (انتہی)

١٣- بَابُ لاَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ

باب سورج گرہن کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں لگتا

رَوَاهُ أَبُوبَكْرَةَ وَالْمُغِيْرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

اس کو ابوبکرہ ' مغیرہ ' ابو موسیٰ اشعری ' ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

١٠٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)).

[راجع: ١٠٤١]

(١٠٥٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے اسمٰعیل بن ابی خالد سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا' ان سے ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

١٠٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ دُونَ قِرَاءَتِهِ فِي الأُولَى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ دُونَ الرُّكُوعِهِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا

(١٠٥٨) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی' انہیں زہری اور ہشام بن عروہ نے' انہیں عروہ بن زبیر نے' انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے لمبی قرأت کی۔ پھر رکوع کیا اور یہ بھی بہت لمبا تھا۔ پھر سر اٹھایا اور اس مرتبہ بھی دیر تک قرأت کی مگر پہلی قرأت سے کم۔ اس کے بعد آپ نے (دوسری مرتبہ) رکوع کیا بہت لمبا لیکن پہلے کے مقابلہ میں مختصر پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کر چکے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے' اس لئے جب تم انہیں دیکھو تو فوراً نماز کے لئے دوڑو۔

إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ١٠٤٤]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٤- بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ،

باب سورج گرہن میں اللہ کو یاد کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا

١٠٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ: ((هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ)).

(١٠٥٩) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے برید بن عبداللہ نے' ان سے ابو بردہ نے' ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم بہت گھبرا کر اٹھے اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ آپؐ نے مسجد میں آکر بہت ہی لمبا قیام لمبا رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آپؐ نے نماز کے بعد فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اس لئے جب تم اس طرح کی کوئی چیز دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے استغفار کی طرف لپکو۔

تشریح قیامت کی کچھ علامات ہیں جو پہلے ظاہر ہوں گی اور پھر اس کے بعد قیامت برپا ہو گی۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی حیات میں ہی قیامت ہو جانے سے ڈرے حالانکہ اس وقت قیامت کی کوئی علامت نہیں پائی جا سکتی تھی۔ اس لئے اس حدیث کے ٹکڑے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ آپ اس طرح کھڑے ہوئے جیسے ابھی قیامت آ جائے گی گویا اس سے آپ کی خشیت و خوف کی حالت کو بتانا مقصود ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایک خاشع و خاضع کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ اگر کبھی گھٹا دیکھتے یا آندھی چل پڑتی تو آپؐ کی اس وقت بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ قیامت کی ابھی علامتیں ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کی شان جلالی و قہاری میں گم ہوتا ہے وہ ایسے مواقع پر غور و فکر سے کام نہیں لے سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خود آنحضور ﷺ کے ذریعہ جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حشر میں میرا معاملہ برابر سرابر ختم ہو جائے تو میں اسی پر راضی ہوں۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی۔ الغرض بہ نظر غور و تدبر و انصاف اگر دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا چاند اور سورج گرہن کی حقیقت آپؐ نے ایسے جامع لفظوں میں بیان فرما دی کہ سائنس کی موجودہ معلومات اور آئندہ کی ساری معلومات اسی ایک جملہ کے اندر مدغم ہو کر رہ گئی ہیں۔ بلاشک و شبہ جملہ اختراعات جدید اور ایجادات موجودہ معلومات سائنسی سب اللہ پاک کی قدرت کی نشانیاں ہیں سب کا اولین موجد وہی ہے جس نے انسان کو ان ایجادات کے لئے ایک بیش قیمت دماغ عطا فرما دیا فتبارک اللہ احسن الخالقین و الحمد للہ رب العالمین

قال الکرمانی ھذا تمثیل من الراوی کانہ فزع کالخاشی ان یکون القیامۃ والافکان النبی صلی اللہ علیہ و سلم عالما بان الساعۃ

لاتقوم وهو بين اظهر هم وقد وعدالله اعلاء دينه على الاديان كلها ولم يبلغ الكتاب اجله یعنی کرمانی نے کہا کہ یہ تمثیل راوی کی طرف سے ہے گویا آپؐ ایسے گھبرائے جیسے کوئی قیامت کے آنے سے ڈر رہا ہو۔ ورنہ آنحضرت ﷺ تو جانتے تھے کہ آپ کی موجودگی میں قیامت قائم نہیں ہوگی' اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے آپ کا دین جملہ ادیان پر غالب آ کر رہے گا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ابھی قیامت کے بارے میں اللہ کا نوشتہ اپنے وقت کو نہیں پہنچا ہے والله اعلم باالصواب وما علينا الا البلاغ

١٥- بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوفِ

قَالَهُ أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

١٠٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلاَقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ، فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ)).

[راجع: ١٠٤٣]

باب سورج گرہن میں دعا کرنا

اس کو ابو موسیٰ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۰۶۰) ہم سے ابو الولید طیالسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ جس دن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت ہوئی سورج گرہن بھی اسی دن لگا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ (آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کے صاحبزادے) کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں۔ ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھو تو اللہ پاک سے دعا کرو اور نماز پڑھو تا آنکہ سورج صاف ہو جائے۔

١٦- بَابُ قَوْلِ الإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوفِ: أَمَّا بَعْدُ.

١٠٦١- وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ((فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). [راجع: ٨٦]

باب گرہن کے خطبہ میں امام کا امابعد کہنا

(۱۰۶۱) اور ابو اسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی' ان سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نماز سے فارغ ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف کی اس کے بعد فرمایا "امابعد"

١٧- بَابُ الصَّلاَةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

باب چاند گرہن کی نماز پڑھنا

١٠٦٢- حَدَّثَنَا مُحْمُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ١٠٤٠]

(۱۰۶۲) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا اور ان سے شعبہ نے' ان سے یونس نے' ان سے امام حسن بصری نے اور ان سے ابوبکرہ بڑاٹھ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

تشریح: یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ یہ حدیث ترجمہ باب سے مطابقت نہیں رکھتی اس میں تو چاند کا ذکر تک نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ روایت مختصر ہے اس روایت کی جو آگے آتی ہے اس میں صاف چاند کا ذکر ہے تو مقصود وہی دوسری روایت ہے اور اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ معلوم ہو جائے کہ روایت مختصر بھی مروی ہوئی ہے بعضوں نے کہا صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں اس حدیث میں یوں ہے انکسف القمر دوسرے ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کے اس طریق کی طرف اشارہ کیا ہو جس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اس میں یوں ہے انکسفت الشمس والقمر امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ ایک حدیث بیان کر کے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باب کا مطلب اس سے نکالتے ہیں (وحیدی)

سیرت ابن حبان میں ہے کہ ۵ھ میں بھی چاند گرہن بھی ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بھی نماز باجماعت ادا کی تھی۔ معلوم ہوا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن ہر دو کا ایک ہی حکم ہے مگر ہمارے محترم برادران احناف چاند گرہن کی نماز کے لئے نماز باجماعت کے قائل نہیں ہیں' اس کو تنہا پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس باب میں ان کے پاس بجز رائے قیاس کوئی دلیل پختہ نہیں ہے مگر ان کو اسی پر اصرار ہے لیکن سنت رسول کے شیدائیوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طور طریقہ ہی سب سے بہتر عمدہ چیز ہے۔ الحمد لله على ذلك.

١٠٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ، وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، وَإِنَّهُمَا لاَ يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ)). وَذَاكَ أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ ﷺ مَاتَ يُقَالُ

(۱۰۶۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا' ان سے امام حسن بصری نے' ان سے ابوبکرہ نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن لگا تو آپ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (بڑی تیزی سے) مسجد میں پہنچے۔ صحابہ بھی جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی' گرہن بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان میں گرہن کسی کی موت پر نہیں لگتا اس لئے جب گرہن لگے تو اس وقت تک نماز اور دعا میں مشغول رہو جب تک یہ صاف نہ ہو جائے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صاحبزادے ابراہیم بڑاٹھ کی وفات (اسی دن) ہوئی تھی اور بعض لوگ ان کے متعلق کہنے لگے تھے (کہ

لَهُ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَالِكَ))۔ گرہن ان کی موت پر لگا ہے)

[راجع: ۱۰۴۰]

اس حدیث میں صاف چاند گرہن کا ذکر موجود ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

بَابُ صَبِّ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهَا الْمَاءَ إِذَا طَالَ الإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى

باب جب امام گرہن کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کردے اور کوئی عورت اپنے سر پر پانی ڈالے

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی بعض نسخوں میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے تو شاید ایسا ہوا کہ یہ باب قائم کر کے امام بخاریؒ اس میں کوئی حدیث لکھنے والے تھے مگر ان کو موقع نہ ملا یا ان کو خیال نہ رہا اور اوپر جو حدیث حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی کئی بار گزری اس سے اس باب کا مطلب نکل آتا ہے۔ (وحیدی)

۱۸- بَابُ الرَّكْعَةُ الأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

باب گرہن کی نماز میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا

۱۰۶۴- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ، الأَوَّلُ وَالأَوَّلُ أَطْوَلُ))۔ [راجع: ۱۰۴۴]۔

(۱۰۶۴) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن عبداللہ زبیری نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے' ان سے عمرہ نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی دو رکعتوں میں چار رکوع کئے اور پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی تھی۔

سورج اور چاند گرہن میں نماز باجماعت مسنون ہے مگر حنفیہ چاند گرہن میں نماز باجماعت کے قائل نہیں۔ خدا جانے ان کو یہ فرق کرنے کی ضرورت کیسے محسوس ہوئی کہ سورج گرہن میں تو نماز باجماعت جائز ہو اور چاند گرہن میں ناجائز۔ اس فرق کے لئے کوئی واضح دلیل ہونی چاہئے تھی بہرحال خیال اپنا اپنا نظر اپنی اپنی۔

۱۹- بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ

باب گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا

۱۰۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَهَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلاَةِ الْخُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ

(۱۰۶۵) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن نمر نے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب سنا' انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے (اپنی خالہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں قرأت بلند آواز سے

قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ)). [راجع: ١٠٤٤]

کی' قرأت سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا پھر دوبارہ قرات شروع کی۔ غرض گرہن کی دو رکعتوں میں آپ نے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

١٠٦٦- وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَبَعَثَ مُنَادِيًا: الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ)). قَالَ الْوَلِيْدُ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلَّى إِلاَّ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذَا صَلَّى بِالْمَدِينَةِ. قَالَ: أَجَلْ، إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ [راجع: ١٠٤٤]

(١٠٦٦) اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا' انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو آپ نے ایک آدمی سے اعلان کرا دیا کہ نماز ہونے والی ہے پھر آپ نے دو رکعتیں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔ ولید بن مسلم نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن نمر نے خبر دی اور انہوں نے ابن شہاب سے سنا' اسی حدیث کی طرح زہری (ابن شہاب) نے بیان کیا کہ اس پر میں نے (عروہ سے) پوچھا کہ پھر تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جب مدینہ میں کسوف کی نماز پڑھائی تو کیوں نے ایسا کیا کہ جس طرح صبح کی نماز پڑھی جاتی ہے' اسی طرح یہ نماز کسوف بھی انہوں نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمٰن بن نمر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے بھی زہری سے روایت کیا' اس میں بھی پکار کر قرأت کرنے کا بیان ہے۔

تشریح یعنی سنت یہ تھی کہ گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع کرتے دو قیام مگر عبداللہ بن زبیر نے جو صبح کی نماز کی طرح اس میں ہر رکعت میں ایک رکوع کیا اور ایک ہی قیام تو یہ ان کی غلطی ہے وہ چوک گئے طریقہ سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمٰن بن نمر کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے گو زہری وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو امام بخاری نے اس روایت کا ضعف رفع کرنے کے لئے یہ بیان فرما کر کہ عبدالرحمٰن کی متابعت سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے بھی کی ہے مگر متابعت سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ حافظ نے کہا کہ ان کے سوا عقیل اور اسحاق بن راشد نے بھی عبدالرحمٰن بن نمر متابعت کی ہے۔ سلیمان بن کثیر کی روایت کو امام احمدؒ نے اور سفیان بن حسین کی روایت کو ترمذی اور طحاوی نے' عقیل کی روایت کو بھی طحاویؒ نے اور اسحاق بن راشد کی روایت کو دار قطنی نے وصل کیا ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

وقد ورد الجهر فيها عن علي مرفوعًا اخرجه ابن خزيمة وغيره وبه قال صاحبا ابي حنيفة واحمد واسحاق و ابن خزيمة وابن المنذر وغيرهما من الشافعية وابن العربي (فتح الباري)

یعنی کسوف میں جہری قرأت کے بارے میں حضرت علی سے بھی مرفوعاً اور موقوفاً ابن خزیمہ نے روایت کی ہے اور حضرت امام ابو

حنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد اور اسحاق اور ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن عربی وغیرہ بھی جہر کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔

حدیث عائشہؓ جهر النبی صلی الله علیه و سلم فی صلٰوة الخسوف بقرائته کے ذیل میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی فرماتے ہیں ﴿ هذا نص فی ان قرائته صلی الله علیه وسلم فی صلٰوة کسوف الشمس کانت جهرا لا سرا وهو یدل علی ان السنة فی صلٰوة الکسوف هی الجهر بالقرائة لا الاسرار ویدل لذلک ایضا حدیث اسماء عند البخاری قال الزیلعی فی نصب الرایة' ص : ۲۳۲/ ج : ۲ (الحافظ فی الدرایة ص : ۱۳۷ وابن الهمام فی فتح القدیر والعینی فی النهایة وللبخاری من حدیث اسماء بنت ابی بکر قالت جهر النبی صلی الله علیه و سلم فی صلٰوة الکسوف انتهی ویدل له ایضا له ماروی ابن خزیمة والطحاوی عن علی مرفوعا و موقوفا من الجهر بالقراء ة فی صلٰوة الکسوف قال الطحاوی بعد روایة الحدیث عن علی موقوفا ولولم یجهر النبی صلی الله علیه وسلم حین صلی علی معه لما جهر علی ایضا لانه علم انه السنة فلم یترک الجهر والله اعلم (مرعاة ج : ۲/ ص : ۳۷۵) یعنی یہ حدیث اس امر پر نص ہے کہ کسوف شمس کی نماز میں آنحضرت ﷺ کی قرأت جہری تھی سری نہ تھی اور یہ دلیل ہے کہ صلٰوۃ کسوف میں جہری قرأت سنت ہے نہ کہ سری اور اس پر حضرت اسماء کی حدیث بھی دلیل ہے۔ زیلعی نے اپنی کتاب نصب الرایہ' ج : ۲/ ص : ۲۳۲ پر اور حافظ نے درایہ' ص : ۱۳۷ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور عینی نے نہایہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے لئے حدیث اسماء بنت ابی بکر بھی دلیل ہے جس میں ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز میں جہری قرأت کی تھی اور ابن خزیمہ اور طحاوی میں بھی حضرت علی کی سند سے مرفوعاً اور موقوفاً ہر دو طرح سے نماز کسوف کی نماز میں قرأت کی دلیل موجود ہے۔ حضرت علیؓ کی اس روایت کو ذکر فرما کر امام طحاوی نے فرمایا کہ جس وقت حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ کسوف کی نماز ادا کی تھی اس وقت اگر آنحضرت ﷺ جہری قرأت نہ فرماتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی نماز میں جہری قرأت نہ کرتے۔ وہ بلاشک جانتے تھے کہ جہری سنت ہے' اس لئے انہوں نے اسے ترک نہیں کیا اور سنت نبوی کے مطابق جہری قرأت کے ساتھ اسے ادا فرمایا۔

اس بارے میں کچھ علمائے متقدمین نے اختلافات بھی کئے ہیں مگر دلائل قویہ کی رو سے ترجیح جہری قرات ہی کو حاصل ہے وقال فی السیل الجرار روایة الجهر اصح واکثر و راوی الجهر مثبت وهو مقدم علی النافی وتاول بعض الحنفیة حدیث عائشه بانه صلی الله علیه و سلم جهر بایة اوآیتین قال فی البدائع نحمل ذلک علی انه جهر ببعضها اتفاقا کما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یسمع الآیة والایتین فی صلٰوة الظهرا حیانا انتهی وهذا تاویل باطل لان عائشة کانت تصلی فی حجرتها قریبا من القبلة وکذا اختها اسماء ومن کان کذلک لا یخفی علیه قرات النبی صلی الله علیه و سلم فلو کانت قرائته سرا وکان یجهر بایة وآیتین احیانا کما فعل کذلک فی صلٰوة الظهر لما عبرت عن ذلک بانه کان جهر بالقراة فی صلٰوة الکسوف کما لم یقل احد ممن روی قرائته فی صلٰوة الظهرانه جهر فیها بالقراة حوالہ مذکورہ یعنی سیل جرار میں کہا کہ جہر کی روایت صحیح اور اکثر ہیں اور جہر کی روایت کرنے والا راوی مثبت ہے' جو نفی کرنے والے پر اصولاً مقدم ہے بعض حنفیہ یہ تاویل کی ہے کہ آپؐ نے بعض آیات کو جہر سے پڑھ دیا تھا جیسا کہ آپؐ بعض دفعہ ظہر کی نماز میں بھی بعض آیات جہر سے پڑھ دیا کرتے تھے پس حدیث عائشہ میں جہری سے یہی مراد ہے اور یہ تاویل بالکل باطل ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ اور ان کی بہن اسماء قبلہ کے قریب اپنے حجروں میں نماز پڑھتی تھیں اور جو ایسا ہو اس پر آنحضرت ﷺ کی قرأت مخفی رہ سکتی ہے پس اگر آپؐ کی قرأت کسوف کی نماز میں سری ہوتی اور آپ کبھی کبھار کوئی آیت ظہر کی طرح پڑھ دیا کرتے تو عائشہؓ حضرت اسماءؓ سے جہری قرأت سے نہ تعبیر کرتیں جیسا کہ آپ کے نماز ظہر میں بعض آیات کو جہری پڑھ دینے سے کسی نے بھی اس کو جہری قرات پر محمول نہیں کیا۔

۱۷-کتاب سجود القرآن
سجود قرآن کے مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ وَسُنَّتِهَا

باب سجدۂ تلاوت اور اس کے سنت ہونے کا بیان

تشریح: سجدۂ تلاوت اکثر ائمہ کے نزدیک سنت ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ کے ہاں واجب ہے۔ اہلحدیث کے نزدیک قرآن شریف میں پندرہ جگہ سجدۂ تلاوت ہے۔ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک سورۂ جن میں سجدہ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورۂ حج میں ایک ہی سجدہ ہے حالانکہ صاف روایت موجود ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں جو یہ دو سجدہ نہ کرے وہ اس سورۃ کو نہ پڑھے۔ بہرحال اپنا اپنا خیال اور اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ سجدہ تلاوت میں یہ دعا ماثور ہے۔ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ

١٠٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ، غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا. فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا)).
[أطرافه في: ١٠٧٠، ٣٨٥٣، ٣٩٧٢، ٤٨٦٣].

(۱۰۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو اسحاق نے انہوں نے کہا کہ میں نے اسود سے سنا انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ مکہ میں نبی کریم ﷺ نے سورۂ النجم کی تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت کیا آپ کے پاس جتنے آدمی تھے (مسلمان اور کافر) ان سب نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا البتہ ایک بوڑھا شخص (امیہ بن خلف) اپنے ہاتھ میں کنکری یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا میرے لیے یہی کافی ہے میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ بوڑھا کافر ہی رہ کر مارا گیا۔

تشریح: شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے سورۂ نجم کی تلاوت کی تو مشرکین اس درجہ مقہور و مغلوب ہو گئے کہ آپؐ نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی سجدہ میں چلے گئے۔ اس باب میں یہ تاویل سب سے زیادہ مناسب اور واضح ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کے مقابلہ میں آپ کا عصا سانپ ہو گیا اور ان کے شعبدوں کی حقیقت کھل گئی تو سارے جادوگرو سجدہ میں پڑ گئے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے مدہوش و مغلوب ہو گئے تھے۔ اس وقت انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا تھا

اور سب بیک زبان بول اٹھے تھے کہ امنا برب موسٰی و ہارون یہی کیفیت مشرکین مکہ کی ہو گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آں حضور ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور ہم نے سجدہ کیا۔ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جن و انس تک نے سجدہ کیا۔ جس بوڑھے نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ امیہ بن خلف تھا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں و انما المصنف فی روایة اسرائیل ان النجم اول سورة انزلت فیها سجدة وهذا هوا السر فی بداء ة المصنف فی هذه الابواب بهذا الحدیث یعنی مصنف نے روایت اسرائیل میں بتایا کہ سورۂ نجم پہلی سورۃ ہے جس میں سجدہ نازل ہوا یہاں بھی ان ابواب کو اسی حدیث سے شروع کرنے میں یہی بھید ہے یوں تو سجدہ سورہ اقرا میں اس سے پہلے بھی نازل ہو چکا تھا آنحضرت ﷺ نے جس کا کھل کر اعلان فرمایا وہ یہی سورہ نجم ہے اور اس میں یہ سجدہ ہے ان المراد اول سورة فیها سجدة تلاتها جهرا علی المشرکین (فتح الباری)

٢- بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ

١٠٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ ﴿آلم تَنْزِيْلُ﴾ السَّجْدَةَ وَ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ﴾)).

[راجع: ٨٩١]

باب سورۂ الم تنزیل میں سجدہ کرنا

(١٠٦٨) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' انہوں نے سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور هل اتی علی الانسان (سورۂ دھر) پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے مگر حضرت امامؒ نے اپنی وسعت نظری کی بنا پر اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا جسے طبرانی نے معجم صغیر میں نکالا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں سورہ الم تنزیل کی تلاوت فرمائی اور سجدہ تلاوت کیا یہ روایت حضرت امام کے شرائط پر نہ تھی۔ اس لیے یہاں صرف یہ روایت لائے جس میں خالی پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ احادیث میں سجدہ تلاوت کا ذکر نہیں مگر اس میں سجدہ تلاوت ہے لہٰذا اعلاناً آپ نے سجدہ بھی کیا ہو گا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم ارفی شئی من الطریق التصریح بانه صلی الله علیه و سلم سجد لما قرا سورة تنزیل السجدة فی هذا المحل الا فی کتاب الشریعة لابن ابی داود من طریق اخری عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال غدوت علی النبی صلی الله علیه و سلم یوم الجمعة فی صلوة الفجر فقراء سورة فیها سجدة فسجد الحدیث و فی اسناده من ینظر فی حاله و للطبرانی فی الصغیر من حدیث علی ان النبی صلی الله علیه و سلم سجد فی صلٰوة الصبح فی تنزیل السجده لکن فی اسناده ضعف یعنی میں نے صراحتاً کسی روایت میں یہ نہیں پایا کہ آنحضرت ﷺ نے جب اس مقام پر (یعنی نماز فجر میں) سورۂ الم تنزیل سجدہ کو پڑھا آپ نے یہاں سجدہ کیا ہو بجز کتاب الشریعۃ ابن ابی داؤد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے ایک جمعہ کے دن فجر کی نماز آنحضرت ﷺ کے پیچھے ادا کی اور آپ نے سجدہ والی سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا۔ طبرانی میں حدیث علیؓ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز میں یہ سورۃ پڑھی اور سجدہ کیا۔ ان سورتوں کے فجر کی نماز میں جمعہ کے دن بلاناغہ پڑھنے میں بھید یہ ہے کہ ان میں پیدائش آدم پھر قیامت کے واقعات کے

کا ذکر ہے۔ آدم کی پیدائش جمعہ کے ہی دن ہوئی اور قیامت بھی جمعہ کے ہی دن قائم ہوگی جمعہ کے دن نماز فجر میں ان ہر دو سورتوں کو ہیشگی کے ساتھ پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ سورہ الم تنزیل میں سجدہ تلاوت ہے پس یہ ممکن نہیں کہ آں حضرت ﷺ اس سورہ شریفہ کو پڑھیں اور سجدہ تلاوت نہ کریں۔ پھر طبرانی وغیرہ میں صراحت کے ساتھ اس امر کا ذکر بھی موجود ہے اس تفصیل کے بعد علامہ ابن حجر نے جو نفی فرمائی ہے وہ اسی حقیقت بیان کردہ کی روشنی میں مطالعہ کرنی چاہیے۔

٣- بَابُ سَجْدَةِ ص

باب سورۂ ص میں سجدہ کرنا

١٠٦٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالاَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ، وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا)). [طرفه في : ٣٤٢٢].

(۱۰۶۹) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان بن فضل نے بیان کیا' ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورۂ ص کا سجدہ کچھ تاکیدی سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

نسائی میں ہے کہ نبی ﷺ نے سورۂ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لیے کیا تھا ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں اس حدیث میں "لیس من عزائم السجود" کا بھی یہی مطلب ہے کہ سجدہ تو داؤد علیہ السلام کا تھا اور انہیں کی سنت پر ہم بھی شکر کے لیے یہ سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرلی تھی۔

والمراد بالعزائم ما وردت العزیمة علی فعله کصیغة الامر الخ (فتح الباری) یعنی عزائم سے مراد وہ جن کے لیے صیغہ امر کے ساتھ تاکید وارد ہوئی ہو۔ سورۂ ص کا سجدہ ایسا نہیں۔ ہے ہاں بطور شکر سنت ضرور ہے۔

٤- بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

باب سورۂ نجم میں سجدہ کا بیان

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے نقل کیا ہے۔

١٠٧٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلاَّ سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ: يَكْفِيْنِي هَذَا. فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا)). [راجع: ١٠٦٧]

(۱۰۷۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ابو اسحاق سے بیان کیا' ان سے اسود نے' ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اس وقت قوم کا کوئی فرد (مسلمان اور کافر) بھی ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ البتہ ایک شخص نے ہاتھ میں کنکری یا مٹی لے کر اپنے چہرہ تک اٹھائی اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا (یہ امیہ بن خلف تھا)

اس حدیث سے سورہ والنجم میں سجدۂ تلاوت بھی ثابت ہوا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں فلعل جمیع من وفق للسجود یومئذ ختم له بالحسنیٰ فاسلم لبرکة السجود یعنی جن جن لوگوں نے اس دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ سجدہ کر لیا (خواہ ان میں سے کافروں کی نیت کچھ بھی ہو بہرحال) ان کو سجدہ کی برکت سے اسلام لانے کی توفیق ہوئی اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ کفار مکہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے تھے جن میں یقیناً اس موقعہ پر یہ سجدہ کرنے والے بھی شامل ہیں۔ مگر امیہ بن خلف نے آج بھی سجدہ نہیں کیا بلکہ رسماً مٹی کو ہاتھ میں لے کر سر سے لگا لیا اس تکبر کی وجہ سے اس کو اسلام نصیب نہیں ہوا۔ آخر کفر کی ہی حالت میں وہ مارا گیا۔

خلاصہ یہ کہ سورۂ نجم میں بھی سجدہ ہے اور یہ عزائم السجود میں شمار کر لیا گیا ہے یعنی جن سجدوں کا ادا کرنا ضروری ہے و عن علی ما ورد الامر فیه بالسجود عزیمة یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جن آیات میں سجدہ کرنے کا حکم صادر ہوا ہے وہ سجدے ضروری ہیں (فتح) مگر ضروری کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ فرض واجب ہوں جب کہ سجدہ تلاوت سنت کے درجہ میں ہے یہ امر علیحدہ ہے کہ ہر سنت نبوی پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کے لیے سعادت دارین کا واحد وسیلہ ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

٥- بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوْءٌ

باب مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا حالانکہ مشرک ناپاک ہے۔ اس کو وضو کہاں سے آیا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے کہ ابن عمرؓ سواری سے اتر کر استنجا کرتے پھر سوار ہوتے اور تلاوت کا سجدہ بے وضو کرتے۔ قسطلانی نے کہا کہ شعبی کے سوا اور کوئی ابن عمر کے ساتھ اس مسئلہ میں موافق نہیں ہوا بہرحال حضرت امام بخاری کا مسلک ثابت ہوا کہ بغیر وضو یہ سجدہ کیا جا سکتا ہے استدل بذالک علی جواز السجود بلا وضوء عند وجود المشقة بالماء بالوضوء (فتح الباری) یعنی جب وضو کرنا مشکل ہو تو یہ سجدہ بغیر وضو جائز ہے۔

١٠٧١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ، وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ، وَالْجِنُّ وَالإِنْسُ)). وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ.

[طرفه في: ٤٨٦٢].

(۱۰۷۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ النجم میں سجدہ کیا تو مسلمانوں' مشرکوں اور جن و انس سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اس حدیث کی روایت ابراہیم بن طہمان نے بھی ایوب سختیانی سے کی ہے۔

تشریح ظاہر ہے کہ مسلمان بھی اس وقت سب باوضو نہ ہوں گے اور مشرکوں کے وضو کا تو کوئی سوال ہی نہیں پس بے وضو سجدہ کرنے کا جواز نکلا اور امام بخاریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

٦- بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ

باب سجدہ کی آیت پڑھ کر

يَسْجُدْ

سجدہ نہ کرنا

١٠٧٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : ((أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا)). [طرفه في: ١٠٧٣].

(١٠٧٢) ہم سے سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی' انہیں (یزید بن عبداللہ) ابن قسیط نے' اور انہیں عطاء بن یسار نے کہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ نے یقین کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ نبی ﷺ کے سامنے سورہ النجم کی تلاوت آپ نے کی تھی اور آنحضور ﷺ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

آپ کے اس وقت سجدہ نہ کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں او ترک حینئذ لبیان الجواز و ھذا ارجح الاحتمالات و بہ جزم الشافعی (فتح) یعنی آپ نے سجدہ اس لیے نہیں کیا کہ اس کا ترک بھی جائز ہے اسی تاویل کو ترجیح حاصل ہے امام شافعی کا یہی خیال ہے۔

١٠٧٣- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: ((قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ، فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا)).

(١٠٧٣) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے بیان کیا' ان سے عطاء بن یسار نے' ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت کی اور آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح: اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت کچھ واجب نہیں ہے بعضوں نے کہا کہ اس کا رد منظور ہے جو کہتا ہے کہ مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں ہے کیونکہ سجدہ کرنا فوراً واجب نہیں تو سجدہ ترک کرنے سے یہ نہیں نکلتا کہ سورۂ والنجم میں سجدہ نہیں ہے۔ جو لوگ سجدۂ تلاوت کو واجب کہتے ہیں وہ بھی فوراً سجدہ کرنا ضروری نہیں جانتے۔ ممکن ہے آپ نے بعد کو سجدہ کر لیا ہو۔ بزار اور دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سجدہ والنجم میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

٧- بَابُ سَجْدَةِ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾

باب سورۂ اذا السماء انشقت میں سجدہ کرنا

١٠٧٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالاَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ

(١٠٧٤) ہم سے مسلم ابن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سورہ اذا السماء انشقت پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس میں سجدہ

انشقت﴾ فَسَجَدَ بِهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ، لَمْ أَسْجُدْ)).

کیا میں نے کہا کہ یا اباہریرۃ ! کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر میں نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔

٨- بَابُ مَنْ سَجَدَ بِسُجُودِ الْقَارِىءِ

باب سننے والا اسی وقت سجدہ کرے جب پڑھنے والا کرے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لِتَمِيمِ بْنِ حَذْلَمٍ - وَهُوَ غُلَامٌ - فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ : اسْجُدْ، فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا.

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا--- کہ وہ لڑکا تھا اس نے سجدے کی آیت پڑھی---- سجدہ کر۔ کیونکہ تو اس سجدے میں ہمارا امام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سننے والے کو جب سجدہ کرنا چاہیے کہ پڑھنے والا بھی کرے اگر سجدہ پڑھنے والا نہ کرے تو سننے والے پر بھی لازم نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا شاید یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ سننے والے پر ہر طرح سجدہ ہے اگرچہ پڑھنے والا بے وضو یا نابالغ یا کافر یا عورت یا تارک الصلوۃ ہو یا نماز پڑھ رہا ہو (وحیدی)

١٠٧٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ الَّتِيْ فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ)).

(١٠٧٥) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہماری موجودگی میں آیت سجدہ پڑھتے اور سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ (ہجوم کی وجہ سے) اس طرح سجدہ کرتے کہ پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جس پر سجدہ کرتے۔

[طرفاه في: ١٠٧٦، ١٠٧٩].

٩- بَابُ ازْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ السَّجْدَةَ

باب امام جب سجدہ کی آیت پڑھے اور لوگ ہجوم کریں تو بہرحال سجدہ کرنا چاہیے۔

١٠٧٦- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، فَنَزْدَحِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ)).

(١٠٧٦) ہم سے بشر بن آدم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبیداللہ عمری نے خبر دی' انہیں نافع نے اور نافع کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ آیت سجدہ کی تلاوت اگر ہماری موجودگی میں کرتے تو آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے۔ اس وقت اتنا اژدھام ہو جاتا کہ سجدہ کے لیے پیشانی رکھنے کی بھی جگہ نہ ملتی جس پر سجدہ کرنے والا سجدہ کر سکے۔

[راجع: ١٠٧٥]

اسی حدیث سے بعضوں نے یہ نکالا کہ جب پڑھنے والا سجدہ کرے تو سننے والا بھی کرے گویا اس سجدے میں سننے والا مقتدی ہے

اور پڑھنے والا امام ہے۔ بیہقی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا جب لوگوں کا بہت ہجوم ہو تو تم میں کوئی اپنے بھائی کی پشت پر بھی سجدہ کر سکتا ہے۔ قسطلانی نے کہا جب ہجوم کی حالت میں فرض نماز میں پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہوا تو تلاوت قرآن پاک کا سجدہ ایسی حالت میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

١٠- بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ

باب اس شخص کی دلیل جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا. قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا. كَأَنَّهُ لاَ يُوجِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ سَلْمَانُ: مَا لِهَذَا غَدَوْنَا. وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لاَ يَسْجُدُ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا، فَإِذَا سَجَدْتَ وَلاَ سَفَرٍ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلاَ عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ. وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ لاَ يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ.

اور عمران بن حصین صحابی سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو آیت سجدہ سنتا ہے مگروہ سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا تو کیا اس پر سجدہ واجب ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر وہ اس نیت سے بیٹھا بھی ہو تو کیا (گویا انہوں نے سجدۂ تلاوت کو واجب نہیں سمجھا) سلمان فارسی نے فرمایا کہ ہم سجدہ تلاوت کے لیے نہیں آئے۔

ہوا یہ کہ حضرت سلمان فارسی کچھ لوگوں پر سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا سلمان نے نہیں کیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تب انہوں نے یہ کہا (رواہ عبدالرزاق)

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سجدہ ان کے لیے ضروری ہے جنہوں نے آیت سجدہ قصد سے سنی ہو۔ زہری نے فرمایا کہ سجدہ کے لیے طہارت ضروری ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں نہ ہو بلکہ گھر پر ہو تو سجدہ قبلہ رو ہو کر کیا جائے گا اور سواری پر قبلہ رو ہونا ضروری نہیں جدھر بھی رخ ہو (اسی طرف سجدہ کر لینا چاہیے)

سائب بن یزید واعظوں و قصہ خوانوں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہ کرتے۔

١٠٧٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ - قَالَ أَبُوبَكْرٍ: وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ - عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(١٠٧٧) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی اور انہیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہیں عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی نے اور انہیں ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی نے کہا کہ ---- ابوبکر بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ربیعہ بہت اچھے لوگوں میں سے تھے ----- ربیعہ نے وہ حال بیان کیا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہوں نے دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۂ نحل پڑھی جب سجدہ کی آیت ﴿ وَلِلّٰهِ

عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ)). وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلاَّ أَنْ نَشَاءَ)).

يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ آخر تک پہنچے تو منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوسرے جمعہ کو پھر یہی سورت پڑھی جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا ہماری خوشی پر رکھا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں و اقوی الادلة علی نفی الوجوب حدیث عمر المذکور فی ھذا الباب یعنی اس بات کی قوی دلیل کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں یہ حضرت عمرؓ کی حدیث ہے جو یہاں اس باب میں مذکور ہوئی اکثر ائمہ و فقہاء اسی کے قائل ہیں کہ سجدۂ تلاوت ضروری نہیں بلکہ صرف سنت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

١١- بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلاَةِ فَسَجَدَ بِهَا

باب جس نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز ہی میں سجدہ کیا

امام بخاری کی غرض اس باب سے مالکیہ پر رد کرنا ہے جو سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔

١٠٧٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ، فَلاَ أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ)).

(١٠٧٨) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا ان سے ابو رافع نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ آپ نے اذا السماء انشقت کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے اسکا جواب دیا کہ میں نے اس میں ابو القاسم ﷺ کی اقتداء میں سجدہ کیا تھا اور ہمیشہ سجدہ کرتا رہوں گا تا آنکہ آپ سے جا ملوں۔

١٢- بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُودِ مِنَ الزِّحَامِ

باب جو شخص ہجوم کی وجہ سے سجدہ تلاوت کی جگہ نہ پائے

١٠٧٩- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ

(١٠٧٩) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ نے' ان سے نافع نے' اور ان سے

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيْهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتَّى مَايَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ)). [راجع: ١٠٧٩]

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کسی ایسی سورۃ کی تلاوت کرتے جس میں سجدہ ہوتا پھر آپ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔ (معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں سجدہ نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے) واللہ اعلم۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيْرِ، وَكَمْ يُقِيْمُ حَتَّى يَقْصُرَ

باب نماز میں قصر کرنے کا بیان اور اقامت کی حالت میں کتنی مدت تک قصر کر سکتا ہے۔

تشریح: قصر کے معنی کم کرنا یہاں حالت سفر میں چار رکعت والی فرض نماز کو کم کر کے دو رکعت پڑھنا مراد ہے ہجرت کے چوتھے سال قصر کی اجازت نازل ہوئی مغرب اور فجر کی فرض نمازوں میں قصر نہیں ہے اور ایسے سفر میں قصر جائز نہیں جو سفر گناہ کی نیت سے کیا جائے کوئی مسلمان ہو کر چوری کرنے یا زنا کرنے کے لیے سفر کرے تو اس کے لیے قصر کی اجازت نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک اور علماء کا یہی فتویٰ ہے دیکھو تسہیل القاری ص ٦٧٨

قرآن مجید میں قصر نماز کا ذکر ان لفظوں میں ہے فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الایہ یعنی اگر حالت سفر میں تم کو کافروں کی طرف سے خوف ہو تو اس وقت نماز قصر کرنے میں تم پر گناہ نہیں اس کے متعلق یہ روایت وضاحت کے لیے کافی ہے۔ عن يعلى بن امية قال قلت لعمر بن خطاب رضى الله عنه ليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوٰة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا فقد امن الناس عن ذلک فقال عجبت مما عجبت منه فسالت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال صدقة تصدق الله عليكم فاقبلوا صدقته (رواه مسلم) یعنی یعلیٰ ابن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اس آیت مذکورہ کے بارے میں کہا اب تو

لوگ امن میں ہیں پھر قصر کا کیا معنی اس پر آپ نے بتلایا کہ مجھے بھی تم جیسا تردد ہوا تھا تو میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اب سفر میں نماز قصر کرنا یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے صدقہ ہے پس مناسب ہے کہ اس کا صدقہ قبول کرو اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اب نماز قصر کرنے کے سفر میں دشمن سے خوف کی قید نہیں ہے آنحضرت ﷺ نے بسا اوقات حالت سفر میں جبکہ آپ کو امن حاصل تھا نماز فرض قصر کر کے پڑھائی پس ارشاد باری ہے لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة یعنی تمہارے لیے رسول کریم ﷺ کا عمل بہترین نمونہ ہے نیز اللہ نے فرمایا یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ پاک تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ سفر میں نماز قصر کے واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور مالک بن انس اور اکثر علماء نے قصر کرنے اور پوری پڑھنے ہر دو کو جائز قرار دیا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قصر افضل ہے ان حضرات کی دلیل بہت سی احادیث مشہور ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں جن میں مذکور ہے کہ صحابہؓ کرام رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے ان میں بعض لوگ قصر کرتے بعض نماز پوری ادا کرتے بعض ان میں روزہ رکھتے بعض روزہ چھوڑ دیتے اور ان میں آپس میں کوئی ایک دوسرے پر اعتراض نہ کرتا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی سفر میں پوری نماز ادا کرنا منقول ہے۔

بعض علماء قصر کو واجب جانتے ہیں ان میں حضرت عمر حضرت علی اور جابر اور ابن عباس داخل ہیں اور حضرت امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں قلت من شان متبعی السنن النبویة و مقتضی الآثار المصطفویه ان یلازموا القصر فی السفر کما لازمه صلی الله علیه و سلم ولو کان القصر غیر واجب فاتباع السنة فی القصر فی السفر هو المتعین ولا حاجة لهم ان یتموا فی السفر و یتاولوا کماتاولت عائشة و تاول عثمان رضی الله عنهما هذا ما عندی والله اعلم (تحفة الاحوذی ص ۳۸۳)

یعنی سنن نبوی کے فدائیوں کے لیے ضروری ہے کہ سفر میں قصر ہی کو لازم پکڑیں۔ اگرچہ یہ غیر واجب ہے پھر بھی اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ سفر میں قصر کیا جائے اور اتمام نہ کیا جائے اور کوئی تاویل اس بارے میں مناسب نہیں ہے۔ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تاویلات کی ہیں۔ میرا یہی خیال ہے۔

یہ بھی ایک طویل بحث ہے کہ کتنے میل کا سفر ہو جہاں سے قصر جائز ہے اس سلسلہ میں بعض روایات میں تین میل کا بھی ذکر آیا ہے۔ قال النووی الی ان اقل مسافة القصر ثلاثة امیال و کانهم احتجوا فی ذلک بما رواہ مسلم و ابو داود من حدیث انس قال کان رسول الله صلی الله علیه و سلم اذا خرج مسیرة ثلاثة امیال او فراسخ قصر الصلوٰة قال الحافظ وهو اصح حدیث ورد فی بیان ذلک و اصرحه و قد حمله من خالفه ان المراد به المسافة التی یبتدا منها القصر لا غایة السفر (یعنی انه اراد به اذا سافر سفرا طویلا قصرا اذا بلغ ثلاثة امیال کما قال فی لفظه الاخر ان النبی صلی الله علیه و سلم صلی بالمدینة اربعًا و بذی الحلیفة رکعتین (مرعاۃ ج ص ۲۵۶)

یعنی امام نووی نے کہا کہ قصر کی کم ترین مدت تین میل ہے انہوں نے حدیث انسؓ سے دلیل لی ہے۔ جس میں ہے کہ جب رسول کریم ﷺ تین میل یا تین فرسخ نکلتے تو نماز قصر کرتے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قصر کے متعلق صحیح ترین حدیث یہ ہے جن لوگوں نے تین میل کو نہیں مانا انہوں نے اس حدیث کو غایت سفر نہیں بلکہ ابتداء سفر پر محمول کیا ہے۔ یعنی یہ مراد ہے کہ جب مسافر کا سفر طویل کے لیے ارادہ ہو اور وہ تین میل پہنچ جائے اور نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کر لے جیسا کہ حدیث میں دوسری جگہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر حج کے لیے نکلے تو آپ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر دو رکعت ادا کیں اس بارے میں طویل مباحثہ کے بعد آخری فیصلہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب مد ظلہ کے لفظوں میں یہ ہے والراجح عندی ماذهب الیه الائمة الثلاثة انه لا یقصر الصلوٰة فی اقل من

ثمانية و اربعين ميلا بالهاشمي و ذلک اربعة بردای ستة عشر فرسخا و هی مسيرة يوم و ليلة بالسير الحثيث و ذهب اکثر علماء اهل الحديث فی عصر نا مسافة القصر ثلاثة فراسخ مستدلين لذالک الحديث انس المقدم فی کلام الحافظ (مرعاة ج ۲ ص ۲۵۶)

میرے نزدیک ترجیح اسی کو حاصل ہے جدھر ائمہ ثلاثہ گئے ہیں۔ وہ یہ کہ اڑتالیس میل ہاشمی سے کم میں قصر نہیں اور یہ چار برد ہوتے ہیں یعنی سولہ فرسخ اور رات اور دن کے تیز سفر کی یہی حد ہوتی ہے اور ہمارے زمانے میں اکثر علماء اہل حدیث اسی طرف گئے ہیں کہ قصر کی مسافت تین فرسخ ہیں۔ (جس کے اڑتالیس میل ہوتے ہیں) ان کی دلیل حضرت انسؓ کی وہی حدیث ہے جس کا پہلے بیان ہوا اور ابن قدامہ کا رجحان ظاہریہ کے قول کی طرف ہے جو کہتے ہیں کہ ہر سفر خواہ وہ قصر یا طویل ہو۔ اس میں قصر جائز ہے' مگر اجماع کے یہ خلاف ہے (واللہ اعلم بالصواب)

١٠٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ، فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا، وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا)).

[طرفاه في ٤٢٩٨، ٤٢٩٩].

(١٠٨٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا' ان سے عاصم احول اور حصین سلمی نے' ان سے عکرمہ نے' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر) انیس دن ٹھہرے اور برابر قصر کرتے رہے۔ اس لیے انیس دن کے سفر میں ہم بھی قصر کرتے رہتے ہیں اور اس سے اگر زیادہ ہو جائے تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

تشریح اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعتیں پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لے تو جتنے دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے۔ حنفیہ کے نزدیک پندرہ سے کم میں قصر کرے۔ زیادہ کی نیت ہو تو پوری پڑھے امام احمد اور داؤد کا مذہب یہ کہ چار دن سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے۔ اسحاق بن راہویہ انیس دن سے کم قصر بتلاتے ہیں اور زیادہ کی صورت میں نماز پوری پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کا بھی مذہب یہی معلوم ہوتا ہے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری مد ظلہ العالی نے امام احمد کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ (مرعاۃ ج ۲ ص ۲۵۶)

١٠٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ، قُلْتُ: أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ: أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا)).

(١٠٨١) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ہم مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے تو برابر نبی کریم ﷺ دو دو رکعت پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مکہ میں کچھ دن قیام بھی رہا تھا؟ تو اس کا جواب انس رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ دس دن تک ہم وہاں ٹھہرے تھے۔

[طرفه في : ٤٢٩٧].

٢- بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

باب منیٰ میں نماز قصر کرنے کا بیان

١٠٨٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ أَتَمَّهَا)). [طرفه في: ١٦٥٥].

(۱۰۸۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبیداللہ عمری سے بیان کیا' کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے' کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت (یعنی چار رکعت والی نمازوں میں) قصر پڑھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان کے دور خلافت کے شروع میں دو ہی رکعت پڑھی تھیں لیکن بعد میں آپ ؓ نے پوری پڑھی تھیں۔

١٠٨٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ)).

[طرفه في: ١٦٥٦].

(۱۰۸۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی' انہوں نے حارثہ سے سنا اور انہوں نے وہب رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں امن کی حالت میں ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔

١٠٨٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُولُ: ((صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيْلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ

(۱۰۸۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی تھی لیکن جب اس کا ذکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پھر کہنے لگے میں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میں نے دو رکعت ہی پڑھی ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی تھی کاش میرے حصہ میں ان چار رکعتوں کے بجائے دو مقبول رکعتیں ہوتیں۔

مُتَقَبَّلَتَانِ)). [طرفه في: ١٦٥٧].

تشریح: حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی منیٰ میں نماز کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ آپ حضرات حج کے ارادہ سے جاتے اور حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے منیٰ میں بھی قیام کیا ہوتا۔ یہاں سفر کی حالت میں ہوتے تھے اس لیے قصر کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ منیٰ میں قصر کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور خلافت میں قصر کیا لیکن بعد میں جب پوری چار رکعتیں آپ نے پڑھیں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پوری چار رکعت پڑھنے کا عذر بیان کیا تھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

٣- بَابٌ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ؟

باب حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے کتنے دن قیام کیا تھا؟

١٠٨٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، إِلاَّ مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ)). تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ.

(١٠٨٥) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا ان سے ابو العالیہ براء نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کو ساتھ لے کر تلبیہ کہتے ہوئے ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو (مکہ میں) تشریف لائے پھر آپؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ بجائے حج کے عمرہ کی نیت کر لیں اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں پھر حج کا احرام باندھیں۔ اس حدیث کی متابعت عطاء نے جابر سے کی ہے۔

[أطرافه في: ١٥٦٤، ٢٥٠٥، ٣٨٣٢].

تشریح: کیونکہ آپ چوتھی ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے اور چودھویں کو مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے تو مدت اقامت کل دس دن ہوئی اور مکہ میں صرف چار دن رہنا ہوا باقی ایام منیٰ وغیرہ میں صرف ہوئے اسی لیے امام شافعیؒ نے کہا کہ جب مسافر کسی مقام میں چار دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے چار دن تک قصر کرتا رہے اور امام احمد نے کہا اکیس نمازوں تک (مولانا وحید الزماں مرحوم) پچھلی روایت جس میں آپ کا قیام اکیس دن مذکور ہے اس میں یہ قیام فتح مکہ سے متعلق ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مغازی میں دوسرے طریق سے اقامت کا مقام مکہ بیان فرمایا ہے جہاں آپ نے انیس دن قیام فرمایا اور آپ نماز قصر کرتے رہے معلوم ہوا کہ قصر کے لیے یہ آخری حد ہے اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا فیصلہ ہو تو نماز پوری پڑھنی ہو گی اور اگر کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور تردد میں آج کل آج کل کرتا رہ جائے تو وہ جب تک اس حالت میں ہے قصر کر سکتا ہے جیسا کہ زاد المعاد میں علامہ ابن قیم نے بیان فرمایا ہے و منها انه صلى الله عليه و سلم اقام بتبوك عشرين يومًا يقصر الصلوٰة ولم يقل للامة لا يقصر الرجل الصلوٰة اذا اقام اكثر من ذلك ولكن اتفق اقامته هذه المدة و هذه الاقامة فى حالة السفر لا تخرج عن حكم السفر سواء طالت او قصرت اذا كان غير متوطن ولا عازم على الاقامة بذلك الموضع. یعنی رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن تک مقیم رہے اور نماز قصر فرماتے رہے اور آپ نے امت کے لیے نہیں فرمایا کہ امت میں سے اگر کسی کا اس سے بھی زیادہ کہیں (حالت سفر میں) اقامت کا موقعہ آ جائے تو وہ قصر نہ کرے۔ ایسا آپ نے کہیں نہیں فرمایا پس جب کوئی شخص سفر میں کسی جگہ بہ حیثیت وطن کے نہ اقامت کرے اور نہ وہاں اقامت کا عزم ہو مگر آج کل میں تردد رہے تو اس کی مدت اقامت کم ہو یا زیادہ وہ بہرحال سفر کے حکم میں

ہے اور نماز قصر کر سکتا ہے۔

حافظ نے کہا کہ بعض لوگوں نے احمد سے امام احمد بن حنبل کو سمجھا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ امام احمد نے عبداللہ بن مبارک سے نہیں سنا۔ (وحیدی)

٤- بَابُ فِي كَمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ؟

وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَيْلَةً، سَفَرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ، وَهُوَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

باب نماز کتنی مسافت میں قصر کرنی چاہیے

نبی کریم ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر کہا ہے اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد (تقریباً اڑتالیس میل کی مسافت) پر قصر کرتے اور روزہ بھی افطار کرتے تھے۔ چار برد میں سولہ فرسخ ہوتے ہیں (اور ایک فرسخ میں تین میل)

تشریح اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعت پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے امام شافعی اور امام احمد و مالک کا یہ مذہب ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو نماز پوری پڑھے اور چار دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرتا رہے اور حنفیہ کے نزدیک پندرہ دن سے کم میں قصر کرے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے اور اسحاق بن راھویہ کا مذہب یہ ہے کہ انیس دن سے کم میں قصر کرتا رہے انیس دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے امام بخاریؒ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔

ابن المنذر نے کہا کہ مغرب اور فجر کی نماز میں بالاجماع قصر نہیں ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

ترجمہ باب میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث صحیح لائے ہیں اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے گویا امام رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس حدیث پر ہے۔ یہاں کا انیس روز کا قیام فتح مکہ کے موقع پر ہوا تھا بعض راویوں نے اس قیام کو صرف سترہ دن بتلایا ہے گویا انہوں نے آنے اور جانے کے دو دن چھوڑ کر سترہ دن کا شمار کیا اور جنہوں نے ہر دو دنوں کو شمار کیا' انہوں نے انیس روز بتلائے۔

اس سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ سفر کے لیے کم سے کم ایک دن رات کی راہ ضروری ہے۔ حنفیہ نے تین دن کی مسافت کو سفر کہا ہے اس مسئلہ میں کوئی بیس قول ہیں۔ ابن منذر نے ان کو نقل کیا ہے صحیح اور مختار مذہب اہل حدیث کا ہے کہ ہر سفر میں قصر کرنا چاہیے جس کو عرف میں سفر کہیں اس کی کوئی حد مقرر نہیں امام شافعی اور امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ دو منزل سے کم میں قصر جائز نہیں دو منزل اڑتالیس میل ہوتے ہیں ایک میل چھ ہزار ہاتھ کا ایک ہاتھ چوبیس انگل چھ جو کا (وحیدی) فتح الباری میں جمہور کا مذہب یہ نقل ہوا ہے کہ جب اپنے شہر سے باہر ہو جائے اس کا قصر شروع ہو جاتا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فقہائے اہل حدیث کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے کہ سفر میں دو منزلوں سے کم میں قصر جائز نہیں اور دو منزلوں کے اڑتالیس میل ہاشمی ہوتے ہیں۔

داؤد ظاہری اور دیگر اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ قصر کرنا بہرحال جائز ہے سفر دراز ہو یا کم یہاں تک کہ اگر تین میل کا سفر ہو تب بھی یہ حضرات قصر جائز کہتے ہیں تفصیل گزر چکی ہے۔

١٠٨٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ

(١٠٨٦) ہم سے اسحاق بن راھویہ نے بیان کیا' انہوں نے ابو اسامہ سے' میں نے پوچھا کہ کیا آپ سے عبیداللہ عمری نے نافع سے یہ

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). [طرفه في : ١٠٨٧].

حدیث بیان کی تھی کہ ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا تھا کہ عورتیں تین دن کا سفر ذی رحم محرم کے بغیر نہ کریں (ابو اسامہ نے کہا ہاں)

محرم وہ جن سے عورت کیلئے نکاح حرام ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو عورت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ یہاں تین دن کی قید کا مطلب ہے کہ اس مدت پر لفظ سفر کا اطلاق کیا گیا اور ایک دن اور رات کو بھی سفر کہا گیا ہے تقریباً اڑتالیس میل پر اکثر اتفاق ہے کما مر۔

١٠٨٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذُو مَحْرَمٍ)). تَابَعَهُ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ١٠٨٧]

(١٠٨٧) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' عبیداللہ عمری سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع نے خبر دی' انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا عورت تین دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو۔ اس روایت کی متابعت احمد نے ابن مبارک سے کی ان سے عبیداللہ عمری نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے!

١٠٨٨- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ)). تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ وَسُهَيْلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

(١٠٨٨) ہم سے آدم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے اپنے باپ سے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی خاتون کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو' جائز نہیں کہ ایک دن رات کا سفر بغیر کسی ذی رحم محرم کے کرے۔ اس روایت کی متابعت یحییٰ بن ابی کثیر' سہیل اور مالک نے مقبری سے کی۔ وہ اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے۔

تشریح عورت کے لیے پہلی احادیث میں تین دن کے سفر کی ممانعت وارد ہوئی ہے جبکہ اس کے ساتھ کوئی ذی محرم نہ ہو اور اس حدیث میں ایک دن اور ایک رات کی مدت کا ذکر آیا۔ دن سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد لفظ سفر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ حد بتلانا مقصود ہے یعنی ایک دن رات کی مدت سفر کو شرعی سفر کا ابتدائی حصہ اور تین دن کے سفر کو آخری حصہ قرار دیا ہے پھر اس سے جس قدر بھی زیادہ ہو پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ اہلحدیث کے ہاں قصر کرنا سنت ہے فرض واجب نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ قصر اللہ کی طرف کا ایک صدقہ ہے جسے قبول کرنا ہی مناسب ہے۔

٥- بَابُ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ

باب جب آدمی سفر کی نیت سے اپنی بستی سے نکل جائے تو

مَوْضِعِهِ

قصر کرے

وَخَرَجَ عَلِيٌّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوتَ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهُ: هَذِهِ الْكُوفَةُ قَالَ: لاَ، حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادہ سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔

۱۰۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ)).

(۱۰۸۹) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے' محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرۃ سے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔

[أطرافه في : ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱٤، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦].

تشریح دیگر روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؓ شام کے ارادہ سے نکلے تھے۔ کوفہ چھوڑتے ہی آپ نے قصر شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح واپسی میں کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن آپ نے اس وقت بھی قصر کیا۔ جب آپ سے کہا گیا کہ اب تو کوفہ کے قریب آ گئے! تو فرمایا کہ ہم پوری نماز اس وقت تک نہ پڑھیں گے جب تک ہم کوفہ میں داخل نہ ہو جائیں۔ رسول کریم ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ جا رہے تھے ظہر کے وقت تک آپ مدینہ میں تھے اس کے بعد سفر شروع ہو گیا پھر آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا اور وہاں آپ نے عصر چار رکعت کی بجائے صرف دو رکعت پڑھی۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر جب اپنے مقام سے نکل جائے تو قصر شروع کر دے باب کا یہی مطلب ہے۔

۱۰۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((الصَّلاَةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ، فَأُقِرَّتْ صَلاَةُ السَّفَرِ، وَأُتِمَّتْ صَلاَةُ الْحَضَرِ)) قَالَ الزُّهْرِيُّ : فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ؟ قَالَ: تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.

(۱۰۹۰) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا' ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بعد میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی البتہ حضر کی نماز پوری (چار رکعت) کر دی گئی۔ زہری نے بیان کیا کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ پھر خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیوں نماز پوری پڑھی تھی انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تاویل کی تھی وہی انہوں

[راجع: ٣٥٠]

نے بھی کی۔

حضرت عثمانؓ نے جب منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو فرمایا کہ میں نے یہ اس لیے کیا کہ بہت سے عوام مسلمان جمع ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نماز کی دو ہی رکعت سمجھ لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حج کے موقعہ پر نماز پوری پڑھی اور قصر نہیں کیا حالانکہ آپ مسافر تھیں۔ اس لیے آپ کو نماز قصر کرنی چاہیے تھی۔ مگر آپ سفر میں پوری نماز پڑھنا بہتر جانتی تھیں اور قصر کو رخصت سمجھتی تھیں۔

٦- بَابُ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلاَثًا فِي السَّفَرِ

باب مغرب کی نماز سفر میں بھی تین ہی رکعت ہیں

١٠٩١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ)). قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

[أطرافه في: ١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨، ١٦٧٣، ١٨٠٥، ٣٠٠٠].

(١٠٩١) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' زہری سے انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو آپؐ مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو اس طرح کرتے۔

١٠٩٢- وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ: (كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ) قَالَ سَالِمٌ: (وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلاَةُ. فَقَالَ: سِرْ. فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلاَةُ، فَقَالَ: سِرْ. حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ). وَقَالَ عَبْدُ اللهِ: (رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا

(١٠٩٢) لیث بن سعد نے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا' کہ سالم نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔ سالم نے کہا کہ ابن عمرؓ نے مغرب کی نماز اس دن دیر میں پڑھی تھی جب انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تھی (چلتے ہوئے) میں نے کہا کہ نماز! (یعنی وقت ختم ہوا چاہتا ہے) لیکن آپ نے فرمایا کہ چلے چلو پھر دوبارہ میں نے کہا کہ نماز! آپ نے پھر فرمایا کہ چلے چلو اس طرح جب ہم دو یا تین میل نکل گئے تو آپ اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سفر میں تیزی کے ساتھ چلنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ جب نبی کریم ﷺ (منزل مقصود تک) جلدی پہنچنا چاہتے تو پہلے مغرب کی تکبیر

ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ)). [راجع: ١٠٩١]

کہلواتے اور آپ اس کی تین رکعت پڑھا کر سلام پھیرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھاتے اور اس کی دو ہی رکعت پر سلام پھیرتے۔ عشاء کے فرض کے بعد آپ سنتیں وغیرہ نہیں پڑھتے تھے آدھی رات کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ آپ ﷺ نے سفر میں مغرب کی تین رکعت فرض نماز ادا کی۔

٧- بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ، وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ

باب نفل نماز سواری پر' اگرچہ سواری کا رخ کسی طرف ہو

١٠٩٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ)).

[طرفاه في: ١٠٩٧، ١١٠٤].

(١٠٩٣) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عامر نے اور ان سے ان کے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اونٹنی پر نماز پڑھتے رہتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔

ثابت ہوا کہ نفل سواری پر درست ہیں اسی طرح وتر بھی۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک وتر سواری پر پڑھنے درست نہیں۔

١٠٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ)). [راجع: ٤٠٠]

(١٠٩٤) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے کہا' ان سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز اپنی اونٹنی پر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے بھی پڑھتے تھے۔

یہ واقعہ غزوۂ انمار کا ہے قبلہ وہاں جانے والوں کے لیے بائیں طرف رہتا ہے سواری اونٹ اور ہر جانور کو شامل ہے۔

١٠٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا. وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ)).[راجع: ٩٩٩]

(١٠٩٥) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے' اسی طرح وتر بھی۔ اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔

٨- بَابُ الإِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

١٠٩٦- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: ((كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يُومِىءُ. وَذَكَرَ عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ)).

[راجع: ٩٩٩]

باب سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

(١٠٩٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا۔ آپ اشاروں سے نماز پڑھتے۔ آپ کا بیان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

٩- بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

١٠٩٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يُومِىءُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ)). [راجع: ١٠٩٣]

باب نمازی فرض نماز کے لیے سواری سے اتر جائے

(١٠٩٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہ عامر بن ربیعہ نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو اونٹنی پر نماز نفل پڑھتے دیکھا۔ آپؐ سر کے اشاروں سے پڑھ رہے تھے اس کا خیال کئے بغیر کہ سواری کا منہ کدھر ہوتا ہے لیکن فرض نمازوں میں آپ اس طرح نہیں کرتے تھے۔

١٠٩٨- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ، مَا يُبَالِي حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

[راجع: ٩٩٩]

(١٠٩٨) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا' انہوں نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں رات کے وقت اپنے جانور پر نماز پڑھتے کچھ پرواہ نہ کرتے کہ اس کا منہ کس طرف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم بھی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے چاہے اس کا منہ کدھر ہی ہو اور وتر بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے البتہ فرض اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

ترجمہ باب اسی فقرے سے نکلتا ہے معلوم ہوا فرض نماز کے لیے جانور سے اترتے کیونکہ وہ سواری پر درست نہیں ہے اس پر ... کا اجماع ہے۔ سواری سے اونٹ' گھوڑے' خچر وغیرہ مراد ہیں۔ ریل میں نماز درست ہے۔

١٠٩٩- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ: ((حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ)).

(۱۰۹۹) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے یحییٰ سے بیان کیا ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور جب فرض پڑھتے تو سواری سے اتر جاتے اور پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھتے۔

[راجع: ٤٠٠]

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سواری اپنے اختیار میں ہو بہرحال اسے روک کر فرض نماز نیچے زمین ہی پر پڑھنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خاتمہ

لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ کہ شب و روز مسلسل سفر و حضر کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں آج بخاری شریف کے پارہ چہارم کی تسوید سے فراغت حاصل کر رہا ہوں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ مجھ جیسا ناچیز انسان اس عظیم اسلامی مقدس کتاب کی یہ خدمت انجام دیتے ہوئے اس کا بامحاورہ ترجمہ و جامع ترین تشریحات اپنے قدر دانوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہے اپنی بے بضاعتی و ہر کمزوری کی بنا پر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سلسلہ میں کہاں کہاں کیا کیا لغزشیں مجھ سے ہوئی ہوں گی۔ اللہ پاک میری ان جملہ لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے نہ صرف میرے لیے بلکہ میرے اولدین مرحومین و جملہ متعلقین و میرے جملہ اساتذہ کرام پھر جملہ قدر دانوں کے لیے جن کا مجھے دامے درمے سخنے تعاون حاصل رہا ان سب کے لیے اس کو وسیلۂ نجات آخرت بنائے اور توفیق دے کہ ہم سب مل کر اس کتاب مقدس کے تیس پاروں کی اشاعت اس نہج پر کر کے اردو داں دین پسند طبقہ کے لیے ایک بہترین ذخیرۂ معلومات دین مہیا کر دیں۔ اس سلسلہ میں اپنے اساتذۂ کرام اور جمیع علمائے عظام سے بھی پر زور و پر خلوص درخواست کروں گا کہ ترجمہ و تشریحات میں اپنی ذمہ داریوں کے پیش نظر پورے طور پر میں نے ہر ممکن تحقیق کی کوشش کی ہے مسائل خلافیہ میں ہر ممکن تفصیلات کو کام میں لاتے ہوئے مخالفین و موافقین سب ہی کو اچھے لفظوں میں یاد کیا ہے اور مسلک محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے بیان کے لیے عمدہ سے عمدہ الفاظ لائے گئے ہیں۔ پھر بھی مجھ کو اپنی بھول چوک پر ندامت ہے اگر آپ حضرات کو کہیں بھی علمی اخلاقی کوئی خامی نظر آئے تو للہ اس پر خادم کو از راہ اخلاص آگاہ فرمائیں شکریہ کے ساتھ آپ کے مشورہ پر توجہ دی جائے گی اور طبع ثانی میں ہر ممکن اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ اپنا مقصد خالصتاً فرامین رسالت مآبﷺ کو ان کے اصل منشاء کے تحت زبان اردو میں منتقل کرنا ہے اور اس کے لیے یہ کتاب یعنی صحیح بخاری شریف مستند و معتمد کتاب ہے جس کی صحت پر بیشتر اکابر امت کا اتفاق ہے۔

آخر میں اپنے محترم اراکین ٹرسٹ بورڈ جامع اہل حدیث (مسجد چار مینار) بنگلور شہر کا شکر گزار ہوں اور ان کی ترقی دارین کے لیے دعاگو ہوں کہ ان حضرات کی پر خلوص دعوت پر مجھے امسال بھی رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ یہاں جامع اہلحدیث میں گزارنے کا موقع ملا اور پر سکون ماحول میں یہاں اس پارے کی تسوید کا کام انجام کو پہنچا الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

غرض نقشے است کز ما یاد ماند　　　　که هستی را نمی بینم بقائے

خادم حدیث نبویؐ محمد داؤد راز دہلوی عفی عنہ (وارد حال) جامع اہلحدیث کینٹ بنگلور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پانچواں پارہ

١٠- بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

باب نفل نماز گدھے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا

١١٠٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ: اسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ، فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ، فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ - يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ - فَقُلْتُ: ((رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، فَقَالَ: لَوْ لاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ)). وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(١١٠٠) ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حبان بن ہلال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ شام سے جب (حجاج کی خلیفہ سے شکایت کر کے) واپس ہوئے تو ہم ان سے عین التمر میں ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔ اس روایت کو ابراہیم ابن طہمان نے بھی حجاج سے' انہوں نے انس بن سیرین سے' انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

تشریح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ سے شام میں خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کے ہاں حجاج بن یوسف ظالم ثقفی کی شکایت لے کر گئے تھے۔ جب لوٹ کر بصرہ آئے تو انس بن سیرین آپ کے استقبال کو گئے اور آپ کو دیکھا کہ گدھے پر نفل نماز اشاروں سے ادا کر رہے ہیں اور منہ بھی غیر قبلہ کی طرف ہے۔ آپ سے پوچھا گیا فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو بھی سواری پر نفل نماز ایسے ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ روایت مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں ہے رایت رسول الله صلی الله علیه و سلم یصلی علی حمار وهو متوجه الی خیبر کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا آپ (نفل نماز) گدھے پر ادا فرما رہے تھے اور آپ کا چہرہ مبارک خیبر کی طرف تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابراہیم بن طہمان کی سند سے نقل فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھ کو یہ حدیث ابراہیم بن

طہمان کے طریق سے موصولاً نہیں ملی' البتہ سراج نے عمرو بن عامر سے' انہوں نے حجاج سے' اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے چاہے جدھر وہ منہ کرتی تو حضرت انسؓ نے گدھے پر نماز پڑھنے کو اونٹنی کے اوپر پڑھنے پر قیاس کیا اور سراج نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بالاجماع فرض ہے۔ مگر جب آدمی عاجز ہو یا خوف ہو یا نفل نماز ہو تو ان حالات میں یہ فرض اٹھ جاتا ہے۔ نفل نماز کے لئے بھی ضروری ہے کہ شروع کرتے وقت نیت باندھنے پر منہ قبلہ رخ ہو بعد میں وہ سواری جدھر بھی رخ کرے نماز نفل ادا کرنا جائز ہے۔ عین التمر ایک گاؤں ملک شام میں عراق کی طرف واقع ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی ظالم حاکم کی شکایت بڑے حاکم کو پہنچانا معیوب نہیں ہے اور یہ کہ کسی بزرگ کے استقبال کے لئے چل کر جانا عین ثواب ہے اور یہ بھی کہ بڑے لوگوں سے چھوٹے آدمی مسائل کی تحقیق کر سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دلیل پیش کرنے میں رسول کریم ﷺ کی حدیث بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مومن کے لئے اس سے آگے گنجائش نہیں۔ اس لئے بالکل سچ کہا گیا ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

یعنی دین کی بنیاد ہی یہ ہے کہ قرآن مجید کو حد درجہ قابل تعظیم کہا جائے اور پس احادیث نبوی کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔

١١ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلاَةِ وَقَبْلَهَا

باب سفر میں جس نے فرض نماز سے پہلے اور پیچھے سنتوں کو نہیں پڑھا

١١٠١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: صَحِبْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

[طرفه في: ١١٠٢].

(١١٠١) ہم سے یحییٰ بن سلیمان کوفی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عمر بن محمد بن یزید نے بیان کیا کہ حفص بن عاصم بن عمر نے ان سے بیان کیا کہ میں نے سفر میں سنتوں کے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے آپ کو سفر میں کبھی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

معلوم ہوا کہ سفر میں خالی فرض نماز کی دو رکعتیں ظہر و عصر میں کافی ہیں سنت نہ پڑھنا بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

١١٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ:

(١١٠٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے عیسیٰ بن حفص بن عاصم نے' انہوں نے

حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَكَانَ لاَ يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ)).

[راجع: ۱۱۰۱]

کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں' آپؐ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح: دوسری روایت مسلم شریف میں یوں ہے صحبت ابن عمر فی طریق مکة فصلی بنا الظهر رکعتین ثم اقبل واقبلنا معه حتی جاء رحله وجلسنا معه فحانت منه التفاتة فری ناسا قیاما فقال ما یصنع هولاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا لا تممت (قسطلانی) حفص بن عاصم کہتے ہیں کہ میں مکہ شریف کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ آپ نے ظہر کی دو رکعت فرض نماز قصر پڑھائی پھر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سنت پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں سنتیں پڑھوں تو پھر فرض ہی کیوں نہ پورے پڑھ لوں۔ اگلی روایت میں مزید وضاحت موجود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کا یہی عمل تھا کہ وہ سفر میں نماز قصر کرتے اور ان دو رکعتوں فرض کے علاوہ کوئی سنت نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بہت سے ناواقف بھائیوں کو سفر میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اہل حدیث کے اس عمل پر تعجب کیا کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو اظہار نفرت سے بھی نہیں چوکتے' ان لوگوں کو خود اپنی ناواقفی پر افسوس کرنا چاہئے اور معلوم ہونا چاہئے کہ حالت سفر میں جب فرض نماز کو قصر کیا جا رہا ہے پھر اس وقت سنت نمازوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا وَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَي الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ

باب فرض نمازوں کے بعد اور اول کی سنتوں کے علاوہ اور دوسرے نفل سفر میں پڑھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتوں کو پڑھا ہے

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: مَا أَنْبَأَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الضُّحَى، غَيْرُ أُمِّ هَانِيءٍ ذَكَرَتْ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلاَةً أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ)).

[طرفاه في: ۱۱۷۶، ۴۲۹۲].

(۱۱۰۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن مرہ نے' ان سے ابن ابی لیلیٰ نے' انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہاں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر غسل کیا تھا اور اس کے بعد آپؐ نے آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں' میں نے آپؐ کو کبھی اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ آپؐ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

۱۱۰۴ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ

(۱۱۰۴) اور لیث بن سعدؒ نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا' ان

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ)).

سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (رات میں) سفر میں نفل نمازیں سواری پر پڑھتے تھے' وہ جدھر آپؐ کو لے جاتی ادھر ہی سہی۔

[راجع: ۱۰۹۳]

اس سے آنحضرت ﷺ کا سفر میں نفل پڑھنا ثابت ہوا نیز چاشت کی نماز بھی ثابت ہوئی اگر حضورؐ سے عمر بھر کوئی کام صرف ایک ہی دفعہ کرنا ثابت ہو تو وہ بھی امت کے لئے سنت ہے اور چاشت کے لئے تو اور بھی ثبوت موجود ہیں۔ حضرت ام ہانی نے صرف اپنے دیکھنے کا حال بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ام ہانی کو ہر وقت آپؐ کے معمولات دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۱۰۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ، يُومِئُ بِرَأْسِهِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ)).

(۱۱۰۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے اور انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا نفل نماز سر کے اشاروں سے پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

[راجع: ۹۹۹]

تشریح مطلب امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ سفر میں آنحضرت ﷺ نے فرض نمازوں کے اول اور بعد کی سنن راتبہ نہیں پڑھی ہیں ہاں اور قسم کے نوافل جیسے اشراق وغیرہ سفر میں پڑھنا منقول ہے اور فجر کی سنتوں کا سفر میں ادا کرنا بھی ثابت ہے۔

قال ابن القیم فی الھدی وکان من ھدیه صلی اللہ علیه وسلم فی سفرہ الاقتصار علی الفرض ولم یحفظ عنه انه صلی اللہ علیه وسلم صلی سنة الصلاة قبلھا ولا بعدھا الا ما کان من سنة الوتر و الفجر فانه لم یکن یدعھا حضرا ولا سفرا انتھی (نیل الاوطار) یعنی علامہ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ بھی ہے کہ حالت سفر میں آپ صرف فرض کی قصر رکعتوں پر اکتفا کرتے تھے اور آپؐ سے ثابت نہیں کہ آپؐ نے سفر میں وتر اور فجر کی سنتوں کے سوا اور کوئی نماز ادا کی ہو۔ آپؐ ان ہر دو کو سفر اور حضر میں برابر پڑھا کرتے تھے۔ پھر علامہ ابن قیم نے ان روایات پر روشنی ڈالی ہے جن سے آنحضرت ﷺ کا حالت سفر میں نماز نوافل ادا کرنا ثابت ہوتا ہے۔

وقد سئل الامام احمد عن التطوع فی السفر فقال ارجو ان لا یکون بالتطوع فی السفر باس یعنی امام احمد بن حنبلؒ سے سفر میں نوافل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ سفر میں نوافل ادا کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے مگر سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا بہتر اور مقدم ہے۔

پس ہر دو امور ثابت ہوئے کہ ترک میں بھی کوئی برائی نہیں اور ادائیگی میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ وقال اللہ تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج والحمد للہ علی نعمانه الکاملة

۱۳- بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ

باب سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ | ملا کر پڑھنا

١١٠٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ)). [راجع: ١٠٩١]

(۱۱۰۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا' انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر سفر میں جلد چلنا منظور ہوتا تو مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔

١١٠٧- وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلاَةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ)).

(۱۱۰۷) اور ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ ان سے حسین معلم نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

١١٠٨- حَدَّثَنَا وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ)).
وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ حَفْصٍ عَنْ أَنَسٍ ((جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ)).
[طرفه في: ١١١٠].

(۱۱۰۸) اور ابن طہمان ہی نے بیان کیا کہ ان سے حسین نے' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے حفص بن عبیداللہ بن انس ؓ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ اس روایت کی متابعت علی بن مبارک اور حرب نے یحییٰ سے کی ہے۔ یحییٰ حفص سے اور حفص انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ملا کر پڑھی تھیں۔

تشریح: امام بخاریؒ جمع کا مسئلہ قصر کے ابواب میں اس لئے لائے کہ جمع بھی گویا ایک طرح کا قصر ہی ہے۔ سفر میں ظہر عصر اور مغرب عشاء کا جمع کرنا اہلحدیث اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور ثوریؒ اور اسحاق سب کے نزدیک جائز ہے خواہ جمع تقدیم کرے یعنی ظہر کے وقت عصر اور مغرب کے وقت عشاء پڑھ لے خواہ جمع تاخیر کرے یعنی عصر کے وقت ظہر اور عشاء کے وقت مغرب بھی پڑھ لے۔ اس بارے میں مزید تفصیل مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنه قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم فی غزوة تبوک اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظهر والعصر وان ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر حتی ینزل للعصر وفی المغرب مثل ذلک اذا غابت الشمس قبل ان یرتحل

جمع بین المغرب والعشاء وان ارتحل قبل ان تغیب الشمس اخر المغرب حتی ینزل للعشاء ثم یجمع بینهما. رواه ابو داود و الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب یعنی معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی دن کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لیتے (جسے جمع تقدیم کہا جاتا ہے) اور اگر کبھی آپ کا سفر سورج ڈھلنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا تو ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے (جسے جمع تاخیر کہا جاتا ہے) مغرب میں بھی آپ کا یہی عمل تھا اگر کوچ کرتے وقت سورج غروب ہو چکا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے قبل ہی سفر شروع ہو جاتا تو پھر مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر ادا کرتے۔ مسلم شریف میں بھی یہ روایت مختصر مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مطلق سفر کا ذکر ہے اور ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر الی وقت العصر الحدیث یعنی سفر میں آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا کہ اگر سفر سورج ڈھلنے سے قبل شروع ہوتا تو آپ ظہر کو عصر میں ملا لیا کرتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد آپ سفر کرتے تو ظہر کے ساتھ عصر ملا کر سفر شروع کرتے تھے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے اس میں مزید یہ ہے کہ قال سعید فقلت لابن عباس ما حمله علی ذلک قال اراد ان لا یحرج امته (رواه مسلم ص: ۲۴۶) یعنی سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا آپ ﷺ نے یہ اس لئے کیا تاکہ امت تنگی میں نہ پڑ جائے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت علی اور ابن عمر اور انس اور عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور اسامہ بن زید اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مرویات ہیں اور امام شافعی اور احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر بلا خوف و خطر جائز ہے۔

علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں امام شافعیؒ اور اکثر لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ سفر طویل میں جو ۴۸ میل ہاشمی پر بولا جاتا ہے جمع تقدیم و جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے اور چھوٹے سفر کے بارے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں اور ان میں بہت صحیح قول یہ ہے کہ جس سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز نہیں اس میں جمع بھی جائز نہیں ہے۔ علامہ شوکانی درر البهیه میں فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے جمع تقدیم اور جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے۔ خواہ اذان اور اقامت سے ظہر میں عصر کو ملائے یا عصر کے ساتھ ظہر ملائے۔ اس طرح مغرب کے ساتھ عشاء پڑھے یا عشاء کے ساتھ مغرب ملائے۔ حنفیہ کے ہاں سفر میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جسے بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ میں نے مزدلفہ کے سوا کہیں نہیں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے دو نمازیں ملا کر ادا کی ہوں۔

اس کا جواب صاحب مسک الختام نے یوں دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہمارے مقصود کے لئے ہرگز مضر نہیں ہے کہ یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اس بیان کے خلاف بیان دے رہے ہیں جیسا کہ محدث سلام اللہ نے محلّی شرح مؤطا امام مالکؒ میں مسند ابی سے نقل کیا ہے کہ ابو قیس ازدی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ اب ان کے پہلے بیان میں نفی ہے اور اس میں اثبات ہے اور قاعدہ مقررہ کی رو سے نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کا پہلا بیان محض نسیان کی وجہ سے ہے۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ﴿ ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا ﴾ (النساء : ۱۰۳) یعنی نماز مومنوں پر وقت مقررہ میں فرض ہے اس کا جواب یہ کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کے مفسر اول ہیں اور آپ کے عمل سے نماز میں جمع ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جمع بھی وقت موقت ہی میں

داخل ہے ورنہ آیت کو اگر مطلق مانا جائے تو پھر مزدلفہ میں بھی جمع کرنا جائز نہیں ہو گا۔ حالانکہ وہاں کے جمع پر حنفی' شافعی اور اہلحدیث سب کا اتفاق ہے۔ بہرحال امر ثابت یہی ہے کہ سفر میں جمع تقدیم و جمع تاخیر ہر دو صورتوں میں جائز ہے۔

وقد روی مسلم عن جابر انه صلی الله علیه و سلم جمع بین الظهر والعصر بعرفة فی وقت الظهر فلو لم یرد من فعله الا هذا لکان ادل دلیل علی جواز جمع التقدیم فی السفر (قسطلانی' ج : ۲/ ص : ۲۴۹) یعنی امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو عرفہ میں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا فرمایا۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسی موقع پر صحیح روایت سے جمع ثابت ہوا۔ یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ جمع تقدیم سفر میں جائز ہے۔

علامہ قسطلانی نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے سالم سے پوچھا کہ سفر میں ظہر اور عصر کا جمع کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بلاشک جائز ہے تم دیکھتے نہیں کہ عرفات میں لوگ ظہر اور عصر ملا کر ادا کرتے ہیں۔

پھر علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ جمع تقدیم کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اول والی نماز پڑھی جائے مثلاً ظہر و عصر کو ملانا ہے تو پہلے ظہر ادا کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نیت بھی پہلے ظہر ادا کرنے کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو پے در پے پڑھا جائے درمیان میں کسی سنت راتبہ وغیرہ سے فصل نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نمرہ میں ظہر اور عصر کو جمع فرمایا تو والی بینهما وترک الرواتب واقام الصلوٰة بینهما ورواه الشیخان آپؐ نے ان کو ملا کر پڑھا درمیان میں کوئی سنت نماز نہیں پڑھی اور درمیان میں تکبیر کہی۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے (حوالہ مذکور)

اس بارے میں علامہ شوکانی نے یوں باب منعقد فرمایا ہے۔ باب الجمع باذان واقامتین من غیر تطوع بینهما یعنی نماز کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرنا اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہ ادا کرنا۔ پھر آپ اس بارے میں بطور دلیل حدیث ذیل کو لائے ہیں۔

عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه و سلم صلی المغرب والعشاء بالمزدلفة جمیعا کل واحدة منهما باقامة ولم یسبح بینهما ولا علی اثر واحدة منهما رواه البخاری و النسائی ﴾ یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ مزدلفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو الگ الگ اقامت کے ساتھ جمع فرمایا اور نہ آپؐ نے ان کے درمیان کوئی نفل نماز ادا کی اور نہ ان کے آگے پیچھے۔ جابر کی روایت سے مسلم اور احمد اور نسائی میں اتنا اور زیادہ ہے ثم اضطجع حتی طلع الفجر پھر آپؐ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر ہو گئی۔

١٤- بَابُ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ، إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ؟

باب جب مغرب اور عشاء ملا کر پڑھے تو کیا ان کے لئے اذان و تکبیر کہی جائے گی؟

١١٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ

(١١٠٩) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلدی سفر طے کرنا ہوتا تو مغرب کی نماز مؤخر کر دیتے۔ پھر اسے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ سالم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اگر سفر سرعت کے ساتھ طے کرنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ مغرب کی تکبیر پہلے کہی جاتی اور آپ تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ پھر

السَّيْرُ، وَيُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلاَثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلاَ يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلاَ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ)). [راجع: ١٠٩١]

معمولی سے توقف کے بعد عشاء کی تکبیر کہی جاتی اور آپ اس کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت وغیرہ نہ پڑھتے اور اسی طرح عشاء کے بعد بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ درمیان شب میں آپ اٹھتے (اور تہجد ادا کرتے)

١١١٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلاَتَيْنِ فِي السَّفَرِ، يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ)). [راجع: ١١٠٨]

(١١١٠) ہم سے اسحاق نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حرب بن سداد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے حفص بن عبید اللہ بن انس نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو سفر میں ایک ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

١٥- بَابٌ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، فِيهِ عَنِ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب مسافر جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز میں عصر کا وقت آنے تک دیر کرے۔ اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

١١١١- حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ)).

(١١١١) ہم سے حسان واسطی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کی نماز عصر تک نہ پڑھتے پھر ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے اور اگر سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے۔

١٦- بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

باب سفر اگر سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہو تو پہلے ظہر پڑھ لے پھر سوار ہو

١١١٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا

(١١١٢) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

الْـمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ)).

مفضل بن فضالہ نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔ پھر کہیں (راستے میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

١٧- بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ

باب نماز بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

١١١٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ ((صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ ، فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا)).

[راجع: ٦٨٨]

(۱۱۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ عروہ نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس لئے آپؐ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی' بعض لوگ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔ لیکن آپؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے' اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

١١١٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَقَطَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ -أَوْ فَجُحِشَ- شِقُّهُ الأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا وَقَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). [راجع: ٣٧٨]

(۱۱۱۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور اس کی وجہ سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آ گئے۔ ہم مزاج پرسی کے لئے گئے تو نماز کا وقت آ گیا۔ آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی بیٹھ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپؐ نے اسی موقع پر فرمایا تھا کہ امام اس لئے ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو' جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو' جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا ولک الحمد کہو۔

ہر دو احادیث میں مقتدیوں کے لئے بیٹھنے کا حکم پہلے دیا گیا تھا۔ بعد میں آخری نماز مرض الموت میں جو آپؐ نے پڑھائی اس میں

آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

١١١٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا حسينٌ عن عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللهِ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ - وَكَانَ مَبْسُورًا - قَالَ: ((سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاَةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ: ((إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)). [طرفاه في ١١١٦، ١١١٧].

(۱۱۱۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں حسین نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن بریدہ نے' انہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا (دوسری سند) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے خبر دی' کہا کہ ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالوارث سے سنا' کہا کہ ہم سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہا کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' وہ بواسیر کے مریض تھے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ افضل یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور لیٹے لیٹے پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

تشریح اس حدیث میں ایک اصول بتایا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر نمازوں کے ثواب میں کیا تفاوت ہے۔ رہی صورت مسئلہ کہ لیٹ کر نماز جائز بھی ہے یا نہیں اس سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے اس لئے اس حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ جب لیٹ کر نماز جائز ہی نہیں تو حدیث میں اس پر ثواب کا کیسے ذکر ہو رہا ہے؟ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان احادیث پر جو عنوان لگایا ہے اس کا مقصد اسی اصول کی وضاحت ہے۔ اس کی تفصیلات دوسرے مواقع پر شارع سے خود ثابت ہیں۔ اس لئے عملی حدود میں جواز اور عدم جواز کا فیصلہ انہیں تفصیلات کے پیش نظر ہوگا۔ اس باب کی پہلی دو احادیث پر بحث پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضور ﷺ عذر کی وجہ سے مسجد میں نہیں جا سکتے تھے اس لئے آپ نے فرض اپنی قیامگاہ پر ادا کئے۔ صحابہؓ نماز سے فارغ ہو کر عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور جب آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ کے پیچھے انہوں نے بھی اقتداء کی نیت باندھ لی۔ صحابہؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے' اس لئے آپؐ نے انہیں منع کیا کہ نفل نماز میں امام کی حالت کے اس طرح خلاف مقتدیوں کے لئے کھڑا ہونا مناسب نہیں ہے۔ (تفہیم البخاری' پ: ۵ / ص: ۱۳) جو مریض بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے وہ لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔ جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ امام کے ساتھ مقتدیوں کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

١٨- بَابُ صَلاَةِ الْقَاعِدِ بِالإِيْمَاءِ

باب بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھنا

١١١٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ

(۱۱۱۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن بریدہ نے کہ عمران بن حصین نے جنہیں بواسیر کا مرض تھا۔ اور کبھی

حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلاً مَبْسُورًا. وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلاَةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : نَائِمًا عِنْدِي مُضْطَجِعًا هَا هُنَا. [راجع: ١١١٥]

ابو معمر نے یوں کہا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے اسے آدھا ثواب ملے گا اور لیٹ کر پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ ابو عبداللہ (حضرت امام بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ میں نائم مضطجع کے معنی میں ہے یعنی لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔

١٩- بَابُ إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ

باب جب بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھے

وَقَالَ عَطَاءٌ : إِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ.

اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر قبلہ رخ ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو جس طرف اس کا رخ ہو ادھر ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔

١١١٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّلاَةِ فَقَالَ: ((صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ)). [راجع: ١١١٥]

(١١١٧) ہم سے عبدان نے بیان کیا' ان سے امام عبداللہ بن مبارک نے' ان سے ابراہیم بن طہمان نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین مکتب نے (جو بچوں کو لکھنا سکھاتا تھا) بیان کیا' ان سے ابن بریدہ نے اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا۔ اس لئے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔

٢٠- بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ،أَوْ وَجَدَ خِفَّةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ

باب اگر کسی شخص نے نماز بیٹھ کر شروع کی لیکن دوران نماز میں وہ تندرست ہو گیا یا مرض میں کچھ کمی محسوس کی تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا، وَرَكْعَتَيْنِ قَائِمًا.

اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ مریض دو رکعت بیٹھ کر اور دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے

١١١٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ

(١١١٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے'

أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ)).

[أطرافه في : ١١١٩، ١١٤٨، ١١٦١، ١١٦٨، ٤٨٣٧].

انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ جب آپؐ ضعیف ہو گئے تو قرأت قرآن نماز میں بیٹھ کر کرتے تھے' پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے اور پھر تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھ کر رکوع کرتے۔

١١١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً فَقَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ يَرْكَعُ، ثُمَّ سَجَدَ، يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِي، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ)). [راجع: ١١١٨]

(۱۱۱۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے عبداللہ بن یزید اور عمر بن عبیداللہ کے غلام ابو النضر سے خبر دی' انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے' انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہتے تو قرأت بیٹھ کر کرتے۔ جب تقریباً تیس چالیس آیتیں پڑھنی باقی رہ جاتیں تو آپ انہیں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے پر دیکھتے کہ میں جاگ رہی ہوں تو مجھ سے باتیں کرتے لیکن اگر میں سوتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے۔

١ - بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ، وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ﴾

١١٢٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ: ((اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ. اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا

باب رات میں تہجد پڑھنا اور اللہ عزوجل نے (سورۂ بنی اسرائیل میں) فرمایا "اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ' یہ آپؐ کے لئے زیادہ حکم ہے"

(۱۱۲۰) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سلیمان بن ابی مسلم نے بیان کیا' ان سے طاؤس نے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے) "اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے' تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمان و زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لئے ہے اور تعریف تیرے ہی لئے ہے' تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے' تو سچا ہے' تیرا وعدہ سچا' تیری ملاقات سچی' تیرا فرمان سچا ہے' جنت سچ ہے' دوزخ سچ ہے' انبیاء سچے ہیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمان بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں' تجھی پر بھروسہ ہے' تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں' تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما' خواہ وہ

أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ أَوْ لاَ إِلَهَ غَيْرُكَ)). قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ أَبُو أُمَيَّةَ ((وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ)). قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[أطرافه في : ٦٣١٧، ٧٣٨٥، ٧٤٤٢، ٧٤٩٩].

ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ عبدالکریم ابو امیہ نے اس دعا میں یہ زیادتی کی ہے ﴿ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ﴾ سفیان نے بیان کیا کہ سلیمان بن مسلم نے طاؤس سے یہ حدیث سنی تھی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح: مسنون ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے والے خوش نصیب مسلمان اٹھتے ہی پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔ لفظ تہجد باب تفعل کا مصدر ہے اس کا مادہ ہجود ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ اصله ترک الهجود وهو النوم قال ابن فارس المتهجد المصلی لیلا فتهجد به ای اترک الهجود للصلوٰة یعنی اصل اس کا یہ ہے کہ رات کو سونا نماز کے لئے ترک کر دیا جائے۔ پس اصطلاحی معنی متہجد کے مصلّی (نمازی) کے ہیں جو رات میں اپنی نیند کو خیرباد کہہ کر نماز میں مشغول ہو جائے۔ اصطلاح میں رات کی نماز کو نماز تہجد سے موسوم کیا گیا۔ آیت شریفہ کے جملہ ﴿ نافلة لک ﴾ کی تفسیر میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔ فریضة زائدة لک علی الصلوات المفروضة خصصت بها من بین امتک روی الطبرانی باسناد ضعیف عن ابن عباس ان النافلة للنبی صلی الله علیه وسلم خاصة لانه امر بقیام اللیل وکتب علیه دون امته یعنی تہجد کی نماز آنحضرت ﷺ کے لئے نماز پنجگانہ کے علاوہ فرض کی گئی اور آپ کو اس بارے میں امت سے ممتاز قرار دیا گیا کہ امت کے لئے یہ فرض نہیں مگر آپ پر فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لفظ ﴿ نافلة لک ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خاص آپ کے لئے بطور ایک فرض نماز کے ہے۔ آپؐ رات کی نماز کے لئے مامور کئے گئے اور امت کے علاوہ آپؐ پر اسے فرض قرار دیا گیا۔ لیکن امام نوویؒ نے بیان کیا کہ بعد میں آپ کے اوپر سے بھی اس کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔

بہرحال نماز تہجد فرائض پنجگانہ کے بعد بڑی اہم نماز ہے جو پچھلی رات میں ادا کی جاتی ہے اور اسکی گیارہ رکعات ہیں جن میں آٹھ رکعتیں دو دو کر کے سلام سے ادا کی جاتی ہیں اور آخر میں تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔ یہی نماز رمضان میں تراویح سے موسوم کی گئی۔

٢- بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

باب رات کی نماز کی فضیلت کا بیان

١١٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. ح. وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا

(۱۱۲۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف صنعانی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں سالم نے' انہیں ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ

قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ. قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ)). [راجع: ٤٤٠]

علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ سے بیان کرتا (آپؐ تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپؐ سے بیان کرتا۔ میں ابھی نوجوان تھا اور آپؐ کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا دوزخ سے خدا کی پناہ! انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں۔

١١٢٢- فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ بَعْدُ لاَ يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلاَّ قَلِيْلاً.

[أطرافه في : ١١٥٧، ٣٧٣٩، ٣٧٥٧، ٣٧٤١، ٧٠١٦، ٧٠٢٩، ٧٠٣١].

(۱۱۲۲) یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو۔ تعبیر میں آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپؐ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں بہت کم سوتے تھے۔ (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے ان کی رات میں غفلت کی نیند پر محمول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ رات کو نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز تہجد کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد کی بے حد فضیلت ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ علیکم بقیام اللیل فانه داب الصالحین قبلکم یعنی اپنے لئے نماز تہجد کو لازم کر لو یہ تمام صالحین نیکو کار بندوں کا طریقہ ہے۔ حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ رات میں تہجد پڑھنا دوزخ سے نجات پانے کا باعث ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کی والدہ نے نصیحت فرمائی تھی رات بہت سونا اچھا نہیں جس سے آدمی قیامت کے دن محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

٣- بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

باب رات کی نمازوں میں لمبے سجدے کرنا

١١٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ

(۱۱۲۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلوٰةِ)).[راجع: ٦٢٦]

انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ کی یہی نماز تھی۔ لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے کہ تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا (اور طلوع فجر ہونے پر) فجر کی نماز سے پہلے آپ دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ آخر مؤذن آپ کو نماز کے لئے بلانے آتا۔

تشریح: فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے داہنی کروٹ پر لیٹنا آنحضرت ﷺ کا معمول تھا۔ جس قدر روایات فجر کی سنتوں کے بارے میں مروی ہیں ان سے بیشتر میں اس "اضطجاع" کا ذکر ملتا ہے' اسی لئے اہلحدیث کا یہ معمول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ہر سنت اور آپ کی ہر مبارک عادت کو اپنے لئے سرمایہ نجات جانتے ہیں۔ پچھلے کچھ متعصب و متشدد قسم کے بعض حنفی علماء نے اس لیٹنے کو بدعت قرار دے دیا تھا مگر آج کل سنجیدگی کا دور ہے اس میں کوئی اوٹ پٹانگ بات ہانک دینا کسی بھی اہل علم کے لئے زیبا نہیں' اسی لئے آج کل کے سنجیدہ علمائے احناف نے پہلے متشدد خیال والوں کی تردید کی ہے اور صاف لفظوں میں آنحضرت ﷺ کے اس فعل کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری کے یہاں یہ الفاظ ہیں:

"اس حدیث میں سنت فجر کے بعد لیٹنے کا ذکر ہے' احناف کی طرف اس مسئلے کی نسبت غلط ہے کہ ان کے نزدیک سنت فجر کے بعد لیٹنا بدعت ہے۔ اس میں بدعت کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ تو حضور ﷺ کی عادت تھی' عبادات سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں البتہ ضروری سمجھ کر فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا پسندیدہ نہیں خیال کیا جا سکتا' اس حیثیت سے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت تھی اس میں اگر آپ کی اتباع کی جائے تو ضرور اجر و ثواب ملے گا"

فاضل موصوف نے بہرحال اس عادت نبوی پر عمل کرنے والوں کے لئے اجر و ثواب کا فتویٰ دے ہی دیا ہے۔ باقی یہ کہنا کہ عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں غلط ہے' موصوف کو معلوم ہو گا کہ عبادت ہر وہ کام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی امور میں تقرب الی اللہ کے لئے انجام دیا۔ آپ کا یہ لیٹنا بھی تقرب الی اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا کیونکہ دوسری روایات میں موجود ہے کہ آپ اس وقت لیٹ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللهم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا و عن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا وخلفی نورا واجعل لی نورا وفی لسانی نورا وفی عصبی نورا ولحمی نورا ودمی نورا وشعری نورا وبشری نورا واجعل فی نفسی نورا واعظم لی نورا اللهم اعطنی نورا (صحیح مسلم) اس دعا کے بعد کون ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ آپ کا یہ کام محض عادت ہی سے متعلق تھا اور بالفرض آپ کی عادت ہی سہی بہرحال آپ کے سچے فدائیوں کے لئے آپ کی ہر ادا آپ کی ہر عادت آپ کا ہر طور طریقہ زندگی باعث صد فخر و مباہات ہے۔ اللہ عمل کی توفیق بخشے آمین۔ ~

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

آپ سجدے میں یہ بار بار کہا کرتے سبحنک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی ایک روایت میں یوں ہے سبحنک لا الہ الا انت سلف صالحین بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی میں لمبا سجدہ کرتے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اتنی دیر تک سجدہ میں رہتے کہ چڑیاں اتر کر ان کی

پیٹھ پر بیٹھ جاتیں اور سمجھتیں کہ یہ کوئی دیوار ہے (وحیدی)

٤- بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ

باب مریض بیماری میں تہجد ترک کر سکتا ہے

١١٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ: ((اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ)). [أطرافه في : ١١٢٥، ٤٩٥٠، ٤٩٥١، ٤٩٨٣].

(۱۱۲۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے بیان کیا' کہا کہ میں نے جندب رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ایک یا دو رات تک (نماز کے لئے) نہ اٹھ سکے۔

١١٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ))، فَنَزَلَتْ: ﴿وَالضُّحَى، وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى﴾. [راجع: ١١٢٤]

(۱۱۲۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے خبر دی' ان سے جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام (ایک مرتبہ چند دنوں تک) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولہب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے سے دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت اتری۔ ﴿والضحی واللیل اذا سجی ما ودعک ربک وما قلی﴾

تشریح: ترجمہ یہ ہے قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے تیرے مالک نے نہ تجھ کو چھوڑا نہ تجھ سے غصے ہوا۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اگلی حدیث کا تتمہ ہے جب آپؐ بیمار ہوئے تھے تو رات کا قیام چھوڑ دیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت جبرائیل نے بھی آنا موقوف کر دیا اور شیطان ابو لہب کی بیوی (ام جمیل بنت حرب اخت ابی سفیان امراۃ ابی لہب حمالۃ الحطب) نے یہ فقرہ کہا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے جندبؓ سے روایت کیا کہ آپؐ کی انگلی کو پتھر کی مار لگی آپؐ نے فرمایا ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت تو ہے کیا ایک انگلی ہے اللہ کی راہ میں تجھ کو مار لگی خون آلودہ ہوئی۔ اسی تکلیف سے آپؐ دو تین روز تہجد کے لئے بھی نہ اٹھ سکے تو ایک عورت (مذکورہ ام جمیل) کہنے لگی میں سمجھتی ہوں اب تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ سورۃ اتری ﴿والضحی واللیل اذا سجی ما ودعک ربک وما قلی﴾ (الضحیٰ: ۱-۳) (وحیدی)

احادیث گذشتہ کو بخاری شریف کے بعض نسخوں میں لفظ ح سے نقل کر کے ہر دو کو ایک ہی حدیث شمار کیا گیا ہے۔

٥- بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ وَطَرَقَ النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کی نماز اور نوافل پڑھنے کے لئے ترغیب دلانا لیکن واجب نہ کرنا۔ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس رات کی نماز

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ

کے لئے جگانے آئے تھے۔

١١٢٦- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَا ذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ، مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الآخِرَةِ.

[راجع: ١١٥]

(۱۱۲۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی' انہیں معمر نے خبردی' انہیں زہری نے' انہیں ہند بنت حارث نے اور انہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات جاگے تو فرمایا سبحان اللہ! آج رات کیا کیا بلائیں اتری ہیں اور ساتھ ہی (رحمت اور عنایت کے) کیسے خزانے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجرے والیوں (ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن) کو کوئی جگانے والا ہے افسوس! کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

١١٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: ((أَلاَ تُصَلِّيَانِ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ، فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا. فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً﴾.

[أطرافه في: ٤٧٢٤، ٧٣٤٧، ٧٤٦٥].

(۱۱۲۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبردی' کہا کہ مجھے حضرت زین العابدین علی بن حسین نے خبردی اور انہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبردی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبردی کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے' آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! ہماری روحیں خدا کے قبضہ میں ہیں' جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ واپس تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپؐ ران پر ہاتھ مار کر (سورۂ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ ﴿وکان الانسان اکثر شئی جدلا﴾

تشریح: یعنی آپؐ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو رات کی نماز کی طرف رغبت دلائی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر سن کر آپ چپ ہو گئے۔ اگر نماز فرض ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ جاتے ہوئے تاسف کا اظہار ضرور کر دیا۔

مولانا وحید الزماںؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب فی الحقیقت درست تھا مگر اس کا استعمال اس موقع پر درست نہ تھا کیونکہ دنیا دار کو تکلیف ہے اس میں نفس پر زور ڈال کر تمام اوامر الٰہی کو بجالانا چاہئے۔ تقدیر پر تکیہ کر لینا اور عبادت سے قاصر ہو کر بیٹھنا اور

جب کوئی اچھی بات کا حکم کرے تو تقدیر پر حوالہ کرنا کج بحثی اور جھگڑا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اس لئے نہیں ہے کہ آدمی اپاہج ہو کر بیٹھ رہے اور تدبیر سے غافل ہو جائے۔ بلکہ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ محنت اور مشقت اور اسباب حاصل کرنے میں کوشش کرے مگر یہ سمجھے رہے کہ ہو گا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھا ہے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ سے چھوٹے اور داماد تھے لہٰذا آپؐ نے اس موقع پر تطویل بحث اور سوال جواب کو نامناسب سمجھ کر کچھ جواب نہ دیا مگر آپؐ کو اس جواب سے افسوس ہوا۔

١١٢٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ، وَإِنِّي لأُسَبِّحُهَا)).

(۱۱۲۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا' ان سے عروہ نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے اور آپؐ کو اس کا کرنا پسند ہوتا۔ اس خیال سے ترک کر دیتے کہ دوسرے صحابہ بھی اس پر (آپؐ کو دیکھ کر) عمل شروع کر دیں اور اس طرح وہ کام ان پر فرض ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی لیکن میں پڑھتی ہوں۔

[طرفه في: ١١٧٧].

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شاید وہ قصہ معلوم نہ ہو گا جس کو ام ہانی نے نقل کیا کہ آپؐ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی۔ باب کا مطلب حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ چاشت کی نفل نماز کا پڑھنا آپؐ کو پسند تھا۔ جب پسند ہوا تو گویا آپؐ نے اس پر ترغیب دلائی اور پھر اس کو واجب نہ کیا۔ کیونکہ آپ نے خود اس کو نہیں پڑھا' بعضوں نے کہا آپ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے ہمیشگی کے ساتھ کبھی نہیں پڑھی کیونکہ دوسری روایت سے آپ کا یہ نماز پڑھنا ثابت ہے۔

١١٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلاَتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: ((قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلاَّ أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، وَذَلِكَ فِي

(۱۱۲۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں ابن شہاب زہری نے' انہیں عروہ بن زبیر نے' انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ صحابہ نے بھی آپؐ کے ساتھ یہ نماز پڑھی' دوسری رات بھی آپؐ نے یہ نماز پڑھی تو نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تیسری یا چوتھی رات تو پورا اجتماع ہی ہو گیا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ صبح کے وقت آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے میں نے اسے دیکھا لیکن مجھے باہر آنے سے یہ خیال مانع رہا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

رَمَضَانَ)). [راجع: ۷۲۹]

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں رمضان کی نفل نماز صحابہ کرامؓ کو جماعت سے پڑھائی' بعد میں اس خیال سے کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے آپؐ نے جماعت کا اہتمام ترک فرما دیا۔ اس سے رمضان شریف میں نماز تراویح باجماعت کی مشروعیت ثابت ہوئی۔ آپؐ نے یہ نفل نماز گیارہ رکعات پڑھائی تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

واما العدد الثابت عنه صلی الله علیه و سلم فی صلوته فی رمضان فاخرج البخاری وغیره عن عائشه انها قالت، ما کان النبی صلی الله علیه و سلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة واخرج ابن حبان فی صحیحه من حدیث جابر انه صلی الله علیه و سلم صلی بهم ثمان رکعات ثم اوتر (نیل الاوطار) اور رمضان کی اس نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عدد صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے رمضان اور غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمایا اور مسند ابن حبان میں بسند صحیح مزید وضاحت یہ موجود ہے کہ آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھائیں پھر تین وتر پڑھائے۔

پس ثابت ہوا کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو رمضان میں تراویح باجماعت گیارہ رکعات پڑھائی تھیں اور تراویح و تہجد میں یہی عدد مسنون ہے' باقی تفصیلات اپنے مقام پر آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٦- بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پاؤں سوج جاتے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ يَقُومُ حَتَّى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُورُ: الشُّقُوقُ. انْفَطَرَتْ: انْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپؐ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ فطور کے معنے عربی زبان میں پھٹنا اور قرآن شریف میں لفظ انفطرت اسی سے ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے۔

١١٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَقُومُ أَوْ لِيُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ - أَوْ سَاقَاهُ - فَيُقَالُ لَهُ، فَيَقُولُ: ((أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟)).

(۱۱۳۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا' ان سے زیاد بن علاقہ نے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپؐ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آ جاتا' جب آپؐ سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔

[طرفاه في: ٤٨٣٦، ٦٤٧١].

سورۂ مزمل کے شروع نزول کے زمانہ میں آپؐ کا یہی معمول تھا کہ رات کے اکثر حصوں میں آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

٧- بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

باب جو شخص سحر کے وقت سو گیا

١١٣١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ

(۱۱۳۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ عمرو بن

أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا)).

[أطرافه في : ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧].

اوس نے انہیں خبردی اور انہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ سب نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام ہی کا روزہ۔ آپ آدھی رات تک سوتے' اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

رات کے بارہ گھنٹے ہوتے ہیں تو پہلے چھ گھنٹے میں سو جاتے' پھر چار گھنٹے عبادت کرتے' پھر دو گھنٹے سو رہتے۔ گویا سحر کے وقت سوتے ہوتے یہی ترجمہ' باب ہے۔

١١٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَتْ: الدَّائِمُ قُلْتُ: مَتَى كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ: يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ)). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنِ الأَشْعَثِ قَالَ : ((إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى)).

[طرفاه في ٦٤٦١، ٦٤٦٢، ٦٤٦٣].

(۱۱۳۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان بن جبلہ نے شعبہ سے خبردی' انہیں اشعث نے' اشعث نے کہا کہ میں نے اپنے باپ (سلیم بن اسود) سے سنا اور میرے باپ نے مسروق سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس پر ہمیشگی کی جائے (خواہ وہ کوئی بھی نیک کام ہو) میں نے دریافت کیا کہ آپ (رات میں نماز کے لئے) کب کھڑے ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے۔ ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابو الاحوص سلام بن سلیم نے خبردی' ان سے اشعث نے بیان کیا کہ مرغ کی آواز سنتے ہی آپ کھڑے ہو جاتے اور نماز پڑھتے۔

تشریح کہتے ہیں کہ پہلے پہل مرغ آدھی رات کے وقت بانگ دیتا ہے۔ احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ مرغ کی عادت ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی اور سورج کے ڈھلنے پر بانگ دیا کرتا ہے۔ یہ خدا کی فطرت ہے۔ پہلے حضرت امام بخاریؒ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شب بیداری کا حال بیان کیا۔ پھر ہمارے پیغمبر ﷺ کا بھی عمل اس کے مطابق ثابت کیا

تو ان دونوں حدیثوں سے یہ نکلا کہ آپ اول شب میں آدھی رات تک سوتے رہتے پھر مرغ کی بانگ کے وقت یعنی آدھی رات پر اٹھتے۔ پھر آگے کی حدیث سے یہ ثابت کیا کہ سحر کو آپ سوتے ہوتے۔ پس آپؐ کا اور حضرت داؤدؑ کا عمل یکساں ہو گیا۔ عراقی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک سفید مرغ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١١٣٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلاَّ نَائِمًا)) تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ.

(۱۱۳۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' کہا کہ میرے باپ سعد بن ابراہیم نے اپنے چچا ابو سلمہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے اپنے یہاں سحر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ لیٹے ہوئے پایا۔

عادت مبارکہ تھی کہ تہجد سے فارغ ہو کر آپ قبل فجر سحر کے وقت تھوڑی دیر آرام فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہی بیان فرما رہی ہیں۔

٨- بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

باب اس بارے میں جو سحری کھانے کے بعد صبح کی نماز پڑھنے تک نہیں سویا

١١٣٤- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا. فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ إِلَى الصَّلاَةِ فَصَلَّيَا. قُلْنَا لأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلاَةِ؟ قَالَ: كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً)).

(۱۱۳۴) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے' ان سے انس بن مالکؓ نے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر سحری کھائی' سحری سے فارغ ہو کر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری سے فراغت اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہو گا؟ آپ نے جواب دیا کہ اتنی دیر میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔

[راجع: ٥٧٦]

تشریح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو احادیث بیان ہوئی ہیں' ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اور پھر مؤذن صبح کی نماز کی اطلاع دینے آتا تھا لیکن یہ بھی آپؐ سے ثابت ہے کہ آپ اس وقت لیٹتے نہیں تھے بلکہ صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ آپؐ کا یہ معمول رمضان کے مہینہ میں تھا کہ سحری کے بعد تھوڑا سا توقف فرماتے پھر فجر کی نماز اندھیرے میں ہی شروع کر دیتے تھے (تفہیم البخاری) پس معلوم ہوا کہ فجر کی نماز غلس میں پڑھنا سنت ہے جو لوگ اس سنت کا انکار کرتے اور فجر کی نماز ہمیشہ سورج نکلنے کے قریب پڑھتے ہیں وہ یقیناً سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

٩- بَابُ طُول الصلاة فِي قيام اللَّيْلِ

باب رات کے قیام میں نماز کو لمبا کرنا (یعنی قرأت بہت کرنا)

١١٣٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا: وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ ﷺ)).

(١١٣٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے اعمش سے بیان کیا' ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ رات میں نماز پڑھی۔ آپؐ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ غلط خیال کیا تھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دوں۔

یہ ایک وسوسہ تھا جو حضرت مسعودؓ کے دل میں آیا تھا مگر وہ فوراً سنبھل کر اس وسوسہ سے باز آ گئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ رات کی نماز میں آپ بہت لمبی قرأت کیا کرتے تھے۔

١١٣٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ)).

[راجع: ٢٤٥]

(١١٣٦) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے حصین بن عبدالرحمٰن نے ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے اپنا منہ مسواک سے خوب صاف کرتے۔

تہجد کے لئے مسواک کا خاص اہتمام اس لئے تھا کہ مسواک کر لینے سے نیند کا خمار بخوبی اتر جاتا ہے۔ آپؐ اس طرح نیند کا خمار اتار کر طول قیام کے لئے اپنے کو تیار فرماتے۔ یہاں اس حدیث اور باب میں یہی وجہ مطابقت ہے۔

١٠- بَابُ كيف صلاة الليل و كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ؟

باب نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ اور رات کی نماز کیوں کر پڑھنی چاہئے؟

١١٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلاَةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: ((مَثْنَى، مَثْنَى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ)). [راجع: ٤٧٢]

(١١٣٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپؐ نے فرمایا دو دو رکعت اور جب طلوع صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ کر اپنی ساری نماز کو طاق بنا لے۔

تشریح رات کی نماز کی کیفیت بتلائی کہ وہ دو دو رکعت پڑھی جائے۔ اس طرح آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر اسے طاق بنا لیا جائے۔ اسی بنا پر رات کی نماز کو جس کا نام غیر رمضان میں تہجد ہے اور رمضان میں تراویح' گیارہ رکعت پڑھنا مسنون ہے جس میں آٹھ رکعتیں دو دو رکعت کے سلام سے پڑھی جائیں گی پھر آخر میں تین رکعات وتر ہوں گے یا دس رکعات ادا کر کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیا جائے اور اگر فجر قریب ہو تو پھر جس قدر بھی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں ان پر اکتفا کرتے ہوئے ایک رکعت وتر پڑھ کر ان کو طاق بنا لیا جائے۔ اس حدیث سے صاف ایک رکعت وتر ثابت ہے۔ مگر حنفی حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث کے ذیل علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: وهو حجة للشافعية على جواز الايتار بركعة واحدة قال النووى وهو مذهب الجمهور وقال ابو حنيفة لا يصح بواحدة ولا تكون الركعة الواحدة صلوٰة قط والاحاديث الصحيحة ترد عليه.

یعنی اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا صحیح ہونا ثابت ہو رہا ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس کا انکار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک رکعت کوئی نماز ہی نہیں ہے حالانکہ احادیث صحیحہ ان کے اس خیال کی تردید کر رہی ہیں۔

١١٣٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ صَلاَةُ النَّبِيِّ ﷺ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ)).

(۱۱۳۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے کہا کہ مجھ سے ابو حمزہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی۔

١١٣٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنِ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ، سِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)).

(۱۱۳۹) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہیں ابو حصین عثمان بن عاصم نے' انہیں یحییٰ بن وثاب نے' انہیں مسروق بن اجدع نے' آپ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ آپؐ سات نو اور گیارہ تک رکعتیں پڑھتے تھے۔ فجر کی سنت اس کے سوا ہوتی۔

رات کی نماز سے مراد غیر رمضان میں نماز تہجد اور رمضان میں نماز تراویح ہے۔

١١٤٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ)).

(۱۱۴۰) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی' انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے' آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ وتر اور فجر کی دو سنت رکعتیں اسی میں ہوتیں۔

تشریح: وتر سمیت یعنی دس رکعتیں تہجد کی دو دو کر کے پڑھتے۔ پھر ایک رکعت پڑھ کر سب کو طاق کر لیتے۔ یہ گیارہ تہجد اور وتر کی تھیں اور دو فجر کی سنتیں ملا کر تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپؐ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ جن روایات میں آپؐ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔

١١- بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ، وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلاَّ قَلِيْلاً، نِصْفَهُ إِلَى قَوْلِهِ سَبْحًا طَوِيْلاً﴾. وَقَوْلِهِ: ﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ، إِلَى قوله وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ الرَّحِيمُ﴾. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشَةِ. وَطْأً مُوَاطَأَةَ الْقُرْآنِ، أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ. لِيُوَاطِئُوا: لِيُوَافِقُوا.

باب آنحضرت ﷺ کی نماز رات میں اور سو جانا اور رات کی نماز میں سے جو منسوخ ہوا (اس کا بیان)

اور اللہ تعالیٰ نے اسی باب میں (سورۂ مزمل میں) فرمایا اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑا رہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم سبحا طویلاً تک۔ اور فرمایا کہ اللہ پاک جانتا ہے کہ تم رات کی اتنی عبادت کو نباہ نہ سکو گے تو تم کو معاف کر دیا۔ واستغفروا اللہ ان اللہ غفوراً رحیم تک۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن میں جو لفظ ناشئۃ اللیل ہے تو نشا کے معنے حبشی زبان میں کھڑا ہوا اور وطا کے معنے موافق ہونا یعنی رات کا قرآن کان اور آنکھ اور دل کو ملا کر پڑھا جاتا ہے۔

اس کو بھی عبد بن حمید نے وصل کیا یعنی رات کو بوجہ سکوت اور خاموشی کے قرآن پڑھنے میں دل اور زبان اور کان اور آنکھ سب اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ورنہ دن کو آنکھ کسی طرف پڑتی ہے، کان کہیں لگتا ہے، دل کہیں ہوتا ہے۔

١١٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لاَ يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لاَ يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لاَ تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلاَّ رَأَيْتَهُ، وَلاَ نَائِمًا إِلاَّ رَأَيْتَهُ)). تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَأَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ.

[أطرافه في: ١٩٧٢، ١٩٧٣، ٣٥٦١].

(١١٤١) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپؐ اس مہینہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپؐ کا اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں رہ جائے گا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے تھے کہ تم جب چاہتے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابو خالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ساری رات سوتے بھی نہیں تھے اور ساری رات جاگتے اور عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ ہر

رات میں سوتے اور عبادت بھی کرتے تو جو شخص آپ کو جس حال میں دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ساری رات جاگنا اور عبادت کرنا یا ہمیشہ روزہ رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ ان کو اتنا شعور نہیں کہ ساری رات جاگتے رہنے سے یا ہمیشہ روزہ رکھنے سے نفس کو عادت ہو جاتی ہے پھر اس کو عبادت میں کوئی تکلیف نہیں رہتی۔ مشکل یہی ہے کہ رات کو سونے کی عادت بھی رہے اسی طرح دن میں کھانے پینے کی اور پھر نفس پر زور ڈال کر جب ہی چاہے اس کی عادت توڑے۔ میٹھی نیند سے منہ موڑے۔ پس جو آنحضرت ﷺ نے کیا وہی افضل اور وہی اعلیٰ اور وہی مشکل ہے۔ آپؐ کی نو بیویاں تھیں آپؐ ان کا حق بھی ادا فرماتے' اپنے نفس کا بھی حق ادا کرتے۔ اپنے عزیز و اقارب اور عام مسلمانوں کے بھی حقوق ادا فرماتے۔ اس کے ساتھ خدا کی بھی عبادت کرتے' کہئے اس کے لئے کتنا بڑا دل اور جگر چاہئے۔ ایک سوٹا لے کر لنگوٹ باندھ کر اکیلے دم بیٹھ رہنا اور بے فکری سے ایک طرف کے ہو جانا یہ نفس پر بہت سہل ہے۔

١٢- بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

باب جب آدمی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان کا گدی پر گرہ لگانا

١١٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلاَثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ. فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ. فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى إِنْحَلَّتْ عُقْدَهُ، فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلاَّ أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلاَنَ)). [طرفه في: ٣٢٦٩].

(١١٤٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں ابو الزناد نے' انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ ست اور بد باطن رہتا ہے۔

حدیث میں جو آیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ حقیقت میں شیطان گرہیں لگاتا ہے اور یہ گرہیں ایک شیطانی دھاگے میں ہوتی ہیں وہ دھاگہ گدی پر رہتا ہے۔ امام احمد کی روایت میں صاف یہ ہے کہ ایک رسی سے گرہ لگاتا ہے بعضوں نے کہا گرہ لگانے سے یہ مقصود ہے کہ شیطان جادوگر کی طرح اس پر اپنا افسوں چلاتا ہے اور اسے نماز سے غافل کرنے کے لئے تھپک تھپک کر سلا دیتا ہے۔

١١٤٣- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي

(١١٤٣) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسمٰعیل بن علیہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عوف اعرابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو رجاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بیان

الرُّؤْيَا قَالَ : ((أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ)). [راجع: ٨٤٥]

کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔

یعنی عشاء کی نماز نہ پڑھتا نہ فجر کے لئے اٹھتا حالانکہ اس نے قرآن پڑھا تھا مگر اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کو بھلا بیٹھا۔ آج دوزخ میں اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔ یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے آئے گی۔

١٣- بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

باب جو شخص سوتا رہے اور (صبح کی) نماز نہ پڑھے، معلوم ہوا کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے۔

١١٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيْلَ : مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ، مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ)).

[طرفه في: ٣٢٧٠].

(١١٤٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو الاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے ابو وائل سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود بنالٹخہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا کہ وہ صبح تک پڑا سوتا رہا اور فرض نماز کے لئے بھی نہیں اٹھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

جب شیطان کھاتا پیتا ہے تو پیشاب بھی کرتا ہو گا۔ اس میں کوئی امر قیاس کے خلاف نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا پیشاب کرنے سے یہ مطلب ہے کہ شیطان نے اس کو اپنا محکوم بنا لیا اور کان کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ آدمی کان ہی سے آواز سن کر بیدار ہوتا ہے۔ شیطان نے اس میں پیشاب کر کے اس کے کان بھر دیئے۔ قال القرطبی وغیرہ لا مانع من ذلک اذلا احالۃ فیہ لانہ ثبت ان الشیطان یاکل ویشرب وینکح فلا مانع من ان یبول (فتح الباری) یعنی قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا پیتا اور شادی بھی کرتا ہے تو اس کا ایسے غافل بے نمازی آدمی کے کان میں پیشاب کر دینا کیا بعید ہے۔

١٤- بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُونَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

باب آخر رات میں دعا اور نماز کا بیان

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ والذاریات میں) فرمایا کہ رات میں وہ بہت کم سوتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے تھے۔ ہجوع کے معنے سونا۔

١١٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((يَنْزِلُ رَبُّنَا

(١١٤٥) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے ابو سلمہ عبدالرحمٰن اور ابو عبداللہ اغر نے اور ان دونوں حضرات سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند

تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتَّى يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مِنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ)).

[طرفاه في: ٦٣٢١، ٧٤٩٤].

برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

تشریح بلا تاویل و بلا تکییف اللہ پاک رب العالمین کا عرش معلیٰ سے آسمان دنیا پر اترنا برحق ہے۔ جس طرح اس کا عرش عظیم پر مستوی ہونا برحق ہے۔ اہل الحدیث کا ازاول تا آخر یہی عقیدہ ہے۔ قرآن مجید کی سات آیات میں اللہ کا عرش پر مستوی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ آسمان بھی سات ہی ہیں لہٰذا ان ساتوں کے اوپر عرش عظیم اور اس پر اللہ کا استواء اسی لئے سات آیات میں مذکور ہوا۔ پہلی آیت سورۂ اعراف میں ہے۔ ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (الاعراف: ۵۴) تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ ایام میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ دوسری آیت سورہ یونس میں ہے ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ﴾ (یونس: ۳) بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو بنایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ تیسری آیت سورۂ رعد میں ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (الرعد: ۲) اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستونوں کے اونچے آسمان بنائے جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ چوتھی آیت سورۂ طٰہ میں ہے ﴿ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طٰہ: ۴، ۵) یعنی اس قرآن کا نازل کرنا اس کا کام ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا پھر وہ رحمٰن عرش کے اوپر مستوی ہوا۔ پانچویں آیت سورہ فرقان میں ہے ﴿ اَلَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (الفرقان: ۵۹) وہ اللہ جس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ چھٹی آیت سورۂ سجدہ میں ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (السجدہ: ۴) اللہ وہ ہے جس نے زمین آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا۔ ساتویں آیت سورہ حدید میں ہے۔ ﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ (الحدید: ۴) یعنی اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے چھ دنوں میں زمین و آسمانوں کو بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو کچھ اس سے باہر نکلتی ہیں اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتی ہیں وہ سب سے واقف ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ پاک تمہارے سارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

ان سات آیتوں میں صراحت کے ساتھ اللہ پاک کا عرش عظیم پر مستوی ہونا مذکور ہے۔ آیات قرآنی کے علاوہ پندرہ احادیث نبوی ایسی ہیں جن میں اللہ پاک کا آسمانوں کے اوپر عرش اعظم پر ہونا مذکور ہے اور جن سے اس کے لئے جہت فوق ثابت ہے۔ اس حقیقت کے بعد اس باری تعالیٰ وتقدس کا عرش عظیم سے آسمان دنیا پر نزول فرمانا یہ بھی برحق ہے۔

حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب بنام نزول الرب الی السماء الدنیا تحریر فرمائی ہے جس میں بدلائل واضحہ اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا ثابت فرمایا ہے۔

حضرت علامہ وحید الزماں صاحب کے لفظوں میں خلاصہ یہ ہے یعنی وہ خود اپنی ذات سے اترتا ہے جیسے دوسری روایت میں ہے

نزل بذاته اب یہ تاویل کرنا کہ اس کی رحمت اترتی ہے' محض فاسد ہے۔ علاوہ اس کے اس کی رحمت اتر کر آسمان تک رہ جانے سے ہم کو فائدہ ہی کیا ہے' اس طرح یہ تاویل کہ ایک فرشتہ اس کا اترتا ہے یہ بھی فاسد ہے کیونکہ فرشتہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے جو کوئی مجھ سے دعا کرے میں قبول کروں گا' گناہ بخش دوں گا۔ دعا قبول کرنا یا گناہوں کا بخش دینا خاص پروردگار کا کام ہے۔ اہل حدیث نے اس قسم کی حدیثوں کو جن میں صفات الٰہی کا بیان ہے' بہ دل وجان قبول کیا ہے اور ان کے اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھا ہے۔ مگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب لکھی ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اور مخالفوں کے تمام اعتراضوں اور شبہوں کا جواب دیا ہے۔

اس حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: ومنهم من اجراه على ماورد مومنا به على طريق الاجمال منزها الله تعالىٰ من الكيفية والتشبيه وهم جمهور السلف ونقله البيهقي وغيره عن الائمة الاربعة السفيانين والحمادين والاوزاعي والليث وغيرهم وهذا القول هو الحق فعليك اتباع جمهور السلف واياك ان تكون من اصحاب التاويل والله تعالىٰ اعلم (تحفة الاحوذي) یعنی سلف صالحین وائمہ اربعہ اور بیشتر علمائے دین اسلاف کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ بغیر تاویل اور کیفیت اور تشبیہ کے کہ اللہ اس سے پاک ہے جس طرح سے یہ صفات باری تعالیٰ وارد ہوئی ہیں' ان پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی حق اور صواب ہے۔ پس سلف کی اتباع لازم پکڑ لے اور تاویل والوں میں سے مت ہو کہ یہی حق ہے۔ واللہ اعلم۔

١٥- بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَى آخِرَهُ

باب جو شخص رات کے شروع میں سو جائے اور اخیر میں جاگے

وَقَالَ سَلْمَانُ لأَبِي الدَّرْدَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: قُمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)).

اور حضرت سلمان فارسی نے ابو درداء (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ شروع رات میں سوجا اور آخر رات میں عبادت کر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تھا کہ سلمان نے بالکل سچ کہا

١١٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ -ح وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ - عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَيْفَ صَلاَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ، وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ، وَإِلاَّ تَوَضَّأَ وَخَرَجَ)).

(۱۱۴۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' (دوسری سند) اور مجھ سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ نے' ان سے اسود بن یزید نے' انہوں نے بتلایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز کیونکر پڑھتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ شروع رات میں سو رہتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد بستر پر آ جاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھ بیٹھتے۔ اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔

طلب یہ کہ نہ ساری رات سوتے ہی رہتے نہ ساری رات نماز ہی پڑھتے رہتے بلکہ درمیانی راستہ آپؐ کو پسند تھا اور یہی

مسنون ہے۔

١٦- بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

باب نبی کریم ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو نماز پڑھنا

١١٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللهِ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسْأَل عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلاَ يَنَامُ قَلْبِي)).

[طرفاه في: ٢٠١٣، ٣٥٦٩].

(۱۱۴۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبردی' انہیں سعید بن ابو سعید مقبری نے خبر دی' انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبردی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (رات کو) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا کہ یا کوئی اور۔ پہلے آپؐ چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپؐ چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

تشریح ان ہی گیارہ رکعتوں کو تراویح قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ سے رمضان اور غیر رمضان میں بروایات صحیحہ یہی گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ رمضان شریف میں یہ نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے پکاری گئی۔ پس سنت نبوی صرف آٹھ رکعات تراویح اس طرح کل گیارہ رکعات ادا کرنی ثابت ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

عن جابر رضی الله عنه قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه و سلم فی رمضان ثمان رکعات والوتر علامہ محمد بن نصر مروزی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو رمضان میں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیا (یعنی کل گیارہ رکعات)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہو گئی۔ ہے کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے بارے میں نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول

اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ دو نمازیں قائم نہیں کیں وہی قیام رمضان (تراویح) یا بالفاظ دیگر تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور قیام رمضان (تراویح) کو حدیث شریف میں قیام اللیل (تہجد) بھی فرمایا ہے۔

رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو تراویح پڑھا کر فرمایا "مجھ کو خوف ہوا کہ تم پر صلوٰۃ اللیل (تہجد) فرض نہ ہو جائے" دیکھئے آپؐ نے تراویح کو تہجد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قیام رمضان (تراویح) اور صلوۃ اللیل (تہجد) ایک ہی نماز ہے۔

تراویح و تہجد کے ایک ہونے کی دوسری دلیل! عن ابی در قال صمنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم رمضان فلم يقم بنا شيئا منه حتى بقى سبع ليال فقام بنا ليلة السابعة حتى مضى نحو من ثلث الليل ثم كانت الليلة السادسة التى تليها فلم يقم بناحتى كانت خامسة التى تليها قام بناحتى مضے نحو من شطر الليل فقلت يارسول الله لو نفلتنا بقية ليلتنا هذه فقال انه من قام مع الامام حتى ينصرف فانه يعدل قيام الليلة ثم كانت الرابعة التى تليها فلم يقمها حتے كانت الثالثة التى تليها قال فجمع نسائه واهله واجتمع الناس قال فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قيل وما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا شيئا من بقية الشهر رواه ابن ماجة حضرت ابو ذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے رمضان کے روزے رکھے' آپؐ نے ہم کو آخر کے ہفتہ میں تین طاق راتوں میں تراویح اس ترتیب سے پڑھائیں کہ پہلی رات کو اول وقت میں' دوسری رات کو نصف شب میں' پھر نصف بقیہ سے۔ سوال ہوا کہ اور نماز پڑھائیے! آپؐ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کا پوری رات کا قیام ہو گا۔ پھر تیسری رات کو آخر شب میں اپنے اہل بیت کو جمع کر کے سب لوگوں کی جمعیت میں تراویح پڑھائیں' یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ جماعت ہی میں سحری کا وقت نہ چلا جائے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بخاری شریف میں یہ حدیث مختصر لفظوں میں کئی جگہ نقل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے اسی ایک نماز تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھایا ہے اور اس تراویح کا وقت بعد عشاء کے اخیر رات تک اپنے فعل (اسوۂ حسنہ) سے بتا دیا جس میں تہجد کا وقت آ گیا۔ پس فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا کہ بعد عشاء کے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔

نیز اس کی تائید حضرت عمر ؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون "یہ تراویح پچھلی شب میں کہ جس میں تم سوتے ہو پڑھنے بہتر ہے اول وقت پڑھنا سے"۔ معلوم ہوا کہ نماز تراویح و تہجد ایک ہی ہے اور یہی مطلب حضرت عائشہ ؓ والی حدیث کا ہے۔

نیز اسیٔ حدیث پر امام بخاری ؒ نے یہ باب باندھا ہے کہ باب فضل من قام رمضان اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث مذکور پر یوں باب منعقد کیا ہے۔ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان اور اسی طرح امام محمدؒ شاگرد امام ابو حنیفہ رحمهما اللہ نے باب قیام شهر رمضان کے تحت حدیث مذکور کو نقل کیا ہے۔ ان سب بزرگوں کی مراد بھی حدیث عائشہ صدیقہ ؓ سے تراویح ہی ہے اور اوپر مفصل گزر چکا کہ اول رات سے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔ اب رہا کہ ان تین راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟ سو عرض ہے کہ علاوہ وتر آٹھ ہی رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اس کے ثبوت میں کئی روایات صحیحہ آئی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

علماء و فقہائے حنفیہ نے فرمادیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے!

(۱) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (جلد: ۳/ ص: ۵۹۷) میں فرماتے ہیں: فان قلت لم یبین فی الروایات المذکورة عدد الصلوة التی صلها رسول الله صلى الله عليه وسلم فی تلك الليالی قلت رواه ابن خزيمة وابن حبان من حديث جابر قال صلے بنا رسول الله صلى الله عليه و سلم فی رمضان ثمان ركعات ثم اوتر "اگر تو سوال کرے کہ جو نماز آپؐ نے تین راتوں میں پڑھائی تھی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر ؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں"۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (جلد : ۱/ ص : ۵۹۷) میں فرماتے ہیں کہ لم اری فی شئی من طرقہ بیان عدد صلوٰتہ فی تلک اللیالی لکن رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر "میں نے حدیث مذکورہ بالا کی کسی سند میں یہ نہیں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان تین راتوں میں کتنی رکعت پڑھائی تھیں۔ لیکن ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔

(۳) علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (جلد : ۱/ ص : ۲۹۳) میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر ابن عبداللہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلے بھم ثمان رکعات والوتر ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے یعنی کل گیارہ رکعات۔

(۴) امام محمد شاگرد امام اعظم رحمہما اللہ اپنی کتاب مؤطا امام محمد (ص : ۹۳) میں باب تراویح کے تحت فرماتے ہیں عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت ماکان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علے احدیٰ عشرۃ رکعۃ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کیونکر تھی تو بتلایا رمضان و غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ رمضان و غیر رمضان کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پھر امام محمدؒ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں محمد وبھذا ناخذ کلہ یعنی ہمارا بھی ان سب حدیثوں پر عمل ہے، ہم ان سب کو لیتے ہیں۔

(۵) ہدایہ جلد اول کے حاشیہ پر ہے السنۃ ما واظب علیہ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فحسب فعلی ھذہ التعریف یکون السنۃ ھو ذلک القدر المذکور وما زاد علیہ یکون مستحبا سنت صرف وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔ پس اس تعریف کے مطابق صرف مقدار مذکور (آٹھ رکعت ہی) سنت ہوگی اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نماز مستحب ہوگی۔

(۶) امام ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں ﴿ فتحصل من ھذا کلہ ان قیام رمضان سنۃ احدیٰ عشرۃ رکعۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴾ ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) سنت مع وتر گیارہ رکعت باجماعت رسول اللہ ﷺ کے فعل (اسوۂ حسنہ) سے ثابت ہے۔

(۷) علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ان التراویح فی الاصل احدیٰ عشرۃ رکعۃ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ثم ترکہ لعذر دراصل تراویح رسول اللہ ﷺ کے فعل سے گیارہ ہی رکعت ثابت ہے۔ جن کو آپؐ نے پڑھا بعد میں عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

(۸) مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تعلیق المجد شرح مؤطا امام محمدؒ میں فرماتے ہیں واخرج ابن حبان فی صحیحہ من حدیث جابر انہ صلے بھم ثمان رکعات ثم اوتر وھذا اصح اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔

ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ جن روایات میں آپؐ کا بیس رکعات پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔

صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا حضور ﷺ کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا!

(۹) امام محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے جاء ابی ابن کعب فی رمضان فقال یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کان اللیلة شئی قال وما ذاک یا ابی قال نسوة داری قلن انا لا نقرء القرآن فنصلی خلفک بصلوٰتک فصلیت بهن ثمان رکعات والوتر فسکت عنه شبه الرضاء ابی بن کعبؓ رمضان میں رسول خدا ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات کو ایک خاص بات ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابی !وہ کیا بات ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتی ہیں اس لئے تمہارے پیچھے نماز (تراویح) تمہاری اقتدا میں پڑھیں گی۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ گویا اس بات کو پسند فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ آپؐ کے زمانہ میں آٹھ رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ کی نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت !

(۱۰) عن سائب ابن یزید قال امر عمر ابی ابن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان احدیٰ عشرة رکعة الخ سائب بن یزید نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں (موطا امام مالک)

واضح ہوا کہ آٹھ اور گیارہ میں وتر کا فرق ہے اور علاوہ آٹھ رکعت تراویح کے وتر ایک تین اور پانچ پڑھنے حدیث شریف میں آئے ہیں اور بیس تراویح کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور جو روایت ان سے نقل کی جاتی ہے وہ منقطع السند ہے۔ اس لئے کہ بیس کا راوی یزید بن رومان ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی و علامہ زیلعی حنفی رحمہما اللہ عمدۃ القاری اور نصب الرایہ میں فرماتے ہیں کہ یزید ابن رومان لم یدرک عمر "یزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا" اور جن لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے ان کی روایات باتفاق گیارہ رکعت کی ہیں' ان میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

اور حضرت اعرج ہیں جو کہتے ہیں کان القاری یقرء سورة البقرة فی ثمانی رکعات قاری سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں ختم کرتا تھا (موطا امام مالک) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب و تمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہم کو مع وتر گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ) غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ لہٰذا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین سے بھی گیارہ پر عمل کرنا ثابت ہوا۔

فقہاء سے آٹھ کا ثبوت اور بیس کا ضعف !

(۱۱) علامہ ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ (جلد : ۱/ ص : ۲۰۵) میں فرماتے ہیں بیس رکعت تراویح کی حدیث ضعیف ہے۔ انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمة ابن عبدالرحمٰن انه سال عائشة الحدیث علاوہ بریں یہ (بیس کی روایت) صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے۔

(۱۲) شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ فتح سر المنان میں فرماتے ہیں ولم یثبت روایة عشرین منه صلی اللہ علیہ وسلم کما هو المتعارف الان الا فی روایة ابن ابی شیبة وهو ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة وهو حدیث صحیح جو بیس تراویح مشہور و معروف ہیں آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور جو ابن ابی شیبہ میں بیس کی روایت ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے (جس میں مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہیں)

(۱۳) شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ما ثبت بالسنة (ص : ۲۱۷) میں فرماتے ہیں والصحیح مارو ته عائشة انه صلی اللہ علیہ و سلم صلی احدیٰ عشرة رکعة کما هو عادته فی قیام اللیل وروی انه کان بعض السلف فی عهد عمر ابن عبدالعزیز یصلون

احدیٰ عشرة رکعة قصدا تشبیها برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث وہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی قیام اللیل کی عادت تھی اور روایت ہے کہ بعض سلف امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مشابہت پیدا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحبؒ خود آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور سلف صالحین میں بھی یہ مشہور تھا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھیں اور صحابہ کرامؓ کو پڑھائیں۔ نیز ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مع وتر گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم تھا اور لوگ اس پر عمل کرتے تھے نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں لوگ آٹھ رکعت تراویح پر سنت رسول سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی مع وتر گیارہ رکعت ہی کو سنت کے مطابق اختیار کیا ہے' چنانچہ

(۱۴) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احدی عشرة رکعة وھو اختیار مالک لنفسه "گیارہ رکعت کو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے"۔

اسی طرح فقہا و علماء مثل علامہ عینی حنفی' علامہ زیلعی حنفی' حافظ ابن حجر' علامہ محمد بن نصر مروزی' شیخ عبدالحئی صاحب حنفی محدث دہلوی' مولانا عبدالحق حنفی لکھنوی' رحمہم اللہ وغیرہم نے علاوہ وتر کے آٹھ رکعت تراویح کو صحیح اور سنت نبوی فرمایا ہے جن کے حوالے پہلے گزر چکے۔ اور امام محمد شاگرد رشید امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہما نے تو فرمایا کہ وبھذا ناخذ کله "ہم ان سب حدیثوں کو لیتے ہیں" یعنی ان گیارہ رکعت کی حدیثوں پر ہمارا عمل ہے۔ فالحمدللہ کہ مع وتر گیارہ رکعت تراویح کی مسنونیت ثابت ہو گئی۔

اس کے بعد سلف امت میں کچھ ایسے حضرات بھی ملتے ہیں جو بیس رکعات اور تیس رکعات اور چالیس رکعات تک بطور نفل نماز تراویح پڑھا کرتے تھے لہٰذا یہ دعویٰ کہ بیس رکعات پر اجماع ہو گیا' باطل ہے۔ اصل سنت نبوی آٹھ رکعت تراویح تین وتر کل گیارہ رکعات ہیں۔ نفل کے لئے ہر وقت اختیار ہے کوئی جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔ جن حضرات نے ہر رمضان میں آٹھ رکعات تراویح کو خلاف سنت کہنے کا مشغلہ بنا لیا ہے اور ایسا لکھنا یا کہنا ان کے خیال میں ضروری ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ اسے بھی ایک طرح سے تلبیس ابلیس کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے' آمین۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو رات کے نوافل چار چار رکعت ملا کر پڑھنا افضل کہا ہے' وہ اسی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ چار چار کے بعد سلام پھیرتے۔ ممکن ہے کہ پہلے آپ چار رکعات (دو سلام کے ساتھ) بہت لمبی پڑھتے ہوں پھر دوسری چار رکعتیں (دو سلاموں کے ساتھ) ان سے ہلکی پڑھتے ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اس طرح ان چار چار رکعتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چار رکعتوں کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مراد ہو۔ اسی لئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ واما ما سبق من انه کان یصلی مثنی مثنی ثم واحدة فمحمول علی وقت اخر فالامران جائزان یعنی پچھلی روایات میں جو آپ کا دو دو رکعت پڑھنا مذکور ہوا ہے۔ پھر ایک رکعت وتر پڑھنا تو وہ دوسرے وقت پر محمول ہے اور یہ چار چار کر کے پڑھنا پھر تین وتر پڑھنا دوسرے وقت پر محمول ہے اس لئے ہر دو امر جائز ہیں۔

۱۱۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

(۱۱۴۸) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ

قَالَتْ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ جَالِسًا، حَتَّى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلاَثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ، ثُمَّ رَكَعَ)). [راجع: ١١١٨]

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی کسی نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ بوڑھے ہو گئے تو بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے لیکن جب تیس چالیس آیتیں رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے پھر ان کو پڑھ کر رکوع کرتے تھے۔

١٧- بَابُ فَضْلِ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْوَضُوءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

باب دن اور رات میں باوضو رہنے کی فضیلت اور وضو کے بعد رات اور دن میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

١١٤٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِبِلاَلٍ عِنْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ: ((يَا بِلاَلُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلاَمِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ)). قَالَ : مَا عَمِلْتُ عَمَلاً أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلاَّ صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : دَفَّ نَعْلَيْكَ، يَعْنِي تَحْرِيكَ.

(۱۱۴۹) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے بیان کیا' ان سے ابو حیان یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے ابو زرعہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا کہ اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر لکھی گئی تھی۔

تشریح یعنی جیسے تو بہشت میں چل رہا ہے اور تیری جوتیوں کی آواز نکل رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دکھلا دیا جو نظر آیا وہ ہونے والا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بہشت میں بیداری کے عالم میں اس دنیا میں رہ کر آنحضرت ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں گیا' آپؐ معراج کی شب میں وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح دوزخ میں اور یہ جو بعض فقراء سے منقول ہے کہ ان کا خادم حقہ کی آگ لینے کے لئے دوزخ میں گیا محض غلط ہے۔ بلالؓ دنیا میں بھی بطور خادم کے آنحضرت ﷺ کے آگے سامان وغیرہ لے کر چلا کرتے' ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دکھلا دیا کہ بہشت میں بھی ہو گا۔ اس حدیث سے بلال ؓ کی فضیلت نکلی اور ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا (وحیدی)

١٨- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي الْعِبَادَةِ

باب عبادت میں بہت سختی اٹھانا مکروہ ہے

١١٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ

(۱۱۵۰) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے

الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟)) قَالُوا: هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لاَ، حُلُّوهُ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ)).

عبدالوارث بن سعد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دو ستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے باندھی ہے جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ رسی نہیں ہونی چاہئے اسے کھول ڈالو' تم میں ہر شخص کو چاہئے جب تک دل لگے نماز پڑھے' تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

١١٥١ - قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هٰذِهِ؟)) فَقُلْتُ: فُلاَنَةُ، لاَ تَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ - فَذُكِرَ مِنْ صَلاَتِهَا - فَقَالَ: ((مَهْ، عَلَيْكُمْ مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا)).

[راجع: ٤٣]

(۱۱۵۱) اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے مالک رحمہ اللہ نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی' نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہئے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔

تشریح: اس لئے حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مروی ہے کہ اذا نعس احدکم فی الصلوٰۃ فلینم حتی یعلم ما یقراء یعنی جب نماز میں کوئی سونے لگے تو اسے چاہئے کہ پہلے سو لے پھر نماز پڑھے تاکہ وہ سمجھ لے کہ کیا پڑھ رہا ہے۔ یہ لفظ بھی ہیں فلیرقد حتی یذهب عنه النوم (فتح الباری) یعنی سو جائے تاکہ اس سے نیند چلی جائے۔

١٩ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُوْمُهُ

باب جو شخص رات کو عبادت کیا کرتا تھا وہ اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی یہ عادت مکروہ ہے۔

١١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ

(۱۱۵۲) ہم سے عباس بن حسین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے مبشر بن اسماعیل حلبی نے' اوزاعی سے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن مقاتل ابو الحسن نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ ((يَا عَبْدَ اللهِ، لاَ تَكُنْ مِثْلَ فُلاَنٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)). وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِيْنَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ. [راجع: ١١٣١]

خبردی' انہیں امام اوزاعی نے خبردی کہا کہ مجھ سے یحییٰ ابن ابی کثیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات میں عبادت کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دی۔ اور ہشام بن عمار نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید بن ابو العشرین نے بیان کیا' ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن حکم بن ثوبان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے' اسی طرح پھر یہی حدیث بیان کی۔ ابن ابی العشرین کی طرح عمرو بن ابی سلمہ نے بھی اس کو امام اوزاعی سے روایت کیا۔

تشریح عباس بن حسین سے امام بخاریؒ نے اس کتاب میں ایک یہ حدیث اور ایک جہاد کے باب میں روایت کی' پس دو ہی حدیثیں۔ یہ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ابن ابی العشرین یہ امام اوزاعی کا منشی تھا اس میں محدثین نے کلام کیا ہے مگر امام بخاریؒ اس کی روایت متابعتاً لائے۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی سند کو امام بخاریؒ اس لئے لائے کہ اس میں یحییٰ بن ابی کثیر اور ابو سلمہ میں ایک شخص کا واسطہ ہے یعنی عمرو بن حکم کا اور اگلی سند میں یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے خود ابو سلمہ نے بیان کیا تو شاید یحییٰ نے یہ حدیث عمرو کے واسطے سے اور بلاواسطہ دونوں طرح ابو سلمہ سے سنی (وحیدی)

١١٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومَ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟)) قُلْتُ: إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقٌّ وَلأَهْلِكَ حَقٌّ فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ)).

(۱۱۵۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے ابو العباس سائب بن فروخ نے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے سنا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور پھر دن میں روزے رکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں حضور میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں (بیداری کی وجہ سے) بیٹھ جائیں گی اور تیری جان ناتواں ہو جائے گی۔ یہ جان لو کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور بیوی بچوں کا بھی۔ اس لئے کبھی روزہ بھی رکھو اور

[راجع: ۱۱۳۱]

کبھی بلا روزے کے بھی رہو' عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سخت مجاہدہ سے منع کیا۔ اب جو لوگ ایسا کریں وہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف چلتے ہیں' اس سے نتیجہ کیا؟ عبادت تو اسی لئے ہے کہ اللہ اور رسول راضی ہوں۔

۲۱- بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

باب جس شخص کی رات کو آنکھ کھلے پھر وہ نماز پڑھے' اس کی فضیلت

۱۱۵۴- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيءٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. الْحَمْدُ للهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ. ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي- أَوْ دَعَا - اسْتُجِيْبَ. فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلاَتُهُ)).

(۱۱۵۴) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے امام اوزاعی سے خبر دی' کہا کہ مجھ کو عمیر بن ہانی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے (ترجمہ) "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کیلئے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں' اللہ کی ذات پاک ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت"۔ پھر یہ پڑھے (ترجمہ) "اے اللہ! میری مغفرت فرما"۔ یا (یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اسکی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا (اور نماز پڑھی) تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے۔

تشریح ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی زبان پر یہ وعدہ فرماتا ہے کہ جو مسلمان بھی رات میں اس طرح بیدار ہو کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی توحید' اس پر ایمان و یقین' اس کی کبریائی اور سلطنت کے سامنے تسلیم اور بندگی' اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس پر اس کا شکر و حمد اور اس کی ذات پاک کی تنزیہ و تقدیس سے بھرپور کلمات زبان پر جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی قبول کرتا ہے اور اس کی نماز بھی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے جس شخص تک بھی یہ حدیث پہنچے' اسے اس پر عمل کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اپنے رب کے لئے تمام اعمال میں نیت خالص پیدا کرنی چاہئے کہ سب سے پہلی شرط قبولیت یہی خلوص ہے۔ (تفہیم البخاری)

۱۱۵۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- وَهُوَ

(۱۱۵۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھ کو ہیثم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ اپنے وعظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر

يَقْصُصُ فِي قَصَصِهِ - وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ أَخاً لَكُمْ لاَ يَقُولُ الرَّفَثَ)). يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ: وَفِيْنَا رَسُولُ اللهِ يَتْلُو كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمْيِ فَقُلُوبُنَابِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ، وَالأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

[طرفه في : ٦١٥١].

رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے (اپنے نعتیہ اشعار میں) یہ کوئی غلط بات نہیں کہی۔ آپ کی مراد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اشعار سے تھی جن کا ترجمہ یہ ہے:

''ہم میں اللہ کے رسول موجود ہیں' جو اس کی کتاب اس وقت ہمیں سناتے ہیں جب فجر طلوع ہوتی ہے۔ ہم تو اندھے تھے آپؐ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ دکھایا۔ ان کی باتیں اسی قدر یقینی ہیں جو ہمارے دلوں کے اندر جا کر بیٹھ جاتی ہیں اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا وہ ضرور واقع ہو گا۔ آپؐ رات بستر سے اپنے کو الگ کر کے گزارتے ہیں جبکہ مشرکوں سے ان کے بستر بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں''۔

یونس کی طرح اس حدیث کو عقیل نے بھی زہری سے روایت کیا اور زبیدی نے یوں کہا سعید بن مسیب اور اعرج سے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: زبیدی کی روایت کو امام بخاریؒ نے تاریخ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں نکالا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس بیان سے یہ ہے کہ زہری کے شیخ میں راویوں کا اختلاف ہے۔ یونس اور عقیل نے ہیثم بن ابی سنان کہا ہے اور زبیدی نے سعید بن مسیب اور اعرج اور ممکن ہے کہ زہری نے ان تینوں سے اس حدیث کو سنا ہو۔ حافظ نے کہا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک پہلا طریق راجح ہے کیونکہ یونس اور عقیل دونوں نے بالاتفاق زہری کا شیخ ہیثم کو قرار دیا ہے (وحیدی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجالس وعظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا نظم و نثر میں ذکر کرنا درست اور جائز ہے۔ سیرت کے سلسلہ میں آپؐ کی ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے واقعات کا ذکر کرنا باعث ازدیاد ایمان ہے لیکن محافل میلاد مروجہ کا انعقاد کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین وجملہ محدثین کرام میں ایسی محافل کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پورے چھ سو سال گزر گئے دنیائے اسلام محفل میلاد کے نام سے بھی آشنا نہ تھی۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ اس محفل کا موجد اول ایک بادشاہ ابو سعید مظفر الدین نامی تھا' جو نزد موصل اربل نامی شہر کا حاکم تھا۔ علمائے راسخین نے اسی وقت سے اس نو ایجاد محفل کی مخالفت فرمائی۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد فدائیان رسول کریم ﷺ آج بھی بڑے طنطنہ سے ایسی محافل کرتے ہیں جن میں نہایت غلط سلط روایات بیان کی جاتی ہیں' چراغاں اور شیرینی کا اہتمام خاص ہوتا ہے اور اس عقیدہ سے قیام کر کے سلام پڑھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک خود اس محفل میں تشریف لائی ہے۔ یہ جملہ امور غلط بے ثبوت ہیں جن کے کرنے سے بدعت کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صاف فرما دیا کہ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد جو ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے' جس کا ثبوت ادلۂ شرعیہ سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

١١٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ ((رَأَيْتُ

(۱۱۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ خواب

عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَأَنَّ بِيَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ فَكَأَنِّي لاَ أُرِيْدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلاَّ طَارَتْ إِلَيْهِ. وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِي أَرَادَ أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ : لَمْ تُرَعْ، خَلِّيَا عَنْهُ)).

[راجع: ٤٤٠]

دیکھا کہ گویا ایک گاڑھے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ ہے۔ جیسے میں جنت میں جس جگہ کا بھی ارادہ کرتا ہوں تو یہ ادھر اڑا کے مجھ کو لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ جیسے دو فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے دوزخ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک فرشتہ ان سے آکر ملا اور (مجھ سے) کہا کہ ڈرو نہیں (اور ان سے کہا کہ) اسے چھوڑ دو۔

١١٥٧-فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِحْدَى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ)). فَكَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. [راجع: ١١٢٢]

(۱۱۵۷) میری بہن (ام المومنین) حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا ایک خواب بیان کیا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بڑا ہی اچھا آدمی ہے کاش رات میں بھی نماز پڑھا کرتا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد ہمیشہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

١١٥٨- ((وَكَانُوا لاَ يَزَالُونَ يَقُصُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ)).

[طرفه في: ٢٠١٥، ٦٩٩١].

(۱۱۵۸) بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نبی کریم ﷺ سے اپنے خواب بیان کئے کہ شب قدر (رمضان کی) ستائیسویں رات ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے خواب رمضان کے آخری عشرے میں (شب قدر کے ہونے پر) متفق ہو گئے ہیں اس لئے جسے شب قدر کی تلاش ہو وہ رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ کتاب الصیام میں باب تحری لیلۃ القدر کے تحت میں فرماتے ہیں فی هذه الترجمة اشارة الی رجحان کون لیلة القدر منحصرة فی رمضان ثم فی العشر الاخیر منه ثم فی اوتاره لا فی لیلة منها بعینها وهذا هو الذی یدل علیه مجموع الاخبار الواردة فیها (فتح) یعنی لیلۃ القدر رمضان میں منحصر ہے اور وہ آخری عشرہ کی کسی ایک طاق رات میں ہوتی ہے جملہ احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ باقی تفصیل کتاب الصیام میں آئے گی۔ طاق راتوں سے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی راتیں مراد ہیں۔ ان میں سے وہ کسی رات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ احادیث سے یہی ثابت ہوا ہے۔

٢٢- بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھنا

١١٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي

(۱۱۵۹) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے

جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا)). [راجع: ٦١٩]

عراک بن مالک نے' ان سے ابو سلمہ نے' ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر رات کو اٹھ کر آپ نے تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں صبح کی اذان و اقامت کے درمیان پڑھیں جن کو آپ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (فجر کی سنتوں پر مداومت ثابت ہوئی)

٢٣- بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَي الْفَجْرِ

باب فجر کی سنتیں پڑھ کر داہنی کروٹ پر لیٹ جانا

١١٦٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَي الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ)).

[راجع: ٦٢٦]

(١١٦٠) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو الاسود محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے' انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنت رکعتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

تشریح: فجر کی سنت پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے' اس بارے میں کئی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے متعلق یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث عائشہؓ سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ علامہ شوکانی نے اس بارے میں علماء کے چھ قول نقل کئے ہیں۔ المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاول انه مشروع علے سبیل الاستحباب کما حکاہ الترمذی عن بعض اهل العلم وهو قول ابی موسیٰ الاشعری ورافع بن خدیج وانس بن مالک وابی هریرۃ قال الحافظ ابن القیم فی زاد المعاد قد ذکر عبدالرزاق فی المصنف عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین ان ابا موسیٰ ورافع بن خدیج و انس بن مالک کانوا یضطجعون بعد رکعتی الفجر ویامرون بذلک وقال العراقی ممن کان یفعل ذلک او یفتی به من الصحابة ابو موسیٰ الاشعری ورافع بن خدیج وانس بن مالک وابوهریرۃ انتهی وممن قال به من التابعین محمد بن سیرین وعروۃ ابن الزبیر کما فی شرح المنتقی وقال ابو محمد علی بن حزم فی المحلی وذکر عبدالرحمن بن زید فی کتاب السبعة انهم یعنی سعید بن المسیب والقاسم بن محمد بن ابی بکر و عروۃ ابن الزبیر و ابا بکر هی ابن عبدالرحمٰن وخارجة بن زید بن ثابت و عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبة بن سلیمان بن یسار کانوا یضطجعون علی ایمانهم بین رکعتی الفجر و صلٰوۃ الصبح انتهی وممن قال به من الائمة من الشافعی واصحابه قال العینی فی عمدۃ القاری ذهب الشافعی واصحابه الی انه سنة انتهٰی (تحفة الاحوذی)

یعنی اس لیٹنے کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بعض اہل علم کا مسلک یہی نقل فرمایا ہے اور ابو موسیٰ اشعری اور رافع بن خدیج اور انس بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا' یہ سب سنت فجر کے بعد لیٹا کرتے اور لوگوں

کو بھی اس کا حکم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں نقل فرمایا ہے اور علامہ عراقی نے ان جملہ مذکورہ صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ یہ اس کے لئے فتویٰ دیا کرتے تھے' تابعین میں سے محمد بن سیرین اور عروہ بن زبیر کا بھی یہی عمل تھا۔ جیسا کہ شرح منتقی میں ہے اور علامہ ابن حزم نے محلّٰی میں نقل فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب' قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ عروہ بن زبیر' ابو بکر بن عبدالرحمٰن' خارجہ بن زید بن ثابت اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن سلیمان بن یسار' ان جملہ اجلہ تابعین کا یہی مسلک تھا کہ یہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ امام شافعی اور ان کے شاگردوں کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ لیٹنا سنت ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول علامہ ابن حزم کا ہے جو اس لیٹنے کو واجب کہتے ہیں۔ اس بارے میں علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: قلت قد عرفت ان الامر الوارد فی حدیث ابی هريرة محمول علی الاستحباب لانه صلی الله عليه و سلم لم یکن یداوم علی الاضطجاع فلا یکون واجب فضلا عن ان یکون شرطا لصحة صلوة الصبح یعنی حدیث ابوہریرہ میں اس بارے میں جو بصیغہ امر وارد ہوا ہے جو کہ شخص فجر کی سنتوں کو پڑھے اس کو چاہئے کہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے۔ (رواہ الترمذی) یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے اس پر مداومت منقول نہیں ہے بلکہ ترک بھی منقول ہے۔ پس یہ بایں طور واجب نہ ہو گا کہ نماز صبح کی صحت کے لئے یہ شرط ہو۔

بعض بزرگوں سے اس کا انکار بھی ثابت ہے مگر صحیح حدیثوں کے مقابلے پر ایسے بزرگوں کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اتباع رسول کریم ﷺ بہرحال مقدم اور موجب اجر و ثواب ہے۔ پچھلے صفحات میں علامہ انور شاہ صاحب دیو بندی مرحوم کا قول بھی اس بارے میں نقل کیا جا چکا ہے۔ بحث کے خاتمہ پر علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والقول الراجح المعمول علیه هو ان الاضطجاع بعد سنة الفجر مشروع علی طریق الاستحباب والله تعالی اعلم یعنی قول راجح یہی ہے کہ یہ لیٹنا بطور استحباب مشروع ہے۔

٢٤- بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

باب فجر کی سنتیں پڑھ کر باتیں کرنا اور نہ لیٹنا

١١٦١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلاَّ اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤْذَنَ بِالصَّلاَةِ)).
[راجع: ١١١٨]

(١١٦١) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم ابو النضر نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے جب تک نماز کی اذان ہوتی۔

معلوم ہوا کہ اگر لیٹنے کا موقع نہ ملے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس لیٹنے کو برا جاننا فعل رسول کی تنقیص کرنا ہے۔

٢٥- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى مَثْنَى

باب نفل نمازیں دو دو رکعتیں کر کے پڑھنا

قَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذَلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اور عمار اور انس رضی اللہ عنہم

ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الأَنْصَارِيُّ: مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلاَّ يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

صحابیوں سے بیان کیا' اور جابر بن زید' عکرمہ اور زہری رحمتہ اللہ علیہم تابعیوں سے ایسا ہی منقول ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری (تابعی) نے کہا کہ میں نے اپنے ملک (مدینہ طیبہ) کے عالموں کو یہی دیکھا کہ وہ نوافل میں (دن کو) ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے۔

حافظ نے کہا عمار اور ابوذر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اسی کتاب میں گزری کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر جا کر دو دو رکعتیں نفل پڑھیں اور جابر بن زید کا اثر مجھ کو نہیں ملا اور عکرمہ کا اثر ابن ابی شیبہ نے نکالا اور یحییٰ بن سعید کا اثر مجھ کو نہیں ملا (وحیدی)

١١٦٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ: ((إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ. ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ - أَوْ قَالَ : عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ: وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ: فِي

(۱۱۶۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن ابی الموال نے بیان کیا' ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھلاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ جب کوئی اہم معاملہ تمہارے سامنے ہو تو فرض کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے (ترجمہ) "اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے میرے دین' دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے یا (آپؐ نے یہ فرمایا کہ) میرے لئے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو اسے میرے لئے نصیب کر اور اس کا حصول میرے لئے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین' دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے

عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهِ قَالَ : وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ)).

[طرفاه في: ٦٣٨٢، ٧٣٩٠].

یا (آپؐ نے یہ کہا کہ) میرے معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے (برا ہے) تو اسے مجھ سے ہٹادے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے۔ پھر میرے لئے خیر مقدر فرمادے' جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کردے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے۔

تشریح: استخارہ سے کاموں میں برکت پیدا ہوتی ہے' یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد کوئی خواب بھی دیکھا جائے یا کسی دوسرے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ پیش آمدہ معاملہ میں کون سی روش مناسب ہوگی۔ اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ طبعی رجحان ہی کی حد تک کوئی بات استخارہ سے دل میں پیدا ہو جائے۔ حدیث میں استخارہ کے یہ فوائد کہیں بیان نہیں ہوئے ہیں اور واقعات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ استخارہ کے بعد بعض اوقات ان میں سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ استخارہ کا مقصد صرف طلب خیر ہے۔ جس کام کا ارادہ ہے یا جس معاملہ میں آپ الجھے ہوئے ہیں گویا استخارہ کے ذریعہ آپ نے اسے خدا کے علم اور قدرت پر چھوڑ دیا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوری طرح اس پر توکل کا وعدہ کرلیا۔ "میں تیرے علم کے واسطہ سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے واسطہ سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل کا خواستگار ہوں"۔ یہ توکل اور تفویض نہیں تو اور کیا چیز ہے ؟ اور پھر دعا کے آخری الفاظ "میرے لئے خیر مقدر فرما دیجئے جہاں بھی وہ ہو اور اس پر میرے قلب کو مطمئن بھی کر دیجئے"۔ یہ ہے رضا بالقضاء کی دعا کہ اللہ کے نزدیک معاملہ کی جو نوعیت صحیح ہے' کام اسی کے مطابق ہو اور پھر اس پر بندہ اپنے لئے ہر طرح اطمینان کی بھی دعا کرتا ہے کہ دل میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی قسم کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو۔ دراصل استخارہ کی اس دعا کے ذریعہ بندہ اول تو توکل کا وعدہ کرتا ہے اور پھر ثابت قدمی اور رضا بالقضاء کی دعا کرتا ہے کہ خواہ معاملہ کا فیصلہ میری خواہش کے خلاف ہی کیوں نہ ہو' ہو وہ خیر ہی اور میرا دل اس سے مطمئن اور راضی ہو جائے۔ اگر واقعی کوئی خلوص دل سے اللہ کے حضور میں یہ دونوں باتیں پیش کردے تو اس کے کام میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سے برکت یقیناً ہوگی۔ استخارہ کا صرف یہی فائدہ ہے اور اس سے زیادہ اور کیا چاہئے ؟(تفہیم البخاری) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں نفل نماز دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔

١١٦٣ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمِ الزُّرَقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيِّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلاَ يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ٤٤٤]

(۱۱۶۳) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن سعید نے' ان سے عامر بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا' انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے' انہوں نے ابو قتادہ بن ربعی انصاری صحابیؓ سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک دو رکعت (تحیۃ المسجد کی) نہ پڑھ لے۔

١١٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ

(۱۱۶۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور انہیں

أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ)).[راجع: ٣٨٠]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (ہمارے گھر میں جب دعوت میں آئے تھے) دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

١١٦٥- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ)).[راجع: ٩٣٧]

(۱۱۶۵) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا' عقیل سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد بھی دو رکعت (نماز سنت) پڑھی ہے۔

١١٦٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ - أَوْ قَدْ خَرَجَ - فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ٩٣٠]

(۱۱۶۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص بھی (مسجد میں) آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو یا خطبہ کے لئے نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد کی) پڑھ لے۔

١١٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: ((أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ فَقِيلَ لَهُ: هَذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلاَلاً عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا، فَقُلْتُ: يَا بِلاَلُ، أَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ فَأَيْنَ؟ قَالَ: بَيْنَ هَاتَيْنِ الأُسْطُوَانَتَيْنِ،

(۱۱۶۷) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سیف بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مکہ شریف میں) اپنے گھر آئے۔ کسی نے کہا بیٹھے کیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ آ گئے بلکہ کعبہ کے اندر بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ عبداللہ نے کہا یہ سن کر میں آیا۔ دیکھا تو آنحضرت ﷺ کعبہ سے باہر نکل چکے ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں' میں نے ان سے پوچھا کہ اے بلال! رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں ان دو ستونوں کے درمیان۔ پھر آپ باہر

ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ)). وَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَوْصَانِي النَّبِيُّ ﷺ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَقَالَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ٣٩٧]

تشریف لائے اور دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے سامنے پڑھیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی تھی اور عتبان نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما صبح دن چڑھے میرے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے صف بنالی اور آنحضورؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

ان تمام روایتوں سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نفل نماز خواہ دن ہی میں کیوں نہ پڑھی جائے' دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

٢٦- بَابُ الْحَدِيْثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب فجر کی سنتوں کے بعد باتیں کرنا

١١٦٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلاَّ اضْطَجَعَ)) قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيْهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قَالَ سُفْيَانُ : هُوَ ذَاكَ.

[راجع: ١١١٨]

(١١٦٨) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ابو النضر سالم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ابو امیہ نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ نبی کریم ﷺ جب دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھ چکتے تو اس وقت اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا کہ بعض راوی فجر کی دو رکعتیں اسے بتاتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی ہیں۔

اصیلی کے نسخہ میں یوں ہے۔ قال ابو النضر حدثنی عن ابی سلمة یعنی سفیان نے کہا کہ مجھ کو یہ حدیث ابو النضر نے ابو سلمہ سے بیان کی۔ اس نسخہ میں گویا ابو النضر کے باپ کا ذکر نہیں ہے۔

٢٧- بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

باب فجر کی سنت کی دو رکعتیں ہمیشہ لازم کر لینا اور ان کے سنت ہونے کی دلیل

١١٦٩- حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنِ

(١١٦٩) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے عطاء نے بیان کیا' ان سے عبید بن عمیر نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و

النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)).

سلم کسی نفل نماز کی فجر کی دو رکعتوں سے زیادہ پابندی نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فجر کی سنتوں کو بھی لفظ نفل ہی سے ذکر فرمایا۔ پس باب اور حدیث میں مطابقت ہو گئی' یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان سنتوں پر مداومت فرمائی ہے۔ للذا سفر و حضر کہیں بھی ان کا ترک کرنا اچھا نہیں ہے۔

۲۸- بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب فجر کی سنتوں میں قرأت کیسی کرے؟

١١٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ)).

[راجع: ٦٢٦]

(۱۱۷۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے خبردی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھ لیتے۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی سنتوں میں چھوٹی چھوٹی سورتوں کو پڑھنا چاہئے' آپ ﷺ کے ہلکا کرنے کا یہی مطلب ہے۔

١١٧١- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ)).

(۱۱۷۱) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے' ان سے ان کی پھوپھی عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے' ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم صبح کی (فرض) نماز سے پہلے کی دو (سنت) رکعتوں کو بہت مختصر رکھتے تھے۔ آپؐ نے ان میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔

یہ مبالغہ ہے یعنی بہت ہلکی پھلکی پڑھتے تھے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

٢٩- بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

باب فرضوں کے بعد سنت کا بیان

١١٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ)). تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ. [راجع: ٩٣٧]

(١١٧٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت' ظہر کے بعد دو رکعت سنت' مغرب کے بعد دو رکعت سنت' عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھی ہیں اور مغرب اور عشاء کی سنتیں آپؐ گھر میں پڑھتے تھے۔ ابو الزناد نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ عشاء کے بعد اپنے گھر میں (سنت پڑھتے تھے) ان کی روایت کی متابعت کثیر بن فرقد اور ایوب نے نافع کے واسطہ سے کی ہے۔

١١٧٣- وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لاَ أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا)).
تَابَعَهُ كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ)). [راجع: ٦١٨]

(١١٧٣) ان سے (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ) میری بہن حفصہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فجر ہونے کے بعد دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے اور یہ ایسا وقت ہوتا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں جاتی تھی۔ عبیداللہ کے ساتھ اس حدیث کو کثیر بن فرقد اور ایوب نے بھی نافع سے روایت کیا اور ابن ابی الزناد نے اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے' انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ اس میں فی بیتہ کے بدل فی اہلہ ہے۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس لئے کہا کہ فجر سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور ٹھیک دوپہر کو گھر کے کام کاج لوگوں کو بھی اجازت لے کر جانا چاہئے' اس وقت غیر لوگ آپؐ سے کیسے مل سکتے۔ اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سنتوں کا حال اپنی بہن ام المؤمنین حفصہؓ سے سن کر معلوم کیا۔

٣٠- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

باب اس کے بارے میں جس نے فرض کے بعد سنت نماز نہیں پڑھی

١١٧٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:

(١١٧٤) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا)) قُلْتُ: يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ، أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ.

[راجع: ٥٤٣]

سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو الشعثاء جابر بن عبداللہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعت ایک ساتھ (ظہر اور عصر) اور سات رکعت ایک ساتھ (مغرب اور عشاء ملا کر) پڑھیں۔ (بیچ میں سنت وغیرہ کچھ نہیں) ابو الشعثاء سے میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپؐ نے ظہر آخر وقت میں اور عصر اول وقت میں پڑھی ہو گی' اسی طرح مغرب آخر وقت میں پڑھی ہو گی اور عشاء اول وقت میں۔ ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

یہ عمرو بن دینار کا خیال ہے ورنہ یہ حدیث صاف ہے کہ دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے نہ وہاں کوئی خوف تھا نہ بندش تھی۔ اوپر گزر چکا ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ سنتوں کا ترک کرنا جائز ہے اور سنت بھی یہی ہے کہ جمع کرے تو سنتیں نہ پڑھے۔ (مولانا وحید الزمان)

٣١- بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي السَّفَرِ

باب سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

١١٧٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ: ((قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَتُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَعُمَرُ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَأَبُوبَكْرٍ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: لَا إِخَالُهُ)).

[راجع: ٧٧]

(١١٧٥) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے شعبہ بن حجاج نے' ان سے توبہ بن کیسان نے' ان سے مورق بن مشمرج نے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور عمر پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اور نبی کریم ﷺ؟ فرمایا نہیں۔ میرا خیال یہی ہے۔

تشریح بعض شراح کرام کا کہنا ہے کہ بظاہر اس حدیث اور باب میں مطابقت نہیں ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں فحمله الخطابی علی غلط الناسخ وابن المنیر علی انه لما تعارضت عنده احادیثها نفیا کحدیث ابن عمر هذا واثباتا کحدیث ابی هریرة فی الوصیة بها نزل حدیث النفی علی السفر و حدیث الاثبات علی الحضر و یوید ذلک انه ترجم لحدیث ابی هریرة بصلوة الضحی فی الحضر مع ما یعضده من قول ابن عمر لو کنت مسبحا لاتممت فی السفر قاله ابن حجر یعنی خطابی نے اس باب کو ناقل کی غلطی پر محمول کیا ہے اور ابن منیر کا کہنا یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفی اور اثبات کی احادیث میں تعارض تھا' اس کو انہوں نے اس طرح رفع کیا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جس میں نفی ہے سفر پر محمول کیا اور حدیث ابو ہریرہ کو جس میں وصیت کا ذکر ہے اور جس سے اثبات ثابت ہو رہا ہے' اس کو حضر پر محمول کیا۔ اس امر کی اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ حدیث ابو ہریرہ پر حضرت امامؒ نے صلوٰۃ ضحی فی الحضر کا باب منعقد فرمایا اور نفی کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے

فرمایا کہ اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو نمازوں کو ہی پورا کیوں نہ کر لیتا' پس معلوم ہوا کہ نفی سے ان کی سفر میں نفی مراد ہے اور حضرات شیخین کا فعل بھی سفر ہی سے متعلق ہے کہ وہ حضرات سفر میں نماز ضحیٰ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

١١٧٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ: مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِيءٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَلَمْ أَرَ صَلاَةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ)). [راجع: ١١٠٣]

(١١٧٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی (صحابی) نے یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ صرف ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ ان کے گھر تشریف لائے' آپ نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت (چاشت کی) نماز پڑھی۔ تو میں نے ایسی ہلکی پھلکی نماز کبھی نہیں دیکھی۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔

تشریح حدیث ام ہانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نماز کا ذکر ہے۔ شارحین نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے' بعض نے اسے شکرانہ کی نماز قرار دیا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ ضحیٰ کی نماز تھی۔ ابوداؤد میں وضاحت موجود ہے کہ صلی سبحة الضحی یعنی آپ نے ضحیٰ کے نفل ادا فرمائے اور مسلم نے کتاب الطہارت میں نقل فرمایا ثم صلی ثمان رکعات سبحة الضحی یعنی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحیٰ کی آٹھ رکعت نفل نماز ادا فرمائی اور تمہید ابن عبدالبر میں ہے کہ قالت قدم علیه السلام مکة فصلی ثمان رکعات فقلت ما هذه الصلوٰة قال هذه صلوٰة الضحی حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ حضور مکہ شریف تشریف لائے اور آپ نے آٹھ رکعات ادا کیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ضحیٰ کی نماز ہے۔ امام نووی نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کا مسنون طریقہ آٹھ رکعات ادا کرنا ہے۔ یوں روایات میں کم و بیش بھی آئی ہیں۔ بعض روایات میں کم سے کم تعداد دو رکعت بھی مذکور ہے۔ بہرحال بہتر یہ ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ پر مداومت کی جائے کیونکہ طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں ایک دروازے کا نام ہی باب الضحیٰ ہے جو لوگ نماز ضحیٰ پر مداومت کرتے ہیں' ان کو اس دروازے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ضحیٰ کی نماز میں سورۃ والشمس وضحاہا اور والضحیٰ پڑھا کریں۔ اس نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک ہے (قسطلانی)

٣٢- بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الضُّحَى وَرَآهُ وَاسِعًا

باب چاشت کی نماز پڑھنا اور اس کو ضروری نہ جاننا

١١٧٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحَى، وَإِنِّي

(١١٧٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر نے' ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں

لأُسَبِّحُهَا)).[راجع: ١١٢٨] دیکھا۔ مگر میں خود پڑھتی ہوں۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ rضی اللہ عنہا نے صرف اپنی رؤیت کی نفی کی ہے ورنہ بہت سی روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نماز پڑھنا مذکور ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نماز کے فضائل سنے ہوں گے۔ پس معلوم ہوا کہ اس نماز کی ادائیگی باعث اجر و ثواب ہے۔

اس لفظ سے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ باب کا مطلب نکلتا ہے کیونکہ اس کا پڑھنا ضروری ہوتا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر روز پڑھتے دیکھتیں۔ قسطلانی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہ دیکھنے سے چاشت کی نماز کی نفی نہیں ہوتی۔ ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ جیسے انس' ابو ہریرہ' ابوذر' ابو امامہ' عقبہ بن عبد' ابن ابی اوفی' ابوسعید' زید بن ارقم' ابن عباس' جبیر بن مطعم' حذیفہ' ابن عمر' ابو موسیٰ' عتبان' عقبہ بن عامر' علی' معاذ بن انس' ابوبکرہ اور ابو مرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم نے۔ عتبان بن مالک کی حدیث اوپر کئی بار اس کتاب میں گزر چکی ہے اور امام احمد نے اس کو اس لفظ سے نکالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں چاشت کے نفل پڑھے۔ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی (وحیدی)

٣٣- بَابُ صَلاَةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ، قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب چاشت کی نماز اپنے شہر میں پڑھے۔ یہ عتبان بن مالک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے

١١٧٨- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ هُوَ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوخَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَوْصَانِي خَلِيْلِي ﷺ بِثَلاَثٍ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلاَةِ الضُّحَى، وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ)).[طرفه في: ١٩٨١].

(١١٧٨) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا ہم سے عباس جریری نے جو فروخ کے بیٹے تھے بیان کیا' ان سے ابو عثمان نہدی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جن روایات میں صلوٰۃ ضحیٰ کی نفی وارد ہوئی ہے وہ نفی سفر کی حالت سے متعلق ہے پھر بھی اس میں بھی وسعت ہے اور جن روایات میں اس نماز کے لئے اثبات آیا ہے وہاں حالت حضر مراد ہے۔ ہرماہ میں تین دن کے روزوں سے ایام بیض یعنی ١٣' ١٤' ١٥ تاریخوں کے روزے مراد ہیں۔

١١٧٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ قَالَ:

(١١٧٩) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی' ان سے انس بن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک شخص (عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ) نے جو

((قَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ - وَكَانَ ضَخْمًا - لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي لاَ اسْتَطِيْعُ الصَّلاَةَ مَعَكَ. فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ فُلاَنُ بْنُ فُلاَنِ بْنُ الْجَارُوْدِ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى؟ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمَ)).

[راجع: ٦٧٠]

بہت موٹے آدمی تھے' رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (مجھ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دیجئے تو) انہوں نے اپنے گھر نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا پکوایا اور آپؐ کو اپنے گھر بلایا اور ایک چٹائی کے کنارے کو آپؐ کے لئے پانی سے صاف کیا۔ آپؐ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور فلاں بن فلاں بن جارود نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس روز کے سوا آپ کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح حضرت امام رحمہ اللہ نے مختلف مقاصد کے تحت اس حدیث کو کئی جگہ روایت فرمایا ہے۔ یہاں آپ کا مقصد اس سے ضحیٰ کی نماز حالت حضر میں پڑھنا اور بعض مواقع پر جماعت سے بھی پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ بالفرض بقول حضرت انسؓ کے صرف اسی موقع پر آپؐ نے یہ نماز پڑھی تو ثبوت مدعا کے لئے آپؐ کا ایک دفعہ کام کو کر لینا بھی کافی وافی ہے۔ یوں کئی مواقع پر آپ سے اس نماز کے پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔ ممکن ہے حضرت انسؓ کو ان مواقع میں آپ ﷺ کے ساتھ ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔

٣٤- بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

باب ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

١١٨٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لاَ يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهَا)). [راجع: ٩٣٧]

(١١٨٠) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے دس رکعت سنتیں یاد ہیں۔ دو رکعت سنت ظہر سے پہلے' دو رکعت سنت ظہر کے بعد' دو رکعت سنت مغرب کے بعد اپنے گھر میں' دو رکعت سنت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت سنت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب آپؐ کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔

١١٨١- حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ٦١٨]

(١١٨١) مجھ کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ موذن جب اذان دیتا اور فجر ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم دو رکعتیں پڑھتے۔

١١٨٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

(١١٨٢) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ)). تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ.

سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ان سے ابراہیم بن محمد بن منتشر نے' ان سے ان کے باپ محمد بن منتشر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت نماز پڑھنی نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن ابی عدی اور عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے روایت کیا۔

یہ حدیث باب کے مطابق نہیں کیونکہ باب میں دو رکعتیں ظہر سے پہلے پڑھنے کا ذکر ہے اور شاید ترجمہ باب کا یہ مطلب ہو کہ ظہر سے پہلے دو ہی رکعتیں پڑھنا ضروری نہیں' چار بھی پڑھ سکتا ہے۔

٣٥- بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب مغرب سے پہلے سنت پڑھنا

١١٨٣- حَدَّثَنَا أَبُومَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) - قَالَ فِي الثَّالِثَةِ:- ((لِمَنْ شَاءَ)). كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. [طرفه في: ٧٣٦٨].

(١١٨٣) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے حسین معلم نے' ان سے عبداللہ بن بریدہ نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' ان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے فرض سے پہلے (سنت کی دو رکعتیں) پڑھا کرو۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے یوں فرمایا کہ جس کا جی چاہے کیونکہ آپ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اسے لازمی سمجھ بیٹھیں۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ مغرب کی جماعت سے قبل ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

١١٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ: ((أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ: أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيْمٍ، يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ. فَقَالَ عُقْبَةُ : إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قُلْتُ : فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ؟ قَالَ: الشُّغْلُ)).

(١١٨٤) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے سنا کہ میں عقبہ بن عامر جہنی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کو ابو تمیم عبداللہ بن مالک پر تعجب نہیں آیا کہ وہ مغرب کی نماز فرض سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ اس پر عقبہ نے فرمایا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا پھر اب اس کے چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے کاروبار مانع ہیں۔

تشریح ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ اب بھی موقع ملنے پر مغرب سے پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھا جا سکتا ہے' اگرچہ پڑھنا ضروری

نہیں مگر کوئی پڑھ لے تو یقیناً موجب اجر وثواب ہو گا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بعد میں ان کے پڑھنے سے روک دیا گیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے پچھلے صفحات میں ان دو رکعتوں کے استحباب پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ عبداللہ بن مالک جشانی یہ تابعی مخضرم تھا یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں موجود تھا' پر آپ سے نہیں ملا۔ یہ مصر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آیا' پھر وہیں رہ گیا۔ ایک جماعت نے ان کو صحابہ میں گنا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ مغرب کا وقت لمبا ہے اور جس نے اس کو تھوڑا قرار دیا اس کا قول بے دلیل ہے۔ مگر یہ رکعتیں جماعت کھڑی ہونے سے پہلے پڑھ لینا مستحب ہے۔ (وحیدی)

٣٦- بَابُ صَلاَةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً، ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا۔ اس کا ذکر انس اور عائشہ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے کیا ہے

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے مطلب پر انسؓ کی حدیث سے دلیل لی جو اوپر گزر چکی ہے اور حضرت عائشہ ؓ کی حدیث بھی باب قیام اللیل میں گزر چکی۔ قسطلانی نے کہا حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مراد کسوف کی حدیث ہے۔ جس میں آپؐ نے جماعت سے نماز پڑھی۔ ان احادیث سے نفل نمازوں میں جماعت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعضوں نے تداعی یعنی بلانے کے ساتھ ان میں امامت مکروہ رکھی ہے۔ اگر خود بخود کچھ آدمی جمع ہو جائیں تو امامت مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

١١٨٥- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيُّ ((أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ)).

(١١٨٥) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمارے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں نبی کریم ﷺ یاد ہیں اور آپؐ کی وہ کلی بھی یاد ہے جو آپؐ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے منہ میں کی تھی۔

١١٨٦- فَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ- يَقُولُ ((كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ. فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ

(١١٨٦) محمود نے کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری ؓ سے سنا جو بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے' وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا میرے (گھر) اور قوم کی مسجد کے بیچ میں ایک نالہ تھا' اور جب بارش ہوتی تو اسے پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے میں نے کہا کہ میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں اور ایک نالہ ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان پڑتا ہے' وہ بارش کے دنوں میں بہنے لگ جاتا ہے اور میرے لئے اس کا پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری یہ خواہش کہ آپ تشریف

تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ)). فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ؟ لاَ أَرَاهُ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: ذَاكَ مُنَافِقٌ لاَ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَقُلْ ذَلِكَ، أَلاَ تَرَاهُ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ؟)) فَقَالَ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَ اللهِ لاَ نَرَى وُدَّهُ وَلاَ حَدِيثَهُ إِلاَّ إِلَى الْمُنَافِقِينَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ)). قَالَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ: فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ ﷺ- فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ- فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ: وَاللهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ. فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيَّ، فَجَعَلْتُ لِلَّهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتَّى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنْ

لا کر میرے گھر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری یہ خواہش جلد ہی پوری کروں گا۔ پھر دوسرے ہی دن آپؐ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر صبح تشریف لے آئے اور آپؐ نے اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی۔ آپؐ تشریف لا کر بیٹھے بھی نہیں بلکہ پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کس جگہ میرے لئے نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ میں جس جگہ کو نماز پڑھنے کے لئے پسند کر چکا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم سب نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے حلیم کھانے کیلئے آپؐ کو روک لیا جو تیار ہو رہا تھا۔ محلّہ والوں نے جو سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں تو لوگ جلدی جلدی جمع ہونے شروع ہو گئے اور گھر میں ایک خاصا مجمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص بولا۔ مالک کو کیا ہو گیا ہے! یہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر دوسرا بولا وہ تو منافق ہے۔ اسے خدا اور رسول سے محبت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ ایسا مت کہو، دیکھتے نہیں کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ تب وہ کہنے لگا کہ (اصل حال) تو اللہ اور رسول ہی کو معلوم ہے۔ لیکن واللہ! ہم تو ان کی بات چیت اور میل جول ظاہر میں منافقوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر اس آدمی پر دوزخ حرام کر دی ہے جس نے لا الہ الا اللہ خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے کہہ لیا۔ محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ میں بیان کی جس میں آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ روم کے اس جہاد کا ذکر ہے جس میں آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔ فوج کے سردار یزید بن معاویہؓ تھے۔ ابو ایوبؓ نے اس حدیث سے انکار کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں

وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ - أَوْ بِعُمْرَةٍ - ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

[راجع: ٤٢٤]

نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی بات کبھی بھی کہی ہو۔ آپ کی یہ گفتگو مجھ کو بہت ناگوار گزری اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منت مانی کہ اگر میں اس جہاد سے سلامتی کے ساتھ لوٹا تو واپسی پر اس حدیث کے بارے میں عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ضرور پوچھوں گا۔ اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں زندہ پایا۔ آخر میں جہاد سے واپس ہوا۔ پہلے تو میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر جب مدینہ واپسی ہوئی تو میں قبیلہ بنو سالم میں آیا۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ جو بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے' اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے ملے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں فلاں ہوں۔ پھر میں نے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے اس مرتبہ بھی اس طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔

تشریح یہ ۵۰ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر فوج بھیجی تھی اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس لشکر کے امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید تھے۔ جو بعد میں حادثہ کربلا کی وجہ سے تاریخ اسلام میں مطعون ہوئے۔ اس فوج میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو آنحضرت ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری پر اولین میزبان ہیں۔ ان کی موت اسی موقع پر ہوئی اور قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے دفن ہوئے۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور حاضرین خانہ نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی اور یہ نفل نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ کیونکہ دوسری حدیث میں موجود ہے کہ آدمی کی نفل نماز گھر ہی میں بہتر ہے اور فرض نماز کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اس حدیث پر شبہ اس لئے ہوا کہ اس میں اعمال کے بغیر صرف کلمہ پڑھ لینے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مگر یہ حدیث اس بارے میں مجمل ہے دیگر احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ کلمہ طیبہ بے شک جنت کی کنجی ہے۔ مگر ہر کنجی کے لئے دندانے ضروری ہیں۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے دندانے فرائض و واجبات کو ادا کرنا ہے۔ محض کلمہ پڑھ لینا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا بے نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ اس طویل حدیث کو یہاں اپنے مقصد باب کے تحت لائے ہیں کہ نفل نماز ایسی حالت میں باجماعت پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ بھی اور بہت سے مسائل اور اس سے ثابت ہوتے ہیں مثلاً معذور لوگ اگر جماعت میں آنے کی سکت نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے گھر ہی میں ایک جگہ مقرر کر کے وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مہمانان خصوصی کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلانا مناسب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر سوچے سمجھے کسی پر نفاق یا کفر کا فتویٰ لگا دینا جائز نہیں۔ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس شخص مالک نامی کا ذکر برے لفظوں میں کیا جو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھنے والا ہے اسے تم لوگ منافق کیسے کہہ سکتے ہو۔ آپؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ محض رسمی رواجی کلمہ گو نہیں ہے بلکہ کلمہ پڑھنے سے اللہ کی خوشنودی اس کے مد نظر ہے۔ پھر اسے کیسے منافق کہا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ اہلحدیث حضرات پر طعن کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں وہ سخت خطا کار ہیں۔ جبکہ اہلحدیث حضرات نہ صرف کلمہ توحید پڑھتے ہیں بلکہ اسلام کے سچے عامل اور قرآن و حدیث کے صحیح تابعدار ہیں۔

اس پر حضرت مولانا وحید الزمان مرحوم فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت وہ حکایت یاد آئی کہ شیخ محی الدین ابن عربی پر آنحضرت ﷺ کی خواب میں خفگی ہوئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ان کے پیر شیخ ابومدین مغربی کو ایک شخص برا بھلا کہا کرتا تھا۔ شیخ ابن عربی اس سے دشمنی رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے عالم خواب میں ان پر اپنی خفگی ظاہر کی۔ انہوں نے وجہ پوچھی۔ ارشاد ہوا تو فلاں شخص سے کیوں دشمنی رکھتا ہے۔ شیخ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ میرے پیر کو برا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیر کو برا کہنے کی وجہ سے تو اس سے دشمنی رکھی اور اللہ اور اس کے رسول سے جو وہ محبت رکھتا ہے اس کا خیال کر کے تو نے اس سے محبت کیوں نہ رکھی۔ شیخ نے توبہ کی اور صبح کو معذرت کے لئے اس کے پاس گئے۔ مومنین کو لازم ہے کہ اہلحدیث سے محبت رکھیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور گو مجتہدوں کی رائے اور قیاس کو نہیں مانتے مگر وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے پیغمبر صاحبؐ کے خلاف وہ کسی کی رائے اور قیاس کو کیوں مانیں سچ ہے

ما عاشقیم بے دل دلدار ما محمدؐ
ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمدؐ

حضرت ابو ایوبؓ کے انکار کی وجہ یہ بھی تھی کہ محض کلمہ پڑھ لینا اور عمل اس کے مطابق نہ ہونا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اسی خیال کی بنا پر انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ رسول کریم ﷺ ایسا کیونکر فرما سکتے ہیں۔ مگر واقعتاً محمود بن الربیع سچے تھے اور انہوں نے اپنی مزید تقویت کے لئے دوبارہ عتبان بن مالکؓ کے ہاں حاضری دی اور مکرر اس حدیث کی تصدیق کی۔ حدیث مذکور میں آنحضرت ﷺ نے مجمل ایک ایسا لفظ بھی فرما دیا تھا جو اس چیز کا مظہر ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ابتغاء لوجہ اللہ (اللہ کی رضامندی کی طلب و تلاش) بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز کلمہ پڑھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے یہاں آپؐ نے ایک اجمالی ذکر فرمایا۔ آپ کا یہ مقصد نہ تھا کہ محض کلمہ پڑھنے سے وہ شخص جنتی ہو سکتا ہے۔ بلکہ آپؐ کا ارشاد جامع تھا کہ کلمہ پڑھنا اور اس کے مطابق عمل درآمد کرنا اور یہ چیزیں آپ کو شخص متنازعہ کے بارے میں معلوم تھیں۔ اس لئے آپؐ نے اس کے ایمان کی توثیق فرمائی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمانی سے منع فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٣٧- بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

باب گھر میں نفل نماز پڑھنا

١١٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ، وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا)). تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ.

[راجع: ٤٣٢].

(١١٨٧) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی اور عبیداللہ بن عمر نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل قبریں نہ بنالو (کہ جہاں نماز ہی نہ پڑھی جاتی ہو) وہیب کے ساتھ اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی نے بھی ایوب سے روایت کیا ہے۔

تشریح نماز سے مراد یہاں نفل ہی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں ہو۔ مگر فرض نماز کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ قبر میں مردہ نماز نہیں پڑھتا لہٰذا جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ بھی قبر ہوا۔ قبرستان میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس لئے بھی فرمایا کہ گھروں کو قبرستان کی طرح نماز کے لئے مقام ممنوعہ نہ بنالو۔ عبدالوہاب کی روایت کو امام مسلم

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع الصحیح میں نکالا ہے۔

١ - بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ والْـمَدِينَةِ

باب مکہ اور مدینہ (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی مساجد میں نماز کی فضیلت کا بیان

١١٨٨- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَي عَشْرَةَ غَزْوَةً. [راجع: ٥٨٦]

(١١٨٨) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالملک نے قزعہ سے خبردی' انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے چار باتیں سنیں اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے۔

١١٨٩- ح وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ وَمَسْجِدِ الأَقْصَى)).

(١١٨٩) (دوسری سند) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان عیینہ نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ (یعنی سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد حرام' دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور تیسرے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔ (ان چار باتوں کا بیان آگے آرہا ہے)

تشریح: مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ علامہ قسطلانی کے لفظوں میں یہ ہے۔ وسمی به لبعده عن مسجد مكة فى المسافة یعنی اس لئے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا کہ مسجد مکہ سے مسافت میں یہ دور واقع ہے۔ لفظ رحال رحل کی جمع ہے یہ لفظ اونٹ کے کجاوہ پر بولا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں سفر کے لئے اونٹ کا استعمال ہی عام تھا۔ اس لئے یہی لفظ استعمال کیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ تین مساجد ہی ایسا منصب رکھتی ہیں کہ ان میں نماز پڑھنے کے لیے' ان کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے ان تین کے علاوہ کوئی بھی جگہ مسلمانوں کے لئے یہ درجہ نہیں رکھتی کہ ان کی زیارت کے لئے سفر کیا جا سکے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے یہی حدیث بخاری شریف میں دوسری جگہ موجود ہے۔ مسلم شریف میں یہ ان لفظوں میں ہے: عن قزعة عن ابی سعید قال سمعت منه حدیثا فاعجبنی فقلت له انت سمعت هذا من رسول الله صلی الله علیه و سلم قال فاقول علی رسول الله صلی الله علیه وسلم مالم اسمع قال سمعته یقول قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ الحدیث

یعنی قزعہ نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی جو مجھ کو بے حد پسند آئی۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا فی الواقع آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ وہ بولے کیا یہ ممکن ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی ایسی حدیث بیان کروں جو میں نے آپؐ سے نہ سنی ہو۔ ہرگز نہیں بے شک میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھو مگر صرف ان ہی تین مساجد کے لئے۔ یعنی یہ میری مسجد اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور امام ترمذی کہتے ہیں هذا حدیث حسن صحیح یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ معجم طبرانی صغیر میں یہ حدیث حضرت علی ؓ کی روایت سے بھی ان ہی لفظوں میں موجود ہے اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت سے یہ حدیث ان ہی لفظوں میں ذکر ہوئی ہے اور حضرت امام مالکؒ نے مؤطا میں اسے بصرہ بن ابی بصرہ غفاری سے روایت کیا ہے۔ وہاں والی مسجد ایلیا او بیت المقدس کے لفظ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے بالکل صحیح قابل اعتماد ہے اور اسی دلیل کی بنا پر بغرض حصول تقرب الی اللہ سامان سفر تیار کرنا اور زیارت کے لئے گھر سے نکلنا یہ صرف ان ہی تین مقامات کے ساتھ مخصوص ہے دیگر مساجد میں نماز ادا کرنے جانا یا قبرستان میں اموات مسلمین کی دعائے مغفرت کے لئے جانا یہ امور ممنوعہ نہیں۔ اس لئے کہ ان کے بارے میں دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ نماز باجماعت کے لئے کسی بھی مسجد میں جانا اس درجہ کا ثواب ہے کہ ہر ہر قدم کے بدلے دس دس نیکیوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح قبرستان میں دعائے مغفرت کے لئے جانا خود حدیث نبوی کے تحت ہے۔ جس میں ذکر ہے فانها تذكر الاخرة یعنی وہاں جانے سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ باقی بزرگوں کے مزارات پر اس نیت سے جانا کہ وہاں جانے سے وہ بزرگ خوش ہو کر ہماری حاجت روائی کے لئے وسیلہ بن جائیں گے بلکہ وہ خود ایسی طاقت کے مالک ہیں کہ ہماری ہر مصیبت کو دور کر دیں گے یہ جملہ اوہام باطلہ اور اس حدیث کے تحت قطعاً ناجائز امور ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

واول من وضع الاحادیث فی السفر لزیارة المشاهد التی علی القبور اهل البدع الرافضة ونحوهم الذین یعطلون المساجد ویعظمون المشاهد یدعون بیوت الله التی امران یذکر فیها اسمه ویعبد وحده لا شریک له ویعظمون المشاهد التی یشرک فیها ویکذب فیها ویبتدع فیها دین لم ینزل الله به سلطانا فان الکتاب والسنة انما فیها ذکر المساجد دون المشاهد وهذا کله فی شدالرحال واما الزیارة فمشروعة بدونه (نیل الاوطار)

یعنی اہل بدعت اور روافض ہی اولین وہ ہیں جنہوں نے مشاہد و مقابر کی زیارت کے لئے احادیث وضع کیں' یہ وہ لوگ ہیں جو مساجد کو معطل کرتے اور مقابر و مشاہد و مزارات کی حد درجہ تعظیم بجا لاتے ہیں۔ مساجد جن میں اللہ کے ذکر کرنے کا حکم ہے اور خالص اللہ کی عبادت جہاں مقصود ہے ان کو چھوڑ کر یہ فرضی مزارات پر جاتے ہیں اور ان کی اس درجہ تعظیم کرتے ہیں کہ وہ درجہ شرک تک پہنچ جاتی ہے اور وہاں جھوٹ بولتے اور ایسا نیا دین ایجاد کرتے ہیں جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ کتاب و سنت میں کہیں بھی ایسے مشاہد و مزارات و مقابر کا ذکر نہیں ہے جن کے لئے بایں طور شد رحال کیا جا سکے۔ ہاں مساجد کی حاضری کے لئے کتاب

و سنت میں بہت سی تاکیدات موجود ہیں۔ ان منکرات کے علاوہ شرعی طریق پر قبرستان جانا اور زیارت کرنا مشروع ہے۔
رہا آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہونا اور وہاں جاکر آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا یہ ہر مسلمان کے لئے عین سعادت ہے۔ مگر "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" کے تحت وہاں بھی فرق مراتب کی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زیارت سے قبل مسجد نبوی کا حق ہے۔ وہ مسجد نبوی جس میں ایک رکعت ایک ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے اور خاص طور پر روضة من ریاض الجنة کا درجہ اور بھی بڑھ کر ہے۔ اس مسجد نبوی کی زیارت اور وہاں ادائے نماز کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر بھی حاضر ہونا اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔ آپؐ کے بعد حضرت صدیق اکبر و حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہما کے اوپر سلام پڑھنا پھر بقیع الغرقد قبرستان میں جاکر وہاں جملہ اموات کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔ اسی طرح مسجد قبا میں جانا اور وہاں دو رکعت ادا کرنا' یہ جملہ امور مسنون ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہیں۔

اس تفصیل کے بعد کچھ اہل بدعت قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جو اہلحدیث پر اور ان کے اسلاف پر خاص کر حضرت علامہ ابن تیمیہؒ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام سے منع کرتے ہیں۔ یہ صریح کذب اور بہتان ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس سلسلہ میں جو فرمایا ہے وہ یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ باقی رسول کریم ﷺ کی قبر پر حاضر ہو کر دورد و سلام بھیجنا' یہ علامہ ابن تیمیہؒ کے مسلک میں مدینہ شریف لے جانے والوں اور مسجد نبوی میں حاضری دینے والوں کے لئے ضروری ہے۔

چنانچہ صاحب صیانة الانسان عن وسوسة الشیخ الدحلان علامہ محمد بشیر صاحب سہوانی مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

لانزاع لنا فی نفس مشروعیة زیارة قبر نبینا صلی الله علیه وسلم واما ما نسب الی شیخ الاسلام ابن تیمیةؒ من القول بعدم مشروعیة زیارة قبر نبینا صلی الله علیه و سلم فافتراء بحت قال الامام العلامة ابو عبدالله محمد بن احمد بن عبدالهادی المقدسی الحنبلی فی الصارم المنکی ان شیخ الاسلام لم یحرم زیارة القبور علی الوجه المشروع فی شئی من کتبه ولم ینه عنها ولم یکرهها بل استحبها و حض علیها ومصنفاته ومناسکه طافحة بذکر استحباب زیارة قبر النبی صلی الله علیه و سلم سائر القبور قال فی بعض مناسکه باب زیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم اذا اشرف علی مدینة النبی صلی الله علیه و سلم قبل الحج او بعده فلیقل ما تقدم فاذا دخل استحب له ان یغتسل نص علیه الامام احمد فاذا دخل المسجد بدء برجله الیمنٰی وقال بسم الله والصلٰوة علی رسول الله اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک ثم یاتی الروضة بین القبر والمنبر فیصلی بها ویدعوا بما شاء ثم یاتی قبرالنبی صلی الله علیه وسلم فیستقبل جدار القبر لا یمسه ولا یقبله ویجعل القندیل الذی فی القبلة عند القبر علی راسه لیکون قائما وجاه النبی صص ویقف متباعد کما یقف او ظهر فی حیاته بخشوع و سکون ومنکسر الراس خاض الطرف مستحضرا بقلبه جلالة موقفه ثم یقول السلام علیک یا رسول الله و رحمة الله و برکاته السلام علیک یا نبی الله و خیرته من خلقه السلام علیک یا سید المرسلین ویاخاتم النبیین وقائد الغر المحجلین اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک رسول الله واشهد انک قد بلغت رسٰلٰت ربک ونصحت لامتک ودعوت الی سبیل ربک بالحکمة الموعظة الحسنة وعبدت الله حتی اتاک الیقین فجزاک الله افضل ما جزی نبیا ورسولا عن امته اللهم آته الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاما محمود الذی وعدته لیغبطه به الاولون والاخرون اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجیداللهم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجیداللهم احشرنا فی ذمرته و توف علی سنة و اوردنا حوضه واسقنا بکاسه شربا رویا لا نظما بعده ابداً ثم یاتی ابا بکر و عمر فیقول السلام علیک یا ابا بکر الصدیق السلام علیک یا عمر الفاروق السلام علیکما یا صاحبی رسول الله صلی الله علیه وسلم وضجیعیه ورحمة الله وبرکاته جزاکما الله عن صحبة نبیکما وعن الاسلام خیرا السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار قال ویزور قبور اهل البقیع وقبور الشهداء ان امکن هذا کلام الشیخ رحمه الله بحروفه انتهٰی مافی الصارم۔ (صیانة الانسان عن وسوسة الدحلان ص: ۳)

یعنی شرعی طریقہ پر آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنے میں قطعاً کوئی نزاع نہیں ہے اور اس بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ پر یہ محض جھوٹا بہتان ہے کہ "قبر نبوی ﷺ کی زیارت کو ناجائز کہتے تھے" یہ محض الزام ہے۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد نے اپنی مشہور کتاب الصارم المنکی میں لکھا ہے کہ شرعی طریقہ پر زیارت قبور سے علامہ ابن تیمیہؒ نے ہرگز منع نہیں کیا نہ اسے مکروہ سمجھا۔ بلکہ وہ اسے مستحب قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے رغبت دلاتے ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں اپنی کتاب بابت ذکر مناسک حج میں آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے سلسلہ میں باب منعقد فرمایا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان حج سے پہلے یا بعد میں مدینہ شریف جائے تو پہلے وہ دعا مسنون پڑھے جو شہروں میں داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ پھر غسل کرے اور بعد میں مسجد نبوی میں پہلے دایاں پاؤں رکھ کر داخل ہو اور یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک پھر اس جگہ آئے جو جنت کی کیاری ہے اور وہاں نماز پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور دیوار کی طرف منہ کرے نہ اسے بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور پھر وہاں سلام اور درود پڑھے (جن کے الفاظ پیچھے نقل کئے گئے ہیں) پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے آئے اور وہاں بھی سلام پڑھے جیسا کہ مذکور ہوا اور پھر اگر ممکن ہو تو بقیع غرقد نامی قبرستان میں جا کر وہاں بھی قبور مسلمین اور شہداء کی زیارت مسنونہ کرے۔

سابق امتوں میں کچھ لوگ کوہ طور اور تربت بابرکت حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ اللہ کے سچے رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام سفروں سے منع فرما کر اپنی امت کے لئے صرف یہ تین زیارت گاہیں مقرر فرمائیں۔ اب جو عوام اجمیر اور پاک پٹن وغیرہ وغیرہ مزارات کے لئے سفر باندھتے ہیں یہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عاصی نافرمان اور آپؐ کے باغی ٹھہرتے ہیں۔ ہاں قبور المسلمین اپنے شہر یا قریہ میں ہوں وہ اپنوں کی ہوں یا بیگانوں کی وہاں مسنون طریقہ پر زیارت کرنا مشروع ہے کہ گورستان والوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اور اپنی موت کو یاد کر کے دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں۔ سنت طریقہ صرف یہی ہے۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں فمعنی الحدیث لا تشد الرحال الی مسجد من المساجد او الی مکان من الامکنۃ لاجل ذلک المکان الا الی الثلاثۃ المذکورۃ وشد الرحال الی زیارۃ او طلب علم لیس الی المکان بل الی من فی ذلک المکان واللہ اعلم (فتح البخاری) یعنی حدیث کا مطلب اسی قدر ہے کہ کسی بھی مسجد یا مکان کے لئے سفر نہ کیا جائے اس غرض سے کہ ان مساجد یا مکانات کی محض زیارت ہی موجب رضائے الٰہی ہے ہاں یہ تین مساجد یہ درجہ رکھتی ہیں جن کی طرف شد رحال کیا جانا چاہئے اور کسی کی ملاقات یا تحصیل علم کے لئے شد رحال کرنا اس ممانعت میں داخل نہیں اس کے لئے کہ یہ سفر کسی مکان یا مدرسہ کی عمارت کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مکان کے مکین کی ملاقات اور مدرسہ میں تحصیل علم کے لئے کیا جاتا ہے۔

۱۱۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ الأَغَرِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((صَلاَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلاَةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلاَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)).

(۱۱۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے زید بن رباح اور عبیداللہ بن ابی عبداللہ اغر سے خبر دی' انہیں ابو عبداللہ اغر نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔

میری مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے۔ حضرت امامؒ کا اشارہ یہی ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے شد رحال کیا جائے اور جو وہاں جائے گا لازماً رسول کریم ﷺ و حضرات شیخین پر بھی درود و سلام کی سعادتیں اس کو حاصل ہوں گی۔

٢- بَابُ مَسْجِدِ قُبَاء

باب مسجد قباء کی فضیلت

١١٩١- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ لاَ يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلاَّ فِي يَوْمَيْنِ: يَوْمِ يَقْدَمُ مَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ: وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا)).

[أطرافه في: ١١٩٣، ١١٩٤، ٧٣٢٦].

(۱۱۹۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہمیں ایوب سختیانی نے خبر دی اور انہیں نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دن پڑھتے تھے۔ جب مکہ آتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت ہی کے وقت آتے تھے۔ اس وقت پہلے آپ طواف کرتے اور پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھتے۔ دوسرے جس دن آپ مسجد قباء میں تشریف لاتے آپ کا یہاں ہر ہفتہ کو آنے کا معمول تھا۔ جب آپ مسجد کے اندر آتے تو نماز پڑھے بغیر باہر نکلنا برا جانتے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سوار اور پیدل دونوں طرح آیا کرتے تھے۔

١١٩٢- قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ لَهُ: ((إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلاَ أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ صَلَّى فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لاَ تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلاَ غُرُوبَهَا)).

(۱۱۹۲) نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کرتا ہوں جیسے میں نے اپنے ساتھیوں (صحابہؓ) کو کرتے دیکھا ہے۔ لیکن تمہیں رات یا دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ صرف اتنی بات ہے کہ قصد کر کے تم سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت نہ پڑھو۔

قبا شہر مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ایک مشہور گاؤں ہے۔ جہاں ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ نے چند روز قیام فرمایا تھا اور یہاں آپ نے اولین مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آپؐ کو اپنی اس اولین مسجد سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ہفتہ میں ایک دفعہ یہاں ضرور تشریف لاتے اور اس مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان دو رکعتوں کا بہت بڑا ثواب ہے۔

آج کل حرم نبوی کے متصل بس اڈہ سے قباء کو بسیں دوڑتی رہتی ہیں۔ الحمد للہ کہ ۱۹۵۱ء پھر ۱۹۶۲ء کے ہر دو سفروں میں مدینۃ المنورہ کی حاضری کی سعادت پر بارہا مسجد قباء بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ۶۲ کا سفر حج میرے خاص الخاص مہربان قدر دان حضرت الحاج محمد پارہ آف رنگون وارد حال کراچی ادام اللہ اقبالھم وبارک لھم وبارک علیھم کے محترم والد ماجد حضرت الحاج اسماعیل پارہ رحمہ اللہ کے حج بدل کے لئے گیا تھا۔ اللہ پاک قبول فرما کر مرحوم اسماعیل پارہ کے لئے وسیلۂ آخرت بنائے اور گرامی قدر حاجی محمد پارہ اور ان کے بچوں

اور جملہ متعلقین کو دارین کی نعمتوں سے نوازے اور ترقیات نصیب کرے اور میری عاجزانہ دعائیں ان سب کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

٣- بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

باب جو شخص مسجد قباء میں ہر ہفتہ حاضر ہوا

١١٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما يَفْعَلُهُ)).
[راجع: ١١٩١]

(١١٩٣) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قباء آتے پیدل بھی (بعض دفعہ) اور سواری پر بھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی ان دو رکعتوں کا عظیم ثواب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے آمین۔ یہی وہ تاریخی مسجد ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے ﴿ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ (التوبہ: ١٠٨) یعنی یقیناً اس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس میں تیرا نماز کے لئے کھڑا ہونا انسب ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے نیک دل لوگ ہیں جو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ اور اللہ پاکی چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

٤- بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا

باب مسجد قباء آنا کبھی سواری پر اور کبھی پیدل (یہ سنت نبوی ہے)

١١٩٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي قُبَاءٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا)) زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ١١٩١]

(١١٩٤) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ قباء آتے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ ابن نمیر نے اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ ہم سے عبیداللہ بن عمیر نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ پھر آپ اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

آج کل تو سواریوں کی اس قدر بہتات ہو گئی ہے کہ ہر ساعت سواری موجود ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ہر دو عمل کر کے دکھلائے۔ پھر بھی پیدل جانے میں زیادہ ثواب یقینی ہے۔ مسجد قباء میں حاضری مسجد نبوی ہی کی زیارت کا ایک حصہ سمجھنا چاہئے۔ لہذا اسے حدیث لا تشد الرحال کے تحت نہیں لایا جا سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٥- بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

باب آنحضرت ﷺ کی قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیانی حصہ کی فضیلت کا بیان

١١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)).

(۱۱۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے' انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں (ان کے چچا) عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے اس منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

نیز یہی مسجد نبوی ہے جس میں ایک رکعت ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری مسجد میں چالیس نمازوں کو اس طرح باجماعت ادا کیا کہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو سکی' اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گی۔

١١٩٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)).

(۱۱۹۶) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے' ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمن نے بیان کیا' ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض پر ہو گا

[أطرافه في : ١٨٨٨، ٦٥٨٨، ٧٣٣٥].

تشریح: چونکہ آپؐ اپنے گھر یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں' اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث پر "قبر اور منبر کے درمیان" باب منعقد فرمایا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ایک روایت میں (بیت) گھر کے بجائے قبر ہی کا لفظ ہے۔ گویا عالم تقدیر میں جو کچھ ہونا تھا' اس کی آپؐ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ بلاشک و شبہ یہ حصہ جنت ہی کا ہے اور عالم آخرت میں یہ جنت ہی کا ایک حصہ بن جائے گا۔ "میرا منبر میرے حوض پر ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ حوض یہیں پر ہو گا۔ یا یہ کہ جہاں بھی میرا حوض کوثر ہو گا وہاں ہی یہ منبر رکھا جائے گا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے دست مبارک سے مسلمان کو جام کوثر پلائیں گے۔ مگر اہل بدعت کو وہاں حاضری سے روک دیا جائے گا۔ جنہوں نے اللہ اور رسول اللہؐ کے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال معلوم فرما کر فرمائیں گے۔ سحقا لمن بدل سحقا لمن غیر دوری ہو ان کو جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔

٦- بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب بیت المقدس کی مسجد کا بیان

١١٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ: ((سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ: لاَ تُسَافِرِ

(۱۱۹۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا' انہوں نے زیاد کے غلام قزعہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے چار حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا جو مجھے بہت پسند آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلاَّ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ. وَلاَ صَومَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالأَضحَى. وَلاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَتَيْنِ : بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ. وَلاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى، وَمَسْجِدِي)). [راجع: ٥٨٦]

نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر یا کسی ذی رحم محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے اور دوسری یہ کہ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ دونوں دن روزے نہ رکھے جائیں۔ تیسری حدیث یہ کہ صبح کی نماز کے بعد سورج کے نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج چھپنے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔ چوتھی یہ کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (یعنی مسجد نبوی)

١ - بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلاَةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلاَةِ

باب نماز میں ہاتھ سے نماز کا کوئی کام کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلاَتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ. وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلاَةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى رُصْغِهِ الأَيْسَرِ. إِلاَّ أَنْ يَحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز میں آدمی اپنے جسم کے جس حصے سے بھی چاہے' مدد لے سکتا ہے۔ ابو اسحاق نے اپنی ٹوپی نماز پڑھتے ہوئے رکھی اور اٹھائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلی بائیں پہنچے پر رکھتے البتہ اگر کھجلانا یا کپڑا درست کرنا ہوتا (تو کر لیتے تھے)

تشریح: مثلاً نمازی کے سامنے سے کوئی گزر رہا ہو اس کو ہٹا دینا یا سجدے کے مقام پر کوئی ایسی چیز آن پڑے جس پر سجدہ نہ ہو سکے تو اس کا سرکا دینا۔ آگے جا کر حضرت امام بخاریؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر نقل کیا ہے' اس سے یہ نکلا کہ بدن کھجلانا یا کپڑا درست کرنا نماز کا کام نہیں مگر یہ مستثنیٰ ہے یعنی نماز میں جائز ہے۔ مگر ایسے کاموں کی نماز میں عادت بنا لینا خشوع اور خضوع کے منافی ہے۔

١١٩٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ

(۱۱۹۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں مخرمہ بن سلیمان نے خبر دی' انہیں ابن عباس کے

كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - وَهِيَ خَالَتُهُ - قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى عَرْضِ الْوِسَادَةِ واضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَام رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَو بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّومَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ آيَاتٍ خَوَاتِيْمَ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ. [راجع: ۱۱۷]

غلام کریب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ ایک رات ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی اس کے طول میں لیٹے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا بعد۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور چہرے پر نیند کے خمار کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دور کرنے لگے۔ پھر سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایک پانی کی مشک کے پاس گئے جو لٹک رہی تھی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی اٹھا اور جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں نے بھی کیا اور پھر جا کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی' پھر دو رکعت پڑھی۔ اس کے بعد (ایک رکعت) وتر پڑھا اور لیٹ گئے۔ جب مؤذن آیا تو آپؐ دوبارہ اٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر باہر نماز (فجر) کے لئے تشریف لے گئے۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کان مروڑنے سے آپؐ کی غرض ان کی اصلاح کرنی تھی کہ وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو پھر جائیں۔ کیونکہ مقتدی کا مقام امام کے دائیں طرف ہے۔ یہیں سے امام بخاریؒ نے ترجمہ باب نکالا کیونکہ جب نمازی کو دوسرے کی نماز درست کرنے کے لئے ہاتھ سے کام لینا درست ہوا تو اپنی نماز درست کرنے کے لئے تو بطریق اولیٰ ہاتھ سے کام لینا جائز ہو گا (وحیدی) اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ آپ کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے۔ نماز میں عمداً کام کرنا بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ بھول چوک کے لئے امید عفو ہے۔ یہاں آپ ﷺ کا نماز تہجد کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر ساری نماز کا طاق کر

لینا بھی ثابت ہوا۔ اس قدر وضاحت کے باوجود تعجب ہے کہ بہت سے ذی علم حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

٢- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب نماز میں بات کرنا منع ہے

١١٩٩- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا. فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ: ((إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلاً)).

[طرفاه في: ١٢١٦، ٣٨٧٥].

(١١٩٩) ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نے' ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (پہلے) نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور ہم سلام کرتے تو آپؐ اس کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے (پہلے کی طرح نماز ہی میں) سلام کیا۔ لیکن اس وقت آپؐ نے جواب نہیں دیا بلکہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' ان سے ہریم بن سفیان نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے پھر ایسی ہی روایت بیان کی۔

تشریح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حبشہ میں جا کر پناہ لی تھی اور نجاشی شاہ حبشہ نے جن کو بڑی عقیدت سے اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اسلام کا بالکل ابتدائی دور تھا' اس وقت نماز میں باہمی کلام جائز تھا بعد میں جب وہ حبشہ سے لوٹے تو نماز میں باہمی کلام کرنے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے آخری جملہ کا مفہوم یہ کہ نماز میں تو آدمی حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے ادھر دل لگا رہتا ہے اس لئے یہ لوگوں سے بات چیت کا موقع نہیں ہے۔

١٢٠٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: ((إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتَّى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الآيَةَ، فَأُمِرْنَا

(١٢٠٠) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی' انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے' انہیں حارث بن شبیل نے' انہیں ابو عمرو بن سعد بن ابی ایاس شیبانی نے بتایا کہ مجھ سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد میں نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ کوئی بھی اپنے قریب کے نمازی سے اپنی ضرورت بیان کر دیتا۔ پھر آیت ﴿ حافظوا علی الصلوات ﴾ الخ اتری اور ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم

ہوا۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے "نمازوں کا خیال رکھو اور بیچ والی نماز کا اور اللہ کے سامنے ادب سے چپکے کھڑے رہو (سورۂ بقرہ) درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے۔ آیت اور حدیث سے ظاہر ہوا کہ نماز میں کوئی بھی دنیاوی بات کرنا قطعاً منع ہے۔

٤-بَابُ مَايَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلاَةِ لِلرِّجَالِ

١٢٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَحَانَتِ الصَّلاَةُ، فَجَاءَ بِلاَلٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: حُبِسَ النَّبِيُّ ﷺ، فَتَؤُمُّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ. إِنْ شِئْتُمْ. فَأَقَامَ بِلاَلٌ الصَّلاَةَ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَصَلَّى، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الأَوَّلِ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ - وَ قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَدْرُونَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيقُ- وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لاَ يَلْتَفِتُ فِي صَلاَتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا الْتَفَتَ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّفِّ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ: مَكَانَكَ. فَرَفَعَ أَبُوبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَي وَرَاءَهُ، فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ)). [راجع: ٦٨٤]

باب نماز میں مردوں کا سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا

(١٢٠١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ ابوحازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف (قبا) کے لوگوں میں ملاپ کرنے تشریف لائے' اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اب تک نہیں تشریف لائے اس لئے اب آپ نماز پڑھائیے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اگر تمہاری خواہش ہے تو میں پڑھا دیتا ہوں۔ خیر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ بجانا شروع کیا۔ (سہل نے) کہا کہ جانتے ہو تصفیح کیا ہے یعنی تالیاں بجانا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف بھی دھیان نہیں کیا کرتے تھے' لیکن جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں موجود ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا اور الٹے پاؤں پیچھے آ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

تشریح اس روایت کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے کیونکہ اس میں سبحان اللہ کہنے کا ذکر نہیں اور شاید حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جو اوپر گزر چکا ہے اور اس میں صاف یوں ہے کہ تم نے تالیاں بہت بجائیں نماز میں کوئی واقعہ ہو تو سبحان اللہ کہا کرو تالی بجانا عورتوں کیلئے ہے۔ اب رہا الحمدللہ کہنا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے نکلتا ہے کہ انہوں نے نماز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا۔ بعضوں نے کہا کہ امام بخاریؒ نے تسبیح کو تحمید پر قیاس کیا تو یہ روایت بھی ترجمہ باب کے مطابق ہو گئی (وحیدی)

٤- بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلاَةِ عَلَى غَيْرِهِ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ

باب نماز میں نام لے کر دعا یا بد دعا کرنا یا کسی کو سلام کرنا بغیر اس کے مخاطب کئے اور نمازی کو معلوم نہ ہو کہ اس سے نماز میں خلل آتا ہے

غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد نہ ہو گی۔ السلام علیک ایها النبی میں آنحضرت ﷺ کو سلام کرتا ہے لیکن نمازی آپ کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوتی ہے۔ جب تک فرشتے آپ کو خبر نہیں دیتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

١٢٠٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدُ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نَقُولُ: التَّحِيَّةَ فِي الصَّلاَةِ وَنُسَمِّي وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ. فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((قُولُوا التَّحِيَّاتُ للهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ للهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ)). [راجع: ٨٣١]

(۱۲۰۲) ہم سے عمرو بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عبدالصمد العمی عبدالعزیز بن عبدالصمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے ابو وائل نے بیان کیا' ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے نماز میں یوں کہا کرتے تھے فلاں پر سلام اور نام لیتے تھے۔ اور آپس میں ایک شخص دوسرے کو سلام کر لیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے سن کر فرمایا اس طرح کہا کرو۔ (ترجمہ) "یعنی ساری تحیات' بندگیاں اور کورنشیں اور اچھی باتیں خاص اللہ ہی کے لئے ہیں اور اے نبی! آپ پر سلام ہو' اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم اس کے بندے اور رسول ہیں"۔ اگر تم نے یہ پڑھ لیا تو گویا اللہ کے ان تمام صالح بندوں پر سلام پہنچا دیا جو آسمان اور زمین میں ہیں۔

تشریح باب اور حدیث میں مطابقت ہے لفظ التحیات سے مراد زبان سے کی جانے والی عبادت اور لفظ صلوات سے مراد بدن سے کی جانے والی عبادات اور طیبات سے مراد مال حلال سے کی جانے والی عبادات' یہ سب خاص اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ان میں سے جو ذرہ برابر بھی کسی غیر کے لئے کرے گا وہ عنداللہ شرک ٹھہرے گا۔ لفظ نبوی قولوا الخ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک عبداللہ بن مسعود بڑاٹھ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ نماز میں اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے' اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔

٥- بَابُ التَّصْفِيقِ لِلنِّسَاءِ

باب تالی بجانا یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا صرف عورتوں کیلئے ہے

١٢٠٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)).

(۱۲۰۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نماز میں اگر کوئی بات پیش آ جائے تو) مردوں کو سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مار کر یعنی تالی بجاکر امام کو اطلاع دینی چاہئے۔

تشریح قسطلانی نے کہا کہ عورت اس طرح تالی بجائے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے اگر کھیل کے طور پر بائیں ہاتھ پر مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی مرد کو مسئلہ معلوم نہ ہو اور وہ بھی تالی بجا دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان صحابہ کو جنہوں نے نادانستہ تالیاں بجائی تھیں نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ (وحیدی)

١٢٠٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)).

[راجع: ٦٨٤]

(۱۲۰۴) ہم سے یحییٰ بلخی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی' انہیں سفیان ثوری نے' انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے تالی بجانا۔

معلوم ہوا کہ امام بھول جائے اور اس کو ہوشیار کرنا ہو تو مرد لفظ سبحان اللہ بلند آواز سے کہیں اور اگر کسی عورت کو لقمہ دینا ہو تو وہ تالی بجائے' اس سے عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا بھی ثابت ہوا۔

٦- بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَيْ فِي صَلاَتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب جو شخص نماز میں الٹے پاؤں پیچھے سرک جائے یا آگے بڑھ جائے کسی حادثہ کی وجہ سے تو نماز فاسد نہ ہو گی سہل بن سعدؓ نے یہ نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٢٠٥- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: ((أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ. فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ

(۱۲۰۵) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا' انہیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ پیر کے روز مسلمان ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹائے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ صحابہ صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کھل کر مسکرا دیئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے اور مسلمان نبی کریم

وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُرِيْدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ رَأَوْهُ. فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا. ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ. وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ ﷺ)).

[راجع: ٦٨٠]

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس درجہ خوش ہوئے کہ نماز ہی توڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے ہدایت کی کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر اس دن آپ نے انتقال فرمایا۔ ﷺ۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اب بھی کوئی خاص موقع اگر اس قسم کا آ جائے کہ امام کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑے یا کوئی حادثہ ہی ایسا داعی ہو تو اس طرح سے نماز میں نقص نہ آئے گا۔

٧- بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ

باب اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو بلائے تو کیا کرے؟

١٢٠٦- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. قَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرُ فِي وَجْهِ الْمَيَامِيسِ، وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ، فَوَلَدَتْ، فَقِيْلَ لَهَا: مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ. قَالَ جُرَيْجٌ: أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنْ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ: يَا بَابُوسُ. مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: رَاعِي الْغَنَمِ)).

[أطرافه في ٢٤٨٢، ٣٤٣٦، ٣٤٦٦].

(١٢٠٦) اور لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بنی اسرائیل کی) ایک عورت نے اپنے بیٹے کو پکارا' اس وقت وہ عبادت خانے میں تھا۔ ماں نے پکارا کہ اے جریج! جریج (پس و پیش میں پڑ گیا اور دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میں اب ماں کو دیکھوں یا نماز کو۔ پھر ماں نے پکارا اے جریج! (وہ اب بھی اس پس و پیش میں تھا) کہ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! ماں نے پھر پکارا اے جریج! وہ (اب بھی یہی) سوچے جا رہا تھا۔ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! (آخر) ماں نے تنگ ہو کر بددعا کی اے اللہ! جریج کو موت نہ آئے جب تک وہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ جریج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرانے والی آیا کرتی تھی جو بکریاں چراتی تھی۔ اتفاق سے اسکے بچہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا کہ جریج کا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر میرے پاس رہا تھا۔ جریج نے پوچھا کہ وہ عورت کون ہے؟ جس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے کہ اس کا بچہ مجھ سے ہے۔ (عورت بچے کو لے آئی تو) انہوں نے بچے سے پوچھا کہ بچے! تمہارا باپ کون؟ بچہ بول پڑا کہ ایک بکری چرانے والا گڈریا میرا باپ

ہے۔

تشریح: ماں کی اطاعت فرض ہے اور باپ سے زیادہ ماں کا حق ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جواب نہ دے' اگر دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بعضوں نے کہا جواب دے اور نماز فاسد نہ ہو گی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ جب تو نماز میں ہو اور تیری ماں تجھ کو بلائے تو جواب دے اور اگر باپ بلائے تو جواب نہ دے۔ امام بخاریؒ جریج کی حدیث اس باب میں لائے کہ ماں کا جواب نہ دینے سے وہ (تنگی میں) مبتلا ہوئے۔ بعضوں نے کہا جریج کی شریعت میں نماز میں بات کرنا مباح تھا تو ان کو جواب دینا لازم تھا۔ انہوں نے نہ دیا تو ماں کی بددعا ان کو لگ گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر جریج کو معلوم ہوتا تو جواب دیتا کہ ماں کا جواب دینا بھی اپنے رب کی عبادت ہے۔ بابوس ہر شیر خوار بچے کو کہتے ہیں یا اس بچے کا نام ہو گا۔ اللہ نے اس کو بولنے کی طاقت دی۔ اس نے اپنا باپ بتلایا۔ جریج اس طرح اس الزام سے بری ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ماں کو ہر حال میں خوش رکھنا اولاد کے لئے ضروری ہے ورنہ ان کی بددعا اولاد کی زندگی کو تباہ کر سکتی ہے۔

٨- بَابُ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں کنکری اٹھانا کیسا ہے؟

١٢٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً)).

(١٢٠٧) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے معیقیب بن ابی طلحہ صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو ہر مرتبہ سجدہ کرتے ہوئے کنکریاں برابر کرتا تھا فرمایا اگر ایسا کرنا ہے تو صرف ایک ہی بار کر۔

کیونکہ بار بار ایسا کرنا نماز میں خشوع و خضوع کے خلاف ہے۔

٩- بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلاَةِ لِلسُّجُودِ

باب نماز میں سجدہ کے لئے کپڑا بچھانا کیسا ہے؟

١٢٠٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ)).

(١٢٠٨) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غالب بن قطان نے بیان کیا' ان سے بکر بن عبداللہ مزنی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم سخت گرمیوں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور چہرے کو زمین پر پوری طرح رکھنا مشکل ہو جاتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

[راجع: ٣٨٥]

تشریح: مسجد نبوی ابتداء میں ایک معمولی چھپر کی شکل میں تھی۔ جس میں بارش اور دھوپ کا پورا اثر ہوا کرتا تھا۔ اس لئے شدت گرما میں صحابہ کرامؓ ایسا کر لیا کرتے تھے۔ اب بھی کہیں ایسا ہی موقع ہو تو ایسا کر لینا درست ہے۔

١٠- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں کون کون سے کام درست ہیں؟

١٢٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلَي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَرَفَعْتُهَا، فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا)).

[راجع: ٣٨٢]

(۱۲۰۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے ابو النضر سالم بن ابی امیہ نے' ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنا پاؤں نبی کریم ﷺ کے سامنے پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھتے ہوتے جب آپؐ سجدہ کرنے لگتے تو آپ مجھے ہاتھ لگاتے' میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ پھر جب آپؐ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر پھیلا لیتی۔

١٢١٠- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلاَةً قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعَ الصَّلاَةَ عَلَيَّ، فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: ﴿رَبِّ لِي مُلْكًا لاَ يَنْبَغِي لأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾ فَرَدَّهُ اللهُ خَاسِئًا)) ثُمَّ قَالَ النَّضرُ بْنُ شُمَيْلٍ: فَذَعَتُّهُ بِالذَّالِ، أَيْ خَنَقْتُهُ. وَفَدَعَتُّهُ مِنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ﴾ أَيْ يُدْفَعُونَ. وَالصَّوَابُ الأَوَّلُ، إِلاَّ أَنَّهُ كَذَا قَالَ بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

[راجع: ٤٦١]

(۱۲۱۰) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شبابہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے ایک مرتبہ ایک نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میرے سامنے ایک شیطان آ گیا اور کوشش کرنے لگا کہ میری نماز توڑ دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا میں نے اس کا گلا گھونٹا یا اس کو دھکیل دیا۔ آخر میں میرا ارادہ ہوا کہ اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں اور جب صبح ہو تو تم بھی دیکھو۔ لیکن مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی "اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا کیجیو جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے"۔ (اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا) اور اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت کے ساتھ بھگا دیا۔ اس کے بعد نضر بن شمیل نے کہا کہ ذعتہ ذال سے ہے۔ جس کے معنے ہیں کہ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور دعتہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے لیا گیا ہے۔ "یوم یدعون" جس کے معنی ہیں قیامت کے دن وہ دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ درست پہلا ہی لفظ ہے۔ البتہ شعبہ نے اسی طرح عین اور تاء کی تشدید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تشریح یہاں یہ اعتراض نہ ہو گا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیونکر آیا۔ آنحضرت ﷺ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں

افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چور ڈاکو بدمعاش کوتوال سے زیادہ ڈرتے ہیں بادشاہ سے اتنا نہیں ڈرتے' وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہ کو ہم پر رحم آجائے گا۔ تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کوتوال بادشاہ سے افضل ہے، اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ دشمن کو دھکیلنا یا اس کو دھکا دینا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ امام ابن قیمؒ نے کتاب الصلوۃ میں اہلحدیث کا مذہب قرار دیا کہ نماز میں کھنکارنا یا کوئی گھر میں نہ ہو تو دروازہ کھول دینا' سانپ بچھو نکلے تو اس کا مارنا' سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے دینا' کسی ضرورت سے آگے پیچھے سرک جانا یہ سب کام درست ہیں۔ ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (وحیدی) بعض نسخوں میں ثم قال النضر بن شمیل والی عبارت نہیں ہے۔

١١- بَابُ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلاَةِ وَقَالَ قَتَادَةُ : إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلاَةَ

باب اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کا جانور بھاگ پڑے۔ اور قتادہ نے کہا کہ اگر کسی کا کپڑا چور لے بھاگے تو اس کے پیچھے دوڑے اور نماز چھوڑ دے

١٢١١- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ ((كُنَّا بِالأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُورِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرُفِ نَهْرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي، وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ، وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا - قَالَ شُعْبَةُ : هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الأَسْلَمِيُّ - فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ، وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيرَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلَى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ)).

[طرفه في: ٦١٢٧].

(١٢١١) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ارزق بن قیس نے بیان کیا' کہا کہ ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص (ابو برزہ صحابیؓ) آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس شیخ کا ناس کر۔ جب وہ شیخ واپس لوٹے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں اور (تم کیا چیز ہو؟) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہادوں میں شرکت کی ہے اور میں نے آپ کی آسانیوں کو دیکھا ہے۔ اس لئے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔

١٢١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ

(١٢١٢) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' ان سے عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ جب سورج

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَ سُورَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةٍ أُخْرَى، ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَضَاهَا وَسَجَدَ، ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى يُفْرَجَ عَنْكُمْ. لَقَدْ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ، حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ، وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ)).

[راجع: ١٠٤٤]

گرہن لگا تو نبی کریم ﷺ (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورت پڑھی ' پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اس کے بعد دوسری سورت شروع کر دی ' پھر رکوع کیا اور رکوع پورا کر کے اس رکعت کو ختم کیا اور سجدے میں گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے اسی طرح کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ اس لئے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز شروع کر دو جب تک کہ یہ صاف ہو جائے اور دیکھو میں نے اپنی اسی جگہ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کا مجھ سے وعدہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور میں نے دوزخ بھی دیکھی (اس حالت میں کہ) بعض آگ بعض آگ کو کھائے جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ جہنم کے اس ہولناک منظر کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے جہنم کے اندر عمرو بن لحی کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سانڈ کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔

تشریح سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جاہلیت میں بتوں کی نذر مان کر چھوڑ دی جاتی تھی: نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کا دودھ پیتے۔ یہی عمرو بن لحی عرب میں بت پرستی اور دوسری بہت سی منکرات کا بانی ہوا ہے۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے اس لئے کہ خوشہ لینے کے لئے آپؐ کا آگے بڑھنا اور دوزخ کی ہیبت کھا کر پیچھے ہٹنا حدیث سے ثابت ہو گیا اور جس کا چار پایہ چھوٹ جاتا ہے وہ اس کے تھامنے کے واسطے بھی کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ (فتح الباری) خوارج ایک گروہ ہے جس نے حضرت علی بناتھ کی خلافت کا انکار کیا۔ ساتھ ہی حدیث کا انکار کر کے حسبنا اللہ کتاب اللہ کا نعرہ لگایا۔ یہ گروہ بھی افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا۔

١٢ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: نَفَخَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سُجُودِهِ فِي كُسُوفٍ

باب اس بارے میں کہ نماز میں تھوکنا اور پھونک مارنا کہاں تک جائز ہے؟ اور عبداللہ بن عمروؓ سے گہن کی حدیث میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گہن کی نماز میں سجدے میں پھونک ماری

تشریح یعنی ایسے صاف طور پر اف نکالی کہ جس سے ف پوری اور لمبی آواز سے ظاہر ہوئی۔ ابن بطال نے کہا کہ نماز میں تھوک ڈالنے کے جواز پر علماء نے اتفاق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پھونک مارنا بھی جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق نہیں

ہے۔ ابن دقیق نے کہا کہ نماز میں پھونک مارنے کو اس لئے مبطل نماز کہتے ہیں کہ وہ کلام کے مشابہ ہے اور یہ بات مردود ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز میں پھونک ماری (فتح الباری)

١٢١٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: ((إِنَّ اللهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ، فَإِذَا كَانَ فِي صَلاَةٍ فَلاَ يَبْزُقَنَّ - أَوْ قَالَ: لاَ يَتَنَخَّمَنَّ)) - ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهِ)). وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلَى يَسَارِهِ.

(۱۲۱۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے نافع نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک دفعہ مسجد میں قبلہ کی طرف رینٹ دیکھی۔ آپؐ مسجد میں موجود لوگوں پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہے اس لئے نماز میں تھوکا نہ کرو' یا یہ فرمایا کہ رینٹ نہ نکالا کرو۔ پھر آپ اترے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ ڈالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ کہ جب کسی کو تھوکنا ہی ضروری ہو تو اپنی بائیں طرف تھوک لے۔

[راجع: ٤٠٦]

تشریح اس سے یہ معلوم ہوا کہ برے کام کو دیکھ کر تمام جماعت پر ناراض ہونا جائز ہے تاکہ سب کو تنبیہ ہو اور آئندہ کے لئے اس کا لحاظ رکھیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا۔ نہ کہ مطلق تھوک ڈالنے سے بلکہ اپنے پاؤں کے نیچے تھوکنے کی اجازت فرمائی جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔ جب تھوک مسجد میں پختہ فرش ہونے کی وجہ سے دفن نہ ہو سکے تو رومال میں تھوکنا چاہئے۔ پھونک مارنا بھی کسی شدید ضرورت کے تحت جائز ہے بلا ضرورت پھونک مارنا نماز میں خشوع کے خلاف ہے۔

١٢١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا كَانَ فِي الصَّلاَةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلاَ يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلاَ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)).

(۱۲۱۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا' وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لئے اس کو سامنے نہ تھوکنا چاہئے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف اپنے قدم کے نیچے تھوک لے۔

[راجع: ٢٤١]

١٣ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلاً مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلاَتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلاَتُهُ

باب اگر کوئی مرد مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز میں دستک دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس باب میں سہل بن سعدؓ کی ایک روایت نبی کریم ﷺ سے ہے

(جو اوپر گزر چکی ہے اور آگے بھی آئے گی)

١٤- بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي: تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ - فَلاَ بَأْسَ

باب اس بارے میں کہ اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے بڑھ جایا ٹھہر جا اور وہ آگے بڑھ جائے یا ٹھہر جائے تو کوئی قباحت نہیں ہے۔

١٢١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُو أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لاَ تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا)). [راجع: ٣٦٢]

(۱۲۱۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں ابو حازم نے' ان کو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز اس طرح پڑھتے کہ تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی گردنوں سے باندھے رکھتے اور عورتوں کو (جو مردوں کے پیچھے جماعت میں شریک رہتی تھیں) کہہ دیا جاتا کہ جب تک مرد پوری طرح سمٹ کر نہ بیٹھ جائیں تم اپنے سر (سجدے سے) نہ اٹھانا۔

تشریح امام نماز میں بھول جائے یا کسی دیگر ضروری امر پر امام کو آگاہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورت تالیاں بجائیں اگر کسی مرد نے نادانی کی وجہ سے تالیاں بجائیں تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ چنانچہ سہل کی حدیث میں جو دو بابوں کے بعد آ رہی ہے کہ صحابہ نے نادانی کی وجہ سے ایسا کیا اور آپ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔ حدیث اور باب میں یوں مطابقت ہوئی کہ یہ بات عورتوں کو حالت نماز میں کہی گئی یا نماز سے پہلے۔ شق اول میں معلوم ہوا کہ نمازی کو مخاطب کرنا اور نمازی کے لئے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے اور شق ثانی میں معلوم ہوا کہ نماز میں انتظار کرنا جائز ہے۔ حضرت امام بخاری کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ کسی کا انتظار اگر شرعی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں (فتح الباری)

١٥- بَابُ لاَ يَرُدُّ السَّلاَمَ فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں سلام کا جواب (زبان سے) نہ دے

١٢١٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ((كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: ((إِنَّ فِي الصَّلاَةِ لَشُغْلاً)). [راجع: ١١٩٩]

(۱۲۱۶) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن فضیل نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے ابراہیم نے' ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ (ابتداء اسلام میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے تو میں آپ کو سلام کرتا تو آپ جواب دیتے تھے۔ مگر جب ہم (حبشہ سے جہاں ہجرت کی تھی) واپس آئے تو میں نے (پہلے کی طرح نماز میں) سلام کیا۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا (کیونکہ اب نماز میں بات چیت وغیرہ کی ممانعت نازل ہو گئی تھی) اور فرمایا کہ نماز میں اس سے مشغولیت ہوتی ہے۔

تشریح: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ واپسی مکہ شریف کو تھی یا مدینہ منورہ کو۔ حافظ نے فتح الباری میں اسے ترجیح دی ہے کہ مدینہ منورہ کو تھی جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور جب یہ واپس ہوئے تو آپ ﷺ بدر کی لڑائی کے لئے تیاری فرما رہے تھے۔ اگلی حدیث سے بھی اسی تائید ہوتی ہے کہ نماز کے اندر کلام کرنا مدینہ میں حرام ہوا۔ کیونکہ حضرت جابر انصاری مدینہ شریف کے باشندے تھے۔

١٢١٧- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَانْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَعَلَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الأُولَى. ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَ قَالَ: ((إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي)). وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ)).

(۱۲۱۷) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے کثیر بن شنظیر نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مجھے اپنی ایک ضرورت کے لئے (غزوۂ بنی مصطلق میں) بھیجا۔ میں جا کر واپس آیا' میں نے کام پورا کر دیا تھا۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اللہ جانے کیا بات آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مجھ پر اس لئے خفا ہیں کہ میں دیر سے آیا ہوں۔ میں نے پھر دوبارہ سلام کیا اور جب اس مرتبہ بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اب میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ خیال آیا۔ پھر میں نے (تیسری مرتبہ) سلام کیا اور اب آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا کہ پہلے جو دو بار میں نے جواب نہ دیا تو اس وجہ سے تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آپؐ اس وقت اپنی اونٹنی پر تھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف نہ تھا بلکہ دوسری طرف تھا۔

تشریح: مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ بنی المصطلق میں تھا۔ اور مسلم ہی کی روایت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا اور جابر رضی اللہ عنہ کا مغموم و متفکر ہونا اس لئے تھا کہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ اشارہ سلام کا جواب ہے۔ کیونکہ پہلے زبان سے سلام کا جواب دیتے تھے نہ کہ اشارہ سے۔

١٦- بَابُ رَفْعِ الأَيْدِي فِي الصَّلاَةِ لأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

باب نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

١٢١٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَلَغَ رَسُولَ اللهِ ﷺ

(۱۲۱۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ

أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ مِنَ الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيحِ - قَالَ سَهْلٌ: التَّصْفِيحُ هُوَ التَّصْفِيقُ- قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَي وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَالَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ، إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ)). ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟)) قَالَ أَبُوبَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ

علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ قباء کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لئے آپؐ کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان میں ملاپ کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ صلح صفائی کے لئے ٹھہر گئے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا تو بلالؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے اور نماز کا وقت ہو گیا' تو کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اگر تم چاہتے ہو تو پڑھا دوں گا۔ چنانچہ بلالؓ نے تکبیر کہی اور ابو بکر نے آگے بڑھ کر نیت باندھ لی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صفوں سے گزرتے ہوئے آپ پہلی صف میں آ کھڑے ہوئے' لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ (سہلؓ نے کہا تصفیح کے معنی تصفیق کے ہیں) آپ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے بہت دستکیں دیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ابو بکر کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! یہ کیا بات ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو۔ یہ مسئلہ تو عورتوں کے لئے ہے۔ تمہیں اگر نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہا کرو۔ اس کے بعد آپؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ابو بکر! میرے کہنے کے باوجود تم نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔

يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ)). [راجع: ٦٨٤]

تشریح: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رب کے سامنے ہاتھوں کو اٹھا کر الحمدللہ کہا۔ سو اگر اس میں کچھ ہرج ہوتا تو آپ ضرور منع فرما دیتے اور اس سے حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہوئی۔

١٧- بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلاَةِ

باب نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

١٢١٩- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلاَةِ)). وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلاَلٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في : ١٢٢٠].

(۱۲۱۹) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ ہشام اور ابوہلال محمد بن سلیم نے' ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کیا' ان سے ابو ہریرہؓ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے۔

١٢٢٠- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُتَخَصِّرًا)). [راجع: ١٢١٩]

(۱۲۲۰) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے ہشام بن حسان فردوسی نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ ابلیس اسی حالت میں آسمان سے اتارا گیا اور یہود اکثر ایسا کیا کرتے تھے یا دوزخی اسی طرح راحت لیں گے۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا' یہ متکبروں کی بھی علامت ہے۔

١٨- بَابُ يُفْكِرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلاَةِ

باب آدمی نماز میں کسی بات کا فکر کرے تو کیسا ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : إِنِّي لأُجَهِّزُ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلاَةِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں اور نماز ہی میں جہاد کے لئے اپنی فوج کا سامان کیا کرتا ہوں

تشریح: باب کا مقصد یہ ہے کہ نماز میں کچھ سوچنے سے نماز باطل نہ ہو گی کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے پھر اگر سوچنا دین اور آخرت سے متعلق ہو تو خفیف بات ہے اور اگر دنیاوی کام ہو تو بہت بھاری ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے اس نمازی کو جس کا نماز میں دنیاوی امور پر دھیان ہو اور اللہ سے غافل ہو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کسی بادشاہ کے سامنے بطور تحفہ ایک مری ہوئی لونڈی پیش کرے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس تحفہ سے انتہائی ناخوش ہو گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ؎

بر زبان تسبیح و دل در گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

یعنی جب زبان پر تسبیح جاری ہو اور دل گھر کے جانوروں گایوں اور گدھوں میں لگا ہوا ہو تو ایسی تسبیح کیا اثر پیدا کر سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے اپنے دین کی خدمت و نصرت کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کو نماز میں بھی وہی خیالات دامن گیر رہتے تھے' نماز میں جہاد کے لئے فوج کشی اور جنگی تدابیر سوچتے تھے چونکہ نماز نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد ہے اور ان حربی تدابیر کو سوچنا بھی از قسم جہاد ہے لہٰذا مفسد نماز نہیں۔ (حواشی سلفیہ' پ: ۵/ ص: ۴۴۳)

۱۲۲۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا وَدَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ - وَأَنَا فِي الصَّلاَةِ - تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ - أَوْ يَبِيْتَ - عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)). [راجع: ۸۵۱]

(۱۲۲۱) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے' کہا کہ ہم سے عمر نے جو سعید کے بیٹے ہیں' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپؐ سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے' پھر باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنی جلدی پر اس تعجب و حیرت کو محسوس کیا جو صحابہ کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا' اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لئے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

نماز میں آنحضرت ﷺ کو سونے کا وہ بقایا ڈلا تقسیم کے لئے یاد آ گیا یہیں سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

۱۲۲۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الأَعْرَجِ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلاَةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ، فَلاَ يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لاَ يَدْرِي كَمْ صَلَّى)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ،

(۱۲۲۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے' ان سے جعفر بن ربیعہ نے اور ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر ریاح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے۔ جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو مردود پھر آ جاتا ہے اور جب جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے (اور تکبیر کہی جاتی ہے) تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں برابر وساوس پیدا کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ (فلاں فلاں بات) یاد کر۔ کم بخت وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس نمازی کے ذہن میں بھی نہ تھیں۔ اس طرح نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ جب

وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. [راجع: ٦٠٨]

کوئی یہ بھول جائے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو بیٹھے بیٹھے (سہو کے) دو سجدے کرلے۔ ابو سلمہ نے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

معلوم ہوا کہ نماز میں شیطان وساوس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے' اس لئے اس بارے میں انسان مجبور ہے۔ پس جب نماز کے اندر شیطانی وساوس کی وجہ سے یہ نہ معلوم رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں تو یقین پر بنا رکھے' اگر اس کے فہم میں نماز پوری نہ ہو تو پوری کرکے سہو کے دو سجدے کرلے۔ (قسطلانی)

١٢٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((يَقُولُ النَّاسُ: أَكْثَرَ أَبُوهُرَيْرَةَ. فَلَقِيْتُ رَجُلاً فَقُلْتُ: بِمَ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ: لاَ أَدْرِي. فَقُلْتُ : لَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: لَكِنْ أَنَا أَدْرِي، قَرَأَ سُورَةَ كَذَا وَكَذَا)).

(۱۲۲۳) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا ہم سے عثمان بن عمر نے کہا کہ مجھے ابن ابی ذئب نے خبر دی' انہیں سعید مقبری نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے (اور حال یہ ہے کہ) میں ایک شخص سے ایک مرتبہ ملا اور اس سے میں نے (بطور امتحان) دریافت کیا کہ گذشتہ رات نبی کریم ﷺ نے عشاء میں کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے پوچھا کہ تم نماز میں شریک تھے؟ کہا کہ ہاں شریک تھا۔ میں نے کہا لیکن مجھے تو یاد ہے کہ آپؐ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھی تھیں۔

تشریح اس روایت میں ابو ہریرہؓ نے اس کی وجہ بتائی ہے کہ میں احادیث دوسرے بہت سے صحابہ کے مقابلے میں زیادہ کیوں بیان کرتا ہوں۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں آپؐ کی باتوں کو اور دوسرے اعمال کو یاد رکھنے کی کوشش دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کرتا تھا۔ ایک روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہر وقت آنحضور ﷺ کے ساتھ رہتا تھا' میرے اہل و عیال نہیں تھے' کھانے کمانے کی فکر نہیں تھی "صفہ" میں رہنے والے غریب صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں دن گزرتا تھا اور آنحضور ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ اس لئے میں نے احادیث آپ سے زیادہ سنیں اور چونکہ محفوظ بھی رکھیں اس لئے انہیں بیان کرتا ہوں۔ یہ حدیث کتاب العلم میں پہلے بھی آچکی ہے۔ وہیں اس کی بحث کا موقع بھی تھا۔ ان احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص عنوان کے تحت اس لئے جمع کیا ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی چیز کا خیال آنے یا کچھ سوچنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ خیالات اور تفکرات ایسی چیزیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن حالات اور خیالات کی نوعیت کے فرق کا یہاں بھی لحاظ ضرور ہو گا۔ اگر امور آخرت کے متعلق خیالات نماز میں آئیں تو وہ دنیاوی امور کی بہ نسبت نماز کی خوبیوں پر کم اثر انداز ہونگے (تفہیم البخاری) باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ وہ صحابی نماز میں اور خطرات میں مستغرق رہتا تھا۔ پھر بھی وہ اعادہ صلوٰۃ کے ساتھ مامور نہیں ہوا۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيضَةِ

باب اگر چار رکعت نماز میں پہلا قعدہ نہ کرے اور بھولے سے اٹھ کھڑا ہو تو سجدہ سہو کرے

تشریح سہو بھول چوک سے ہونے والی غفلتوں کو کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں علمائے مذاہب کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک سہو کے سارے سجدے مسنون ہیں اور مالکیہ خاص نقصان کے سجود سہو کو واجب کہتے ہیں اور حنابلہ ارکان کے سوا اور واجبات کے ترک پر واجب کہتے ہیں اور سنن قولیہ کے ترک پر غیر واجب نیز ایسے قول یا فعل کے زیادہ پر واجب جانتے ہیں جس کے عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور حنفیہ کے ہاں سہو کے سب سجدے واجب ہیں (فتح الباری) بھول چوک انسانی فطرت میں داخل ہے اس لئے نماز میں سہو کے مسائل کا بیان کرنا ضروری ہوا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وسن رسول الله صلى الله عليه و سلم فيما اذا قصر الانسان فى صلوته ان يسجد سجدتين تداركا لما فرط ففيه شبه القضاء وشبه الكفارة والمواضع التى ظهر فيها النص اربعة الاول قوله صلى الله عليه و سلم اذا شك احد كم فى صلوته ولم يدركم صلى ثلثا او اربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين قبل ان يسلم الخ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت میں کہ انسان اپنی نماز میں کوئی قصور کرے دو سجدے کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کوتاہی کی تلافی ہو جائے۔ پس اس کو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی اور وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے چار ہیں۔ اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز میں شک کرے اور نہ جانے تین یا چار کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ شک دور کر کے' جس مقدار پر یقین ہو سکے اس پر نماز کی بنا کر لے۔ پھر سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کر لے۔ پس اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہیں تو وہ ان دو سجدوں سے اس کو شفع کر لے گا اور اس نے پڑھ کر چار کو پورا کیا ہے تو یہ دونوں سجدے شیطان کے لئے سرزنش ہوں گے اور نیکی میں زیادتی ہو گی اور رکوع و سجود میں شک کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

١٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ

(١٢٢٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں عبدالرحمن

شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ. فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ)). [راجع: ٨٢٩]

اعرج نے اور ان سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی (چار رکعت) نماز کی دو رکعت پڑھانے کے بعد (قعدہ تشہد کے بغیر) کھڑے ہو گئے' پہلا قعدہ نہیں کیا۔ اس لئے لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نماز پوری کر چکے تو ہم سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن آپ نے سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام ہی سے پہلے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کئے پھر سلام پھیرا۔

١٢٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا. فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ)). [راجع: ٨٢٩]

(١٢٢٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے خبردی' انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے خبردی' انہیں عبدالرحمٰن اعرج نے خبردی اور ان سے عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے۔ پھر ان کے بعد سلام پھیرا۔

اس میں ان پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سلام کے بعد ہیں۔ (فتح الباری)

٢- بَابُ إِذَا صَلّٰى خَمْسًا — باب اگر کسی نے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تو کیا کرے؟

تشریح: شاید مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ اگر نماز میں کوئی بات رہ جائے تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے جس طرح کہ پورا اوپر گزرا اور اگر نماز میں کچھ زیادتی ہو جائے جس طرح کہ اس باب کی حدیث میں ہے تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔ مزنی' مالک' ابوثور اسی کے قائل ہیں۔ ابن عبدالبر نے بھی اس قول کو اولیٰ بتلایا ہے اور حنفیہ اگرچہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا اولیٰ نہیں کہتے لیکن جواز کے وہ بھی قائل ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ خطابی نے کہا کہ زیادت اور نقصان کا فرق کرنا یہ چنداں صحیح نہیں کیونکہ ذوالیدین کی حدیث میں باوجود نقصان کے سجدے سلام کے بعد کئے۔ بعض علماء نے کہا کہ امام احمد کا طریقہ سب سے اقویٰ ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک حدیث کو اس کے محل میں استعمال کرنا چاہئے اور جس صورت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اس میں سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیثیں مروی نہ ہوتیں تو میرے نزدیک سب سجدے سلام سے پہلے ہوتے۔ کیونکہ یہ بھی شان نماز سے ہیں۔ پس ان کا بجالانا سلام سے پہلے ٹھیک ہے۔ (فتح)

١٢٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ

(١٢٢٦) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حکم نے' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر میں پانچ

ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيْلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: ((صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ)). [راجع: ٤٠١]

رکعت پڑھ لیں۔ اس لئے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہنے والے نے کہا کہ آپؐ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپؐ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

٣- بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِي ثَلاَثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُودِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ

باب دو رکعتیں یا تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو نماز کے سجدوں کی طرح یا ان سے لمبے سہو کے دو سجدے کرے۔

١٢٢٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ - أَوِ الْعَصْرَ - فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللهِ انْقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لأَصْحَابِهِ: ((أَحَقٌّ مَا يَقُولُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ)) قَالَ سَعْدٌ: وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ.

(١٢٢٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے سعد بن ابراہیم نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو ذوالیدین کہنے لگا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا نماز کی رکعتیں گھٹ گئی ہیں؟ (کیونکہ آپؐ نے بھول کر صرف دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تھا) نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے کہا جی ہاں' اس نے صحیح کہا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے دو رکعت اور پڑھائیں پھر دو سجدے کئے۔ سعد نے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ آپ نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور باتیں بھی کیں۔ پھر باقی ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کئے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

٤- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

باب سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد نہ پڑھے۔

وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا. وَقَالَ قَتَادَةُ: لاَ يَتَشَهَّدُ

اور حضرت انسؓ اور حسن بصریؒ نے سلام پھیرا (یعنی سجدہ سہو کے بعد) اور تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا کہ تشہد نہ پڑھے۔

١٢٢٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

(١٢٢٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی' انہیں ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی نے خبر دی' انہیں محمد بن سیرین نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ

سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ. ثُمَّ رَفَعَ)).

[راجع: ٤٨٢]

رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو ذوالیدین نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپؐ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعت جو رہ گئی تھیں ان کو پڑھا' پھر سلام پھیرا' پھر اللہ اکبر کہا اور اپنے سجدے کی طرح (یعنی نماز کے معمولی سجدے کی طرح) سجدہ کیا یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا۔

تشریح دوسرے مقام پر حضرت امام بخاری نے دوسرا طریق ذکر کیا ہے جس میں دوسرا سجدہ بھی مذکور ہے لیکن تشہد مذکور نہیں تو معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں ہے۔ چنانچہ محمد بن سیرین سے محفوظ ہے اور جس حدیث میں تشہد مذکور ہے اس کو بیہقی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (خلاصہ فتح الباری)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ: ((قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ: فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ؟ قَالَ: لَيْسَ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ)).

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے سلمہ بن علقمہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں تشہد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔

٥- بَابُ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

باب سہو کے سجدوں میں تکبیر کہنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ نماز سے سلام پھیر کر جب سہو کے سجدے کو جائے تو تکبیر تحریمہ کہے یا سجدے کی تکبیر کافی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہی کافی ہے اور احادیث کا ظاہر بھی یہی ہے (فتح الباری)

١٢٢٩- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهَا الْعَصْرُ - رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيْهِمْ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ

(١٢٢٩) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے پہر کی دو نمازوں (ظہر یا عصر) میں سے کوئی نماز پڑھی۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ عصر ہی کی نماز تھی۔ اس میں آپؐ نے صرف دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ایک درخت کے تنے سے جو مسجد کی اگلی صف میں تھا' ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنا ہاتھ اس پر رکھے ہوئے تھے۔ حاضرین میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہیں بھی کچھ کہنے کی

يُكَلِّمَاهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَقَالُوا: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ ﷺ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ: أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ: لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. قَالَ: بَلَى قَدْ نَسِيْتَ. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ)).

[راجع: ٤٨٢]

ہمت نہیں ہوئی۔ جو (جلد باز قسم کے) لوگ نماز پڑھتے ہی مسجد سے نکل جانے کے عادی تھے۔ وہ باہر جا چکے تھے۔ لوگوں نے کہا کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئیں۔ ایک شخص جنہیں نبی کریم ﷺ ذوالیدین کہتے تھے۔ وہ بولے یارسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہو گئی؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعتیں کم ہوئیں۔ ذوالیدین بولے کہ نہیں آپ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے دو رکعت اور پڑھی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو پھر تکبیر کہی اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے۔ یہ سجدہ بھی معمول کی طرح یا اس سے طویل تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔

١٢٣٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الأَسَدِيِّ حَلِيْفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ. فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ)). تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيْرِ

(۱۲۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے اعرج نے' ان سے عبداللہ بن بحینہ اسدی نے جو بنو عبدالمطلب کے حلیف تھے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت آپ کو بیٹھنا چاہئے تھا۔ جب آپ نے نماز پوری کی تو آپ نے بیٹھے بیٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کئے اور ہر سجدے میں اللہ اکبر کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپ کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ آپ بیٹھنا بھول گئے تھے' اس لئے یہ سجدے اسی کے بدلہ میں کئے تھے۔ اس روایت کی متابعت ابن جریج نے ابن شہاب سے تکبیر کے ذکر میں کی ہے۔

٦- بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى: ثَلاَثًا أَوْ أَرْبَعًا؟ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

باب اگر کسی نمازی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے ہی دو سجدے کر لے

١٢٣١- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

(۱۲۳۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لاَ يَسْمَعَ الأَذَانَ، فَإِذَا قُضِيَ الأَذَانُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا - مَالَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ! حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِي كَمْ صَلَّى. فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى- ثَلاَثًا أَوْ أَرْبَعًا - فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)).

[راجع: ٦٠٨]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے' جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے۔ لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کر۔ اس طرح اسے وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس کے ذہن میں نہیں تھیں۔ لیکن دوسری طرف نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں۔ اس لئے اگر کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو بیٹھے ہی بیٹھے سہو کے دو سجدے کر لے۔

تشریح: یعنی جس کو اس قدر بے انداز وسوسے پڑتے ہوں اس کے لئے صرف سہو کے دو سجدے کافی ہیں۔ حسن بصری اور سلف کا ایک گروہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس حدیث سے کثیر الوساوس آدمی مراد ہے اور امام بخاریؒ کے باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (للعلامۃ الغزنوی) اور امام مالکؒ شافعیؒ اور احمدؒ اس حدیث کو مسلم وغیرہ کی حدیث پر حمل کرتے ہیں جو ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ اگر شک دو یا تین میں ہے تو دو سمجھے اور اگر تین یا چار میں ہے تو تین سمجھے۔ بقیہ کو پڑھ کر سہو کے دو سجدے سلام سے پہلے دے دے۔ (نصر الباری' ج:۱/ ص:۷۴۴)

٧- بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ

باب سجدہ سہو فرض اور نفل دونوں نمازوں میں کرنا چاہئے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد یہ دو سجدے کئے۔

١٢٣٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لاَ يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)). [راجع: ٦٠٨]

(۱۲۳۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آ کر اس کی نماز میں شبہ پیدا کر دیتا ہے پھر اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ تم میں سے جب کسی کو ایسا اتفاق ہو تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔

تشریح یعنی نفل نماز میں بھی فرض کی طرح سجدہ سہو کرنا چاہئے یا نہ۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل اور حدیث مذکور سے ثابت کیا کہ سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اس میں ان پر رد ہے جو اس بارے میں فرض اور نفل نمازوں کا امتیاز کرتے ہیں۔

٨- بَابُ إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

باب اگر نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر ہاتھ کے اشارے سے جواب دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

١٢٣٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُم أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلاَمَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا: إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا. فَقَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ. فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ: قُوْمِي بِجَنْبِهِ قُوْلِي لَهُ: تَقُوْلُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ

(١٢٣٣) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی' انہیں بکیر نے' انہیں کریب نے کہ ابن عباس' مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہم سب کا سلام کہنا اور اس کے بعد عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کرنا۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ ہمیں خبر ہوئی ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں سے منع کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان رکعتوں کے پڑھنے پر لوگوں کو مارا بھی تھا۔ کریب نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغام پہنچایا۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کر۔ چنانچہ میں ان حضرات کی خدمت میں واپس ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو نقل کر دی۔ انہوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا انہیں پیغامات کے ساتھ جن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد آپ خود یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ میرے گھر تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس لئے میں نے ایک باندی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کے بازو میں ہو کر یہ پوچھے کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ تو ان دو

فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ. فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ)).

[طرفه في: ٤٣٧٠].

رکعتوں سے منع کیا کرتے تھے حالانکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھتے ہیں۔ اگر آنحضور ﷺ ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا۔ باندی نے پھر اسی طرح کیا اور آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب آپ فارغ ہوئے تو (آپؐ نے ام سلمہؓ سے) فرمایا کہ اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا' بات یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آ گئے تھے اور ان کے ساتھ بات کرنے میں میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا سو یہ وہی دو رکعت ہیں۔

تشریح نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر اشارہ سے کچھ جواب دے دے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کا جوابی اشارہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے حسب موقع کسی خلاف شریعت کام پر مناسب طور پر مارنا اور سختی سے منع کرنا بھی ثابت ہوا۔

٩- بَابُ الإِشَارَةِ فِي الصَّلاَةِ قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب نماز میں اشارہ کرنا۔ یہ کریب نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے

١٢٣٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلاَةُ، فَجَاءَ بِلاَلٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ حَانَتِ الصَّلاَةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلاَلٌ، وَتَقَدَّمَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ

(١٢٣٤) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا' ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے' ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو آپ چند صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ملاپ کرانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس لئے بلالؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر (تحریمہ) کہی۔ اتنے میں رسول اللہ

لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لاَ يَلْتَفِتُ فِي صَلاَتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُهُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرِي وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلاَةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاَتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ، فَإِنَّهُ لاَ يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللهِ إِلاَّ الْتَفَتَ. يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟)) فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لاِبْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ)).

[راجع: ٦٨٤]

صلی اللہ علیہ و سلم بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لئے) ہاتھ پر ہاتھ بجانے شروع کر دیئے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کھڑے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لئے کہا' اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور الٹے پاؤں پیچھے کی طرف آکر صف میں کھڑے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا۔ لوگو! نماز میں ایک امر پیش آیا تو تم لوگ ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارنے لگے تھے' یہ دستک دینا تو صرف عورتوں کے لئے ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہے کیونکہ جب بھی کوئی سبحان اللہ سنے گا وہ ادھر خیال کرے گا اور اے ابو بکر! میرے اشارے کے باوجود تم لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے آگے نماز پڑھائے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اشارہ سے حضرت ابو بکر بڑاٹھ کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم فرمایا۔ اس سے حضرت ابو بکر بڑاٹھ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مقدسہ میں حضرت ابو بکر بڑاٹھ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو بعد وفات نبوی آپ کی خلافت بالکل حق بجانب تھی۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو آنکھیں بند کر کے محض تعصب کی بنیاد پر خلافت صدیقی سے بغاوت کرتے ہیں۔ اور جمہور امت کا خلاف کر کے معصیت رسول کے مرتکب ہوتے ہیں۔

١٢٣٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الثَّورِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ:

(١٢٣٥) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' ان سے سفیان ثوری نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر

((دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ. فَقُلْتُ : آيَةٌ؟ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ)). [راجع: ٨٦]

رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گئی۔ اس وقت وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ لوگ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ تو انہوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے اپنے سر کے اشارے سے کہا کہ ہاں۔

اس روایت سے بھی بحالت نماز اشارہ کرنا ثابت ہوا۔

١٢٣٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: ((صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ - وَهُوَ شَاكٍ - جَالِسًا، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا)). [راجع: ٦٨٨]

(۱۲۳۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے۔ اس لئے آپؐ نے گھر ہی میں بیٹھ کر نماز پڑھی لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ لیکن آپؐ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

تشریح یعنی آنحضرت ﷺ نے بحالت بیماری بیٹھ کر نماز پڑھی اور مقتدیوں کی طرف نماز میں ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن وفات کی بیماری میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ پہلا امر منسوخ ہے (کرمانی)

تشریح جنائز جنازۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی میت کے ہیں۔ لفظ جنائز کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ مبارک پوری

دامت برکاتہم کے لفظوں میں یہ ہے: کتاب الجنائز بفتح الجیم لاغیر جمع جنازة بالفتح والکسر و الکسر افصح اسم للمیت فی النعش او بالفتح اسم لذلک وبا لکسر اسم النعش وعلیه المیت وقیل عکسه وقیل هما لغتان فیهما فان لم یکن علیه میت فهو سریر ونعش وهی من جنزه یجنزه باب ضرب اذا ستره ذکره ابن فارس وغیره اورد کتاب الجنائز بعد الصلوٰة کا کثر المصنفین من المحدثین و الفقهاء لان الذی یفعل بالمیت من غسل وتکفین وغیر ذلک لهمه الصلوٰة علیه لما فیها من فائدة الدعاء له بالنجاة من العذاب لاسیما عذاب القبر الذی سیدفن فیه وقیل لان للانسان حالتین حالة الحیاة و حالة المماة ویتعلق بکل منهما احکام العبادات واحکام المعاملات واهم العبادات الصلوٰة فلما فرغوا من احکامها المتعلقة بالاحیاء ذکروا ما یتعلق بالموتی من الصلوٰة وغیرها قیل شرعت صلوٰة الجنازة بالمدینة فی السنة الاولی من الهجرة فمن مات بمکة قبل الهجرة لم یصل علیه (مرعاۃ' جلد : ۲/ ص : ۴۰۲)

خلاصہ یہ کہ لفظ جنائز جیم کے زبر کے ساتھ جنازہ کی جمع ہے اور لفظ جنازہ جیم کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ جائز ہے مگر زیر کے ساتھ لفظ جنازہ زیادہ فصیح ہے۔ میت جب چارپائی یا تختہ میں چھپا دی جائے تو اس وقت لفظ جنازہ میت پر بولا جاتا ہے۔ یا خالی اس تختہ پر جس پر میت کو رکھا جائے۔ جب اس پر میت نہ ہو تو وہ تختہ یا چارپائی ہے۔ یہ باب ضرب یضرب سے ہے جب میت کو چھپالے (علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں تقریباً ایسا ہی لکھا ہے) محدثین اور فقہاء کی اکثریت نماز کے بعد ہی کتاب الجنائز لاتے ہیں' اس لئے کہ میت کی تجہیز و تکفین و غسل وغیرہ نماز جنازہ ہی کے پیش نظر کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اس کے لئے نجات اخروی اور عذاب قبر سے بچنے کی دعا کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے سامنے دو ہی حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت زندگی سے متعلق ہے دوسری حالت موت سے متعلق ہے اور ہر حالت کے متعلق عبادات اور معاملات کے احکامات وابستہ ہیں اور عبادات میں اہم چیز نماز ہے۔ پس جب زندگی کے متعلقات سے فراغت ہوئی تو اب موت سے متعلق نماز وغیرہ کا بیان ضروری ہوا۔ کہا گیا ہے کہ نماز جنازہ ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ شریف میں مشروع ہوئی۔ جو لوگ ہجرت سے قبل مکہ ہی میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ انتهی والله اعلم بالصواب.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث باب کے ذیل میں محترم شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ قال الحافظ لیس فی قوله الادخل الجنة من الاشکال ما تقدم فی السیاق الماضی ای فی حدیث انس المتقدم لانه اعم من ان یکون قبل التعذیب او بعده انتهی ففیه اشارة الی انه مقطوع له بدخول الجنة لکن ان لم یکن صاحب کبیرة مات مصرا علیها دخل الجنة اولا وان کان صاحب کبیرة مات مصرا علیها فهو تحت المشیئة فان عفی عنه دخل اولا والا عذب بقدرها ثم اخرج من النار وخلد فی الجنة کذا قرروا فی شرح الحدیث (مرعاۃ' جلد : ۱/ ص : ۵۷)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کا اقرار صحیح کرنے والا اور شرک جلی اور خفی سے پورے طور پر پرہیز کرنے والا ضرور جنت میں جائے گا خواہ اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو۔ اس کا یہ جنت میں جانا یا تو گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد ہو گا یا پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اس کا جنت میں ایک نہ ایک دن داخل ہونا قطعی ہے اور اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوا اور کلمہ طیبہ ہی پر رہا تو وہ اول ہی میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس بارے میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سب میں تطبیق یہی ہے کہ کسی حدیث میں اجمال ہے اور کسی میں تفصیل ہے سب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک شرک ہی ایسا گناہ ہے جس کے لئے دوزخ میں ہیشگی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ (النساء : ۴۸) یعنی بے شک اللہ پاک ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور اس گناہ کے علاوہ وہ جس بھی گناہ کو چاہے بخش سکتا ہے۔ اعاذنا الله من الشرک الجلی والخفی۔ آمین

١ - بَابُ فِي الْجَنَائِزِ، وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

باب جنازوں کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں

ان کا بیان اور جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو' اس کا بیان۔

وَقِيلَ لِوَهَبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ، وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

اور وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ضرور ہے لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں ہوتی جس میں دندانے نہ ہوں۔ اس لئے اگر تم دندانے والی کنجی لاؤ گے تو تالا (قفل) کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

باب ما جاء حدیث باب کی شرح اور تفسیر ہے۔ یعنی حدیث باب میں جو آیا ہے کہ میری امت میں سے جو شخص توحید پر مرے گا وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اگرچہ اس نے زنا چوری وغیرہ بھی کی ہو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا آخری کلام جس پر اس کا خاتمہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ یعنی اس کو دخول جنت تب ہی نصیب ہو گا کہ وہ خدا کے ساتھ شریک نہ بناتا ہو اور اس کی موت کلمے پر ہو اور لا الہ الا اللہ نام ہے سارے کلمے کا جس طرح قل ہو اللہ نام ہے ساری سورۃ کا۔ کہتے ہیں کہ میں نے قل ہو اللہ پڑھی اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سورت پڑھی جس کے اول میں قل ہو اللہ کے الفاظ ہیں۔ للعلامۃ الغزنوی۔

اس کی وضاحت حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی یوں فرماتے ہیں والتلقين ان يذكره عنده ويقوله بحضرته ويتلفظ به عنده حتى يسمع ليتفطن فيقوله لا ان يامره به ويقول لا اله الا الله الا ان يكون كافرا فيقول له قل كما قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لعمه ابى طالب وللغلام اليهودى. (مرعاة' ج : ٢ / ص : ٢٤٧) یعنی تلقین کا مطلب یہ کہ اس کے سامنے اس کلمہ کا ذکر کرے اور اس کے سامنے اس کے لفظ ادا کرے تاکہ وہ خود ہی سمجھ کر اپنی زبان سے یہ کہنے لگ جائے۔ اسے حکم نہ کرے بلکہ اس کے سامنے لا الہ الا اللہ کہتا رہے اور اگر یہ تلقین کسی کافر کو کرنی ہے تو اس طرح تلقین کرے جس طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب اور ایک یہودی لڑکے کو تلقین کی تھی یعنی توحید و رسالت ہر دو کے اقرار کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ تلقین کرے۔ مسلمان کے لئے تلقین میں صرف کلمہ لا الہ الا اللہ کافی ہے۔ اسلئے کہ وہ مسلمان ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر اس کا ایمان ہے۔ لہٰذا تلقین میں صرف کلمہ توحید ہی اس کے لئے منقول ہے۔ ونقل جماعة من الاصحاب انه يضيف اليها محمد رسول الله (مرعاۃ حوالہ مذکور) یعنی بعض اصحاب سے یہ بھی منقول ہے کہ محمد رسول اللہ کا بھی اضافہ کیا جائے مگر جمہور سے صرف لا الہ الا اللہ ہی کے اوپر اقتصار کرنا منقول ہے۔ مگر یہ حقیقت پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کے ہر دو اجزاء یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص صرف پہلا جزو تسلیم کرے اور دوسرے جز سے انکار کرے تو وہ بھی عند اللہ کافر مطلق ہی ہے۔

١٢٣٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَأَخْبَرَنِي - أَوْ قَالَ : بَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا

(١٢٣٧) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے' کہا ہم سے واصل بن حیان احدب (کبڑے) نے' ان سے معرور بن سوید نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ذر غفاری بنائشہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ خواب میں) میرے پاس میرے رب کا ایک آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی' یا آپ نے یہ فرمایا کہ اس نے مجھے خوش خبری دی کہ میری امت میں سے جو کوئی

يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: ((وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ)).

[أطرافه في: ١٤٠٨، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧].

اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر میں نے پوچھا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو' اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو۔

تشریح ابن رشید نے کہا احتمال ہے کہ امام بخاریؒ کی یہ مراد ہو کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ کلمہ توحید موت کے وقت پڑھ لے اسکے گزشتہ گناہ ساقط ہو کر معاف ہو جائیں گے اور اخلاص ملتزم توبہ اور ندامت ہے اور اس کلمے کا پڑھنا اس کیلئے نشانی ہو اور ابوذرؓ کی حدیث اس واسطے لائے تاکہ ظاہر ہو کہ صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ اعتقاد اور عمل ضروری ہے۔ اس واسطے کتاب اللباس میں ابو ذرؓ کی حدیث کے آخر میں ہے کہ ابو عبداللہ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث موت کے وقت کیلئے ہے یا اس سے پہلے جب توبہ کرے اور نادم ہو۔ وہیب کے اثر کو مؤلف نے اپنی تاریخ میں موصولاً روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے حلیۃ میں (فتح الباری)

١٢٣٨- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ دَخَلَ النَّارَ)). وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

[طرفاه في: ٤٤٩٧، ٦٦٨٣].

(۱۲۳۸) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح اس کی مزید وضاحت حدیث انس بڑائیں میں موجود ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو دنیا بھر کے گناہ لے کر مجھ سے ملاقات کرے مگر تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس دنیا بھر کی مغفرت لے کر آؤں گا (رواہ الترمذی) خلاصہ یہ کہ شرک بدترین گناہ ہے اور توحید اعظم ترین نیکی ہے۔ موحد گنہگار مشرک عبادت گزار سے بہرحال ہزار درجے بہتر ہے۔

٢- بَابُ الأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

باب جنازہ میں شریک ہونے کا حکم

١٢٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَشْعَثِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا

(۱۲۳۹) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اشعث بن ابی الشعثاء نے' انہوں نے کہا کہ میں نے معاویہ بن سوید مقرن سے سنا' وہ براء بن عازبؓ سے نقل کرتے تھے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں آپؐ نے حکم دیا تھا جنازے کے ساتھ چلنے' مریض کی

بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ. وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ، وَالْقَسِّيِّ، وَالإِسْتَبْرَقِ))

[أطرافه في: ٢٤٤٥، ٥١٧٥، ٥٦٣٥، ٥٦٥٠، ٥٨٣٨، ٥٨٤٩، ٥٨٦٣، ٦٢٢٢، ٦٢٣٥، ٦٦٥٤].

مزاج پرسی' دعوت قبول کرنے' مظلوم کی مدد کرنے کا' قسم پوری کرنے کا' سلام کے جواب دینے کا' چھینک پر یرحمک اللہ کہنے کا اور آپؐ نے ہمیں منع کیا تھا چاندی کا برتن (استعمال میں لانے) سے' سونے کی انگوٹھی پہننے سے' ریشم اور دیباج (کے کپڑوں کے پہننے) سے' قسی سے' استبرق سے۔

دیباج اور قسی اور استبرق یہ بھی ریشمی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ قسی کپڑے شام سے یا مصر سے بن کر آتے اور استبرق موٹا ریشمی کپڑا۔ یہ سب چھ چیزیں ہوئیں۔ ساتویں چیز کا بیان اس روایت میں چھوٹ گیا ہے۔ وہ ریشمی چارجاموں پر سوار ہونا یا ریشمی گدیوں پر جو زین کے اوپر رکھی جاتی ہیں۔

١٢٤٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ.

(۱۲۴۰) ہم سے محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ابی سلمہ نے بیان کیا' ان سے امام اوزاعی نے' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبردی' کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا' مریض کا مزاج معلوم کرنا' جنازے کے ساتھ چلنا' دعوت قبول کرنا' اور چھینک پر (اس کے الحمدللہ کے جواب میں) یرحمک اللہ کہنا۔ اس روایت کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معمر نے خبردی تھی۔ اور اس کی روایت سلامہ نے بھی عقیل سے کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے جنازہ میں شرکت کرنا بھی حقوق مسلمین میں داخل ہے۔ حافظ نے کہا کہ عبدالرزاق کی روایت کو امام مسلمؒ نے نکالا ہے اور سلامہ کی روایت کو ذہلی نے زہریات میں۔

٣- بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ

باب میت کو جب کفن میں لپیٹا جا چکا ہو تو اس کے پاس جانا (جائز ہے)

١٢٤١، ١٢٤٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي

(۱۲۴۱'۴۲) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ مجھے معمر بن راشد اور یونس نے خبر دی' انہیں

مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: ((أَقْبَلَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ ﷺ- وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ - فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكَى فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللهِ، لاَ يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ: أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَ اللهُ عَلَيْكَ فَقَد مُتَّهَا)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ، فَأَبَى. فَقَالَ: اجْلِسْ، فَأَبَى. فَتَشَهَّدَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنكُم يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لاَ يَمُوتُ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، إِلَى الشَّاكِرِينَ﴾ [آل عمران: ١٤٤]. وَاللهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللهَ أَنْزَلَ حَتَّى تَلاَهَا أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فتلقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلاَّ يتْلُوهَا)).

زہری نے، کہا کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ (جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی) ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کسی سے گفتگو کئے بغیر عائشہؓ کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی) اور نبی کریم ﷺ کی طرف گئے۔ حضور اکرم کو برد حبرہ (یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے حضورؐ کا چہرہ مبارک کھولا اور جھک کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سوا ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پا چکے۔ ابو سلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا امابعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے "اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں"۔ الشاکرین تک (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ نے یہ آیت آپ سے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔

[أطرافه في: ٣٦٦٧، ٣٦٦٩، ٤٤٥٢، ٤٤٥٥، ٥٧١٠].

[أطرافه في: ٣٦٦٨، ٣٦٧٠، ٤٤٥٣، ٤٤٥٤، ٤٤٥٧، ٥٧١١].

تشریح آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کو بوسہ دیا۔ یہیں سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ وفات نبوی پر صحابہ کرام میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ مگر بر وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے امت کو سنبھالا اور حقیقت حال کا اظہار فرمایا جس سے مسلمانوں میں ایک گونہ سکون ہو گیا اور سب کو اس بات پر اطمینان کلی حاصل ہو گیا کہ اسلام اللہ کا سچا دین ہے وہ اللہ جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے اسلام کی بقا پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ آپؐ رسولوں کی جماعت کے ایک فرد فرید ہیں۔ اور دنیا میں جو بھی رسول آئے اپنے اپنے وقت پر سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ایسے ہی آپ بھی اپنا مشن پورا کر کے ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ صلی اللہ علی حبیبہ وبارک وسلم۔ بعض صحابہ کا یہ خیال بھی ہو گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اسی لئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ پاک آپؐ پر دو موت طاری نہیں کرے گا۔ اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ آمین

١٢٤٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلاَءِ - امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ- أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُونَ قُرْعَةً، فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ، رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا يُدْرِيكِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَكْرَمَهُ؟)) فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: ((أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ. وَاللهِ إِنِّي لأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللهِ مَا أَدْرِي - وَأَنَا رَسُولُ اللهِ - مَا يُفْعَلُ بِي)). قَالَتْ:

(۱۲۴۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے کہا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے فرمایا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ ام العلاء انصار کی ایک عورت نے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی' نے انہیں خبر دی کہ مہاجرین قرعہ ڈال کر انصار میں بانٹ دیئے گئے تو حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصہ میں آئے۔ چنانچہ ہم نے انہیں اپنے گھر میں رکھا۔ آخر وہ بیمار ہوئے اور اسی میں وفات پا گئے۔ وفات کے بعد غسل دیا گیا اور کفن میں لپیٹ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا ابو سائب آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں میری آپ کے متعلق شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت فرمائی ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت فرمائی ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر کس کی اللہ تعالیٰ عزت افزائی کرے گا؟ آپ نے فرمایا اس میں شبہ نہیں کہ ان کی موت آ چکی' قسم اللہ کی کہ میں بھی ان کے لئے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں لیکن واللہ! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو گا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول

فَوَ اللهِ لاَ أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا.

ہوں۔ ام العلاء نے کہا کہ خدا کی قسم! اب میں کبھی کسی کے متعلق (اس طرح کی) گواہی نہیں دوں گی۔

تشریح: اس روایت میں کئی امور کا بیان ہے۔ ایک تو اس کا کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی پریشانی رفع کرنے کے لئے انصار سے ان کا بھائی چارہ قائم کرا دیا۔ اس بارے میں قرعہ اندازی کی گئی اور جو مہاجر جس انصاری کے حصہ میں آیا وہ اس کے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے سگے بھائیوں سے زیادہ ان کی خاطر تواضع کی۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے غسل و کفن کے بعد عثمان بن مظعون کو دیکھا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ کسی بھی بندے کے متعلق حقیقت کا علم اللہ ہی کو حاصل ہے۔ ہمیں اپنے ظن کے مطابق ان کے حق میں نیک گمان کرنا چاہئے۔ حقیقت حال کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔

کئی معاندین اسلام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو خود اپنی بھی نجات کا یقین نہ تھا تو آپ اپنی امت کی کیا سفارش کریں گے۔

اس اعتراض کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ابتدائے اسلام کا ہے' بعد میں اللہ نے آپ کو سورۂ فتح میں یہ بشارت دی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے تو یہ اعتراض خود رفع ہو گیا اور ثابت ہوا کہ اس کے بعد آپ کو اپنی نجات سے متعلق یقین کامل حاصل ہو گیا تھا۔ پھر بھی شان بندگی اس کو مستلزم ہے کہ پروردگار کی شان صمدیت ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے۔ آپ کا شفاعت کرنا برحق ہے۔ بلکہ شفاعت کبریٰ کا مقام محمود آپ کو حاصل ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ.. مِثْلَهُ. وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عُقَيْلٍ: مَا يُفْعَلُ بِهِ. وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَمَعْمَرٌ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا اور ان سے لیث نے سابقہ روایت کی طرح بیان کیا' نافع بن یزید نے عقیل سے (مایفعل بی کے بجائے) مایفعل بہ کے الفاظ نقل کئے ہیں اور اس روایت کی متابعت شعیب' عمرو بن دینار اور معمر نے کی ہے۔

[أطرافه في : ٢٦٨٧، ٣٩٢٩، ٧٠٠٣، ٧٠٠٤، ٧٠١٨].

اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ حالانکہ اس کے حق میں میرا گمان نیک ہی ہے۔

١٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي، وَيَنْهَوْنِي عَنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ لاَ يَنْهَانِي، فَجَعَلَتْ عَمَّتِي

(۱۲۴۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن منکدر سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ جب میرے والد شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ آخر میری چچی فاطمہ بھی رونے

فَاطِمَةُ تَبْكِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَبْكِيْنَ أَوْ لاَ تَبْكِيْنَ، مَا زَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوْهُ)) تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

لگیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ روؤ یا چپ رہو۔ جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں ملائکہ تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اس روایت کی متابعت شعبہ کے ساتھ ابن جریج نے کی' انہیں ابن منکدر نے خبر دی اور انہوں نے جابرؓ سے سنا۔

[أطرافه في : ١٢٩٣، ٢٨١٦، ٤٠٨٠].

منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کافروں نے حضرت جابرؓ کے والد کو قتل کر کے ان کے ناک کان بھی کاٹ ڈالے تھے۔ ایسی حالت میں صحابہ نے یہ مناسب جانا کہ جابرؓ ان کو نہ دیکھیں تو بہتر ہو گا تاکہ ان کو مزید صدمہ نہ ہو۔ حدیث سے نکلا کہ مردے کو دیکھ سکتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جابر کو منع نہیں فرمایا۔

٥- بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ

باب آدمی اپنی ذات سے موت کی خبر میت کے وارثوں کو سنا سکتا ہے

١٢٤٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَومِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ، خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا)).

(١٢٤٥) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سعید بن مسیب نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی۔ پھر آپ نماز پڑھنے کی جگہ گئے۔ اور لوگوں کے ساتھ صف باندھ کر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کہیں۔

[أطرافه في : ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١].

تشریح بعضوں نے اس کو برا سمجھا ہے' امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر ان کا رد کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود نجاشی اور زید اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی موت کی خبریں ان کے لوگوں کو سنائیں' آپؐ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ وہ حبش کے ملک میں مرا تھا۔ آپؐ مدینہ میں تھے تو میت غائب پر نماز پڑھنا جائز ہوا۔ اہلحدیث اور جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب یہ تاویل کہ اس کا جنازہ آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا تھا فاسد ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے اگر سامنے بھی لایا گیا ہو تو آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا ہو گا نہ کہ صحابہ کے' انہوں نے تو غائب پر نماز پڑھی۔ (وحیدی)

نجاشی کے متعلق حدیث کو مسلم و احمد و نسائی و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور سب نے ہی اس کی تصحیح کی ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: وقد استدل بهذه القصة القائلون بمشروعية الصلوة على الغائب عن البلد قال فى الفتح و بذلك قال الشافعى واحد وجمهور السلف حتى قال ابن حزم لم يات عن احمد من الصحابة منعه قال الشافعى الصلوة على الميت دعاء له فكيف لا يدعى له وهو غائب او فى

القبر۔ (نیل الاوطار) یعنی جو حضرات نماز جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل پکڑی ہے اور فتح الباری میں ہے کہ امام شافعی اور احمد اور جمہور سلف کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ علامہ ابن حزم کا قول تو یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت نقل نہیں ہوئی۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میت کے لئے دعا ہے۔ پس وہ غائب ہو یا قبر میں اتار دیا گیا ہو' اس کے لئے دعا کیوں نہ کی جائے گی۔

نجاشی کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا جن کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ تبوک میں تھے اور معاویہ بن مقرن اور معاویہ بن معاویہ مزنی کے متعلق بھی ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے جنازے غائبانہ ادا فرمائے۔ اگرچہ یہ روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔ پھر بھی واقعہ نجاشی سے ان کی تقویت ہوتی ہے۔

جو لوگ نماز جنازہ غائبانہ کے قائل نہیں ہیں وہ اس بارے میں مختلف اعتراض کرتے ہیں۔ علامہ شوکانی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں والحاصل انه لم يات المانعون من الصلوة على الغائب بشئی يعتد به الخ یعنی مانعین کوئی ایسی دلیل نہ لا سکے ہیں جسے گنتی شمار میں لایا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ بلا کراہت جائز و درست ہے تفصیل مزید کے لئے نیل الاوطار' (جلد: ۳/ ص: ۵۶'۵۵) کا مطالعہ کیا جائے۔

١٢٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ بِلاَلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ - وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَتَذْرِفَانِ- ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ)).

[أطرافه في: ٢٧٩٨، ٣٠٦٣، ٣٦٣٠، ٣٧٥٧، ٦٢٤٢].

(۱۲۴۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے حمید بن بلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہ رہے تھے۔ (آپؐ نے فرمایا) اور پھر خالد بن ولیدؓ نے خود اپنے طور پر جھنڈا اٹھالیا اور ان کو فتح حاصل ہوئی۔

یہ غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے جو ۸ھ میں ملک شام کے پاس بلقان کی سرزمین پر ہوا تھا۔ مسلمان تین ہزار تھے اور کافر بے شمار' آپ نے زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور فرما دیا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ قیادت کریں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ۔ یہ تینوں سردار شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے (از خود) کمان سنبھالی اور (اللہ نے ان کے ہاتھ پر) کافروں کو شکست فاش دی۔ نبی کریم ﷺ نے لشکر کے لوٹنے سے پہلے ہی سب خبریں لوگوں کو سنا دیں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے کئی معجزات بھی مذکور ہوئے ہیں)

٥- بَابُ الإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

باب جنازہ تیار ہو تو لوگوں کو خبر دینا

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

اور ابو رافع نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی

عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلاَ كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي؟)).

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔

١٢٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُهُ، فَمَاتَ بِاللَّيْلِ، فَدَفَنُوهُ لَيْلاً. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ: ((مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي؟)) قَالُوا : كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا - وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ - أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ. فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

[راجع: ٨٥٧]

(۱۲۴۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' انہیں ابو معاویہ نے خبردی' انہیں ابو اسحاق شیبانی نے' انہیں شعبی نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک شخص کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ چونکہ ان کا انتقال رات میں ہوا تھا اس لئے رات ہی میں لوگوں نے انہیں دفن کر دیا اور جب صبح ہوئی تو آنحضور ﷺ کو خبردی۔ آپؐ نے فرمایا (کہ جنازہ تیار ہوتے وقت) مجھے بتانے میں (کیا) رکاوٹ تھی؟ لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا بھی تھا۔ اسلئے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں آپکو تکلیف ہو۔ پھر آنحضور ﷺ اسکی قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرنے والوں کے نماز جنازہ کے لئے سب کو اطلاع ہونی چاہئے اور اب بھی ایسے مواقع میں جنازہ قبر پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

٦- بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

باب اس شخص کی فضیلت جس کی کوئی اولاد مرجائے اور وہ اجر کی نیت سے صبر کرے

وَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة:١٥٥]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا۔

١٢٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلاَثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلاَّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ)).

[طرفه في: ١٣٨١].

(۱۲۴۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے' ان سے عبدالعزیز نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔

١٢٤٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:

(۱۲۴۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ اصبہانی نے' ان سے ذکوان نے اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ

((أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا. فَوَعَظَهُنَّ وَقَالَ: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلاَثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). قَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)).

[راجع: ۱۰۱]

سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لئے آپؐ ایک دن خاص فرما دیجئے۔ آنحضور ﷺ نے (ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں) ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں تو وہ اس کے لئے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔ اس پر ایک عورت نے پوچھا' حضور! اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپ نے فرمایا کہ دو بچوں پر بھی۔

۱۲۵۰- وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ : ((لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ)). [راجع: ۱۰۲]

(۱۲۵۰) شریک نے ابن اصبہانی سے بیان کیا کہ ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ "وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں"۔

۱۲۵۱- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلاَثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلاَّ تَحِلَّةَ الْقَسَمِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلاَّ وَارِدُهَا﴾. [طرفه في: ٦٦٥٦].

(۱۲۵۱) ہم سے علی نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا' انہوں نے سعید بن مسیب سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے اگر تین بچے مرجائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لئے۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (قرآن کی آیت یہ ہے) تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا۔

تشریح نابالغ بچوں کی وفات پر اگر ماں باپ صبر کریں تو اس پر ثواب ملتا ہے۔ قدرتی طور پر اولاد کی موت ماں باپ کے لئے بہت بڑا غم ہے اور اسی لئے اگر کوئی اس پر یہ سمجھ کر صبر کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ بچہ دیا تھا اور اب اسی نے اٹھالیا تو اس حادثہ کی سنگینی کے مطابق اس پر ثواب بھی اتنا ہی ملے گا۔ اس کے گناہ معاف ہو جائیںگے اور آخرت میں اس کی جگہ جنت میں ہوگی۔ آخر میں یہ بتایا ہے کہ جہنم سے یوں تو ہر مسلمان کو گزرنا ہوگا لیکن جو مومن بندے اس کے مستحق نہیں ہوں گے' ان کا گزرنا بس ایسا ہی ہوگا جیسے قسم پوری کی جارہی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر قرآن مجید کی آیت بھی لکھی ہے۔ بعض علماء نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ پل صراط چونکہ ہے ہی جہنم پر ہے اور اس سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا۔ اب جو نیک ہے وہ اس سے بآسانی گزر جائے گا لیکن بدعمل یا کافر اس سے گزر نہ سکیں گے اور جہنم میں چلے جائیںگے تو جہنم سے گزرنے سے یہی مراد ہے۔

یہاں اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ حدیث میں نابالغ اولاد کے مرنے پر اس اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بالغ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ بالغ اور خصوصاً جوان اولاد کی موت کا سانحہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے ماں باپ کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ایک بچے کی موت پر بھی یہی وعدہ موجود ہے۔ جہاں تک صبر کا تعلق ہے وہ بہرحال بالغ کی موت پر بھی ملے گا۔

الغرض دوزخ کے اوپر سے گزرنے کا مطلب پل صراط کے اوپر سے گزرنا مراد ہے جو دوزخ کے پشت پر نصب ہے پس مومن کا دوزخ میں جانا یہی پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ آیت شریفہ ﴿ وان منكم الا واردها ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔

٧- باب قولِ الرَّجلِ للمرأةِ عندَ القبرِ : اصبِري

باب کسی مرد کا کسی عورت سے قبر کے پاس یہ کہنا کہ صبر کر۔

١٢٥٢- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ : ((اتَّقِي اللهَ، وَاصْبِرِيْ)).

[أطرافه في: ١٢٨٣، ١٣٠٢، ٧١٥٤].

(۱۲۵۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ خدا سے ڈر اور صبر کر۔

(تفصیل آگے آ رہی ہے)

٨- بَابُ غُسْلِ الْـمَيِّتِ وَوُضُوئِهِ بِالْـمَاءِ وَالسِّدْرِ

باب میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا اور وضو کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عنهمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهُ، وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: الْـمُسْلِمُ لاَ يَنْجُسُ حَيًّا وَلاَ مَيِّتًا. وَقَالَ سَعْدٌ: لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسَسْتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْـمُؤْمِنُ لاَ يَنْجُسُ)).

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بچے (عبدالرحمٰن) کے خوشبو لگائی پھر اس کی نعش اٹھا کر لے گئے اور نماز پڑھی' پھر وضو نہیں کیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا' زندہ ہو یا مردہ۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر (سعید بن زیدؓ) کی نعش نجس ہوتی تو میں اسے چھوتا ہی نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

١٢٥٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ ابْنَتُهُ فَقَالَ: ((أَغْسِلْنَهَا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ

(۱۲۵۳) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے' ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی آپ وہاں تشریف لائے' اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملالو اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے

كَافُورٍ. فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)). فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ))، يَعْنِي إِزَارَهُ. [راجع: ١٦٧]

خبر دے دینا۔ چنانچہ ہم نے جب غسل دے لیا تو آپؐ کو خبر دیدی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اسے ان کی قمیص بنا دو۔ آپ کی مراد اپنے ازار سے تھی۔

تشریح حضرت امام بخاریؒ کا مطلب باب یہ ہے کہ مومن مرنے سے ناپاک نہیں ہو جاتا اور غسل محض بدن کو پاک صاف کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس لئے غسل کے پانی میں بیری کے پتوں کا ڈالنا مسنون ہوا۔ ابن عمرؓ کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں وصل کیا۔ اگر مردہ نجس ہوتا تو عبداللہ بن عمرؓ اس کو نہ چھوتے نہ اٹھاتے اگر چھوتے تو اپنے اعضاء کو دھوتے۔ امام بخاریؒ نے اس سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا کہ جو میت کو نہلائے وہ غسل کرے اور جو اٹھائے وہ وضو کرے۔ عبداللہ بن عباس کے قول کو سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ وصل کیا اور یہ کہ "مومن نجس نہیں ہوتا۔" اس روایت کو مرفوعاً خود امام بخاریؒ نے کتاب الغسل میں روایت کیا ہے اور سعد بن ابی وقاص کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا کہ سعدؓ کو سعید بن زید کے مرنے کی خبر ملی۔ وہ گئے اور ان کو غسل اور کفن دیا' خوشبو لگائی اور گھر میں آکر غسل کیا اور کہنے لگے کہ میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے نہ کہ مردے کو غسل دینے کی وجہ سے۔ اگر وہ نجس ہوتا تو میں اسے ہاتھ ہی کیوں لگاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو اپنا ازار تبرک کے طور پر عنایت فرمایا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ اسے قمیص بنا دو کہ یہ ان کے بدن مبارک سے ملا رہے۔ جمہور کے نزدیک میت کو غسل دلانا فرض ہے۔

٩- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ وِتْرًا

باب میت کو طاق مرتبہ غسل دینا مستحب ہے

١٢٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا. فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)). فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). [راجع: ١٦٧]

(١٢٥٤) ہم سے محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے محمد نے' ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دو یا اس سے بھی زیادہ۔ پانی اور بیری کے پتوں سے اور آخر میں کافور بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دے دینا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کو خبر کر دی۔ آپ نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ اندر اس کے بدن پر لپیٹ دو۔

فَقَالَ أَيُّوبُ: وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ: ((اغْسِلْنَهَا وِتْرًا)) وَكَانَ فِيهِ ((ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا)) وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ: ((ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا))

ایوب نے کہا کہ مجھ سے حفصہ نے بھی محمد بن سیرین کی حدیث کی طرح بیان کیا تھا۔ حفصہ کی حدیث میں تھا کہ طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں یہ تفصیل تھی کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ (غسل دینا) اور اس میں یہ بھی بیان تھا کہ میت کے دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل شروع کیا جائے۔ یہ بھی اسی حدیث میں تھا کہ ام عطیہ رضی

وَكَانَ فِيْهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ عورت کے سر میں کنگھی کر کے اس کے بالوں کی تین لٹیں گوندھ کر پیچھے ڈال دیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہی قول ہے۔

١٠- بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

باب اس بیان میں کہ (غسل) میت کی دائیں طرف سے شروع کیا جائے

١٢٥٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ: ((ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا)). [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا تھا کہ دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل شروع کرنا۔

ہر اچھا کام دائیں طرف سے شروع کرنا مشروع ہے اور اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

١١- بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَيِّتِ

باب اس بارے میں کہ پہلے میت کے اعضاء وضو کو دھویا جائے

١٢٥٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا غَسَّلْنَا ابْنَةَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَنَا - وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا -: ((ابْدَؤُوا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا)). [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۶) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' ان سے سفیان نے' ان سے خالد حذاء نے' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو ہم غسل دے رہی تھیں۔ جب ہم نے غسل شروع کر دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ غسل دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے شروع کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے استنجاء وغیرہ کرا کے وضو کرایا جائے اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ثابت ہوا پھر غسل دلایا جائے اور غسل دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔

١٢- بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

باب اس بیان میں کہ کیا عورت کو مرد کے ازار کا کفن دیا جا سکتا ہے؟

١٢٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ ((تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَنَا: أَغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي. فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). [راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۷) ہم سے عبدالرحمٰن بن حماد نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ابن عون نے خبردی' انہیں محمد نے' ان سے ام عطیہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر آپؐ نے ہمیں فرمایا کہ تم اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی غسل دے سکتی ہو۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ چنانچہ جب ہم غسل دے چکیں تو آپ کو خبر دی اور آپؐ نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ اسے اسکے بدن سے لپیٹ دو۔

ابن بطال نے کہا کہ اس کے جواز پر اتفاق ہے اور جس نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کی بات اور تھی دوسروں کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ اس کا قول بے دلیل ہے۔

١٣- بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِي آخِرِهِ

باب میت کے غسل میں کافور کا استعمال آخر میں ایک بار کیا جائے

١٢٥٨- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: ((تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ فَقَالَ: ((أَغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)). قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِنَحْوِهِ.

[راجع: ١٦٧]

(۱۲۵۸) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا' بیان کیا کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ و سلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور آخر میں کافور' یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے کہلا بھجوایا۔ آپ نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ اسے اندر جسم پر لپیٹ دو۔ ایوب نے حفصہ بنت سیرین سے روایت کی' ان سے ام عطیہؓ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

١٢٥٩- وَقَالَتْ: إِنَّهُ قَالَ: ((أَغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ)) قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ((وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ

(۱۲۵۹) اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں یوں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ غسل دے سکتی ہو۔ حفصہ نے بیان کیا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سر کے بال

قُرُونٍ))۔ [راجع: ۱۶۷]

تین لٹوں میں تقسیم کردیئے تھے۔

۱۴- بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ

باب میت عورت ہو تو غسل کے وقت اس کے بال کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَيِّتِ.

اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ میت (عورت) کے سر کے بال کھولنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۲۶۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ: حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَلاَثَةَ قُرُونٍ، نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلاَثَةَ قُرُونٍ))۔ [راجع: ۱۶۷]

(۱۲۶۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا انہیں ابن جریج نے خبردی' ان سے ایوب نے بیان کیا کہ میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کردیا تھا۔ پہلے بال کھولے گئے پھر انہیں دھو کر ان کی تین چوٹیاں کردی گئیں۔

۱۵- بَابُ كَيْفَ الإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ؟

باب میت پر کپڑا کیونکر لپیٹنا چاہئے

وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کے لئے ایک پانچواں کپڑا چاہئے جس سے قمیص کے تلے رانیں اور سرین باندھے جائیں

تشریح اس کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ عورت کے کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ احمد اور ابوداؤد کی روایت میں لیلیٰ بنت قانف سے یہ ہے کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنہوں نے حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم ﷺ کو غسل دیا تھا۔ پہلے آپ نے کفن کے لئے تہبند دیا پھر کرتہ اور اوڑھنی یعنی سربندھن پھر چادر پھر لفافہ میں لپیٹ دی گئیں۔ معلوم ہوا کہ عورت کے کفن میں یہ پانچ کپڑے سنت ہیں اگر میسر ہوں ورنہ مجبوری میں ایک بھی جائز ہے۔

۱۲۶۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُولُ: ((جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ مِنَ اللاَّتِي بَايَعْنَ - قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ، فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ

(۱۲۶۱) ہم سے احمد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہیں ابن جریج نے خبردی' انہیں ایوب نے خبردی' کہا کہ میں نے ابن سیرین سے سنا' انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں انصار کی ان خواتین میں سے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی' ایک عورت آئی۔ بصرہ میں انہیں اپنے ایک بیٹے کی تلاش تھی' لیکن وہ نہ ملا۔ پھر اس نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا

رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي)). قَالَ: فَلَمَّا فَرَغْنا أَلْقى إِلينا حِقْوَهُ فقال: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ))، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ. وَلاَ أَدْرِيْ أَيُّ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ أَنَّ الإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيْهِ. وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِيْنَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلاَ تُؤْزَرَ.

[راجع: ١٦٧]

چاہئے اور آخر میں کافور بھی استعمال کر لینا۔ غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر کرا دینا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غسل دے چکیں (تو اطلاع دی) اور آپ نے ازار عنایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اندر بدن سے لپیٹ دو۔ اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ کی کونسی بیٹی تھیں (یہ ایوب نے کہا) اور انہوں نے بتایا کہ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اس میں نعش لپیٹ دی جائے۔ ابن سیرینؒ بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے بدن میں اسے لپیٹا جائے' ازار کے طور پر نہ باندھا جائے۔

١٦- بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ثَلاَثَةَ قُرُونٍ

باب اس بیان میں کہ کیا عورت میت کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے جائیں؟

١٢٦٢- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((ضَفَرْنَا شَعْرَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ))- تَعْنِي ثَلاَثَةَ قُرُونٍ - وَقَالَ وَكِيْعٌ قَالَ سُفْيَانُ: ((نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا)).

[راجع: ١٦٧]

(۱۲۶۲) ہم سے قبیصہ نے حدیث بیان کی' ان سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے ام ہذیل نے اور ان سے ام عطیہؓ نے' انہوں نے کہا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی بیٹی کے سر کے بال گوندھ کر ان کی تین چوٹیاں کر دیں اور وکیع نے سفیان سے یوں روایت کیا' ایک پیشانی کی طرف کے بالوں کی چوٹی اور دو ادھر ادھر کے بالوں کی۔

١٧- بَابُ يُلْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثلاثة قرون

باب عورت کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر اس کے پیچھے ڈال دی جائیں

١٢٦٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ ((تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكِ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ، وَاجْعَلْنَ فِي الآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ

(۱۲۶۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے ہشام بن حسان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حفصہ نے بیان کیا' ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے لو۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو اور آخر میں کافور یا (آپؐ نے یہ فرمایا کہ) تھوڑی سی کافور استعمال کرو پھر جب غسل دے چکو تو مجھے خبر دو۔ چنانچہ فارغ ہو کر ہم

فَآذِنَّنِي)). فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ، فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلاَثَةَ قُرُونٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا)). [راجع: ١٦٧]

نے آپ کو خبردی تو آپؐ نے (ان کے کفن کے لئے) اپنا ازار عنایت کیا۔ ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں کر کے انہیں پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا۔

صحیح ابن حبان میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا تھا کہ بالوں کی تین چوٹیاں کر دو۔ اس حدیث سے میت کے بالوں کا گوندھنا بھی ثابت ہوا۔

١٨- بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ لِلْكَفَنِ

باب اس بارے میں کہ کفن کے لئے سفید کپڑے ہونے مناسب ہیں

١٢٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِنَّ قَمِيصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ)).

[أطرافه في: ١٢٧١، ١٢٧٢، ١٢٧٣، ١٣٨٧].

(۱۲۶۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے خبردی' انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں (ان کی خالہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے تین سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

تشریح بلکہ ایک ازار تھی ایک چادر ایک لفافہ پس سنت یہی تین کپڑے ہیں عمامہ باندھنا بدعت ہے۔ حنابلہ اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو مکروہ رکھا ہے اور شافعیہ نے قمیص اور عمامہ کا بڑھانا بھی جائز رکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا آنحضرت ﷺ کے کفن کے بارے میں جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگ زندگی بھر شادی غمی کے رسوم اور بدعات میں گرفتار رہتے ہیں اور مرتے وقت بھی بیچاری میت کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کہیں کفن خلاف سنت کرتے ہیں کہیں لفافہ کے اوپر ایک چادر ڈالتے ہیں کہیں میت پر شامیانہ تانتے ہیں' کہیں تیجا دسواں چہلم کرتے ہیں۔ کہیں قبر میں پیری مریدی کا شجر رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کا چراغ جلاتے ہیں۔ کہیں صندل شیرینی چادر چڑھاتے ہیں۔ کہیں قبر پر میلہ اور مجمع کرتے ہیں اور اس کا نام عرس رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کو پختہ کرتے ہیں' اس پر عمارت اور گنبد اٹھاتے ہیں۔ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے اور ان کو نیک توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین (وحیدی)

روایت میں کفن نبوی کے متعلق لفظ "سحولیة" آیا ہے۔ جس کی تشریح علامہ شوکانی کے لفظوں میں یہ ہے۔ سحولية بضم المهملتين ويروى بفتح اوله نسبة الى سحول قرية باليمن قال النووى والفتح اشهر وهو رواية الاكثرين قال ابن الاعرابى وغيره هى ثياب بيض نقية لا تكون الامن القطن وقال ابن قتيبة ثياب بيض ولم يخصها بالقطن وفى رواية للبخارى "سحول" بدون نسبة وهو جمع سحل والسحل الثوب الابيض النقى ولا يكون الا من قطن كما تقدم وقال الازهرى بالفتح المدينة وبالضم الثياب وقيل النسبة الى القرية بضم

واما بالفتح فنسبة الی القصار لانه یسحل الثیاب ای ینقیها کذا فی الفتح (نیل الاوطار' جلد: ۳/ ص: ۴۰)

خلاصہ یہ کہ لفظ "سحولیہ" سین اور حاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور سین کا فتح بھی روایت کیا گیا ہے۔ جو ایک گاؤں کی طرف نسبت ہے جو یمن میں واقع تھا۔ ابن اعرابی وغیرہ نے کہا کہ وہ سفید صاف ستھرا کپڑا ہے جو سوتی ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں لفظ "سحول" آیا ہے جو سحل کی جمع ہے اور وہ سفید دھلا ہوا کپڑا ہوتا ہے۔ ازہری کہتے ہیں کہ سحول سین کے فتح کے ساتھ شہر مراد ہوگا اور سین کے ضمہ کے ساتھ دھوبی مراد ہوگا جو کپڑے کو دھو کر صاف شفاف بنا دیتا ہے۔

١٩- بابُ الْكَفَنِ فِي ثَوْبَيْنِ

١٢٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ- أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ - قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُحَنِّطُوْهُ، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)).

[أطرافه في: ١٢٦٦، ١٢٦٧، ١٢٦٨، ١٨٣٩، ١٨٤٩، ١٨٥٠، ١٨٥١].

باب دو کپڑوں میں کفن دینا

(۱۲۶۵) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد نے' ان سے ایوب نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں (احرام باندھے ہوئے) کھڑا ہوا تھا کہ اپنی سواری سے گر پڑا اور سواری نے انہیں کچل دیا۔ یا (وقصته کے بجائے یہ لفظ) اوقصته کہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انہیں کفن دو اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ انہیں خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر چھپاؤ۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

ثابت ہوا کہ محرم کو دو کپڑوں میں دفنایا جائے۔ کیونکہ وہ حالت احرام میں ہے اور محرم کے لئے احرام کی صرف دو ہی چادریں ہیں' برخلاف اس کے دیگر مسلمانوں کے لئے مرد کے لئے تین چادریں اور عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔

٢٠- بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

١٢٦٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ- أَوْ قَالَ: فَأَقْعَصَتْهُ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُحَنِّطُوْهُ، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ

باب میت کو خوشبو لگانا

(۱۲۶۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ میدان عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھا کہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اونٹ نے انہیں کچل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیکر دو کپڑوں کا کفن دو' خوشبو نہ لگاؤ اور نہ سر ڈھکو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں لبیک کہتے ہوئے

يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)).

اٹھائے گا۔

تشریح محرم کو خوشبو نہ لگائی جائے' اس سے ثابت ہوا کہ غیر محرم میت کو خوشبو لگانی چاہئے۔ باب کا مقصد یہی ہے۔ محرم کو خوشبو کے لئے اس واسطے منع فرمایا کہ وہ حالت احرام ہی میں ہے اور قیامت میں اس طرح لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا اور ظاہر ہے کہ محرم کو حالت احرام میں خوشبو کا استعمال منع ہے۔

٢١- بَابُ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْـمُحْرِمُ؟

باب محرم کو کیونکر کفن دیا جائے

١٢٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَجُلاً وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُمِسُّوهُ طِيْبًا، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا)). وَفِي نُسْخَةٍ مُلَبِّدًا.

(١٢٦٧) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو عوانہ نے خبر دی' انہیں ابو بشر جعفر نے' انہیں سعید بن جبیر نے' انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے کہ ایک شخص کی گردن اس کے اونٹ نے توڑ ڈالی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ ان کے سر کو ڈھکو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اٹھائے گا' اس حالت میں کہ وہ لبیک پکارتا ہو گا۔

١٢٦٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، قَالَ أَيُّوبُ: فَوَقَصَتْهُ- وَقَالَ عَمْرٌو: فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ، فَقَالَ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُحَنِّطُوهُ، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَيُّوبُ : يُلَبِّي، وَقَالَ عَمْرٌو: مُلَبِّيًا)).

(١٢٦٨) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے حماد بن زید نے' ان سے عمرو اور ایوب نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان عرفات میں کھڑا ہوا تھا' اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا۔ ایوب نے کہا اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ اور عمرو نے یوں کہا کہ اونٹنی نے اس کو گرتے ہی مار ڈالا اور اس کا انتقال ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ سر ڈھکو کیونکہ قیامت میں یہ اٹھایا جائے گا۔ ایوب نے کہا کہ (یعنی) تلبیہ کہتے ہوئے (اٹھایا جائے گا) اور عمرو نے (اپنی روایت میں ملبی کے بجائے) ملبیا کا لفظ نقل کیا۔ (یعنی لبیک کہتا ہوا اٹھے گا)

معلوم ہوا کہ محرم مر جائے تو اس کا احرام باقی رہے گا۔ شافعیہ اور اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

٢٢- بَابُ الْكَفَنِ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِي يُكَفُّ أَوْ لاَ يُكَفُّ، وَمَنْ كُفِّنَ

باب قمیص میں کفن دینا اس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا ہو اور بغیر قمیص کے

بغَيْرِ قَمِيصٍ

١٢٦٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ أُبَيِّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَعْطِنِي قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ. فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ فَقَالَ: ((آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ)). فَآذَنَهُ. فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَلَيْسَ اللهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ؟ فَقَالَ: ((أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ﴾ فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ: ﴿ وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا ﴾)).

[أطرافه في: ٤٦٧٠، ٤٦٧٢، ٥٧٩٦].

کفن دینا

(۱۲۶۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے کہا کہ مجھ سے نافع نے عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) کی موت ہوئی تو اس کا بیٹا (عبداللہ صحابی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! والد کے کفن کے لئے آپ اپنی قمیص عنایت فرمایئے اور ان پر نماز پڑھئے اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص (غایت مروت کی وجہ سے) عنایت کی اور فرمایا کہ مجھے بتانا میں نماز جنازہ پڑھوں گا۔ عبداللہ نے اطلاع بھجوائی۔ جب آپؐ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو عمرؓ نے آپ کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے جیسا ارشاد باری ہے "تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اور اگر تو ستر مرتبہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا" چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری "کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھانا"۔

١٢٧٠ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيِّ بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَأَخْرَجَهُ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ)).

[أطرافه في: ١٣٥٠، ٣٠٠٨، ٥٧٩٥].

(۱۲۷۰) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' ان سے ابن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے' انہوں نے جابرؓ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی کو دفن کیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے اسے قبر سے نکلوایا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔

تشریح عبداللہ بن ابی مشہور منافق ہے جو جنگ احد کے موقع پر راستے میں سے کتنے ہی سادہ لوح مسلمانوں کو بہکا کر واپس لے آیا تھا اور اسی نے ایک موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ ہم مدنی اور شریف لوگ ہیں اور یہ مہاجر مسلمان ذلیل پردیسی ہیں۔ ہمارا داؤ لگے گا تو ہم ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کا بیٹا عبداللہ سچا مسلمان صحابی رسول تھا۔ آپؐ نے ان کی دل شکنی گوارا نہیں کی اور ازراہ کرم اپنا کرتہ اسکے کفن کیلئے عنایت فرمایا۔ بعضوں نے کہا کہ جنگ بدر میں جب حضرت عباسؓ قید ہو کر آئے تو وہ ننگے تھے۔

ان کا یہ حال زار دیکھ کر اسی عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتا ان کو پہنچا دیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کا بدلہ ادا کر دیا کہ یہ احسان باقی نہ رہے۔

ان منافق لوگوں کے بارے میں پہلی آیت ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ﴾ (التوبہ : ۸۰) نازل ہوئی تھی۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ سمجھے کہ ان پر نماز پڑھنا منع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ اس آیت میں مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ بعد میں آیت ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ ﴾ (التوبہ : ۸۴) نازل ہوئی۔ جس میں آپؐ کو اللہ نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے قطعاً روک دیا۔ پہلی اور دوسری روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ پہلے آپؐ نے کرتہ دینے کا وعدہ فرما دیا تھا پھر عبداللہ کے عزیزوں نے آپؐ کو تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور عبداللہ کا جنازہ تیار کر کے قبر میں اتار دیا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور آپؐ نے وہ کیا جو روایت میں مذکور ہے۔

٢٣- بَابُ الْكَفَنِ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

باب بغیر قمیص کے کفن دینا

مستملی کے نسخہ میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے اور وہی ٹھیک ہے کیونکہ یہ مضمون اگلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

١٢٧١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُفِّنَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ)). [راجع: ١٢٦٤]

(۱۲۷۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے عروہ بن زبیر نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو تین سوتی دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے کفن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔

١٢٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَبُو نُعَيْمٍ لاَ يَقُوْلُ ثَلاَثَةٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ يَقُوْلُ ثَلاَثَةٌ)). [راجع: ١٢٦٤]

(۱۲۷۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ نے' ان سے ہشام نے' ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے' ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا جن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔ حضرت امام ابو عبداللہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو نعیم نے لفظ ثلاثۃ نہیں کہا اور عبداللہ بن ولید نے سفیان سے لفظ ثلاثۃ نقل کیا ہے۔

٢٤- بَابُ الْكَفَنِ وَلاَ عِمَامَةٍ

باب عمامہ کے بغیر کفن دینے کا بیان

١٢٧٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ)).

(۱۲۷۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے مالک نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو سحول کے تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا نہ ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

مطلب یہ ہے کہ چوتھا کپڑا نہ تھا۔ قسطلانی نے کہا امام شافعیؒ نے قمیص پہنانا جائز رکھا ہے مگر اس کو سنت نہیں سمجھا اور ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جسے بیہقی نے نکالا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ تین لفافے اور ایک قمیص اور ایک عمامہ لیکن شرح مہذب میں ہے کہ قمیص اور عمامہ نہ ہو۔ اگرچہ قمیص اور عمامہ مکروہ نہیں مگر اولیٰ کے خلاف ہے (وحیدی) بہتر یہی ہے کہ صرف تین چادروں میں کفن دیا جائے۔

٢٥- بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

کفن کی تیاری میت کے سارے مال میں سے کرنا چاہیے

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيِ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ، ثُمَّ بِالدَّيْنِ، ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور عطاء اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ اور عمرو بن دینار نے کہا خوشبودار کا خرچ بھی سارے مال سے کیا جائے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا پہلے مال میں سے کفن کی تیاری کریں' پھر قرض ادا کریں۔ پھر وصیت پوری کریں اور سفیان ثوری نے کہا قبر اور غسال کی اجرت بھی کفن میں داخل ہے۔

١٢٧٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((أُتِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ - وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي - فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلاَّ بُرْدَةٌ. وَقُتِلَ حَمْزَةُ - أَوْ رَجُلٌ آخَرُ - خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلاَّ بُرْدَةٌ. لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي)). [طرفاه في: ١٢٧٥، ٤٠٤٥].

(۱۲۷۴) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے' ان سے ان کے باپ سعد نے اور ان سے ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دن کھانا رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (غزوۂ احد میں) شہید ہوئے' وہ مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز مہیا نہ ہو سکی۔ اسی طرح جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یا کسی دوسرے صحابی کا نام لیا' وہ بھی مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے بھی صرف ایک ہی چادر مل سکی۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چین اور آرام کے سامان ہم کو جلدی سے دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔

تشریح امام المحدثین رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مصعب اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا کل مال اتنا ہی تھا۔ بس ایک چادر کفن کے لئے تو ایسے موقع پر سارا مال خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ میت قرض دار ہو تو صرف اتنا کفن دیا جائے کہ ستر پوشی ہو جائے یا سارا بدن ڈھانکا جائے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سارا بدن ڈھانکا جائے' ایسا کفن دینا چاہیے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریشی جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ہی ان کو مدینہ شریف

بطور معلم القرآن و مبلغ اسلام بھیج دیا تھا۔ ہجرت سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم فرمایا جبکہ مدینہ خود ایک گاؤں تھا۔ اسلام سے قبل یہ قریش کے حسین نوجوانوں میں عیش و آرام میں زیب و زینت میں شہرت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یہ کامل درویش بن گئے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ (الاحزاب : ۲۳) ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ جنگ احد میں یہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

٢٦- بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلاَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ

باب اگر میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے

١٢٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ ((أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ - وَكَانَ صَائِمًا - فَقَالَ : قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ - وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي - كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلاَهُ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلاَهُ بَدَا رَأْسُهُ. وَأُرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمْزَةُ - وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي - ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ - أَوْ قَالَ : أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا - وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

(۱۲۷۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی' انہیں سعد بن ابراہیم نے' انہیں ان کے باپ ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا۔ وہ روزہ سے تھے اس وقت انہوں نے فرمایا کہ ہائے! مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے' وہ مجھ سے بہتر تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آ سکی کہ اگر اس سے ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی طرح) شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے اچھے تھے۔ پھر ان کے بعد دنیا کی کشادگی ہمارے لئے خوب ہوئی یا یہ فرمایا کہ دنیا ہمیں بہت دی گئی اور ہمیں تو اس کا ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں ہم کو مل گیا ہو پھر آپ اس طرح رونے لگے کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔

[راجع: ١٢٦٤]

تشریح حضرت مصعبؓ کے ہاں صرف ایک چادر ہی ان کا کل متاع تھی' وہ بھی تنگ' وہی ان کے کفن میں دے دی گئی۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

حالانکہ حضرت عبدالرحمٰن روزہ دار تھے دن بھر کے بھوکے تھے پھر بھی ان تصورات میں کھانا ترک کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس قدر مالدار تھے کہ رئیس التجار کا لقب ان کو حاصل تھا۔ انتقال کے وقت دولت کے انبار ورثاء کو ملے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کی ہر ممکن خدمات کے لئے ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے کئی سو اونٹ مع غلہ کے ملک شام سے آئے تھے۔ وہ سارا غلہ مدینہ والوں کے لئے مفت تقسیم فرما دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

٢٧- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلاَّ مَا

باب جب کفن کا کپڑا چھوٹا ہو کہ سر اور پاؤں دونوں نہ

يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ بِهِ رَأْسَهُ

ڈھک سکیں تو سر چھپادیں (اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دیں)

١٢٧٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ: فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ له ثَمَرَتُهُ فهوَ يَهدِبُها. قُتِلَ يومَ أُحُدٍ فلم نَجِدْ ما نُكفِّنُه إلاّ بُردَةً إذا غطَّينا بها رأسَهُ خرَجَتْ رِجلاهُ، وإذا غطَّينا رِجلَيهِ خَرَجَ رأسُهُ، فأمَرَنا النبيُّ ﷺ أن نُغطِّيَ رأسَهُ وأن نَجعَلَ على رِجلَيهِ منَ الإذخِرِ)).

[أطرافه في: ٣٨٩٧، ٣٩١٣، ٣٩١٤، ٤٠٤٧، ٤٠٨٢، ٦٤٣٢، ٦٤٤٨].

(۱۲۷۶) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شقیق نے بیان کیا' کہا ہم سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف اللہ کے لئے ہجرت کی۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر ملنا ہی تھا۔ ہمارے بعض ساتھی تو انتقال کر گئے اور (اس دنیا میں) انہوں نے اپنے کئے کا کوئی پھل نہیں دیکھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے اور ہمارے بعض ساتھیوں کا میوہ پک گیا اور وہ چن چن کر کھاتا ہے۔ (مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) احد کی لڑائی میں شہید ہوئے ہم کو ان کے کفن میں ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی اور وہ بھی ایسی کہ اگر اس سے سر چھپاتے ہیں تو پاؤں کھل جاتا ہے اور اگر پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا۔ آخر یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو چھپا دیں اور پاؤں پر سبز گھاس اذخر نامی ڈال دیں۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا کفن جب ناکافی رہا تو ان کے پیروں کو اذخر نامی گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

٢٨- باب مَنِ استعدَّ الكفَنَ في زمَنِ النبيِّ ﷺ فلم يُنكَرْ عليهِ

باب ان کے بیان میں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اپنا کفن خود ہی تیار رکھا اور آپؐ نے اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں فرمایا

١٢٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا. أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا: الشَّمْلَةُ. قَالَ:

(۱۲۷۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سہلؓ نے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر آپ کے لئے تحفہ لائی۔ سہل بن سعدؓ نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم جانتے ہو چادر کیا؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں!

نَعَمْ. قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ، فَجِئْتُ لأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَحَسَّنَهَا فُلاَنٌ فَقَالَ: اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا. قَالَ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لاَ يَرُدُّ قَالَ: إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ)).

[أطرافه في: ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ٦۰۳٦].

شملہ۔ سہل ؓ نے کہاہاں شملہ (تم نے ٹھیک بتایا) خیر اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے بنا ہے اور آپ ؐ کو پہنانے کے لئے لائی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ کپڑا قبول کیا۔ آپ ؐ کو اس کی اس وقت ضرورت بھی تھی پھر اسے ازار کے طور پر باندھ کر آپ ؐ باہر تشریف لائے تو ایک صاحب (عبدالرحمٰن بن عوف ؓ) نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی چادر ہے' یہ آپ ؐ مجھے پہنا دیجئے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے (مانگ کر) کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی وجہ سے پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آنحضور ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لئے آپ ؐ سے یہ چادر نہیں مانگی تھی۔ بلکہ میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ سہل ؓ نے بیان کیا کہ وہی چادر ان کا کفن بنی۔

تشریح گویا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا کفن مہیا کر لیا۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مخیر معتمد بزرگ سے کسی واقعی ضرورت کے موقع پر جائز سوال بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایسی احادیث سے نبی اکرم ﷺ پر قیاس کر کے جو آج کے پیروں کا تبرک حاصل کیا جاتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات اور معجزات میں سے ہیں اور آپ ذریعہ خیر و برکت ہیں کوئی اور نہیں۔

۲۹- بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

باب عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

۱۲۷۸- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا)). [راجع: ۳۱۳]

(۱۲۷۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے' ان سے ام ہذیل حفصہ بنت سیرین نے' ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے منع نہیں ہوا۔

بہرحال عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے۔ کیونکہ عورتیں ضعیف القلب ہوتی ہیں۔ وہ خلاف شرع حرکات کر سکتی ہیں۔ شارع کی اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

۳۰- بَابُ حَدِّ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا

باب عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر سوگ کرنا کیسا ہے؟

۱۲۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ

(۱۲۷۹) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: تُوُفِّيَ ابْنٌ لأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ: ((نُهِيْنَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلاَثٍ إِلاَّ بِزَوْجٍ)). [راجع: ٣١٣]

بشر بن مفضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سلمہ بن علقمہ نے اور ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے دن انہوں نے صفرہ خلوق (ایک قسم کی زرد خوشبو) منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

١٢٨٠- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ : ((لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةٌ لَوْ لاَ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((لاَ يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوقَ ثَلاَثٍ، إِلاَّ عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)).[أطرافه في : ١٢٨١، ٥٣٣٤، ٥٣٣٩، ٥٣٤٥].

(۱۲۸۰) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے حمید بن نافع نے زینب بنت ابی سلمہ سے خبر دی کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب شام سے آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابو سفیانؓ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) نے تیسرے دن صفرہ (خوشبو) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے اور شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔ تو مجھے اس وقت اس خوشبو کے استعمال کی ضرورت نہیں تھی۔

تشریح جبکہ میں خود رانڈ بیوہ اور بڑھیا ہوں' میں نے اس حدیث پر عمل کرنے کے خیال سے خوشبو کا استعمال کر لیا۔ قال ابن حجر هو وهم لانه مات بالمدينة بلا خلاف وانما الذى مات بالشام اخوها يزيد بن ابى سفيان والحديث فى مسندى ابن ابى شيبة والدارمى بلفظ جاء نعى لاخى ام حبيبة او حميم لها ولاحمد نحوه فقوى كونه اخاها یعنی علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ اس لئے کہ ابو سفیانؓ کا انتقال بلا اختلاف مدینہ میں ہوا ہے۔ شام میں انتقال کرنے والے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان تھے۔ مسند ابن ابی شیبہ اور دارمی اور مسند احمد وغیرہ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صرف بیوی اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے اور کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ بیوی کے خاوند پر اتنا سوگ کرنے کی صورت میں بھی بہت سے اسلامی مصالح پیش نظر ہیں۔

١٢٨١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ

(۱۲۸۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا'

بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)).

[راجع: ١٢٨٠]

ان سے محمد بن عمرو بن حزم نے' ان سے حمید بن نافع نے' ان کو زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے شوہر کے سوا کسی مردے پر بھی تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔

١٢٨٢- ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ، ثُمَّ قَالَتْ: مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: ((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [طرفه في: ٥٣٣٥].

(۱۲۸۲) پھر میں حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جب کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا' انہوں نے خوشبو منگوائی اور اسے لگایا' پھر فرمایا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بھی عورت کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو' جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ لیکن شوہر کا سوگ (عدت) چار مہینے دس دن تک کرے۔

٣١- بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

باب قبروں کی زیارت کرنا

١٢٨٣- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: ((اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي)). قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ. فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ؛ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ ؛ فَقَالَتْ : لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ

(۱۲۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس بن مالکؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔ وہ آپؐ کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے' تو اب وہ (گھبرا کر) آنحضور ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمایئے) تو آپؐ نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہئے۔

الْأُوْلَى)). [راجع: ١٢٥٢] (اب کیا ہوتا ہے)

تشریح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ "میں نے تمہیں قبر کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا' لیکن اب کر سکتے ہو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ممانعت تھی اور پھر بعد میں اس کی اجازت مل گئی"۔ دیگر احادیث میں یہ بھی ہے کہ قبروں پر جایا کرو کہ اس سے موت یاد آتی ہے یعنی اس سے آدمی کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں کی بہت زیارت کرتی ہیں"۔ اس کی شرح میں قرطبی نے کہا کہ یہ لعنت ان عورتوں پر ہے جو رات دن قبروں ہی میں پھرتی رہیں اور خاوندوں کے کاموں کا خیال نہ رکھیں' نہ یہ کہ مطلق زیارت عورتوں کو منع ہے۔ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ لیکن عورتیں اگر قبرستان میں جا کر جزع فزع کریں اور خلاف شرع امور کی مرتکب ہوں تو پھر ان کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں ہوگی۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: ان زيارة القبور مكروه للنساء بل حرام في هذا الزمان ولا سيما نساء مصر یعنی حالات موجودہ میں عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ بلکہ حرام ہے خاص طور پر مصری عورتوں کے لئے۔ یہ علامہ نے اپنے حالات کے مطابق کہا ہے ورنہ آج کل ہر جگہ عورتوں کا یہی حال ہے۔

مولانا وحید الزمان صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے صاف نہیں بیان کیا کہ قبروں کی زیارت جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور جن حدیثوں میں زیارت کی اجازت آئی ہے وہ ان کی شرط پر نہ تھیں' مسلم نے مرفوعاً نکالا "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔" (وحیدی)

حضرت امام بخاریؒ نے جو حدیث یہاں نقل فرمائی ہے اس سے قبروں کی زیارت یوں ثابت ہوئی کہ آپؐ نے اس عورت کو وہاں رونے سے منع فرمایا۔ مطلق زیارت سے آپؐ نے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ اسی سے قبروں کی زیارت ثابت ہوئی۔ مگر آج کل اکثر لوگ قبرستان میں جا کر مردوں کا وسیلہ تلاش کرتے اور بزرگوں سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ ان کی قبروں پر چادر چڑھاتے پھول ڈالتے ہیں وہاں جھاڑو بتی کا انتظام کرتے اور فرش فروش بچھاتے ہیں۔ شریعت میں یہ جملہ امور ناجائز ہیں۔ بلکہ ایسی زیارات قطعاً حرام ہیں جن سے اللہ کی حدود کو توڑا جائے اور وہاں خلاف شریعت کام کئے جائیں۔

٣٢- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ

((يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوحُ مِنْ سُنَّتِهِ)) يَقُوْلُ تَعَالَى ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾. وَهُوَ كَقَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ - ذُنُوبًا - إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ وَمَا

باب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے

عذاب ہوتا ہے یعنی جب رونا ماتم کرنا میت کے خاندان کی رسم ہو۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورۂ تحریم میں فرمایا کہ اپنے نفس کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ یعنی ان کو برے کاموں سے منع کرو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنے ماتحتوں سے پوچھا جائے گا اور اگر یہ رونا پیٹنا اس کے خاندان کی رسم نہ ہو اور پھر اچانک کوئی اس پر رونے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دلیل لینا اس آیت سے صحیح ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے

يُرْخَصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تُقْتَلُ نَفسٌ ظُلْمًا إِلاَّ كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا)) وَذَلِكَ لأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

کو بلائے تو وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور بغیر نوحہ چلائے پیٹے رونا درست ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی ناحق خون ہوتا ہے تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا کچھ وبال پڑتا ہے کیونکہ ناحق خون کی بنا سب سے پہلے اسی نے ڈالی۔

١٢٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالاَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَرْسَلَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْهِ: إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ، فَأْتِنَا. فَأَرْسَلَ يُقْرِىءُ السَّلاَمَ وَيَقُولُ: ((إِنَّ للهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ)). فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا. فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ. فَرُفِعَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ - قَالَ: حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ: كَأَنَّهَا شَنٌّ - فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: ((هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ)).

[أطرافه في : ٥٦٥٥، ٦٦٠٢، ٦٦٥٥، ٧٣٧٧، ٧٤٤٨].

(۱۲۸۴) ہم سے عبدان اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہم کو عاصم بن سلیمان نے خبر دی' انہیں ابو عثمان عبدالرحمٰن نہدی نے' کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینبؓ) نے آپؐ کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے' اس لئے آپؐ تشریف لائیں۔ آپؐ نے انہیں سلام کہلوایا اور کہلوایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے' جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ اب رسول اللہ ﷺ جانے کیلئے اٹھے۔ آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ جس کی جانکنی کا عالم تھا۔ ابو عثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آرہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یارسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (نیک) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحمدل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

تشریح اس مسئلہ میں ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا ایک مشہور اختلاف تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ کی وجہ سے عذاب ہو گا یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اسی اختلاف پر یہ طویل محاکمہ کیا ہے۔ اس سے متعلق مصنفؒ متعدد احادیث

ذکر کریں گے اور ایک طویل حدیث میں جو اس باب میں آئے گی۔ دونوں کی اس سلسلے میں اختلاف کی تفصیل بھی موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ سے عذاب نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ قرآن میں خود ہے کہ کسی پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں ﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ (الانعام: ۱۶۴) اس لئے نوحہ کی وجہ سے جس گناہ کے مرتکب مردہ کے گھر والے ہوتے ہیں اس کی ذمہ داری مردے پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے ؟

لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر یہ حدیث تھی "میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ سے عذاب ہوتا ہے"۔ حدیث صاف تھی اور خاص میت کے لئے لیکن قرآن میں ایک عام حکم بیان ہوا ہے۔ عائشہؓ کا جواب یہ تھا کہ ابن عمرؓ سے غلطی ہوئی' آنحضور ﷺ کا ارشاد ایک خاص واقعہ سے متعلق تھا۔ کسی یہودی عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس پر اصل عذاب کفر کی وجہ سے ہو رہا تھا لیکن مزید اضافہ گھر والوں کے نوحہ نے بھی کر دیا تھا کہ وہ اس کے استحقاق کے خلاف اس کا ماتم کر رہے تھے اور خلاف واقعہ نیکیوں کو اس کی طرف منسوب کر رہے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ مسلمانوں کے بارے میں نہیں تھا۔ لیکن علماء نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ دوسری طرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھی ہر حال میں نافذ نہیں کیا بلکہ اس کی نوک پلک دوسرے شرعی اصول و شواہد کی روشنی میں درست کئے گئے ہیں اور پھر اسے ایک اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔

علماء نے اس حدیث کی جو مختلف وجوہ و تفصیلات بیان کی ہیں انہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اس پر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے محاکمہ کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کا ایک اصول ہے۔ حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ ہر شخص نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں سے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ یہ حدیث متعدد اور مختلف روایتوں سے کتب احادیث اور خود بخاری میں موجود ہے۔ یہ ایک مفصل حدیث ہے اور اس میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ بادشاہ سے لے کر ایک معمولی سے معمولی خادم تک راعی اور نگراں کی حیثیت رکھتا ہے اور ان سب سے ان کی رعیتوں کے متعلق سوال ہو گا۔ یہاں صاحب تفہیم البخاری نے ایک فاضلانہ بیان لکھا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ "تشریح" میں نقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ (التحریم: ۶) خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر واضح کیا ہے کہ جس طرح اپنی اصلاح کا حکم شریعت نے دیا ہے اسی طرح اپنی رعیت کی اصلاح کا بھی حکم ہے' اس لئے ان میں سے کسی ایک کی اصلاح سے غفلت تباہ کن ہے۔ اب اگر مردے کے گھر غیر شرعی نوحہ و ماتم کا رواج تھا لیکن اپنی زندگی میں اس نے انہیں اس سے نہیں روکا اور اپنے گھر میں ہونے والے اس منکر پر واقفیت کے باوجود اس نے تساہل سے کام لیا' تو شریعت کی نظر میں وہ بھی مجرم ہے۔ شریعت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک اصول بنا دیا تھا۔ ضروری تھا کہ اس اصول کے تحت اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتا۔ لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا' تو گویا وہ خود اس عمل کا سبب بنا ہے۔ شریعت کی نظر اس سلسلے میں بہت دور تک ہے۔ اسی محاکمہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "کوئی شخص اگر ظلما (ظالمانہ طور پر) قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کی ایک حد تک ذمہ داری آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) پر عائد ہوتی ہے"۔ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ یہ روئے زمین پر سب سے پہلا ظالمانہ قتل تھا۔ اس سے پہلے دنیا اس سے ناواقف تھی۔ اب چونکہ اس طریقہء ظلم کی ایجاد سب سے پہلے آدمؑ کے بیٹے قابیل نے کی تھی' اس لئے قیامت تک ہونے والے ظالمانہ قتل کے گناہ کا ایک حصہ اس کے نام بھی لکھا جائے گا۔ شریعت کے اس اصول کو اگر سامنے رکھا جائے تو عذاب و ثواب کی بہت سی بنیادی گرہیں کھل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ اصول پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ قرآن نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ "کسی

انسان پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ مرنے والے کو کیا اختیار ہے؟ اس کا تعلق اب اس عالم ناسوت سے ختم ہو چکا ہے۔ نہ وہ کسی کو روک سکتا ہے اور نہ اس پر قدرت ہے۔ پھر اس ناکردہ گناہ کی ذمہ داری اس پر عائد کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اس موقع پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ شریعت نے ہر چیز کے لئے اگرچہ ضابطے اور قاعدے متعین کر دیئے ہیں لیکن بعض اوقات کسی ایک میں بہت سے اصول بیک وقت جمع ہو جاتے ہیں اور یہیں سے اجتہاد کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جزئی کس ضابطے کے تحت آ سکتی ہے؟ اور ان مختلف اصول میں اپنے مضمرات کے اعتبار سے جزئی کس اصول سے زیادہ قریب ہے؟ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میت پر نوحہ و ماتم کا میت سے تعلق قرآن کے بیان کردہ اس اصول سے متعلق ہے کہ "کسی انسان پر دوسرے کی ذمہ داری نہیں"۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بتایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو امت نے اس مسئلہ میں قبول نہیں کیا ہے۔ اس باب پر ہم نے یہ طویل نوٹ اس لئے لکھا کہ اس میں روز مرہ زندگی سے متعلق بعض بنیادی اصول سامنے آئے تھے۔ جہاں تک نوحہ و ماتم کا سوال ہے اسے اسلام ان غیر ضروری اور لغو حرکتوں کی وجہ سے رد کرتا ہے جو اس سلسلے میں کی جاتی تھیں۔ ورنہ عزیز و قریب یا کسی بھی متعلق کی موت پر غم قدرتی چیز ہے اور اسلام نہ صرف اس کے اظہار کی اجازت دیتا ہے بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد کو جن کے دل میں اپنے عزیز و قریب کی موت سے کوئی ٹیس نہیں لگی' آنحضورؐ نے انہیں سخت دل کہا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی ایسے واقعات پیش آئے جب آپؐ کے کسی عزیز و قریب کی وفات پر آپؐ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے (تفہیم البخاری)

نصوص شرعیہ کی موجودگی میں ان کے خلاف اجتہاد قابل قبول نہیں ہے۔ خواہ اجتہاد کرنے والا کوئی ہو۔ رائے اور قیاس ہی وہ بیماریاں ہیں جنہوں نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا اور امت تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی مناسب توجیہ فرما دی ہے' وہی ٹھیک ہے۔

١٢٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلاَلِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ: ((هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا. قَالَ: ((فَانْزِلْ)). قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا.

[طرفه في: ١٣٤٢].

(۱۲۸۵) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا' کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازہ میں حاضر تھے۔ (وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵ھ میں انتقال ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ جو آج کی رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قبر میں تم اترو۔ چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

تشریح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے نہیں اتارا۔ ایسا کرنے سے ان کو تنبیہ کرنا منظور تھی۔ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شب میں جس میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا ایک لونڈی سے صحبت کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ کام پسند

نہ آیا (وحیدی)

حضرت ام کلثوم ؓ سے پہلے رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے عقد میں تھیں۔ ان کے انتقال پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ام کلثوم ؓ سے آپ کا عقد فرما دیا جن کے انتقال پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی عثمانؓ ہی کے عقد میں دیتا۔ اس سے حضرت عثمان ؓ کی جو وقعت آنحضرت ﷺ کے دل میں تھی وہ ظاہر ہے۔

١٢٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: ((تُوُفِّيَتْ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا، وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا - أَوْ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا، ثُمَّ جَاءَ الآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي- فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ: أَلا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ! فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)).

(١٢٨٦) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبردی' انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبردی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی (ام ابان) کا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ ہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے۔ میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔ عبداللہ بن عمر ؓ نے عمرو بن عثمان سے کہا (جو ام ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے' نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے تو فرمایا ہے کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

١٢٨٧- فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ بَعْضَ ذَلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هَؤُلاَءِ الرَّكْبُ. قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ادْعُهُ لِي. فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ: ارْتَحِلْ فَالْحَقْ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ: وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ.

(١٢٨٧) اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تائید کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر آپ بیان کرنے لگے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے چلا جب ہم بیداء تک پہنچے تو سامنے ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تو صہیبؓ تھے۔ پھر جب اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ۔ میں صہیبؓ کے پاس دوبارہ آیا اور کہا کہ چلئے امیرالمؤمنین بلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ (خیر یہ قصہ تو ہو چکا) پھر جب حضرت عمر ؓ زخمی کئے گئے تو صہیب ؓ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! اس پر عمر ؓ نے فرمایا کہ صہیب رضی

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : يَا صُهَيْبُ! أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ؟)). [طرفه في: ۱۲۹۰، ۱۲۹۲].

اللہ عنہ ! تم مجھ پر روتے ہو' تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

۱۲۸۸- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : ((فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: رَحِمَ اللهُ عُمَرَ، وَاللهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، لَكِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))، وَقَالَتْ: حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ: ﴿وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذَلِكَ: وَاللهِ ﴿ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾. قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَاللهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا.

[طرفاه في : ۱۲۸۹، ۳۹۷۸].

(۱۲۸۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت عمر پر ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کریگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو بس کرتی ہے کہ "کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں"۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت (یعنی ام ابان کے جنازے میں) سورۂ نجم کی یہ آیت پڑھی "اور اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے"۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ابن عباس کی یہ تقریر سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ جواب نہیں دیا۔

تشریح یہ آیت سورۂ فاطر میں ہے۔ مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کسی شخص پر غیر کے فعل سے سزا نہ ہو گی مگر ہاں جب اس کو بھی اس فعل میں ایک طرح کی شرکت ہو۔ جیسے کسی کے خاندان کی رسم رونا پیٹنا نوحہ کرنا ہو اور وہ اس سے منع نہ کر جائے تو بے شک اس کے گھر والوں کے نوحہ کرنے سے اس پر عذاب ہو گا۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ جب میت نوحہ کرنے کی وصیت کر جائے۔ بعضوں نے کہا کہ عذاب سے یہ مطلب ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اس کے گھر والوں کے نوحہ کرنے سے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اسی کی تائید کی ہے حدیث لا تقتل نفس کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیات وغیرہ میں وصل کیا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ ناحق خون کوئی اور بھی کرتا ہے تو قابیل پر اس کے گناہ کا ایک حصہ ڈالا جاتا ہے اور اس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ اس نے ناحق خون کی بناسب سے پہلے قائم کی تو اسی طرح جس کے خاندان میں نوحہ کرنے اور رونے پیٹنے کی رسم ہے اور اس نے منع نہ کیا تو کیا عجب ہے کہ نوحہ کرنے والوں کے گناہ کا ایک حصہ اس پر بھی ڈالا جائے اور اس کو عذاب ہو۔ (وحیدی)

۱۲۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

(۱۲۸۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہیں امام مالکؒ

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ: ((إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ: ((إِنَّهُمْ يَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا)).

نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا گزر ایک یہودی عورت پر ہوا جس کے مرنے پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب کیا جا رہا ہے۔

[راجع: ١٢٨٨]

تشریح اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی اس کے گھر والوں کے رونے سے یا اس کے کفر کی وجہ سے دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ یہ تو اس رنج میں ہیں کہ ہم سے جدائی ہو گئی اور اس کی جان عذاب میں گرفتار ہے۔ اس حدیث سے امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کی اگلی حدیث کی تفسیر کی کہ آنحضرت ﷺ کی مراد وہ میت ہے جو کافر ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو عام سمجھا اور اسی لئے صہیبؓ پر انکار کیا۔ (وحیدی)

١٢٩٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُولُ: وَا أَخَاهُ. فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ؟))

(١٢٩٠) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا' ان سے علی بن مسہر نے بیان کیا' ان سے ابو اسحاق شیبانی نے' ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ اشعری نے کہ جب حضرت عمرؓ کو زخمی کیا گیا تو صہیب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آئے' ہائے میرے بھائی! اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردے کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے۔

[راجع: ١٢٨٧]

تشریح شوکانی نے کہا کہ رونا اور کپڑے پھاڑنا اور نوحہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ ایک جماعت سلف کا جن میں حضرت عمر اور عبداللہ بن عمرؓ ہیں یہ قول ہے کہ میت کے لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور جمہور علماء اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عذاب اسے ہوتا ہے جو رونے کی وصیت کر جائے اور ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے مطلقاً یہ ثابت ہوا کہ میت پر رونے سے اس کو عذاب ہوتا ہے۔ ہم نے آپؐ کے ارشاد کو مانا اور سن لیا۔ اس پر ہم کچھ زیادہ نہیں کرتے۔ امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا کہ جس رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے وہ رونا پکار کر رونا اور نوحہ کرنا ہے نہ کہ صرف آنسو بہانا۔ (وحیدی)

٣٣- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ، مَالَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ: التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ، وَاللَّقْلَقَةُ: الصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' عورتوں کو ابو سلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دے جب تک وہ خاک نہ اڑائیں اور چلائیں نہیں۔ نقع سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ چلانے کو کہتے ہیں۔

(نوحہ کہتے ہیں میت پر چلا کر رونا اور اس کی خوبیاں بیان کرنا)

١٢٩١- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ)).

(۱۲۹۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن عبید نے' ان سے علی بن ربیعہ نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ اور میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بھی سنا کہ کسی میت پر اگر نوحہ و ماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے۔

١٢٩٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ: ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ)).

[راجع: ١٢٨٧]

(۱۲۹۲) ہم سے عبدان عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا' کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' انہیں قتادہ نے' انہیں سعید بن مسیب نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت کو اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ عبدان کے ساتھ اس حدیث کو عبدالاعلیٰ نے بھی یزید بن زریع سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا' کہا ہم سے قتادہ نے۔ اور آدم بن ابی ایاس نے شعبہ سے یوں روایت کیا کہ میت پر زندے کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

٣٤- بَابٌ

باب

١٢٩٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((جِيْءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ

(۱۲۹۳) ہم سے علی بن عبداللہ بن مدینی نے بیان کیا' ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن منکدر نے بیان کیا' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ میرے والد کی لاش احد کے میدان سے لائی گئی۔ (مشرکوں نے) آپ

قَدْ مُثِّلَ بِهِ حَتَّى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي، ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِيْ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرُفِعَ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقَالُوا: ابْنَةُ عَمْرٍو - أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو - قَالَ: ((فَلِمَ تَبْكِي؟ - أَوْ لاَ تَبْكِي -، فَمَا زَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ)).[راجع: ١٢٤٤]

کی صورت تک بگاڑ دی تھی۔ نعش رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھی گئی۔ اوپر سے ایک کپڑا ڈھکا ہوا تھا' میں نے چاہا کہ کپڑے کو ہٹاؤں۔ لیکن میری قوم نے مجھے روکا۔ پھر دوبارہ کپڑا ہٹانے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی میری قوم نے مجھ کو روک دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جنازہ اٹھایا گیا۔ اس وقت کسی زور زور سے رونے والے کی آواز سنائی دی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا (یہ کہا کہ) عمرو کی بہن ہیں۔ (نام میں سفیان کو شک ہوا تھا) آپؐ نے فرمایا کہ روتی کیوں ہیں؟ یا یہ فرمایا کہ روؤ نہیں کہ ملائکہ برابر اپنے پروں کا سایہ کئے رہے ہیں جب تک اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔

٣٥- بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ

باب آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ گریبان چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں

١٢٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)).

(١٢٩٤) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے' ان سے زبید یامی نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چہروں کو پیٹتی اور گریبان چاک کرلیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں بکتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

[أطرافه في: ١٢٩٧، ١٢٩٨، ٣٥١٩].

یعنی ہماری امت سے خارج ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکت سخت ناپسندیدہ ہے۔

٣٦- بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ ﷺ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

باب نبی کریم ﷺ کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر افسوس کرنا

١٢٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي

(١٢٩٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہیں امام مالک نے خبردی۔ انہیں ابن شہاب نے' انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اور انہیں ان کے والد سعد بن ابی وقاصؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال (١٠ھ میں) میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔

عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ : إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلاَ يَرِثُنِي إِلاَّ ابْنَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: ((لاَ)). فَقُلْتُ: بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ: ((لاَ)). ثُمَّ قَالَ: ((الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ - أَوْ كَثِيرٌ - إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلاَّ أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ، أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً صَالِحًا إِلاَّ ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللَّهُمَّ أَمْضِ لأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلاَ تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ، لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ. يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ)).

میں سخت بیمار تھا۔ میں نے کہا کہ میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال و اسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہو گی تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو خیرات کر دوں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا آدھا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بڑی خیرات ہے یا بہت خیرات ہے اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہو گا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یہ یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کرو گے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔ پھر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہؐ! میرے ساتھی تو مجھے چھوڑ کر (حجۃ الوداع کر کے) مکہ سے جا رہے ہیں اور میں ان سے پیچھے رہ رہا ہوں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں رہ کر بھی اگر تم کوئی نیک عمل کرو گے تو اس سے تمہارے درجے بلند ہوں گے اور شاید ابھی تم زندہ رہو گے اور بہت سے لوگوں کو (مسلمانوں کو) تم سے فائدہ پہنچے گا اور بہتوں کو (کفار و مرتدین کو) نقصان۔ (پھر آپؐ نے دعا فرمائی) اے اللہ! میرے ساتھیوں کو ہجرت پر استقلال عطا فرما اور ان کے قدم پیچھے کی طرف نہ لوٹا۔ لیکن مصیبت زدہ سعد بن خولہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے کی وجہ سے اظہار غم کیا تھا۔

تشریح اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اسلام کا وہ زریں اصول بیان کیا ہے جو اجتماعی زندگی کی جان ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس طرح کی احادیث کی کمی نہیں اور اس سے ہماری شریعت کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی اتباع کرنے والوں سے کس طرح کی زندگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ خدا وند تعالیٰ خود شارع ہیں اور اس نے اپنی تمام دوسری مخلوقات کے ساتھ انسانوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس لئے انسان کی طبیعت میں فطری طور پر جو رجحانات اور صلاحتیں موجود ہیں خدا وند تعالیٰ اپنے احکام و اوامر میں انہیں نظرانداز نہیں کرتے۔ شریعت میں معاد و معاش سے متعلق جن احکام پر عمل کرنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے' ان کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس کی رضا کے مطابق ہو سکے اور زمین میں شرو فساد نہ پھیلے۔ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی اہمیت اور اس پر اجرو ثواب کا استحقاق صلہ رحمی اور خاندانی نظام کی اہمیت کے پیش نظر ہے کہ جن پر معاشرہ کی صلاح و بقا کا مدار ہے۔ حدیث کا یہ حصہ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس پر بھی اجروثواب ملے گا اسی بنیاد پر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس میں حظ نفس بھی ہے۔ لیکن اگر ازدواجی زندگی کے ذریعہ مسلمان اس خاندانی نظام کو پروان چڑھاتا ہے جس کی ترتیب اسلام نے دی اور اس کے مقتضیات پر عمل

کی کوشش کرتا ہے تو قضاء شہوت بھی اجر و ثواب کا باعث ہے۔ شیخ نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حظ نفس اگر حق کے مطابق ہو تو اجروثواب میں اس کی وجہ سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مسلم میں اس سلسلے کی ایک حدیث بہت زیادہ واضح ہے' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری شرمگاہ میں صدقہ ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا ہم اپنی شہوت بھی پوری کریں اور اجر بھی پائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ اگر حرام میں مبتلا ہو گئے تو پھر کیا ہو گا؟ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ شریعت ہمیں کن حدود میں رکھنا چاہتی ہے اور اس کے لئے اس نے کیا کیا جتن کئے ہیں اور ہمارے بعض فطری رجحانات کی وجہ سے جو بڑی خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں' ان کے سد باب کی کس طرح کوشش کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس کے باوجود کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے اور دوسرے طریقوں سے خرچ کرنے کا داعیہ نفعانی اور شہوانی بھی ہے۔ خود یہ لقمہ جس جسم کا جزو بنے گا شوہر اسی سے منتفع (فائدہ) اٹھاتا ہے لیکن شریعت کی طرف سے پھر بھی اجروثواب کا وعدہ ہے۔ اس لئے اگر دوسروں پر خرچ کیا جائے جن سے کوئی نسبت و قرابت نہیں اور جہاں خرچ کرنے کے لئے کچھ زیادہ مجاہدہ کی بھی ضرورت ہو گی تو اس پر اجر و ثواب کس قدر مل سکتا ہے۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ہر طرح کے خرچ اخراجات میں مقدم اعزہ و اقرباء ہیں۔ اور پھر دوسرے لوگ کہ اعزا پر خرچ کر کے آدمی شریعت کے کئی مطالبوں کو ایک ساتھ پورا کرتا ہے۔

سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ لیکن آپ کی وفات مکہ میں ہو گئی تھی۔ یہ بات پسند نہیں کی جاتی تھی کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول سے تعلق کی وجہ سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی تھی وہ بلا کسی سخت ضرورت کے مکہ میں قیام کریں۔ چنانچہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مکہ میں بیمار ہوئے تو وہاں سے جلد نکل جانا چاہا کہ کہیں وفات نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اس لئے اظہار غم کیا تھا کہ مہاجر ہونے کے باوجود ان کی وفات مکہ میں ہو گئی۔ اسی کے ساتھ آپؐ نے اس کی بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کو ہجرت پر استقلال عطا فرمائے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نقصان کس طرح کا ہو گا۔ کیونکہ یہ تکوینیات سے متعلق ہے۔ (تفہیم البخاری)

ترجمہ باب رثاء سے وہی اظہار افسوس اور رنج و غم مراد ہے نہ مرثیہ پڑھنا۔ مرثیہ اس کو کہتے ہیں کہ میت کے فضائل اور مناقب بیان کئے جائیں اور لوگوں کو بیان کر کے رلایا جائے۔ خواہ وہ نظم ہو یا نثر یہ تو ہماری شریعت میں منع ہے خصوصاً لوگوں کو جمع کر کے سنانا اور رلانا اس کی ممانعت میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے نکالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

سعدؓ کا مطلب یہ تھا کہ اور صحابہ تو آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہو جائیں گے اور میں مکہ ہی میں پڑے پڑے مر جاؤں گا۔ آپؐ نے پہلے گول مول فرمایا جس سے سعدؓ نے معلوم کر لیا کہ میں اس بیماری سے مروں گا نہیں۔ پھر آگے صاف فرمایا کہ شاید تو زندہ رہے گا اور تیرے ہاتھ سے مسلمانوں کو فائدہ اور کافروں کا نقصان ہو گا۔ اس حدیث میں آپؐ کا ایک بڑا معجزہ ہے جیسے آپ کی پیش گوئی تھی ویسا ہی ہوا۔ سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہے عراق اور ایران انہوں نے فتح کیا۔ رضی اللہ عنہ (وحیدی)

٣٧- بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب غمی کے وقت سر منڈوانے کی ممانعت

١٢٩٦- وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ:

(١٢٩٦) اور حکم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن جابر نے کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ، وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ)).

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیمار پڑے' ایسے کہ ان پر غشی طاری تھی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی ام عبداللہ بنت ابی رومہ کی گود میں تھا (وہ ایک زور کی چیخ مار کر رونے لگی) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت کچھ بول نہ سکے لیکن جب ان کو ہوش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی' سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔

معلوم ہوا کہ غمی میں سر منڈوانا' گریبان چاک کرنا اور چلا کر نوحہ کرنا یہ جملہ حرکات حرام ہیں۔

٣٨- بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ

باب رخسار پیٹنے والے ہم میں سے نہیں ہیں۔

(یعنی ہماری امت سے خارج ہیں)

١٢٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)). [راجع: ١٢٩٤]

(١٢٩٧) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے عبداللہ بن مرہ نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے' گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جو لوگ عرصہ دراز کے شہید شدہ بزرگوں پر سینہ کوبی کرتے ہیں وہ غور کریں کہ وہ کس طرح آنحضرت ﷺ کی بغاوت کر رہے ہیں۔

٣٩- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب اس بارے میں کہ مصیبت کے وقت جاہلیت کی باتیں اور واویلا کرنے کی ممانعت ہے

١٢٩٨- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ،

(١٢٩٨) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ حفص نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے عبداللہ بن مرہ نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (کسی کی موت پر) اپنے رخسار پیٹے' گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے

وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)).

نہیں ہے۔

[راجع: ١٢٩٤]

یعنی اس کا یہ عمل ان لوگوں جیسا ہے جو غیر مسلم ہیں یا یہ کہ وہ ہماری امت سے خارج ہے۔ بہرحال اس سے بھی نوحہ کی حرمت ثابت ہوئی۔

٤٠- بَابُ مَنْ جَلَس عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ

باب جو شخص مصیبت کے وقت ایسا بیٹھے کہ وہ غمگین دکھائی دے

١٢٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ ﷺ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرَ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَس يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ - وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ - فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ، فَقَالَ: أَنْهَهُنَّ، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ: وَاللهِ غَلَبْنَنَا يَارَسُولَ اللهِ. فَزَعَمْتُ أَنَّهُ قَالَ: فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ.

(۱۲۹۹) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرہ نے خبر دی' کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' آپ نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ کو زید بن حارثہ' جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت (غزوۂ موتہ میں) کی خبر ملی' تو آپؐ اس وقت اس طرح تشریف فرما تھے کہ غم کے آثار آپ کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ انہیں رونے سے منع کر دے۔ وہ گئے لیکن واپس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مانتیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ انہیں منع کر دے۔ اب وہ تیسری مرتبہ واپس ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں (عمرہ نے کہا کہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوا کہ (ان کے اس کہنے پر) رسول کریم نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میں نے کہا کہ تیرا برا ہو۔ رسول کریم ﷺ اب جس کام کا حکم دے رہے ہیں وہ تو کرو گے نہیں لیکن آپؐ کو تکلیف میں ڈال دیا۔

[طرفه في: ١٣٠٥، ٤٢٦٢].

آپؐ نے عورتوں کے باز نہ آنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور غصہ میں کہا کہ ان کے منہ میں مٹی جھونک دو۔ آپؐ خود بھی بے حد غمگین تھے۔ یہی مقصد باب ہے۔

١٣٠٠- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

(۱۳۰۰) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا' ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا' ان سے عاصم احول نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب قاریوں کی ایک جماعت شہید کر دی گئی تو رسول کریم صلی

((قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا حِينَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ ؛ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ)). [راجع: ١٠٠١]

اللہ علیہ و سلم ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ ان دنوں سے زیادہ کبھی غمگین رہے ہوں۔

تشریح یہ شہدائے کرام قاریوں کی ایک معزز ترین جماعت تھی جو ستر نفوس پر مشتمل تھی۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی کے لفظوں میں اس جماعت کا تعارف یہ ہے:

وكانوا من اوزاع الناس ينزلون الصفة يتفقهون العلم ويتعلمون القرآن وكانوا ردءا للمسلمين اذا نزلت بهم نازلة وكانوا حقا عمار المسجد وليوث الملاحم بعثهم رسول الله صلى الله عليه و سلم الى اهل نجد من بنى عامر ليدعوهم الى الاسلام ويقروا عليهم القران فلما نزلوا بئر معونة قصدهم عامر بن الطفيل فى احياء من بنى سليم وهم رعل وذكوان وعصية فقاتلوهم (فاصيبوا) اى فقتلوا جميعا وقيل ولم ينج منهم الاكعب بن زيد الانصارى فانه تخلص وبه رمق وظنوا انه مات فعاش حتى استشهد يوم الخندق واسر عمرو بن امية الضمرى وكان ذلك فى السنة الرابعة من الهجرة اى فى صفر على راس اربعة اشهر من احد فحزن رسول الله صلى الله عليه و سلم حزنا شديدا قال انسؓ مارايت رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد على احد ما وجد عليهم (مرعاة ج : ٢/ ص : ٢٢٢)

یعنی بعض اصحاب صفہ میں سے یہ بہترین اللہ والے بزرگ تھے جو قرآن پاک اور دینی علوم میں مہارت حاصل کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے کہ مصائب کے وقت ان کی دعائیں اہل اسلام کے لئے پشت پناہی کا کام دیتی تھی۔ یہ مسجد نبوی کے حقیقی طور پر آباد کرنے والے اہل حق لوگ تھے جو جنگ و جہاد کے مواقع پر بہادر شیروں کی طرح میدان میں کام کیا کرتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے قبیلہ بنو عامر میں تبلیغ اسلام اور تعلیم قرآن مجید کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب یہ بئر معونہ کے قریب پہنچے تو عامر بن طفیل نامی ایک غدار نے رعل اور ذکوان نامی قبائل کے بہت سے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان پر حملہ کر دیا اور یہ سب وہاں شہید ہو گئے۔ جن کا رسول کریم ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپؐ نے پورے ایک ماہ تک قبائل رعل و ذکوان کے لئے قنوت نازلہ پڑھی۔ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے صرف ایک بزرگ کعب بن زید انصاریؓ کسی طرح بچ نکلے۔ جسے ظالموں نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ یہ بعد تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ جنگ خندق میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم آمین

٤١- بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب جو شخص مصیبت کے وقت (اپنے نفس پر زور ڈال کر) اپنا رنج ظاہر نہ کرے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ : الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّءُ وَالظَّنُّ السَّيِّءُ وَقَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : ﴿ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ جزع اس کو کہتے ہیں کہ بری بات منہ سے نکالنا اور پروردگار سے بدگمانی کرنا' اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا میں تو اس بے قراری اور رنج کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ (سورۂ یوسف)

١٣٠١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ

(۱۳۰۱) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا' کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے بتلایا کہ ابو طلحہ

بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((اشْتَكَى ابْنٌ لأَبِي طَلْحَةَ، قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ. فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ. فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ : كَيْفَ الْغُلاَمُ؟ قَالَتْ: قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ. وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ. قَالَ فَبَاتَ. فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي لَيْلَتِكُمَا)). قَالَ سُفْيَانُ : فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: فَرَأَيْتُ لَهَا تِسْعَةَ أَوْلاَدٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

[طرفه في: ٥٤٧٠].

ؓ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس وقت ابو طلحہؓ گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی (ام سلیم) نے جب دیکھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کونے میں لٹا دیا۔ جب ابو طلحہؓ تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟ ام سلیم نے کہا کہ اسے آرام مل گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب وہ آرام ہی کر رہا ہو گا۔ ابو طلحہؓ نے سمجھا کہ وہ صحیح کہہ رہی ہیں۔ (اب بچہ اچھا ہے) پھر ابو طلحہؓ نے ام سلیم کے پاس رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا لیکن جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی (ام سلیم) نے اطلاع دی کہ بچے کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ سے ام سلیم کا حال بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابو طلحہؓ کی انہیں بیوی سے نو بیٹے دیکھے جو سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔

تشریح: حضرت ابو طلحہؓ کی نیک ترین صالحہ صابرہ بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا ہے اور اب وہ پورے سکون کے ساتھ لیٹا ہوا ہے۔ لیکن حضرت ابو طلحہؓ نے یہ سمجھا کہ بچے کو افاقہ ہو گیا ہے اور اب وہ آرام سے سو رہا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی آرام سے سوئے' ضروریات سے فارغ ہوئے اور بیوی کے ساتھ ہم بستر بھی ہوئے اور اس پر آنحضور ﷺ نے برکت کی بشارت دی۔ یہ کہ ان کے غیر معمولی صبر و ضبط اور خداوند تعالیٰ کی حکمت پر کامل یقین کا ثمرہ تھا۔ بیوی کی اس ادا شناسی پر قربان جائیے کہ کس طرح انہوں نے اپنے شوہر کو ایک ذہنی کوفت سے بچا لیا۔

محدث علی بن مدینی نے حضرت ابو طلحہؓ کے ان نو لڑکوں کے نام نقل کئے ہیں جو سب عالم قرآن ہوئے اور اللہ نے ان کو بڑی ترقی بخشی۔ وہ نو بچے یہ تھے۔ اسحاق' اسماعیل' یعقوب' عمیر' عمر' محمد' عبداللہ' زید اور قاسم۔ انتقال کرنے والے بچے کو ابو عمیر کہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کو پیار سے فرمایا کرتے تھے ابو عمیر تمہاری نغیر یعنی چڑیا کیسی ہے؟ یہ بچہ بڑا خوبصورت اور وجیہ تھا۔ ابو طلحہؓ اس سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ بچے کی ماں ام سلیم کے استقلال کو دیکھئے کہ منہ پر تیوڑی نہ آنے دی اور رنج کو ایسا چھپایا کہ ابو طلحہؓ سمجھے واقعی بچہ اچھا ہو گیا ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ ام سلیم نے بات بھی ایسی کہی کہ جھوٹ نہ ہو کیونکہ موت در حقیقت راحت ہے۔ وہ معصوم جان تھی اس کے لئے تو مرنا آرام ہی آرام تھا۔ ادھر بیماری کی تکلیف گئی۔ ادھر دنیا کے فکروں سے جو مستقبل میں ہوتے نجات پائی۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ ام سلیم نے رنج اور صدمہ کو پی لیا بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ام سلیم نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر کچھ لوگ عاریت کی چیز لیں پھر واپس دینے سے انکار کریں تو کیسا ہے؟ اس پر ابو طلحہؓ بولے کہ ہرگز انکار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ عاریت کی چیز واپس کر دینا چاہئے تب ام سلیم نے کہا کہ یہ بچہ بھی اللہ

کا تھا۔ آپ کو عاریتہً ملا ہوا تھا' اللہ نے اسے لے لیا تو آپ کو رنج نہ کرنا چاہئے۔ اللہ نے ان کو صبر و استقلال کے بدلے نو لڑکے عطا کئے جو سب عالم قرآن ہوئے۔ سچ ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

٤٢- بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُوْلَى

باب صبر وہی ہے جو مصیبت آتے ہی کیا جائے۔

وَقَالَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نِعْمَ الْعِدْلاَنِ وَنِعمَ العِلاَوَةُ: ﴿الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا: إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ، وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ وَقَولِهِ تَعَالَى: ﴿وَاسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ، وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلاَّ عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں طرف کے بوجھے اور بیچ کا بوجھ کیا اچھے ہیں۔ یعنی سورۂ بقرہ کی اس آیت میں خوشخبری سنا صبر کرنے والوں کو جن کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں پر ان کے مالک کی طرف سے شاباشیاں ہیں اور مہربانیاں اور یہی لوگ راستہ پانے والے ہیں۔ اور اللہ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ اور وہ نماز بہت مشکل ہے مگر خدا سے ڈرنے والوں پر مشکل نہیں۔

١٣٠٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الأُوْلَى)). [راجع: ١٢٥٢]

(۱۳۰۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے ثابت نے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے حوالہ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا صبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔

تشریح ترجمۃ الباب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مصیبت کے وقت صبر کی فضیلت بیان کی کہ اس سے صابر بندے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والے قول کو حاکم نے مستدرک میں وصل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلوات اور رحمت کو تو جانور کے دونوں طرف کے بوجھے قرار دیا اور بیچ کا بوجھ جو پیٹھ پر رہتا ہے اسے ﴿ اولئک هم المهتدون ﴾ سے تعبیر فرمایا۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے اسے منع فرمایا تو وہ خفا ہو گئی۔ پھر جب اس کو آپ کے متعلق علم ہوا تو وہ دوڑی ہوئی معذرت خواہی کے لئے آئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اب کیا رکھا ہے صبر تو مصیبت کے شروع ہی میں ہوا کرتا ہے۔

٤٣- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ))

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں"۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ)).

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ (آپ نے فرمایا) آنکھ آنسو بہاتی ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے۔

١٣٠٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَيْفِ الْقَيْنِ - وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ - فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ - وَإِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهِ - فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَذْرِفَانِ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَقَالَ: ((يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ)). ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُوْلُ إِلاَّ مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ)). رَوَاهُ مُوْسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۱۳۰۳) ہم سے حسن بن عبدالعزیز نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے قریش نے جو حیان کے بیٹے ہیں' نے بیان کیا' ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے۔ یہ ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ) کو دودھ پلانے والی انا کے خاوند تھے۔ آنحضورؐ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور پیار کیا اور سونگھا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے یہاں پھر گئے۔ دیکھا کہ اس وقت ابراہیمؓ دم توڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ یارسول اللہؐ! اور آپ بھی لوگوں کی طرح بے صبری کرنے لگے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' ابن عوف! یہ بے صبری نہیں یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپؐ دوبارہ روئے اور فرمایا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے پر زبان سے ہم کہیں گے وہی جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اسی حدیث کو موسیٰ بن اسماعیل نے سلیمان بن مغیرہ سے' ان سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس طرح سے آنکھوں سے آنسو نکل آئیں اور دل غمگین ہو اور زبان سے کوئی لفظ اللہ کی ناراضگی کا نہ نکلے تو ایسا رونا بے صبری نہیں بلکہ یہ آنسو رحمت ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے والے کو محبت آمیز لفظوں سے مخاطب کر کے اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا درست ہے۔ آنحضرت ﷺ کے یہ صاحبزادے ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو مشیت ایزدی کے تحت حالت شیر خوارگی ہی میں انتقال کر گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

٤٤- بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ

باب مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟

١٣٠٤- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ

(۱۳۰۴) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن وہب نے کہا کہ مجھے خبر دی عمرو بن حارث نے' انہیں سعید بن حارث انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کے لئے عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ فَقَالَ: ((قَدْ قَضَى؟)) قَالُوا: لاَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ. فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا. فَقَالَ: ((أَلاَ تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللهَ لاَ يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلاَ بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا)) - وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ - أَوْ يَرْحَمُ. وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)). وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا، وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ، وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ.

کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپؐ اندر گئے تو تیمار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا وفات ہو گئی؟ لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہؐ! نبی کریم ﷺ (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر) رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسول اکرم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کریگا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے' آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو) یہ اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ وماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے' پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے۔

تشریح فوجدہ فی غاشیۃ اھلہ کا ترجمہ بعضوں نے یوں کیا ہے دیکھا تو وہ بے ہوش ہیں اور ان کے گرداگرد لوگ جمع ہیں۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا دیکھ کر یہ گمان کیا کہ شاید سعدؓ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ یہی زبان باعث رحمت ہے اگر اس سے کلمات خیر نکلیں اور یہی باعث عذاب ہے اگر اس سے برے الفاظ نکالے جائیں۔ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جلال کا بھی اظہار ہوا کہ آپ خلاف شریعت رونے پیٹنے والوں پر انتہائی سختی فرماتے۔ فی الواقع اللہ طاقت دے تو شرعی اوامر و نواہی کے لئے پوری طاقت سے کام لینا چاہئے۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں شرف الاسلام سے مشرف ہوئے۔ ان کا شمار بارہ نقباء میں ہے۔ انصار کے سرداروں میں سے تھے اور شان و شوکت میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ بدر کی مہم کے لئے آنحضرت ﷺ نے جو مشاورتی اجلاس طلب فرمایا تھا اس میں حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آپؐ ہم انصار کو سمندر میں کودنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم اس میں کود پڑیں گے اور اگر خشکی میں حکم فرمائیں گے تو ہم وہاں بھی اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں گے۔ آپ کی اس پر جوش تقریر سے نبی کریم ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ اکثر غزوات میں انصار کا جھنڈا اکثر آپ ہی کے ہاتھوں میں رہتا تھا۔ سخاوت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ خاص طور پر اصحاب صفہ پر آپ کے جود و کرم کی بارش بکثرت برسا کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ اسی وجہ سے آپ کی اس بیماری میں حضور ﷺ آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ کی بیماری کی تکلیف دہ حالت دیکھ کر حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ۱۵ھ میں بہ زمانہ خلافت فاروقی سرزمین شام میں بمقام حوران آپ کی شہادت اس طرح ہوئی کہ کسی دشمن نے نعش مبارک کو غسل خانہ میں ڈال دیا۔ انتقال کے وقت ایک بیوی اور تین بیٹے آپ نے چھوڑے۔ اور حوران ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ آمین۔

٤٥- بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ النَّوْحِ

باب کس طرح کے نوحہ وبکا سے منع کرنا اور اس پر

وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرِ عَنْ ذَلِكَ

جھڑکنا چاہئے

١٣٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ: ((لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ - وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ - فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ - وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ - فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ، ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ. فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي - أَوْ غَلَبْنَنَا، الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ - فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ)). فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ، فَوَاللهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ. [راجع: ١٢٩٩]

(١٣٠٥) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے' ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے' کہا کہ مجھے عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاری نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب زید بن حارثہ' جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ غم کے آثار آپؐ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ میں دروازے کے ایک سوراخ سے آپؐ کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا کہ یارسول اللہؐ! جعفرؓ کے گھر کی عورتیں نوحہ اور ماتم کر رہی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کے لئے کہا۔ وہ صاحب گئے لیکن پھر واپس آ گئے اور کہا کہ وہ نہیں مانتیں۔ آپ نے دوبارہ روکنے کے لئے بھیجا۔ وہ گئے اور پھر واپس چلے آئے۔ کہا کہ بخدا وہ تو مجھ پر غالب آ گئی ہیں یا یہ کہا کہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ شک محمد بن حوشب کو تھا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میرا یقین یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میری زبان سے نکلا کہ اللہ تیری ناک خاک آلودہ کرے تو نہ تو وہ کام کر سکا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور نہ آپ کو تکلیف دینا چھوڑتا ہے۔

تشریح زید بن حارثہ کی والدہ کا نام سعدیٰ اور باپ کا نام حارثہ اور ابو اسامہ کنیت تھی۔ بنی قضاعہ کے چشم و چراغ تھے جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ بچپن میں قزاق آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکاظ میں غلام بن کر چار سو درہم میں حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت ہو کر ان کی پھوپھی ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچ گئے اور وہاں سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ ان کے والد کو یمن میں خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور دربار نبوت میں ان کی واپسی کے لئے درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ کو کلی اختیار دے دیا کہ اگر وہ گھر جانا چاہیں تو خوشی سے اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں پر آنحضرت ﷺ کو ترجیح دی اور والد اور چچا کے ہمراہ نہیں گئے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے احسانات اور اخلاق فاضلہ ان کے دل میں گھر کر چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضور ﷺ ان کو مقام حجر میں لے گئے اور حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! گواہ رہو میں نے زید کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ وہ میرے وارث ہیں اور میں اس کا وارث ہوں۔ اس کے بعد وہ زید بن محمد پکارے جانے لگے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ متبنیٰ لڑکوں کو ان کے والدین کی طرف

منسوب کر کے پکارو۔ اللہ کے یہاں انصاف کی بات ہے۔ پھر وہ زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح ام ایمن اپنی آزاد کردہ لونڈی سے کرا دیا تھا۔ جن کے بطن سے ان کا لڑکا اسامہ پیدا ہوا۔ ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایک آیت میں ان کا نام لے کر ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جبکہ قرآن مجید میں کسی بھی صحابی کا نام لے کر کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ غزوۂ موتہ ۸ھ میں یہ بہادرانہ شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

ان کے بعد فوج کی کمان حضرت جعفر طیارؓ نے سنبھالی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ یہ شروع ہی میں اکتیس آدمیوں کے ساتھ اسلام لے آئے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب سے دس سال بڑے تھے۔ صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ قریش کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت حبشہ میں یہ بھی شریک ہوئے اور نجاشی کے دربار میں انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ایسی پر جوش تقریر کی کہ شاہ حبش مسلمان ہو گیا۔ ۷ھ میں یہ اس وقت مدینہ تشریف لائے جب فرزندان توحید نے خیبر کو فتح کیا۔ آپ نے ان کو اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تمہارے آنے سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے یا فتح خیبر سے ہوئی ہے۔ غزوۂ موتہ میں یہ بھی بہادرانہ شہید ہوئے اور اس خبر سے آنحضرت ﷺ کو سخت ترین صدمہ ہوا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن ابی رواحہ نے فوج کی کمان سنبھالی۔ بیعت عقبہ میں یہ موجود تھے۔ بدر' احد' خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں سوائے فتح مکہ اور بعد والے غزوات میں یہ شریک رہے۔ بڑے ہی فرمانبردار اطاعت شعار صحابی تھے۔ قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ لیلۃ العقبہ میں اسلام لا کر بنو حارثہ کے نقیب مقرر ہوئے اور حضرت مقداد بن اسود کندیؓ سے سلسلہ مؤاخات قائم ہوا۔ فتح بدر کی خوشخبری مدینہ میں سب سے پہلے لانے والے آپ ہی تھے۔ جنگ موتہ میں بہادرانہ جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید نے قیادت سنبھالی اور ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت فرمایا کہ پکار کر' بیان کر کر کے مرنے والوں پر نوحہ و ماتم کرنا یہاں تک ناجائز ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کے گھر والوں کے لئے اس حرکت نازیبا نوحہ و ماتم کرنے کی وجہ سے ان کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم فرمایا جو آپؐ کی خفگی کی دلیل ہے اور یہ ایک محاورہ ہے جو انتہائی ناراضگی پر دلالت کرتا ہے۔

١٣٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لاَ نَنُوحَ، فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ. أُمُّ سُلَيْمٍ، وَأُمُّ الْعَلاَءِ، وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ، أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ، وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٌ أُخْرَى)).

(۱۳۰۶) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم (میت پر) نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا اور کسی نے پورا نہیں کیا۔ یہ عورتیں ام سلیم' ام علاء' ابو سبرہ کی صاحبزادی جو معاذ کے گھر میں تھیں اور اس کے علاوہ دو عورتیں یا (یہ کہا کہ) ابو سبرہ کی صاحبزادی' معاذ کی بیوی اور ایک دوسری خاتون (رضی اللہ عنہن)

[طرفاه في : ٤٨٩٢، ٧٢١٥].

تشریح حدیث کے راوی کو یہ شک ہے کہ یہ ابو سبرہ کی وہی صاحبزادی ہیں جو معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں یا کسی دوسری صاحبزادی کا یہاں ذکر ہے اور معاذ کی جو بیوی اس عہد کا حق ادا کرنے والوں میں تھیں وہ ابو سبرہ کی صاحبزادی نہیں تھیں۔ معاذ کی جورو ام عمرو بنت خلاد تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً مسلمان مردوں' عورتوں سے اسلام پر ثابت قدمی کی بیعت لیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپؐ نے عورتوں سے خصوصیت سے نوحہ نہ کرنے پر بھی بیعت لی۔ بیعت کے اصطلاحی معنی اقرار کرنے کے ہیں۔ یہ ایک طرح کا حلف نامہ ہوتا ہے۔ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان اپنے موقع پر آئے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو پھر بھی کمزوریوں کا مجسمہ ہے۔ صحابیات کی شان مسلم ہے پھر بھی ان میں بہت سی خواتین سے اس عہد پر قائم نہ رہا گیا جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔

٤٦- بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

١٣٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ)) قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ: ((حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ)).

[طرفه في: ١٣٠٨].

باب جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا

(١٣٠٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے زہری نے' ان سے سالم نے' ان سے ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے' ان سے عامر بن ربیعہؓ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے رہو یہاں تک کہ جنازہ تم سے آگے نکل جائے۔ سفیان نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے خبر دی تھی۔ حمیدی نے یہ زیادتی کی ہے۔ "یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے"۔

٤٧- بَابُ مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

١٣٠٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْتُخَلِّفَهُ أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ

باب اگر کوئی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو اسے کب بیٹھنا چاہیے؟

(١٣٠٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہیں چل رہا ہے تو کھڑا ہی ہو جائے تا آنکہ جنازہ آگے نکل جائے یا آگے جانے کی بجائے خود جنازہ

أَنْ تُخَلِّفَهُ)). [راجع: ١٣٠٧]

رکھ دیا جائے۔

٤٨- بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلاَ يَقْعُدُ حَتَّى تُوضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

باب جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ لوگوں کے کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے اور اگر پہلے بیٹھ جائے تو اس سے کھڑا ہونے کے لئے کہا جائے۔

١٣٠٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: ((كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوضَعَ، فَجَاءَ أَبُو سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ: قُمْ، فَوَ اللهِ لَقَدْ عَلِمَ هَذَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ. فَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ صَدَقَ)).

[طرفه في: ١٣١٠].

(۱۳۰۹) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' ان سے ابن ابی ذئب نے' ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ان کے والد نے کہ ہم ایک جنازہ میں شریک تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور یہ دونوں صاحب جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابو سعید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو! خدا کی قسم! یہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

تشریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد نہ رہی تھی۔ جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یاد دلائی تو آپ کو یاد آئی اور آپ نے اس کی تصدیق کی۔ اکثر صحابہ اور تابعین اس کو مستحب جانتے ہیں اور شعبی اور نخعی نے کہا کہ جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور بعضوں نے کھڑے رہنے کو فرض کہا ہے۔ نسائی نے ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو کسی جنازے میں بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جاتا۔

١٣١٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ - يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ - قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا، فَمَنْ تَبِعَهَا فَلاَ يَقْعُدْ حَتَّى تُوضَعَ)).

[راجع: ١٣٠٩]

(۱۳۱۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے' ان سے ابو سلمہ اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

تشریح اس بارے میں بہت کچھ بحث و تمحیص کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: والقول الراجح عندی هو ماذهب اليه الجمهور من انه يستحب ان لايجلس التابع والمشيع للجنازة حتى توضع بالارض وان النهي في قوله

فلا یقعد محمول علی التنزیہ واللہ تعالٰی اعلم

ویدل علی استحباب القیام الی ان توضع مارواہ البیہقی (ص : ۲۷/ ج : ۴) من طریق ابی حازم قال مشیت مع ابی ہریرۃ و ابن الزبیر والحسن بن علی امام الجنازۃ حتی انتہینا الی المقبرۃ فقاموا حتی وضعت ثم جلسوا فقلت لبعضہم فقال ان القائم مثل الحامل یعنی فی الاجر (مرعاۃ' جلد : ۲/ ص : ۴۷۱)

یعنی میرے نزدیک قول راجح وہی ہے جدھر جمہور گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں اور اس کے رخصت کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھیں اور حدیث میں نہ بیٹھنے کی نہی تنزیہی ہے اور اس قیام کے استحباب پر بیہقی کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے ابو حازم کی سند سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک جنازہ کے ہمراہ گئے۔ پس یہ جملہ حضرات کھڑے ہی رہے جب تک وہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سب بھی بیٹھ گئے۔ میں نے ان میں سے بعض سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کھڑا رہنے والا بھی اسی کے مثل ہے جو خود جنازہ کو اٹھا رہا ہے یعنی ثواب میں یہ دونوں برابر ہیں۔

۴۹- بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ

باب اس شخص کے بارے میں جو یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا

۱۳۱۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا)).

(۱۳۱۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

تشریح: آنحضرت ﷺ کا یہودی کے جنازے کے لئے بھی کھڑے ہو جانا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں محض انسانیت کے رشتہ کی بنا پر ہر انسان سے کس قدر محبت تھی۔ یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ آئندہ حدیث میں بھی کچھ ایسا ہی ذکر ہے۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے خود اس سوال کا جواب فرمایا ہے۔ الیست نفسا یعنی جان کے معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان برابر ہیں۔ زندگی اور موت ہر دو پر وارد ہوتی ہیں۔ حضرت جابر کی روایت میں مزید تفصیل موجود ہے۔ مرت جنازۃ فقام لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وقمنا معہ فقلنا یا رسول اللہ انہا یہودیۃ فقال ان الموت فزع فاذا رایتم الجنازۃ فقوموا متفق علیہ یعنی ایک جنازہ گزرا جس پر آنحضرت ﷺ اور آپ کی اقتدا میں ہم سب کھڑے ہو گئے۔ بعد میں ہم نے کہا کہ حضور یہ ایک یہودیہ کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو بے شک موت بہت ہی گھبراہٹ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ موت کسی کی بھی ہو اسے دیکھ کر گھبراہٹ ہونی چاہئے پس تم جب بھی کوئی جنازہ دیکھو کھڑے ہو جایا کرو۔

نسائی اور حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انما قمنا للملئکۃ ہم فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور احمد میں بھی حدیث ابو موسیٰ سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔

پس خلاصۃ الکلام یہ کہ جنازہ کو دیکھ کر بلا امتیاز مذہب عبرت حاصل کرنے کے لئے' موت کو یاد کرنے کے لئے' فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٣١٢- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ: ((كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ، فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا، فَقِيْلَ لَهُمَا: إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ - أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ - فَقَالاَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقَالَ: ((أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟)).

(١٣١٢) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپؐ اس کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپؐ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کیا یہودی کی جان نہیں ہے؟

١٣١٣- وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالاَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ)). وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: كَانَ أَبُو مَسْعُودٍ وَقَيْسٌ يَقُومَانِ لِلْجَنَازَةِ.

(١٣١٣) اور ابو حمزہ نے اعمش سے بیان کیا' ان سے عمرو نے' ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ تھے۔ اور زکریا نے کہا ان سے شعبی نے اور ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

٥٠- بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُونَ النِّسَاءِ

باب اس بارے میں کہ عورتیں نہیں بلکہ مرد ہی جنازے کو اٹھائیں

١٣١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا

(١٣١٤) ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ کیسان نے کہ انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے ہائے بربادی! مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق خدا سنتی ہے۔ اگر انسان کہیں سن پائے تو بے ہوش

كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ)). [طرفه في: ١٣١٦، ١٣٨٠].

ہو جائے۔

٥١- بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ. فَامْشُوا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا. وَقَالَ غَيْرُهُ : قَرِيْبًا مِنْهَا.

باب جنازے کو جلد لے چلنا

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کو پہنچا دینے والے ہو تم اس کے سامنے بھی چل سکتے ہو پیچھے بھی' دائیں بھی اور بائیں بھی' سب طرف چل سکتے ہو اور انس رضی اللہ عنہ کے سوا اور لوگوں نے کہا جنازے کے قریب چلنا چاہئے۔

١٣١٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا، وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ)).

(١٣١٥) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم نے زہری سے سن کر یہ حدیث یاد کی' انہوں نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جنازہ لے کر جلد چلا کرو کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف نزدیک کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔

٥٢- بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ : قَدِّمُوْنِي

باب نیک میت چارپائی پر کہتا ہے کہ مجھے آگے بڑھائے چلو (جلد دفناؤ)

١٣١٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ. فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لأَهْلِهَا: يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَ الإِنْسَانُ لَصَعِقَ)). [راجع: ١٣١٤]

(١٣١٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد (کیسان) نے اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم فرمایا کرتے تھے کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور لوگ اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اس وقت اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلد آگے بڑھائے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے کہ ہائے بربادی! مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس کی یہ آواز انسان کے سوا ہر مخلوق خدا سنتی ہے۔ کہیں اگر انسان سن پائے تو بے ہوش ہو جائے۔

٥٣- بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلاَثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الإِمَامِ

باب امام کے پیچھے جنازہ کی نماز کے لئے دو یا تین صفیں کرنا

١٣١٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ)).

[أطرافه في: ١٣٢٠، ١٣٣٤، ٣٨٧٧، ٣٨٧٨، ٣٨٧٩].

(۱۳۱۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے بیان کیا' ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

بہرحال دو صف ہوں یا تین صف ہر طرح جائز ہے۔ مگر تین صفیں بنانا بہتر ہے۔

٥٤- بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب جنازہ کی نماز میں صفیں باندھنا

١٣١٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَعَى النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا)). [راجع: ١٢٤٥]

(۱۳۱۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے' ان سے زہری نے' ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی وفات کی خبر سنائی' پھر آپ آگے بڑھ گئے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں' پھر آپ نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔

١٣١٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)). [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۱۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبانی نے' ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے خبر دی کہ آنحضور ﷺ ایک قبر پر آئے جو اور قبروں سے الگ تھلگ تھی۔ صحابہ نے صف بندی کی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

١٣٢٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ

(۱۳۲۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی' انہوں نے جابر بن عبداللہ

بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ)). قَالَ: فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ : كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي. [راجع: ١٣١٧]

رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک مرد صالح (نجاشی حبش کے بادشاہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے صف بندی کر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

تشریح: ان سب حدیثوں سے میت غائب پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہوا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اکثر سلف کا یہی قول ہے۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت ثابت نہیں اور قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کہ جنازے کی نماز میں دعا کرنا ہے اور دعا کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ جس کے لئے دعا کی جائے وہ ضرور حاضر بھی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے شاہ حبش نجاشی کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ درست ہے مگر اس بارے میں علمائے احناف نے بہت کچھ تاویلات سے کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے زمین کا پردہ ہٹا کر اللہ نے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات نبوی سے ہے۔ کچھ نے کہا کہ یہ خاص نجاشی کے لئے تھا۔ بہرحال یہ تاویلات دوراز کار ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے نجاشی کے لئے پھر معاویہ بن معاویہ مزنی کے لئے' نماز جنازہ غائبانہ ثابت ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

واجیب عن ذلک بان الاصل عدم الخصوصیة ولو فتح باب هذا الخصوص لانسد کثیر من احکام الشرع قال الخطابی زعم ان النبی صلی الله علیه وسلم کان مخصوصا بهذا الفعل فاسد لان رسول الله صلی الله علیه و سلم اذا فعل شیئا من افعال الشریعة کان علینا اتباعه والایتساء به والتخصیص لا یعلم الا بدلیل ومما یبین ذلک انه صلی الله علیه و سلم خرج بالناس الی الصلٰوة فصف بهم وصلوا معه فعلم ان هذا التاویل فاسد وقال ابن قدامه نقتدی بالنبی صلی الله علیه و سلم مالم یثبت ما یقتضی اختصاصه (مرعاة)

یعنی نجاشی کے لئے آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ غائبانہ کو مخصوص کرنے کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل میں عدم خصوصیت ہے اور اگر خواہ مخواہ ایسے خصوص کا دروازہ کھولا جائے گا' تو بہت سے احکام شریعت یہی کہہ کر مسدود کر دیئے جائیں گے کہ یہ خصوصیات نبوی میں سے ہیں۔ امام خطابی نے کہا کہ یہ گمان کہ نماز جنازہ غائبانہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی بالکل فاسد ہے۔ اس لئے کہ جب رسول کریم ﷺ کوئی کام کریں تو اس کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ تخصیص کے لئے کوئی کھلی دلیل ہونی ضروری ہے۔ یہاں تو صاف بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ لوگوں کو ہمراہ لے کر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے۔ صف بندی ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ ظاہر ہوا کہ یہ تاویل فاسد ہے۔ ابن قدامہ نے کہا کہ جب تک کسی امر میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیت صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو ہم اس میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا کریں گے۔

کچھ روایات جن سے کچھ اختصاص پر روشنی پڑ سکتی ہے مروی ہیں مگر وہ سب ضعیف اور ناقابل استناد ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ان پر توجہ نہیں دی جا سکتی۔ اور واقدی کی یہ روایت کہ آنحضرت ﷺ کے لئے نجاشی کے جنازہ اور زمین کا درمیانی پردہ ہٹا دیا گیا تھا بغیر سند کے ہے جو ہرگز استدلال کے قابل نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

٥٥- بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ مَعَ

باب جنازے کی نماز میں بچے بھی مردوں کے برابر

الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ

کھڑے ہوں

١٣٢١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلاً فَقَالَ: ((مَتَى دُفِنَ هَذَا؟)) قَالُوا: الْبَارِحَةَ. قَالَ: ((أَفَلاَ آذَنْتُمُونِي؟)) قَالُوا : دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ. فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَنَا فِيهِمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

(۱۳۲۱) ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شیبانی نے بیان کیا' ان سے عامر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کا گزر ایک قبر پر ہوا۔ میت کو ابھی رات ہی دفنایا گیا تھا۔ آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ دفن کب کیا گیا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ گذشتہ رات۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں اطلاع کرائی ؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اندھیری رات میں دفن کیا گیا' اس لئے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں بھی انہیں میں تھا (نابالغ تھا لیکن) نماز جنازہ میں شرکت کی۔

٥٦- بَابُ سُنَّةِ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب جنازے پر نماز کا مشروع ہونا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ)) وَقَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)) وَقَالَ ((صَلُّوا عَلَى النَّجَاشِيِّ)) سَمَّاهَا صَلاَةً لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ وَلاَ سُجُودٌ، وَلاَ يُتَكَلَّمُ فِيهَا، وَفِيهَا تَكْبِيرٌ وَتَسْلِيمٌ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لاَ يُصَلِّي إِلاَّ طَاهِرًا، وَلاَ يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلاَ غُرُوبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوهُمْ لِفَرَائِضِهِمْ. وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلاَ يَتَيَمَّمُ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّونَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ. وَقَالَ ابْنُ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جو شخص جنازے پر نماز پڑھے اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو۔ اس کو نماز کہا اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ اور نہ اس میں بات کی جا سکتی ہے اور اس میں تکبیر ہے اور سلام ہے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہ پڑھتے جب تک باوضو نہ ہوتے اور سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ پڑھتے اور جنازے کی نماز میں رفع یدین کرتے اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ میں نے بہت سے صحابہ اور تابعین کو پایا وہ جنازے کی نماز میں امامت کا زیادہ حقدار اسی کو جانتے جس کو فرض نماز میں امامت کا زیادہ حقدار سمجھتے اور جب عید کے دن یا جنازے پر وضو نہ ہو تو پانی ڈھونڈھے' تیمم نہ کرے اور جب جنازے پر اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو جائے۔ اور سعید بن مسیبؒ نے کہا رات ہو یا دن' سفر ہو یا حضر جنازے میں چار تکبیریں

الْمُسَيَّبِ: يُكَبَّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا. وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةِ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ. وَقَالَ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾. وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ. [راجع: ۸۵۷]

کہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی تکبیر جنازے کی نماز شروع کرنے کی ہے اور اللہ جل جلالہ نے (سورۂ توبہ میں) فرمایا ان منافقوں میں جب کوئی مرجائے تو ان پر کبھی نماز نہ پڑھیو۔ اور اس میں صفیں ہیں اور امام ہوتا ہے۔

تشریح کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز جنازہ کو صرف دعا کی حد تک مانتے ہیں اور اسے بے وضو پڑھنا بھی جائز کہتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر ایسے ہی لوگوں کا یہاں رد فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ جنازہ کی نماز نماز ہے اسے محض دعا کہنا غلط ہے۔ قرآن مجید میں' فرامین دربار رسالت میں' اقوال صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین میں اسے لفظ نماز ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔

قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ امام مالک اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق کے نزدیک اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جنازہ کی نماز اوقات مکروہہ میں بھی جائز ہے۔

اس نماز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ اس روایت کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب رفع الیدین میں نکالا ہے۔ اس میں اور نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ چار تکبیروں سے یہ نماز مسنون ہے۔ اس کی امامت کے لئے بھی وہی شخص زیادہ حقدار ہے جو پنجوقتہ نماز پڑھانے کے لائق ہے۔ الغرض نماز جنازہ نماز ہے۔ یہ محض دعا نہیں ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں۔

تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا اس بارے میں امام شافعیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ وہ تکبیرات جنازہ میں اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: واختلفوا فی رفع الایدی فی هذه التكبيرات مذهب الشافعی الرفع فی جمیعها وحكاه ابن المنذر عن ابن عمر و عمر بن عبدالعزيز و عطاء و سالم بن عبدالله و قيس ابن ابی حازم والزهری والاوزاعی و احمد و اسحاق واختاره ابن المنذر وقال الثوری وابو حنيفة واصحاب الرای لا يرفع الا فی التكبير الاولى (مسلم مع نووی مطبوعہ کراچی' جلد: ۱) یعنی تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے۔ اس کو عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز اور عطاء اور سالم بن عبداللہ اور قیس ابن ابی حازم اور زہری اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق سے نقل کیا ہے اور ابن منذر کے نزدیک مختار مذہب یہی ہے اور امام ثوری اور امام ابو حنیفہ اور اصحاب الرائے کا قول یہ ہے کہ صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے جائیں ہر تکبیر پر رفع الیدین کے متعلق کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۳۲۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ ﷺ عَلَى

(۱۳۲۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ان سے شیبانی نے اور ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبردی تھی جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر پر

قَبرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)).

سے گزرا۔ وہ کہتا تھا کہ آپؐ نے ہماری امامت کی اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ہم نے پوچھا کہ ابو عمرو (یہ شعبی کی کنیت ہے) یہ آپ سے بیان کرنے والے کون صحابی ہیں؟ فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور تمام نمازوں کی طرح اس میں وہی چیزیں ضروری ہیں جو نمازوں کے لئے ہونی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کے بہت سے ٹکڑے ایسے بیان کئے ہیں جن میں نماز جنازہ کے لئے "نماز" کا لفظ ثابت ہوا اور حدیث وارده میں بھی اس پر نماز ہی کا لفظ بولا گیا جبکہ آنحضرت ﷺ امام ہوئے اور آپؐ کے پیچھے صحابہؓ نے صف باندھی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان جس پر نماز جنازہ پڑھنی ضروری تھی اور اس کو بغیر نماز پڑھائے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

٥٧- بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

باب جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ﷺ: إِذَا صَلَّيْتَ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ: مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا، وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

[راجع: ٨٥٧]

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھ کر تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ حمید بن ہلال (تابعی) نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھ کر اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتے۔ جو شخص بھی نماز جنازہ پڑھے اور پھر واپس آئے تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔

حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ اور امام بخاری کی غرض ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف نماز جنازہ پڑھ کر گھر کو لوٹ جانا چاہے تو جنازے کے وارثوں سے اجازت لے کر جانا چاہیے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث وارد ہے جو ضعیف ہے۔ (وحیدی)

١٣٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ: حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَقُولُ: ((مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ، فَقَالَ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا)).

[راجع: ٤٧]

(١٣٢٣) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا' کہا کہ میں نے نافع سے سنا' آپ نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو دفن تک جنازہ کے ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو ہریرہ احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔

١٣٢٤- فَصَدَّقَتْ - يَعْنِي عَائِشَةَ - أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُهُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ))

(١٣٢٤) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہؓ نے بھی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد خود سنا ہے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر تو ہم نے بہت سے قیراطوں کا نقصان اٹھایا۔ (سورہ زمر میں جو لفظ) فرطت آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں میں نے

فَرَّطتُ: ضَيَّعتُ مِن أمرِ اللهِ. ضائع کیا۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتوں میں جو لفظ وارد ہوئے ہیں اگر حدیث میں کوئی وہی لفظ آ جاتا ہے تو آپ اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام میں فرطت کا لفظ آیا اور قرآن میں بھی ﴿ فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ ﴾ (الزمر:۵۶) آیا ہے تو اس کی بھی تفسیر کر دی یعنی میں نے اللہ کا حکم کچھ ضائع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا' انہوں نے بہت حدیثیں بیان کیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ ان کو یہ شبہ رہا کہ شاید ابو ہریرہؓ بھول گئے ہوں یا حدیث کا مطلب اور کچھ ہو وہ نہ سمجھے ہوں۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی شہادت دی تو ان کو پورا یقین آیا اور انہوں نے افسوس سے کہا کہ ہمارے بہت سے قیراط اب تک ضائع ہوئے۔ حضرت امام کا مقصد باب اس شخص کی فضیلت بیان کرنا ہے جو جنازے کے ساتھ جائے' اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ قیراط ایک بڑا وزن مثل احد پہاڑ کے مراد ہے اور جو شخص دفن ہونے تک ساتھ رہے اسے دو قیراط برابر ثواب ملے گا۔

۵۸- بَابُ مَنِ انتَظَرَ حَتَّى تُدفَنَ

باب جو شخص دفن ہونے تک ٹھہرا رہے

۱۳۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمُقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ح. [راجع: ٤٧]

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ)). قِيْلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

(۱۳۲۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن ابی ذئب کے سامنے یہ حدیث پڑھی' ان سے ابو سعید مقبری نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔ (دوسری سند) ہم سے احمد بن شبیب نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' ان سے یونس نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا کہ (مجھ سے فلاں نے یہ بھی حدیث بیان کی)

اور مجھ سے عبدالرحمٰن اعرج نے بھی کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جنازہ میں شرکت کی پھر نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ فرمایا کہ دو عظیم پہاڑوں کے برابر۔

یعنی دنیا کا قیراط مت سمجھو جو درہم کا بارہواں حصہ ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آخرت کے قیراط احد پہاڑ کے برابر ہیں۔

۵۹- بَابُ صَلاَةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب بڑوں کے ساتھ بچوں کا بھی نماز جنازہ میں شریک ہونا

١٣٢٦- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِي عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبْرًا فَقَالُوا: هَذَا دُفِنَ - أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا)). [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۲۶) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے' انہوں نے کہا ہم سے زائد نے بیان کیا' انہوں نے ان سے ابو اسحاق شیبانی نے' ان سے عامر نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس میت کو گزشتہ رات میں دفن کیا گیا ہے۔ (صاحب قبر مرد تھا یا عورت تھی) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ کیونکہ ابن عباس اس واقعہ کے وقت بچے ہی تھے۔ مگر آپ کے ساتھ برابر صف میں شریک ہوئے۔

٦٠- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ

باب نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)

١٣٢٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَعَى لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لأَخِيْكُمْ)).

[راجع: ١٢٤٥]

(۱۳۲۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان دونوں حضرات سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے نجاشی کی وفات کی خبر دی' اسی دن جس دن ان کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے خدا سے مغفرت چاہو۔

١٣٢٨- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا)).

[راجع: ١٢٤٥]

(۱۳۲۸) اور ابن شہاب سے یوں بھی روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں صف بندی کرائی پھر (نماز جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں۔

تشریح امام نووی فرماتے ہیں قال ابن عبدالبر وانعقد الاجماع بعد ذلک علی اربع واجمع الفقهاء واهل الفتوی بالامصار علی اربع علی ماجاء فی احادیث الصحاح وما سوی ذلک عندهم شذوذ لا یلتفت الیه (نووی) یعنی ابن عبدالبر نے کہا کہ تمام فقہاء

اور اہل فتویٰ کا چار تکبیروں پر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ احادیث صحاح میں آیا ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ نوادر میں داخل ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا۔

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری مد ظلہ فرماتے ہیں۔ والراجح عندی انه لا ینبغی ان یزاد علی اربع لان فیه خروجا من الخلاف ولان ذلک هو الغالب من فعله لکن الامام اذ اکبر خمسًا تابعه المأموم لان ثبوت الخمس لامرد له من حیث الروایة العمل الخ (مرعاة' ج : ۲ / ص : ۴۷۷)

یعنی میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ چار تکبیروں سے زیادہ نہ ہوں۔ اختلاف سے بچنے کا یہی راستہ ہے نبی کریم ﷺ کے فعل سے اکثر یہی ثابت ہے۔ لیکن اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدیوں کو اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ روایت اور عمل کے لحاظ سے پانچ کا بھی ثبوت موجود ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۳۲۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ الْيَهُودَ جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ مَوضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ)).

[أطرافه في : ٣٦٣٥، ٤٥٥٦، ٦٨١٩، ٦٨٤١، ٧٣٣٢، ٧٥٤٣].

(۱۳۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' ان سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور میں اپنے ہم مذہب ایک مرد اور عورت کا جنہوں نے زنا کیا تھا' مقدمہ لے کر آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کے حکم سے مسجد کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

تشریح جنازہ کی نماز مسجد میں بلا کراہت جائز و درست ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے: عن عائشة انها قالت لما توفی سعد بن ابی وقاص ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه فانکروا ذلک علیها فقالت والله لقد صلی رسول الله صلی الله علیه و سلم علی ابن بیضاء فی المسجد سهیل واخیه رواه مسلم وفی روایة ما صلی رسول الله صلی الله علیه و سلم غلی سهیل بن البیضاء الا فی جوف المسجد رواه لجماعة الا البخاری

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے جنازہ پر انہوں نے فرمایا کہ اسے مسجد میں داخل کرو یہاں تک کہ میں بھی اس پر نماز جنازہ ادا کروں۔ لوگوں نے اس پر کچھ انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی پر نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا کی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ آنحضرت ﷺ نے مسجد کے بیچوں بیچ ادا فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر دو کا جنازہ مسجد ہی میں ادا کیا گیا تھا۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں والحدیث یدل علی جواز ادخال المیت فی المسجد والصلوٰة علیه فیه وبه قال الشافعی واحمد واسحاق والجمهور یعنی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ میت کو مسجد میں داخل کرنا اور وہاں اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے۔ امام شافعی اور احمد اور

اسحاق اور جمہور کا بھی یہی قول ہے۔ جو لوگ میت کے ناپاک ہونے کا خیال رکھتے ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نہ میت کا لانا درست نہ وہاں نماز جنازہ جائز۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے' مسلمان مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ ان المومن لا ینجس حیا ولا میتا بے شک مومن مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوتا۔ یعنی نجاست حقیقی سے وہ دور ہوتا ہے۔

بنو بیضاء تین بھائی تھے۔ سہل و سہیل اور صفوان ان کی والدہ کو بطور وصف بیضاء کہا گیا۔ اس کا نام دعد تھا اور ان کے والد کا نام وہب بن ربیعہ قریشی فہری ہے۔

اس بحث کے آخر میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والحق انه یجوز الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد من غیر کراهة والافضل الصلوٰة علیها خارج المسجد لان اکثر صلواته صلی الله علیه و سلم علی الجنائز کان فی المصلی الخ (مرعاۃ) ﴾ یعنی حق یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے اور افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر پڑھی جائے کیونکہ اکثر نبی کریم ﷺ نے اس کو عیدگاہ میں پڑھا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامی عدالت میں اگر کوئی غیر مسلم کا کوئی مقدمہ دائر ہو تو فیصلہ بہر حال اسلامی قانون کے تحت کیا جائے گا۔ آپؐ نے ان یہودی زانیوں کے لئے سنگساری کا حکم اس لئے بھی صادر فرمایا کہ خود تورات میں بھی یہی حکم تھا جسے علماء یہود نے بدل دیا تھا۔ آپؐ نے گویا ان ہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ (ﷺ)

٦١- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْـمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ

باب قبروں پر مسجد بنانا مکروہ ہے

وَلَـمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ، فَسَمِعُوا صَائِحًا يَقُولُ: أَلاَ هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا؟ فَأَجَابَهُ آخَرُ: بَلْ يَئِسُوا فَانْقَلَبُوا.

اور جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم گزر گئے' تو ان کی بیوی (فاطمہ بنت حسین) نے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگائے رکھا۔ آخر خیمہ اٹھایا گیا تو لوگوں نے ایک آواز سنی "کیا ان لوگوں نے جن کو کھویا تھا' ان کو پایا؟ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ نا امید ہو کر لوٹ گئے"

تشریح یہ حسن حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے اور بڑے ثقات تابعین میں سے تھے۔ ان کی بیوی فاطمہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور ان کے ایک صاحبزادے تھے ان کا نام نامی بھی حسن تھا۔ گویا تین پشت تک یہی مبارک نام رکھا گیا۔ ان کی بیوی نے اپنے دل کو تسلی دینے اور غم غلط کرنے کے لئے سال بھر تک اپنے محبوب شوہر کی قبر کے پاس ڈیرہ رکھا۔ اس پر ان کو ہاتف غیب سے ملامت ہوئی اور وہ واپس ہو گئیں۔

١٣٣٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلاَلٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ: ((لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ

(١٣٣٠) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا' ان سے شیبان نے' ان سے ہلال وزان نے' ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر ایسا ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی رہتی

مَسْجِدًا)). قَالَتْ : وَلَوْ لاَ ذٰلِكَ لأَبْرَزُوا قَبْرَهُ، غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.

(اور حجرہ میں نہ ہوتی) کیونکہ مجھے ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کی قبر بھی مسجد نہ بنالی جائے۔

[راجع: ٤٣٥]

تشریح: یعنی خود قبروں کو پوجنے لگے یا قبروں پر مسجد اور گرجا بنا کر وہاں خدا کی عبادت کرنے لگے۔ تو باب کی مطابقت حاصل ہو گئی۔ امام ابن قیم نے کہا جو لوگ قبروں پر وقت معین میں جمع ہوتے ہیں وہ بھی گویا قبر کو مسجد بناتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے میری قبر کو عید نہ کرلینا یعنی عید کی طرح وہاں میلہ اور مجمع نہ کرنا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بھی ان یہودیوں اور نصرانیوں کے پیرو ہیں جن پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی۔

افسوس! ہمارے زمانے میں گور پرستی ایسی شائع ہو رہی ہے کہ یہ نام کے مسلمان خدا اور رسول سے ذرا بھی نہیں شرماتے' قبروں کو اس قدر پختہ شاندار بناتے ہیں کہ ان کی عمارات کو دیکھ کر مساجد کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے سختی کے ساتھ قبروں پر ایسی تعمیرات کے لئے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو ہیاج اسدی کو کہا تھا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه و سلم لا تدع تمثالا الاطمسته ولا قبرا مشرفا الاسویته رواه الجماعة الا البخاری وابن ماجه یعنی کیا میں تم کو اس خدمت کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے آنحضرت ﷺ نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ کوئی مورت ایسی نہ چھوڑ جسے تو مٹا نہ دے اور کوئی اونچی قبر نہ رہے جسے تو برابر نہ کردے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کا حد سے زیادہ اونچا اور بلند کرنا بھی شارع کو ناپسند ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ فیه ان السنة ان القبر لا یرفع رفعا کثیرا من غیر فرق بین من کان فاضلا ومن کان غیر فاضل والظاهر ان رفع القبور زیادة علی القدر الماذون حرام یعنی سنت یہی ہے کہ قبر کو حد شرعی سے زیادہ بلند بنایا جائے خواہ وہ کسی فاضل عالم صوفی کی ہو یا کسی غیر فاضل کی اور ظاہر ہے کہ شرعی اجازت سے زیادہ قبروں کو اونچا کرنا حرام ہے۔ آگے علامہ فرماتے ہیں:

ومن رفع القبور الداخل تحت الحدیث دخولا اولیا القبب والمشاهد المعمورة علی القبور وایضا هو من اتخاذ القبور مساجد وقد لعن النبی صلی الله علیه و سلم فاعل ذلک کما سیاتی وکم قد سری عن تشییدا بنیة القبور وتحسینها من مفاسد یبکی لها الاسلام منها اعتقاد الجهلة لها کاعتقاد الکفار للاصنام وعظم ذلک فظنوا انها قادرة علی جلب المنافع ودفع الضرر فجلعوها مقصدالطلب قضاء الحوائج و ملجاء لنجاح المطالب وسالوا منها ما یساله العباد من ربهم وشدوا الیها الرحال وتمسحوا بها واستغاثوا وبالجملة انهم لم یدعوا شیئا مما کانت الجاهلیة تفعله بالاصنام الا فعلوه فانا لله وانا الیه راجعون ومع هذا المنکر الشنیع الکفر الفظیع لا نجد من یغضب لله ویغارحمیة للدین الحنیف لا عالما ولا متعلما ولا امیرا ولا وزیرا ولا ملکا وتوارد الینا من الاخبار ما لایشک معه ان کثیرا من هولاء المقبورین او اکثرهم اذا توجهت علیه یمین من جهة خصمه حلف بالله فاجرا واذ قیل له بعد ذلک احلف بشیخک ومعتقدک الولی الفلانی تلعثم وتلکاء وابی واعترف بالحق وهذا من ابین الادلة الدالة علی ان شر کهم قد بلغ فوق شرک من قال انه تعالٰی ثانی اثنین اوثالث ثلاثة فیا علماء الدین ویاملوک المسلمین ای رزء للاسلام اشد من الکفر وای بلاء لهذا الدین اضر علیه من عباده غیرالله وای مصیبة یصاب بها المسلمون تعدل هذه المصیبة وای منکر یجب انکاره ان لم یکن انکار هذا الشرک البین واجبا.

لقد اسمعت لو نادیت حیا
ولکن لا حیاة لمن تنادی
ولو نارا نفخت بها اضاءت

ولکن انت تنفخ فی الرماد

(نیل الاوطار' ج: ۴/ ص: ۹۰)

یعنی بزرگوں کی قبروں پر بنائی ہوئی عمارات' قبے اور زیارت گاہیں یہ سب اس حدیث کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہیں۔ یہی قبروں کو مساجد بنانا ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور ان قبور کے پختہ بنانے اور ان پر عمارات کو مزین کرنے سے اس قدر مفاسد پیدا ہو رہے ہیں کہ آج ان پر اسلام رو رہا ہے۔ ان میں سے مثلاً یہ کہ ایسے مزاروں کے بارے میں جاہل لوگ وہی اعتقادات رکھتے ہیں جو کفار بتوں کے بارے میں رکھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔ ایسے جاہل ان قبور والوں کو نفع دینے والے اور نقصان دور کرنے والے تصور کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ اپنی مرادیں ان کے سامنے رکھتے ہیں اور ان سے ایسے ہی دعائیں کرتے ہیں جیسے بندگان خدا کو خدا سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ ان مزرات کی طرف کجاوے باندھ کر سفر کرتے ہیں اور وہاں جا کر ان قبروں کو مسح کرتے ہیں اور ان سے فریاد رسی چاہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جاہلیت میں جو کچھ بتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ سب کچھ ان قبروں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس کھلے ہوئے بدترین کفر ہونے کے باوجود ہم کسی بھی اللہ کے بندے کو نہیں پاتے جو اللہ کے لئے اس پر غصہ کرے اور دین حنیف کی کچھ غیرت اس کو آئے۔ عالم ہوں یا متعلم' امیر ہوں یا وزیر یا بادشاہ' اس بارے میں سب خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ سنا گیا ہے کہ یہ قبرپرست دشمن کے سامنے اللہ کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں۔ مگر اپنے پیروں مشائخ کی جھوٹی قسموں کے وقت ان کی زبانیں لڑکھڑانے لگ جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا شرک ان لوگوں سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے جو دو خدا یا تین خدا مانتے ہیں۔ پس اے دین کے عالمو! اور مسلمانوں کے بادشاہو! اسلام کے لئے ایسے کفر سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہو گی اور غیراللہ کی پرستش سے بڑھ کر دین اسلام کے لئے اور نقصان کی چیز کیا ہو گی اور مسلمان اس سے بھی بڑھ کر اور کس مصیبت کا شکار ہوں گے اور اگر اس کھلے ہوئے شرک کے خلاف ہی آواز انکار بلند نہ کی جا سکی تو اور کونسا گناہ ہو گا جس کے لئے زبانیں کھل سکیں گی۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے۔

"اگر تو زندوں کو پکارتا تو سنا سکتا تھا۔ مگر جن (مردوں) کو تو پکار رہا ہے وہ تو زندگی سے قطعاً محروم ہیں۔ اگر تم آگ میں پھونک مارتے تو وہ روشن ہوتی لیکن تم راکھ میں پھونک مار رہے ہو جو کبھی بھی روشن نہیں ہو سکتی"۔

خلاصہ یہ کہ ایسی قبور اور ایسے مزارات اور ان پر یہ عرس' قوالیاں' میلے ٹھیلے' گانے بجانے قطعاً حرام اور شرک اور کفر ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو شرک جلی اور خفی سے بچائے۔ آمین

حدیث علی بنالٹھ کے ذیل میں حجتہ الہند حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں: ونهى ان يجصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه وقال لا تصلوا اليها لان ذلك ذريعة ان يتخذها الناس معبودا وان يفرطوا فى تعظمها بما ليس بحق فيحرفوا دينهم كما فعل اهل الكتاب وهو قوله صلى الله عليه و سلم لعن الله اليهود و النصارىٰ اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد الخ (حجة الله البالغة' ج: ۲/ ص: ۱۳۶ کراتشی)

اور قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ لوگ قبروں کی پرستش کرنے لگیں اور لوگ ان قبروں کی اتنی زیادہ تعظیم کرنے لگیں جس کی وہ مستحق نہیں ہیں۔ پس لوگ اپنے دین میں تحریف کر ڈالیں جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ پس حق یہ ہے کہ توسط اختیار کرے۔ نہ تو مردہ کی اس قدر تعظیم کرے کہ وہ شرک ہو جائے اور نہ اس کی اہانت اور اس کے ساتھ عداوت کرے کہ مرنے کے بعد اب یہ سارے معاملات ختم کر کے مرنے والا اللہ کے حوالہ ہو چکا ہے۔

٦٢- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا

باب اگر کسی عورت کا نفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا قَالَ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا)). [راجع: ٣٣٢]

(١٣٣١) ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے' ان سے حسین معلم نے' ان سے عبداللہ بن بریدہ نے' ان سے سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی اقتداء میں ایک عورت (ام کعب) کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا نفاس میں انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اس کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے۔

٦٣- بَابُ أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ؟

باب اس بارے میں کہ عورت اور مرد کی نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہوا جائے؟

١٣٣٢- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا)). [راجع: ٣٣٢]

(١٣٣٢) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہ ہم سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا زچگی کی حالت میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ اس کے بیچ میں کھڑے ہوئے۔

تشریح مسنون یہی ہے کہ امام عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔ سنن ابوداؤد میں حضرت انس بڑاٹھ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بتلایا کہ آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ مگر امام بخاریؒ نے غالباً ابوداؤد والی روایت کو ضعیف سمجھا اور ترجیح اس کو دی کہ امام مرد اور عورت دونوں کی کمر کے مقابل کھڑا ہو۔ اگرچہ اس حدیث میں صرف عورت کے وسط میں کھڑا ہونے کا ذکر ہے اور یہی مسنون بھی ہے۔ مگر حضرت امامؒ نے باب میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں قرار دیا ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وقد ذهب بعض اهل العلم الى هذا اى الى ان الامام يقوم حذاء راس الرجل وحذاء عجيزة المراة وهو قول احمد و اسحاق وهو قول الشافعى وهو الحق وهو رواية عن ابى حنيفة قال فى الهداية وعن ابى حنيفة انه يقوم من الرجل بحذاء راسه ومن المراة بحذاء وسطها لان انسا فعل كذالك وقال هو السنة (تحفة الاحوذى)

یعنی بعض اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں امام مرد میت کے سر کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے بدن کے وسط میں کمر کے پاس۔ امام احمدؒ اور اسحٰقؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے اور ہدایہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام مرد میت کے سر کے پاس اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو اس لئے کہ حضرت انس بڑاٹھ نے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ سنت یہی ہے۔

٦٤- بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا

أَرْبَعًا وَ قَالَ حُمَيْدٌ: صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيْلَ لَهُ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید طویل نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو تین تکبیریں کہیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس پر انہیں لوگوں نے یاد دہانی کرائی تو دوبارہ قبلہ رخ ہو کر چوتھی تکبیر بھی کہی پھر سلام پھیرا۔

تشریح: اکثر علماء جیسے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے پانچ تکبیریں کہیں' کسی نے تین' کسی نے سات۔ امام احمدؒ نے کہا کہ چار سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں۔ بیہقی نے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جنازہ پر لوگ سات اور چھ اور پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار پر لوگوں کا اتفاق کرا دیا (وحیدی)

١٣٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ)). [راجع: ١٢٤٥]

(۱۳۳۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سعید بن مسیب نے' انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور آپؐ صحابہ کے ساتھ عید گاہ گئے۔ پھر آپؐ نے صف بندی کرائی اور چار تکبیریں کہیں۔

١٣٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا)). وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُونَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيْمٍ ((أَصْحَمَةَ)).

[راجع: ١٣١٧]

(۱۳۳۴) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن میناء نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔ یزید بن ہارون واسطی اور عبدالصمد نے سلیم سے اصحمہ نام نقل کیا ہے اور عبدالصمد نے اس کی متابعت کی ہے۔

نجاشی حبش کے ہر بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ ہر ملک میں بادشاہوں کے خاص لقب ہوا کرتے ہیں شاہ حبش کا اُصل نام اصحمہ تھا۔

٦٥- بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا (ضروری ہے)

عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ: يَقْرَأُ عَلَى

اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں پہلے سورۂ فاتحہ

الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَأَجْرًا.

پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے اللھم اجعلہ لنا فرطا و سلفا و اجرا یا اللہ! اس بچے کو ہمارا امیر سامان کر دے اور آگے چلنے والا' ثواب دلانے والا۔

۱۳۳۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ، عَنْ طَلْحَةَ قَالَ: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا)) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ: قَالَ ((صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. قَالَ : لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ)).

(۱۳۳۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے سعد بن ابراہیم نے اور ان سے طلحہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز (جنازہ) پڑھی (دوسری سند) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی' انہیں سعد بن ابراہیم نے' انہیں طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے' انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ (ذرا پکار کر) پڑھی۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہی طریقہ نبوی ہے۔

تشریح جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی ایسی ہی واجب ہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں کیونکہ حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب ہر نماز کو شامل ہے۔ اس کی تفصیل حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے لفظوں میں یہ ہے۔

والحق والصواب ان قراۃ الفاتحۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ واجبۃ کما ذھب الیہ الشافعی واحمد واسحاق وغیرھم لانھم اجمعوا علی انھا صلوٰۃ وقد ثبت حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فھی داخلۃ تحت العموم واخراجھا منہ یحتاج الی دلیل ولانھا صلوٰۃ یجب فیھا القیام فوجبت فیھا القراۃ کسائر الصلوات ولانہ وردالامر بقراتھا فقدروی ابن ماجۃ باسناد فیہ ضعف یسیر عن ام شریک قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان نقراء علی میتنا بفاتحۃ الکتاب وروی الطبرانی فی الکبیر من حدیث ام عفیف قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرا علی میتنا بفاتحۃ الکتاب قال الھیثمی وفیہ عبدالمنعم ابو سعید وھو ضعیف انتھی۔

والامر من ادلۃ الوجوب وروی الطبرانی فی الکبیر ایضاء من حدیث اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا صلیتم علی الجنازۃ فاقرئوا بفاتحۃ الکتاب قال الھیثمی وفیہ معلی بن حمران ولم اجد من ذکرہ وبقیۃ رجالہ موثقون وفی بعضھم کلام ھذا وقد صنف حسن الشر نبلانی من متاخری الحنفیۃ فی ھذہ المسئلۃ رسالۃ اسمھا النظم المستطاب لحکم القراء ۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ ام الکتاب وحقق فیھا ان القراء ۃ اولی من ترک القراء ۃ ولا دلیل علی الکراھۃ وھو الذی اختارہ الشیخ عبدالحی اللکھنوی فی تصانیفہ لعمدۃ الرعایۃ والتعلیق الممجد و امام الکلام ثم انہ استدل بحدیث ابن عباس علی الجھر بالقراء ۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ لانہ یدل علی انہ جھر بھا حتی سمع ذالک من صلی معہ واصرح من ذلک ما ذکر ناہ من روایۃ النسائی بلفظ صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرا بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وجھر حتی اسمعنا فلما فرغ اخذت بیدہ فسالتہ فقال سنۃ وحق وفی روایۃ اخریٰ لہ ایضا صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فسمعتہ یقرا بفاتحۃ الکتاب الخ ویدل علی الجھر بالدعاء حدیث عوف بن مالک الاتی فان الظاھر انہ حفظ الدعاء المذکور لما جھر بہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی الصلٰوۃ علی الجنازۃ إصرح منہ حدیث واثلۃ فی الفصل الثانی۔

واختلف العلماء فی ذلک فذھب بعضھم الی انہ یستحب الجھر بالقراء ۃ والدعاء فیھا واستدلوا بالروایات التی ذکرناھا انفا و ذھب

الجمهور الى انه لا يندب الجهر بل يندب الاسرار قال ابن قدامة ويسر القراء ة والدعاء فى صلوٰة الجنازة لا نعلم بين اهل العلم فيه خلا فا انتهى۔

واستدلوا لذلك بما ذكرنا من حديث ابى امامة قال السنة فى الصلوٰة على الجنازة ان يقراء فى التكبيرة الاولٰى بام القرآن مخافتة لحديث اخرجه النسائى ومن طريقه ابن حزم فى المحلٰى (ص : ۱۲۹/ ج : ۵) قال النووى فى شرح المهذب رواه النسائى باسناد على شرط الصحيحين وقال ابو امامة هذا صحابى انتهٰى وبماروى الشافعى فى الام (ص : ۲۳۹/ ج : ۱) والبيهقى (ص : ۳۹/ ج : ۴) من طريقه عن مطرف بن مازن عن معمر عن الزهرى قال اخبرنى ابو امامة بن سهل انه اخبره رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ان السنة فى الصلوٰة على الجنازة ان يكبر الامام ثم يقرا بفاتحة الكتاب بعد التكبيرة الاولٰى سرا فى نفسه الحديث وضعفت هذه الرواية بمطرف لكن قواها البيهقى بما رواه فى المعرفة والسنن من طريق عبيدالله بن ابى زياد الرصا فى عن الزهرى بمعنى رواية مطرف وبما روى الحاكم (ص : ۳۵۹/ ج : ۱) والبيهقى من طريقه (ص : ۴۲/ ج : ۴) عن شر حبيل بن سعد قال حضرت عبدالله بن مسعود صلى على جنازة بالابواء فكبر ثم قرا بام القرآن رافعًا صوته بها ثم صلى على النبى صلى الله عليه و سلم ثم قال اللهم عبدك و ابن عبدك الحديث وفى اخره ثم انصرف فقال ياايها الناس انى لم اقرا علنا (اى جهرا) الا لتعلموا انها سنة قال الحافظ فى الفتح وشرحبيل مختلف فى توثيقه انتهى۔

واخرج ابن الجارود فى المنتقٰى من طريق زيد بن طلحة التيمى قال سمعت ابن عباس قرا على جنازة فاتحة الكتاب وسورة وجهر بالقراءة وقال انما جهرت لاعلمكم انها سنة۔

وذهب بعضهم الى انه يخير بين الجهر و الاسرار وقال بعض اصحاب الشافعى انه يجهر بالليل كالليلة ويسر بالنهار۔ قال شيخنا فى شرح الترمذى قول ابن عباس انما جهرت لتعلموا انها سنة يدل على ان جهره كان للتعليم اى لالبيان ان الجهر بالقراءة سنة قال واما قول بعض اصحاب الشافعى يجهر بالليل كالليلة فلم اقف على رواية تدل على هذا انتهى۔ وهذا يدل على ان الشيخ مال الى قول الجمهور ان الاسرار بالقراءة مندوب هذا ورواية ابن عباس عندالنسائى بلفظ فقرا بفاتحة الكتاب وسورة تدل على مشروعية قراءة سورة مع الفاتحة فى الصلوٰة الجنازة قال الشوكانى لا محيص عن المصير الى ذلك لانها زيادة خارجة من مخرج صحيح قلت ويدل عليه ايضا ما ذكره ابن حزم فى المحلٰى (ص : ۱۲۹/ ج : ۵) معلقا عن محمد بن عمرو بن عطاء ان المسور بن مخرمة صلى على الجنازة فقرا فى التكبير الاولٰى بفاتحة الكتاب وسورة قصيرة رفع بها صوته فلما فرغ قال لا اجهل ان تكون هذا الصلوٰة عجماء ولكن اردت ان اعلمكم ان فيها قراءة۔

(مرعاة المفاتيح' ج : ۲/ص : ۴۷۸)

حضرت مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ مبارک پوری مدظلہ العالی کے اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ جنازہ میں پڑھنی واجب ہے جیسا کہ امام شافعی اور احمد اور اسحاق وغیرہم کا مذہب ہے۔ ان سب کا اجماع ہے کہ سورۂ فاتحہ ہی نماز ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ پس نماز جنازہ بھی اسی عموم کے تحت داخل ہے اور اسے اس عموم سے خارج کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور یہ بھی کہ جنازہ ایک نماز ہے جس میں قیام واجب ہے۔ پس دیگر نمازوں کی طرح اس میں بھی قرأت واجب ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی قرأت کا صریح حکم موجود ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں ام شریک سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف ہے مگر دیگر دلائل و شواہد کی بنا پر اس سے استدلال درست ہے اور طبرانی میں بھی ام عفیف سے ایسا ہی مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا اور امروجوب کے لئے ہوتا ہے۔ طبرانی میں اسماء بنت یزید سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم جنازہ پر نماز پڑھو تو سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

متاخرین حنفیہ میں ایک مولانا حسن شرنبلانی مرحوم نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بنام النظم المستطاب لحکم القرأۃ فی صلوٰۃ

الجنازۃ بام الکتاب کہا ہے۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا نہ پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کی کراہیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایسا ہی مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی تصانیف عمدۃ الرعایہ اور تعلیق الممجد اور امام الکلام وغیرہ میں لکھا ہے۔

پھر حدیث ابن عباسؓ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے جہر پر دلیل پکڑی گئی ہے کہ وہ حدیث صاف دلیل ہے کہ انہوں نے اسے بالجہر پڑھا۔ یہاں تک کہ مقتدیوں نے اسے سنا اور اس سے بھی زیادہ صریح دلیل وہ ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک جنازہ کی نماز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ کو جہر کے ساتھ ہم کو سنا کر پڑھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ مسئلہ آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہی سنت اور حق ہے اور جنازہ کی دعاؤں کو جہر سے پڑھنے پر عوف بن مالک کی حدیث دلیل ہے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے آپ کے بلند آواز سے پڑھنے پر سن سن کر ان دعاؤں کو حفظ و یاد کر لیا تھا اور اس سے بھی زیادہ صریح واثلہ کی حدیث ہے۔

اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے روایات مذکورہ کی بنا پر جہر کو مستحب مانا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی کا ذکر کیا ہے۔ جمہور نے آہستہ پڑھنے کو مستحب گردانا ہے۔ جمہور کی دلیل حدیث امامہ ہے جس میں آہستہ پڑھنے کو سنت بتایا گیا ہے اخرجہ النسائی۔ علامہ ابن حزم نے محلّٰی میں اور امام شافعی نے کتاب الام میں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے۔

شرحبیل بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے ایک جنازہ میں بمقام ابواء شریک ہوا۔ آپ نے سورۂ فاتحہ اور درود اور دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھا پھر فرمایا کہ میں جہر سے نہ پڑھتا مگر اس لئے پڑھا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

اور منتقی ابن جارود میں ہے کہ زید بن طلحہ تیمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی جس میں انہوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت کو بلند آواز سے پڑھا اور بعد میں فرمایا کہ میں نے اس لئے جہر کیا ہے تاکہ تم کو سکھلاؤں کہ یہ سنت ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جہر اور سر ہر دو کے لئے اختیار ہے۔ بعض شافعی حضرات نے کہا کہ رات کو جنازہ میں جہر اور دن میں سر کے ساتھ پڑھا جائے۔ ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ قول جمہور کی طرف ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرأت آہستہ ہی مستحب ہے اور نسائی والی روایات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں دلیل ہے کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ مع ایک سورۃ کے پڑھنا مشروع ہے۔ مسور بن مخرمہ نے ایک جنازہ میں پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ اور ایک مختصر سی سورت پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے قرأت جہر سے اس لئے کی ہے کہ تم جان لو کہ اس نماز میں بھی قرأت ہے اور یہ نماز گونگی (بغیر قرأت والی) نہیں ہے۔ انتھی مختصرا

خلاصۃ المرام یہ کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ مع ایک سورۃ کے پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب مالا بد منہ میں اپنا وصیت نامہ بھی درج فرمایا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جو اس میں سورہ فاتحہ پڑھے۔ پس ثابت ہوا کہ جملہ اہل حق کا یہی مختار مسلک ہے۔

علمائے احناف کا فتویٰ! فاضل محترم صاحب تفہیم البخاری نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی جائز ہے۔ جب دوسری دعاؤں سے اس میں جامعیت بھی زیادہ ہے تو اس کے پڑھنے میں حرج کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ دعا اور ثناء کی نیت سے اسے پڑھنا چاہئے قرأت کی نیت سے نہیں۔ (تفہیم البخاری، پ ۵، ص: ۱۲۲)

فاضل موصوف نے آخر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح نہیں جب کہ سابقہ روایات مذکورہ میں اسے قرأت کے طور پر پڑھنا ثابت ہے۔ پس اس فرق کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ بہرحال خدا کرے ہمارے محترم حنفی بھائی جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع فرما دیں یہ بھی ایک نیک اقدام ہوگا۔

روایات بالا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے جو یہ فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے اس کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے یوں فرمائی ہے۔

والمراد بالسنة الطريقة المالوفة عنه صص لا مايقابل الفريضة فانه اصطلاح عرفى حادث فقال الأشرف الضمير المونث لقراء ة الفاتحة وليس المراد بالسنة انها ليست بواجبة بل ما يقابل البدعة اى انها طريقة مروية وقال القسطلانى انها اى قراء ة الفاتحة فى الجنازة سنة اى طريقة الشارع فلا ينا فى كونها واجبة وقد علم ان قول الصحابى من السنة كذا حديث مرفوع عند الاكثر قال الشافعى فى الام واصحاب النبى صلى الله عليه و سلم لا يقولون السنة رسول الله صلى الله عليه و سلم ان شاء الله تعالٰى انتهٰى (مرعاة المفاتيح' ص : ۴۷۷)

یعنی یہاں لفظ سنت سے طریقہ مالوفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے نہ وہ سنت جو فرض کے مقابلہ پر ہوتی ہے۔ یہ ایک عرفی اصطلاح استعمال کی گئی ہے یہ مراد نہیں کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ سنت مراد ہے جو بدعت کے مقابلہ پر بولی جاتی ہے۔ یعنی یہ طریقہ مرویہ ہے اور قسطلانی نے کہا کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنی سنت ہے یعنی شارع کا طریقہ ہے اور یہ واجب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرام لفظ سنت کا استعمال سنت یعنی طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے۔ اقوال صحابہ میں حدیث مرفوع پر بھی سنت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بہرحال یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھنا طریقۂ نبوی ہے اور یہ واجب ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ تفصیل بالا میں بیان کیا گیا ہے۔

٦٦- بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

باب مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

١٣٣٦- حدّثنا حَجّاجُ بنُ مِنهالٍ قَالَ حدّثَنا شعبةُ قَالَ: حدّثَني سُليمانُ الشّيباني قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعبيَّ قَالَ: ((أخبَرَني مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبيِّ ﷺ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوذٍ فَأَمَّهُمْ وصَلَّوا خَلْفَهُ. قُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)). [راجع: ٨٥٧]

(۱۳۳۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے شعبی سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر سے گزرے تھے۔ قبر پر آپؐ امام بنے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ شیبانی نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو! یہ آپ سے کس صحابی نے بیان کیا تھا تو انہوں نے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

١٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ أَسْوَدَ - رَجُلاً أَوْ امْرَأَةً - كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ ﷺ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عَلَيْهِ

(۱۳۳۷) ہم سے محمد بن فضل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ثابت نے بیان کیا' ان سے ابو رافع نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھیں' ان کی وفات ہو گئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر کسی نے نہیں دی۔ ایک دن آپ نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ

السَّلَامُ وَالسَّلَامُ: مَا فَعَلَ ذَلِكَ الإِنْسَانُ؟ قَالُوا: مَاتَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ((أَفَلاَ آذَنْتُمُونِي؟)) فَقَالُوا : إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا - قِصَّتُهُ - قَالَ فَحَقَّرُوا شَأْنَهُ. قَالَ: ((فَدُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ)). فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ. [راجع: ٤٥٨]

نے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کا تو انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ وجوہ تھیں (اس لئے آپ کو تکلیف نہیں دی گئی) گویا لوگوں نے ان کو حقیر جان کر قابل توجہ نہیں سمجھا لیکن آپ نے فرمایا کہ چلو مجھے ان کی قبر بتادو۔ چنانچہ آپؐ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

تشریح یہ کالا مرد یا کالی عورت مسجد نبوی کی جاروب کش بڑے بڑے بادشاہان ہفت اقلیم سے اللہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ میں زائد تھی۔ حبیب خدا ﷺ نے ڈھونڈ کر اس کی قبر پر نماز پڑھی۔ واہ رے قسمت! آپ کی کفش برداری اگر ہم کو بہشت میں نصیب ہو جائے تو ایسی دنیا کی لاکھوں سلطنتیں اس پر تصدق کر دیں (وحیدی)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ اگر کسی مسلمان مرد یا عورت کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو قبر پر دفن کرنے کے بعد بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ بعض نے اسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص بتلایا ہے مگر یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

٦٧- بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

باب اس بیان میں کہ مردہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

یہاں سے یہ نکلا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اس لئے قائم کیا کہ دفن کے آداب کا لحاظ رکھیں اور شور وغل اور زمین پر زور زور سے چلنے سے پرہیز کریں جیسے زندہ سوتے آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔

١٣٣٨- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ ح.. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ: قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وذَهَبَ أَصْحَابُهُ - حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولاَنِ لَهُ : لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. فَيُقَالُ: أُنْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَيَرَاهُمَا

(١٣٣٨) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا' ان سے یزید بن زریع نے' ان سے سعید بن ابی عروبہ نے' ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے لئے ایک مکان اس کے بدلے میں بنا دیا

جَمِيْعًا. وَأَمَّا الْكَافِرُ - أَوِ الْمُنَافِقُ - فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ. فَيُقَالُ : لاَ دَرَيْتَ، وَلاَ تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ إِلاَّ الثَّقَلَيْنِ)).

[طرفه في : ١٣٧٤].

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں' میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقہ سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ نکلا کہ ہر شخص کے لئے دو دو ٹھکانے بنے ہیں' ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں اور یہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ کافروں کے ٹھکانے جو جنت میں ہیں ان کے دوزخ میں جانے کی وجہ سے ان ٹھکانوں کو ایماندار لے لیں گے۔

قبر میں تین باتوں کا سوال ہوتا ہے من ربک تیرا رب کون ہے؟ مومن جواب دیتا ہے ربی الله میرا رب اللہ ہے پھر سوال ہوتا ہے وما دینک تیرا دین کیا تھا' مومن کہتا ہے دینی الاسلام میرا دین اسلام تھا۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ بولتا ہے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان جوابات پر اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کافر اور منافق ہر سوال کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ جیسا لوگ کہتے رہتے تھے میں بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ میرا کوئی دین مذہب نہ تھا۔ اس پر اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

لم لادریت ولم لا تلیت کے ذیل مولانا وحید الزمان مرحوم فرماتے ہیں۔ یعنی نہ مجتہد ہوا نہ مقلد اگر کوئی اعتراض کرے کہ مقلد تو ہوا کیونکہ اس نے پہلے کہا کہ لوگ جیسا کہتے تھے میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقلید کچھ کام کی نہیں کہ سنے سنائے پر ہر شخص عمل کرنے لگا۔ بلکہ تقلید کے لئے بھی غور لازم ہے کہ جس شخص کے ہم مقلد بنتے ہیں آیا وہ لائق اور فاضل اور سمجھ دار تھا یا نہیں اور دین کا علم اس کو تھا یا نہیں۔ سب باتیں بخوبی تحقیق کرنی ضروری ہیں۔

٦٨- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا

باب جو شخص ارض مقدس یا ایسی ہی کسی برکت والی جگہ دفن ہونے کا آرزو مند ہو

١٣٣٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوْسَى عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لاَ يُرِيْدُ الْمَوْتَ. فَرَدَّ

(١٣٣٩) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن طاؤس نے' انہیں ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ بناتھ نے بیان کیا کہ ملک الموت (آدمی کی شکل میں) موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے۔ وہ جب آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے (نہ پہچان کر) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور میں پہنچے اور عرض کیا کہ یا اللہ تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا

اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ: أَيْ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ : ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ: فَالْآنَ. فَسَأَلَ اللهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ، لَأُرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ)).

جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح کر دی اور فرمایا کہ دوبارہ جا اور ان سے کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھئے اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آ جائیں ان کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جاتی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو) آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے تو ابھی کیوں نہ آ جائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر کی مار پر ارض مقدس سے قریب کر دیا جائے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔

بیت المقدس ہو یا مکہ مدینہ ایسے مبارک مقامات میں دفن ہونے کی آرزو کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہی ہے۔

٦٩- بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ وَدُفِنَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلاً

باب رات میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات میں دفن کئے گئے۔

١٣٤٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ، قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) فَقَالُوا: فُلاَنٌ، دُفِنَ الْبَارِحَةَ. فَصَلَّوا عَلَيْهِ)).

[راجع: ٨٥٧]

(۱۳۴۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے شیبانی نے' ان سے شعبی نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جن کا انتقال رات میں ہو گیا تھا (اور اسے رات ہی میں دفن کر دیا گیا تھا) آپؐ اور آپ کے اصحاب کھڑے ہوئے اور آپؐ نے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ یہ کن کی قبر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ فلاں کی ہے جسے کل رات ہی دفن کیا گیا ہے۔ پھر سب نے (دوسرے روز) نماز جنازہ پڑھی۔

معلوم ہوا کہ رات کو دفن کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ رات ہو یا دن مرنے والے کے کفن دفن میں دیر نہ کی جائے۔

٧٠- بَابُ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

باب قبر پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

١٣٤١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

(۱۳۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرَ فِيْهَا. فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوْرَةَ، أُولَئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ)). [راجع: ٤٢٧]

نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم بیمار پڑے تو آپ کی بعض بیویوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی صالح شخص مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کردیتے۔ پھر اس کی مورت اس میں رکھتے۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں برے ہیں۔

تشریح امام قسطلانی فرماتے ہیں: قال القرطبی انما صوروا اوائلهم الصور ليتانسوا بها ويتذكروا افعالهم الصالحة فيجتهدون كاجتهادهم ويعبدون الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم ووسوس لهم الشيطان ان اسلافكم كانوا يعبدون هذه الصور و يعظمونها فحذر النبی صلی الله عليه و سلم عن مثل ذلک سداللذريعة المودية الى ذلک بقوله اولئک شرارالخلق عندالله وموضع الترجمة بنوا على قبره مسجدا وهو مول على مذمة من اتخذ القبر مسجدا ومقتضاه التحريم لاسيما وقد ثبت اللعن عليه یعنی قرطبی نے کہا کہ بنو اسرائیل نے شروع میں اپنے بزرگوں کے بت بنائے تاکہ ان سے انس حاصل کریں اور ان کے نیک کاموں کو یاد کر کر کے خود بھی ایسے ہی نیک کام کریں اور ان کی قبروں کے پاس بیٹھ کر عبادت الٰہی کریں۔ پیچھے اور بھی زیادہ جاہل لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اس مقصد کو فراموش کر دیا اور ان کو شیطان نے وسوسوں میں ڈالا کہ تمہارے اسلاف ان ہی مورتوں کو پوجتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اسی شرک کا سد باب کرنے کے لئے سختی کے ساتھ ڈرایا اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہی لوگ بد ترین مخلوق ہیں۔ اور ترجمۃ الباب لفظ حدیث بنوا على قبره مسجدا سے ثابت ہوتا ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی مذمت کی جو قبر کو مسجد بنالے۔ اس سے اس فعل کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے اور ایسا کرنے پر لعنت بھی وارد ہوئی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی شروع شروع میں اسی طرح اپنے بزرگوں کے بت بنائے' بعد میں پھر ان بتوں ہی کو خدا کا درجہ دے دیا گیا۔ عموماً جملہ بت پرست اقوام کا یہی حال ہے۔ جبکہ وہ خود کہتے بھی ہیں کہ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر: ۳) یعنی ہم ان بتوں کو محض اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں۔ باقی یہ معبود نہیں ہیں یہ تو ہمارے لئے وسیلہ ہیں۔ اللہ پاک نے مشرکین کے اس خیال باطل کی تردید میں قرآن کریم کا بیشتر حصہ نازل فرمایا۔

صد افسوس! کہ کسی نہ کسی شکل میں بہت سے مدعیان اسلام میں بھی اس قسم کا شرک داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ شرک اکبر ہو یا اصغر اس کے مرتکب پر جنت ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ مرنے سے پہلے اس سے تائب ہو کر خالص خدا پرست بن جائے۔ اللہ پاک ہر قسم کے شرک سے بچائے۔ آمین!

٧١- بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

باب عورت کی قبر میں کون اترے؟

١٣٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ

(۱۳۴۲) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا' ان سے فلیح بن سلیمان نے

حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ ﷺ- وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ - فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: ((هَلْ فِيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا. قَالَ: ((فَأَنْزِلْ فِي قَبْرِهَا)) فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحٌ : أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ. قَالَ أَبُوعَبْدَ اللهِ: ﴿لِيَقْتَرِفُوا﴾ أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

بیان کیا' ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے جنازہ میں حاضر تھے۔ آنحضور ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے' میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ایسا آدمی بھی کوئی یہاں ہے جو آج رات کو عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں حاضر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اتر جاؤ۔ انسؓ نے کہا کہ وہ اتر گئے اور میت کو دفن کیا۔ عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ فلیح نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ﴿لم یقارف﴾ کا معنی یہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ سورۂ انعام میں جو ﴿لیقترفوا﴾ آیا ہے اس کا معنی یہی ہے تاکہ گناہ کریں۔

[راجع: ١٢٨٥]

ایک بات عجیب مشہور ہو گئی ہے کہ موت کے بعد شوہر بیوی کے لئے ایک اجنبی اور عام آدمی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا' یہ انتہائی لغو اور غلط تصور ہے۔ اسلام میں شوہر اور بیوی کا تعلق اتنا معمولی نہیں کہ وہ مرنے کے بعد ختم ہو جائے اور مرد عورت کے لئے اجنبی بن جائے۔ پس عورت کے جنازے کو خود اس کا خاوند بھی اتار سکتا ہے اور حسب ضرورت دوسرے لوگ بھی جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا۔

٧٢- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

باب شہید کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

١٣٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: ((أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا

(١٣٤٣) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے' ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دو شہیدوں کو ملا کر ایک ہی کپڑے کا کفن دیا۔ آپ دریافت فرماتے کہ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے۔ کسی ایک کی طرف اشارہ سے بتایا جاتا تو آپ بغلی قبر میں اسی کو آگے کرتے اور فرماتے کہ میں قیامت میں ان کے حق میں شہادت دوں گا۔ پھر آپؐ نے سب کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ.

[أطرافه في: ١٣٤٥، ١٣٤٦، ١٣٤٧، ١٣٤٨، ١٣٥٣، ٤٠٧٩].

١٣٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ، وَمَا أَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الأَرْضِ. وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيْهَا)).

[أطرافه في: ٣٥٩٦، ٤٠٤٢، ٤٠٨٥، ٦٤٢٦، ٦٥٩٠].

(۱۳۴۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا' ان سے ابوالخیر یزید بن عبداللہ نے' ان سے عقبہ بن عامر نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ دیکھو میں تم سے پہلے جا کر تمہارے لئے میر سامان بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور قسم اللہ کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (یہ فرمایا کہ) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور قسم خدا کی مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔ (نتیجہ یہ کہ آخرت سے غافل ہو جاؤ گے)

تشریح شہید فی سبیل اللہ جو میدان جنگ میں مارا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اسی باب کے ذیل میں ہر دو احادیث میں یہ اختلاف موجود ہے۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ دوسری حدیث جس میں شہدائے احد پر نماز کا ذکر ہے اس سے مراد صرف دعا اور استغفار ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کانه صلی اللہ علیه و سلم دعالهم واستغفرلهم حین قرب اجله بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات (تحفة الاحوذی) یعنی اس حدیث میں جو ذکر ہے یہ معرکہ احد کے آٹھ سال بعد کا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ اپنے آخری وقت میں شہدائے احد سے بھی رخصت ہونے کے لئے وہاں گئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

طویل بحث کے بعد المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قلت الظاهر عندی ان الصلوٰة علی الشهید لیست بواجبة فیجوز ان یصلی علیها ویجوز ترکها والله اعلم یعنی میرے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا ہر دو امور جائز ہیں واللہ اعلم۔

٧٣- بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ

باب دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

١٣٤٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

(۱۳۴۵) ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ)). [راجع: ١٣٤٣]

کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن کعب نے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دو شہیدوں کو دفن کرنے میں ایک ساتھ جمع فرمایا تھا۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

٧٤- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ غَسْلَ الشُّهَدَاءِ

باب اس شخص کی دلیل جو شہداء کا غسل مناسب نہیں سمجھتا

١٣٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ادْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ))، يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ. [راجع: ١٣٤٣]

(١٣٤٦) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبدالرحمٰن بن کعب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں خون سمیت دفن کر دو یعنی احد کی لڑائی کے موقع پر اور انہیں غسل نہیں دیا تھا۔

٧٥- بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ.

باب بغلی قبر میں کون آگے رکھا جائے۔

وَسُمِّيَ اللَّحدَ لأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ. ﴿مُلْتَحَدًا﴾: مَعْدِلاً. وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرِيحًا.

امام بخاریؒ نے کہا کہ بغلی قبر کو لحد اس لئے کہا گیا کہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور ہر جائر (اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی چیز) کو ملحد کہیں گے۔ اسی سے ہے (سورۂ کہف میں) لفظ ملتحدا یعنی پناہ کا کونہ اور اگر قبر سیدھی (صندوقی) ہو تو اسے ضریح کہتے ہیں۔

١٣٤٧- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. ثُمَّ يَقُولُ : ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: ((أَنَا

(١٣٤٧) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دو دو شہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے۔ پھر جب کسی ایک طرف اشارہ کر دیا جاتا تو لحد میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں۔ آپ نے خون سمیت انہیں دفن کرنے کا حکم دیا' نہ ان کی نماز جنازہ

شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ)).
وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ)). [راجع: ١٣٤٣]

پڑھی اور نہ انہیں غسل دیا۔

١٣٤٨- وَأَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ لِقَتْلَى أُحُدٍ: ((أَيُّ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ - وَقَالَ جَابِرٌ - فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ)).
[راجع: ١٣٤٣]

(۱۳۴۸) پھر ہمیں امام اوزاعی نے خبردی۔ انہیں زہری نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں قرآن زیادہ کس نے حاصل کیا ہے؟ جس کی طرف اشارہ کردیا جاتا آپ لحد میں اسی کو دوسرے سے آگے بڑھاتے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا کو ایک ہی کمبل میں کفن دیا گیا تھا۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اور سلیمان بن کثیر نے بیان کیا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا' ان سے اس شخص نے بیان کیا جنہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا تھا۔

مسلک راجح یہی ہے جو حضرت امام نے بیان فرمایا کہ شہید فی سبیل اللہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

٧٦- بَابُ الإِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ

باب اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا

١٣٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((حرَّم اللهُ عزَّ وَجلَّ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لأَحدٍ قبْلي وَلأَحَدٍ بَعْدي، أُحِلَّتْ لي ساعةً منْ نهارٍ : لا يُختلى خلاها، ولاَ يُعْضدُ شجرُها، ولا يُنفَّرُ صيْدُها، ولا تُلْتقطُ لُقطتُها إلاَّ لمُعرِّف)). فَقال الْعبَّاسُ

(۱۳۴۹) ہم سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا۔ کہا ہم سے خالد حذاء نے' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم کیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے (یہاں قتل و خون) حلال تھا اور نہ میرے بعد ہو گا اور میرے لئے بھی تھوڑی دیر کے لئے (فتح مکہ کے دن) حلال ہوا تھا۔ پس نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے نہ اس کے درخت قلم کئے جائیں۔ نہ یہاں کے جانوروں کو (شکار کے لئے) بھگایا جائے اور سوا اس شخص کے جو اعلان کرنا چاہتا ہو (کہ یہ گری ہوئی چیز کس کی ہے) کسی کے لئے وہاں سے کوئی گری

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلاَّ الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ : ((إِلاَّ الإِذْخِرَ)). وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا)). وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ)) مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ)).

[٤٩، ١٥٨٧، ١٨٣٣، ١٨٣٤، ٢٠٩٠، ٢٤٣٣، ٢٧٨٣، ٢٨٢٥، ٣٠٧٧، ٣١٨٩، ٤٣١٣].

ہوئی چیز اٹھانی جائز نہیں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "لیکن اس سے اذخر کا استثناء کر دیجئے کہ یہ ہمارے سناروں کے اور ہماری قبروں میں کام آتی ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ مگر اذخر کی اجازت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت میں ہے۔ "ہماری قبروں اور گھروں کے لئے"۔ اور ابان بن صالح نے بیان کیا' ان سے حسن بن مسلم نے' ان سے صفیہ بنت شیبہ نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح سنا تھا۔ اور مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ بیان کئے۔ ہمارے قین (لوہاروں) اور گھروں کے لئے (اذخر اکھاڑنا حرم سے) جائز کر دیجئے۔

پس آپ نے اذخر نامی گھاس اکھاڑنے کی اجازت دے دی۔

تشریح اس حدیث سے جہاں قبر میں اذخر یا کسی سوکھی گھاس کا ڈالنا ثابت ہوا۔ وہاں حرم مکۃ المکرمہ کا بھی اثبات ہوا۔ اللہ نے شہر مکہ کو امن والا شہر فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اسے بلد امین کہا گیا ہے۔ یعنی وہ شہر جہاں امن ہی امن ہے' وہاں نہ کسی کا قتل جائز ہے نہ کسی جانور کا مارنا جائز حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک بھی اکھاڑنے کی اجازت نہیں۔ یہ وہ امن والا شہر ہے جسے خدا نے روز ازل ہی سے بلد الامین قرار دیا ہے۔

٧٧- بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ.

باب کہ میت کو کسی خاص وجہ سے قبر یا لحد سے باہر نکالا جا سکتا ہے؟

امام بخاریؒ نے اس باب میں اس کا جواز ثابت کیا اگر کسی پر زہر کھلانے یا ضرب لگانے سے موت کا گمان ہو تو اس کی لاش بھی قبر سے نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ مسلمان کی لاش کا چیرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

١٣٥٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَتَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا

(١٣٥٠) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' عمرو نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن ابی (منافق) کو اس کی قبر میں ڈالا جا چکا تھا۔ لیکن آپ کے ارشاد پر اسے قبر سے نکال لیا گیا۔ پھر آپ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اپنا کرتہ اسے پہنایا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (غالباً مرنے کے بعد ایک منافق کے ساتھ اس احسان کی وجہ یہ تھی کہ)

عَبَّاسًا قَمِيصًا و قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ : وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلْبِسْ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ: فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَلْبَسَ عَبْدَ اللهِ قَمِيصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ)).

انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی (غزوۂ بدر میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قیدی بن کر آئے تھے) سفیان نے بیان کیا کہ ابوہارون موسیٰ بن ابی عیسیٰ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے استعمال میں دو کرتے تھے۔ عبداللہ کے لڑکے (جو مومن مخلص تھے رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میرے والد کو آپ وہ قمیص پہنا دیجئے جو آپ کے جسد اطہر کے قریب رہتی ہے۔ سفیان نے کہا لوگ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتہ اس کے کرتے کے بدل پہنا دیا جو اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا۔

١٣٥١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلاَّ مَقْتُولاً فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنِّي لاَ أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا، فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ، وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الآخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً، غَيْرَ أُذُنِهِ)).

[طرفه في: ١٣٥٢].

(۱۳۵۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو بشر بن مفضل نے خبر دی' کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے' ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب جنگ احد کا وقت قریب آ گیا تو مجھے میرے باپ عبداللہ نے رات کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا اور دیکھو نبی کریم ﷺ کے سوا دوسرا کوئی مجھے (اپنے عزیزوں اور وارثوں میں) تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے' میں مقروض ہوں اس لئے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی (نو) بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کیا تھا۔ پر میرا دل نہیں مانا کہ انہیں دوسرے صاحب کے ساتھ یوں ہی قبر میں رہنے دوں۔ چنانچہ چھ مہینے کے بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا دیکھا تو صرف کان تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔

تشریح: جابرؓ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سچے جاں نثار تھے اور ان کے دل میں جنگ کا جوش بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ ٹھان لی کہ میں کافروں کو ماروں گا اور مروں گا۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ مبشر بن عبداللہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے وہ ان کو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے پاس ان ہی دنوں میں آنا چاہتے ہو۔ انہوں نے یہ خواب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں شہادت لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ خواب سچا ثابت ہوا۔ اس حدیث سے ایک مومن کی شان بھی معلوم ہوئی کہ اس کو آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ عزیز ہوں۔

١٣٥٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ، فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ)). [راجع: ١٣٥١]

(۱۳۵۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے ابن ابی نجیح نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بنالله نے بیان کیا کہ میرے باپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں ایک اور صحابی (حضرت جابرؓ کے چچا) دفن تھے۔ لیکن میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے میں نے ان کی لاش نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دی۔

٧٨- بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ

باب بغلی یا صندوقی قبر بنانا

١٣٥٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ ثُمَّ يَقُولُ: ((أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ: ((أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلاَءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))، فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ)). [راجع: ١٣٤٣]

(۱۳۵۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے' اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ احد کے شہداء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کفن میں دو دو کو ایک ساتھ کر کے پوچھتے تھے کہ قرآن کس کو زیادہ یاد تھا۔ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو بغلی قبر میں اسے آگے کر دیا جاتا۔ پھر آپ فرماتے کہ میں قیامت کو ان (کے ایمان) پر گواہ بنوں گا۔ آپؐ نے انہیں بغیر غسل دیئے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔

٧٩- بابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلِّي عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلاَمُ؟

باب ایک بچہ اسلام لایا پھر اس کا انتقال ہو گیا' تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچے کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جاسکتی ہے؟

وقال الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ وكان ابْنُ عبّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِن الْمُسْتَضْعَفِيْنَ. ولم يكُنْ مَعَ أَبِيْهِ

حسن' شریح' ابراہیم اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ والدین میں سے جب کوئی اسلام لائے تو ان کا بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی والدہ کے ساتھ (مسلمان سمجھے گئے تھے اور مکہ کے) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ نہیں

عَلَى دِيْنِ قَوْمِهِ، وَقَالَ: الإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى.

تھے جو ابھی تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہو سکتا۔

١٣٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مُغَالَةَ - وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ - فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ: ((تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟)) فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الأُمِّيِّينَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ: ((آمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهِ)). فَقَالَ لَهُ: مَاذَا تَرَى؟ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُلِّطَ عَلَيْكَ الأَمْرُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا)). فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ: ((اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ)). فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ)).

[أطرافه في: ٣٠٥٥، ٦١٧٣، ٦٦١٨].

(١٣٥٤) ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبردی انہیں یونس نے انہیں زہری نے کہا کہ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبردی کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبردی کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ دوسرے اصحاب کی معیت میں ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ کو وہ بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ملا۔ ان دنوں ابن صیاد جوانی کے قریب تھا۔ اسے آنحضور ﷺ کے آنے کی کوئی خبر ہی نہیں ہوئی۔ لیکن آپؐ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے معلوم ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے ابن صیاد! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن صیاد رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ کر بولا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ابن صیاد بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر تو تیرا سب کام گڈ مڈ ہو گیا۔ پھر آپؐ نے (اللہ تعالیٰ کے لئے) اس سے فرمایا اچھا میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔ (آپ نے سورہ دخان کی آیت کا تصور کیا۔ ﴿ فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین ﴾ ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے۔ آپؐ نے فرمایا چل دور ہو تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن مار دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ دجال ہے تو تو اس پر غالب نہ ہو گا اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا مار ڈالنا تیرے لئے بہتر نہ ہو گا۔

١٣٥٥- وَقَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((انْطَلَقَ بَعْدَ

(١٣٥٥) اور سالم نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے پھر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی

ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ - يَعْنِي فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ، أَوْ زَمْرَةٌ - فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لابْنِ صَيَّادٍ: يَا صَافِ - وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ - هَذَا مُحَمَّدٌ ﷺ، فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ)). وَقَالَ شُعَيْبٌ فِي حَدِيثِهِ: زَمْزَمَةٌ فَرَفَصَهُ. زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ وَ عُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَمْزَةٌ.[أطرافه في: ٢٦٣٨، ٣٠٣٣، ٣٠٥٦، ٦١٧٤].

بن کعبؓ دونوں مل کر ان کھجور کے درختوں میں گئے۔ جہاں ابن صیاد تھا (آپ صلی اللہ علیہ و سلم چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے اور) اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ و سلم غفلت میں اس سے کچھ باتیں سن لیں۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے اس کو دیکھ پایا۔ وہ ایک چادر اوڑھے پڑا تھا۔ کچھ گن گن یا پھن پھن کر رہا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ابن صیاد کی ماں نے دور ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کھجور کے تنوں میں چھپ چھپ کر جا رہے تھے۔ اس نے پکار کر ابن صیاد سے کہہ دیا صاف! یہ نام ابن صیاد کا تھا۔ دیکھو محمد آن پہنچے۔ یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کاش اس کی ماں ابن صیاد کو باتیں کرنے دیتی تو وہ اپنا حال کھولتا۔ شعیب نے اپنی روایت میں زمزمة فرفصه اور عقیل نے رمرمة نقل کیا ہے اور معمر نے رمزة کہا ہے۔

تشریح: ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا جو مدینہ میں دجل و فریب کی باتیں کر کر کے عوام کو بہکایا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر اسلام پیش فرمایا۔ اس وقت وہ نابالغ تھا۔ اسی سے امام بخاریؒ کا مقصد باب ثابت ہوا۔ آپؐ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے کہ وہ ایمان لانے والا نہیں یا آپؐ نے جواب میں اس کو چھوڑ دیا یعنی اس کی نسبت لا و نعم کچھ نہیں کہا صرف اتنا فرما دیا کہ میں اللہ کے سب پیغمبروں پر ایمان لایا۔

بعض روایتوں میں فرفصہ صاد مہملہ سے ہے کہ یعنی ایک لات اس کو جمائی۔ بعضوں نے کہا کہ آپؐ نے اسے دبا کر بھینچا آپؐ نے جو کچھ اگلے سے پوچھا اس سے آپ کی غرض محض یہ تھی کہ اس کا جھوٹ کھل جائے اور اس کا پیغمبری کا دعویٰ غلط ہو۔ ابن صیاد نے جواب میں کہا کہ میں کبھی سچا کبھی جھوٹا خواب دیکھتا ہوں' یہ شخص کاہن تھا اس کو جھوٹی سچی خبریں شیطان دیا کرتے تھے۔ دخان کی جگہ صرف لفظ درخ کہا۔ شیطانوں کی اتنی ہی طاقت ہوتی ہے کہ ایک آدھ کلمہ اچک لیتے ہیں' اسی میں جھوٹ ملا کر مشہور کرتے ہیں (خلاصہ وحیدی) مزید تفصیل دوسری جگہ آئے گی۔

١٣٥٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ

(۱۳۵۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ثابت نے' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبدالقدوس) نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت کیا کرتا تھا' ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپؐ اس کا مزاج معلوم کرنے کے لئے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ

لَهُ: ((أَسْلِمْ)). فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. فَأَسْلَمَ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)).

[طرفه في: ٥٦٥٦].

گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے) ابو القاسم ﷺ جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب آنحضرت ﷺ باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا۔

١٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ: أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ، وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ)).

[أطرافه في: ٤٥٨٧، ٤٥٨٨، ٤٥٩٧].

(١٣٥٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں اور میری والدہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکہ میں) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ میں بچوں میں اور میری والدہ عورتوں میں۔

جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیتوں میں ہے ﴿ والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان اور الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان الخ) ﴾

١٣٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : يُصَلَّى عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الإِسْلاَمِ، يَدَّعِي أَبَوَاهُ الإِسْلاَمَ أَوْ أَبُوهُ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الإِسْلاَمِ، إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ، وَلاَ يُصَلَّي عَلَى مَنْ لاَ يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟))

(١٣٥٨) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر اس بچے کی جو وفات پا گیا ہو نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ اگرچہ وہ حرام ہی کا بچہ کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی پیدائش اسلام کی فطرت پر ہوئی۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس کے والدین مسلمان ہونے کے دعویدار ہوں۔ اگر صرف باپ مسلمان ہو اور ماں کا مذہب اسلام کے سوا کوئی اور ہو جب بھی۔ بچہ کے رونے کی پیدائش کے وقت اگر آواز سنائی دیتی تو اس پر نماز پڑھی جاتی۔ لیکن اگر پیدائش کے وقت کوئی آواز نہ آتی تو اس کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ایسے بچے کو کچا حمل گر جانے کے درجہ میں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ بنائتر نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا

ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الآيَةَ.

ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ "یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ الآیۃ۔

[أطرافه في: ١٣٥٩، ١٣٨٥، ٤٧٧٥، ٦٥٩٩].

تشریح: قسطلانی نے کہا اگر وہ چار مہینے کا بچہ ہو تو اس کو غسل اور کفن دینا واجب ہے' اسی طرح دفن کرنا لیکن نماز واجب نہیں کیونکہ اس نے آواز نہیں کی اور اگر چار مہینے سے کم کا ہو تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

١٣٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلاَّ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟)) ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لاَ تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ، ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾.

(۱۳۵۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبردی' انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبردی' انہیں زہری نے' انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبردی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جانور جنتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں' یہی دین قیم ہے۔

[راجع: ١٣٥٨]

باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ جب ہر ایک آدمی کی فطرت اسلام پر ہوئی ہے تو بچے پر بھی اسلام پیش کرنا اور اس کا اسلام لانا صحیح ہو گا۔ ابن شہاب نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ ہر بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس یہودی بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا اس سے اجازت چاہی جب اس نے اجازت دی تو وہ شوق سے مسلمان ہو گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ آپؐ نے بچے سے مسلمان ہونے کے لیے فرمایا۔ اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ از راہ ہمدردی مسلمان اور غیر مسلمان سب کے ساتھ محبت کا برتاؤ فرماتے اور جب بھی کوئی بیمار ہوتا اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے جاتے (ﷺ)

٨٠- بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ

باب جب ایک مشرک موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہہ لے

تشریح: یعنی جب تک موت کا یقین نہ ہوا ہو اور موت کی نشانیاں ظاہر نہ ہوئی ہوں کیونکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد پھر ایمان لانا فائدہ نہیں کرتا۔ ابو طالب کو بھی آپؐ نے نزع سے پہلے ایمان لانے کو فرمایا ہو گا یا اگر نزع کی حالت شروع ہو گئی تھی تو یہ

ابو طالب کی خصوصیت ہو گی جیسے آپؐ کی دعا سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

١٣٦٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَ أَبَاجَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لأَبِي طَالِبٍ: ((يَا عَمِّ، قُلْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ)). فَقَالَ أَبُوجَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: يَا أَبَا طَالِبٍ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُوطَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أَمَا وَاللهِ لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ)) فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيْهِ: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﴾ الآية.

[أطرافه في: ٣٨٨٤، ٤٦٧٥، ٤٧٧٢، ٦٦٨١].

(١٣٦٠) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبردی' کہا کہ مجھے میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے صالح بن کیسان سے خبردی' انہیں ابن شہاب نے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب نے اپنے باپ (مسیب بن حزنؓ) سے خبردی' ان کے باپ نے انہیں یہ خبردی کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو ان کے پاس اس وقت ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ موجود تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ چچا! آپ ایک کلمہ "لا الہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی معبود نہیں) کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ مغیرہ نے کہا ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کلمۂ اسلام ان پر پیش کرتے رہے۔ ابو جہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ تاآنکہ مجھے منع نہ کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ وما کان للنبی ﴾ نازل فرمائی۔ (التوبہ: ١١٣)

تشریح: جس میں کفار و مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ ابو طالب کے آنحضرت ﷺ پر بڑے احسانات تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو پالا اور پرورش کی اور کافروں کی ایذا دہی سے آپ کو بچاتے رہے۔ اس لئے آپ نے محبت کی وجہ سے یہ فرمایا کہ خیر میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا اور آپ نے ان کے لئے دعا شروع کی۔ جب سورۂ توبہ کی آیت ﴿ وما کان للنبی ﴾ نازل ہوئی کہ پیغمبر اور ایمان والوں کے لئے نہیں چاہئے کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں' اس وقت آپ رک گئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ مرتے وقت بھی اگر مشرک شرک سے توبہ کرلے تو اس کا ایمان صحیح ہو گا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ مگر یہ توبہ سکرات سے پہلے ہونی چاہئے۔ سکرات کی توبہ قبول نہیں جیسا کہ قرآنی آیت ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ﴾ (غافر: ٨٥) میں مذکور ہے۔

٨١- بَابُ الْجَرِيدِ عَلَى الْقَبْرِ

وَأَوصَى بُرَيْدَةُ الأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيْدَانِ وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ: انْزِعْهُ يَا غُلاَمُ، فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ. وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ: رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ: أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ. وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ.

باب قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا

اور بریدہ اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں لگا دی جائیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک خیمہ تنا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ اے غلام! اسے اکھاڑ ڈال اب ان پر ان کا عمل سایہ کرے گا اور خارجہ بن زید نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میں جوان تھا اور چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھلانگ لگا کر اس پار کود جاتا اور عثمان بن حکیم نے بیان کیا کہ خارجہ بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر مجھ کو بٹھایا اور اپنے چچا یزید بن ثابت سے روایت کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو منع ہے جو پیشاب یا پاخانہ کے لئے اس پر بیٹھے۔ اور نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

١٣٦١- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ: أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَولِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ)). ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا، مَا لَمْ يَيْبَسَا)).

(١٣٦١) ہم سے یحییٰ بن جعفر بیکندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے مجاہد نے' ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی ایک ہری ڈالی لی اور اس کے دو ٹکڑے کرکے دونوں قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شاید اس وقت تک کے لئے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔

[راجع: ٢١٦]

تشریح: آنحضرت ﷺ نے ایک قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگا دی تھیں۔ بعضوں نے یہ سمجھا کہ یہ مسنون ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ آنحضرتؐ کا خاصہ تھا اور کسی کو ڈالیاں لگانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے لائے۔ ابن عمر اور بریدہ رضی اللہ عنہم کے اثر کو ابن سعد نے وصل کیا۔ خارجہ بن زید کے اثر کو امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں وصل کیا۔ اس اثر اور اس کے بعد کے اثر کو بیان کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ قبر والے کو اس کے عمل ہی فائدہ دیتے ہیں۔ اونچی چیز لگانا جیسے شاخیں وغیرہ یا قبر کی عمارت اونچی بنانا یا قبر پر بیٹھنا یہ چیزیں ظاہر میں کوئی فائدہ یا نقصان دینے والی نہیں ہیں۔ یہ خارجہ بن زید اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے چچا یزید بن ثابت سے نقل کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو مکروہ ہے جو اس پر پاخانہ یا پیشاب کرے۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال ابن رشید ویظهر من تصرف البخاری ان ذلک خاص بهما فلذلک عقبه بقول ابن عمر انما یظله عمله (فتح الباری) یعنی ابن رشید نے کہا کہ امام بخاریؒ کے تصرف سے یہی ظاہر ہے کہ شاخوں کے گاڑنے کا عمل ان ہی دونوں قبروں کے ساتھ خاص تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ اس ذکر کے بعد ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول لائے ہیں کہ اس مرنے والے کا عمل ہی اس کو سایہ کر سکے گا۔ جن کی قبر پر خیمہ دیکھا گیا تھا وہ عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خیمہ دور کرا دیا تھا۔ قبروں پر بیٹھنے کے بارے میں جمہور کا قول یہی ہے کہ ناجائز ہے۔ اس بارے میں کئی ایک احادیث بھی وارد ہیں چند حدیث ملاحظہ ہوں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر رواه الجماعة الا البخاری و الترمذی یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اگر کسی انگارے پر بیٹھے کہ وہ اس کے کپڑے اور جسم کو جلا دے تو اس سے بہتر ہے کہ قبر پر بیٹھے۔

دوسری حدیث عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ رانی رسول الله صلی الله علیه وسلم متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر اولا تؤذوه رواه احمد یعنی مجھے آنحضرت ﷺ نے ایک قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔ ان ہی احادیث کی بنا پر قبروں پر بیٹھنا منع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل جو مذکور ہوا کہ آپ قبروں پر بیٹھا کرتے تھے سو شاید ان کا خیال یہ ہو کہ بیٹھنا اس کے لئے منع ہے جو اس پر پاخانہ پیشاب کرے۔ مگر دیگر احادیث کی بنا پر مطلق بیٹھنا بھی منع ہے جیسا کہ مذکور ہوا یا ان کا قبر پر بیٹھنے سے مراد صرف ٹیک لگانا ہے نہ کہ اوپر بیٹھنا۔

حدیث مذکور سے قبر کا عذاب بھی ثابت ہوا جو برحق ہے جو کئی آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ جو لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور گمراہ ہیں۔ هدا هم الله۔ آمین

٨٢- بَابُ مَوعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

باب قبر کے پاس عالم کا بیٹھنا اور لوگوں کو نصیحت کرنا اور لوگوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الأَجْدَاثِ﴾: الأَجْدَاثُ الْقُبُورِ. ﴿بُعْثِرَتْ﴾: أُثِيرَتْ:

سورۂ قمر میں آیت ﴿ یخرجون من الاجداث ﴾ میں اجداث سے قبریں مراد ہیں۔ اور سورۂ انفطار میں بعثرت کے معنے اٹھائے جانے

بَعْثَرْتُ حَوضِي: أَيْ جَعَلْتُ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ. الإِيفَاضُ: الإِسْرَاعُ. وَقَرَأَ الأَعْمَشُ: ﴿إِلَى نَصْبٍ﴾: إِلَى شَيْءٍ مَنْصُوبٍ يَسْتَبِقُوْنَ إِلَيْهِ. وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ، وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ. يَوْمَ الْخُرُوجِ مِنْ قُبُورِهِمْ: ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ يَخْرُجُوْنَ.

کے ہیں۔ عربوں کے قول میں ﴿بعثرت حوضی﴾ کا مطلب یہ کہ حوض کا نچلا حصہ اوپر کر دیا۔ ایفاض کے معنے جلدی کرنا۔ اور اعمش کی قرأت میں الی نصب (بفتح نون) ہے یعنی ایک شئی منصوب کی طرف تیزی سے دوڑے جارہے ہیں تاکہ اس سے آگے بڑھ جائیں۔ نصب (بضم نون) واحد ہے اور نصیب (بفتح نون) مصدر ہے اور سورۂ ق میں یوم الخروج سے مراد مردوں کا قبروں سے نکلنا ہے۔ اور سورۂ انبیاء میں ینسلون یخرجون کے معنے میں ہے۔

تشریح حضرت امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی کئی ایک قرآنی الفاظ کی تشریح فرما دی ہے۔ قبروں کی مناسبت سے اجداث کے معنی اور بعثرت کے معنے بیان کر دیئے۔ آیت میں ہے کہ قبروں سے اس طرح نکل کر بھاگیں گے جیسے تھانوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایفاض اور نصب کے معنے بیان کئے۔ اور ذلک یوم الخروج میں خروج سے قبروں سے نکلنا مراد ہے۔ اس لئے ینسلون کا معنی بیان کر دیا۔ کیونکہ وہ بھی یخرجون کے معنے میں ہے۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ قبرستان میں اگر فرصت نظر آئے تو امام عالم محدث وہاں لوگوں کو آخرت یاد دلانے اور ثواب و عذاب قبر پر مطلع کرنے کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں وعظ سنا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے وعظ سنایا۔

مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیشتر لوگ جو قبرستان جاتے ہیں وہ محض تفریحاً وہاں وقت گزار دیتے ہیں اور بہت سے حقہ و سگریٹ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بہت سے مٹی لگنے تک ادھر ادھر مٹرگشت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے حضرات کو سوچنا چاہئے کہ آخر ان کو بھی اسی جگہ آنا ہے اور قبر میں داخل ہونا ہے۔ کسی نہ کسی دن تو قبروں کو یاد کر لیا کریں یا قبرستان میں جا کر تو موت اور آخرت کی یاد سے اپنے دلوں کو پگھلایا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

اہل بدعت نے بجائے مسنون طریقہ کے قبرستانوں میں اور نت نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں اور اب تو نئی بدعت یہ نکالی گئی ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں۔ خدا جانے اہل بدعت کو ایسی نئی نئی بدعات کہاں سے سوجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے بچا کر سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

١٣٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ. فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلاَّ كُتِبَ مَكَانُهَا

(۱۳۶۲) ہم سے عثمان ابن ابی شیبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور بن معتمر نے بیان کیا' ان سے سعد بن عبیدہ نے' ان سے ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب نے اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلاَّ قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً)). فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَفَلاَ نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ: ((أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ﴾ الآيَةَ)).

[أطرافه في: ٤٩٤٥، ٤٩٤٦، ٤٩٤٧، ٤٩٤٨، ٦٢١٧، ٦٦٠٥، ٧٧٥٢].

ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ دونوں جگہ نہ لکھا گیا ہو اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بد بخت۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں کیونکہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف رجوع ہوگا اور جس کا نام بد بختوں میں لکھا ہے وہ ضرور بدی کی طرف جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جن کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں ہی آسانی معلوم ہوتی ہے اور بد بختوں کو برے کاموں میں آسانی نظر آتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿ فامامن اعطی واتقی الخ ﴾

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھے دین کو سچا مانا اس کو ہم آسانی کے گھر یعنی بہشت میں پہنچنے کی توفیق دیں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح واللیل کی تفسیر میں آئے گی۔ اور یہ حدیث تقدیر کے اثبات میں ایک اصل عظیم ہے۔ آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنا اور محنت اٹھانا ضروری ہے۔ جیسے حکیم کہتا ہے کہ دوا کھائے جاؤ حالانکہ شفا دینا اللہ کا کام ہے۔

٨٣- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ

باب جو شخص خود کشی کرے اس کی سزا کے بیان میں۔

تشریح اس باب کے لانے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ جو شخص خود کشی کرے جب وہ جہنمی ہوا تو اس پر جنازے کی نماز نہ پڑھنا چاہئے اور شاید امام بخاریؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جسے اصحاب سنن نے جابر بن سمرہؓ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا۔ اس نے اپنے تئیں تیروں سے مار ڈالا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ مگر نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے پڑھ لی تو معلوم ہوا کہ اور لوگوں کی عبرت کے لئے جو امام اور مقتدیٰ ہو وہ اس پر نماز نہ پڑھے لیکن عوام لوگ پڑھ لیں۔ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فاسق پر نماز پڑھی جائے گی۔ یہ بھی فاسق ہے اور عترت اور عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی کے نزدیک فاسق پر نماز نہ پڑھیں' اسی طرح باغی اور ڈاکو پر (وحیدی)

حافظ ابن حجرؒ ابن منیر کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔ عادة البخاری اذا توقف فی شئی ترجم علیه ترجمة مبهمة کانه ینبه علی طریق الاجتهاد وقد نقل عن مالک ان قاتل النفس لا تقبل توبته ومقتضاه ان لا یصلی علیه وهو نفس قول البخاری.

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی امر میں توقف ہوتا ہے تو اس پر مبہم باب منعقد فرماتے ہیں۔ گویا وہ طریق اجتہاد پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ قاتل نفس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اسی کا مقتضیٰ ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام بخاریؒ کا یہی منشا ہے۔

١٣٦٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ)). [أطرافه في: ٤١٧١، ٤٨٤٣، ٦٠٤٧، ٦١٠٥، ٦٦٥٢].

(۱۳۶۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین پر ہونے کی جھوٹی قسم قصداً کھائے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے اپنے لئے کہا ہے اور جو شخص اپنے کو دھار دار چیز سے ذبح کر لے اسے جہنم میں اسی ہتھیار سے عذاب ہوتا رہے گا۔

١٣٦٤- وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ ((قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)). [طرفه في: ٣٤٦٣].

(۱۳۶۴) اور حجاج بن منہال نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' ان سے امام حسن بصری نے کہا کہ ہم سے جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اسی (بصرے کی) مسجد میں حدیث بیان کی تھی نہ ہم اس حدیث کو بھولے ہیں اور نہ یہ ڈر ہے کہ جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو زخم لگا' اس نے (زخم کی تکلیف کی وجہ سے) خود کو مار ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی۔ اس کی سزا میں جنت حرام کرتا ہوں۔

١٣٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ)). [طرفه في: ٥٧٧٨].

(۱۳۶۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم کو ابو الزناد نے خبر دی' ان سے اعرج نے' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دے ڈالتا ہے وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو برچھے یا تیر سے اپنے تئیں مارے وہ دوزخ میں بھی اسی طرح اپنے تئیں مارتا رہے گا۔

٨٤- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ

باب منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے لئے طلب مغفرت کرنا ناپسند ہے۔

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

١٣٦٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا - أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: ((أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ)). فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: ((إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ. لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا)). قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلاَّ يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ: ﴿وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ - إِلَى - ﴿وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ، وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. [أطرافه في : ٤٦٧١].

(۱۳۶۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبید اللہ بن عبداللہ نے' ان سے ابن عباس نے اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مرا تو رسول اللہ ﷺ سے اس پر نماز جنازہ کے لئے کہا گیا۔ نبی کریم ﷺ جب اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی طرف بڑھ کر عرض کیا یارسول اللہ! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کہی تھی اور فلاں دن فلاں بات۔ میں اس کی کفر کی باتیں گننے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ۔ لیکن جب میں بار بار اپنی بات دہراتا رہا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دے دیا گیا ہے' میں نے نماز پڑھانی پسند کی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس کے لئے مغفرت مانگنے پر اسے مغفرت مل جائے گی تو اس کے لئے اتنی ہی زیادہ مغفرت مانگوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور واپس ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ پر سورۂ براءۃ کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ "کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھایئے" آیت وھم فاسقون تک اور اس کی قبر پر بھی مت کھڑا ہو' ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور مرے بھی تو نافرمان رہ کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی اسی دن کی دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو) زیادہ جانتے ہیں۔

تشریح: عبداللہ بن ابی مدینہ کا مشہور ترین منافق تھا۔ جو عمر بھر اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور اس نے ہر نازک موقع پر مسلمانوں کو اور اسلام کو دھوکا دیا۔ مگر آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ انتقال کے وقت اس کے لڑکے کی درخواست پر جو سچا مسلمان تھا' آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور یاد دلایا کہ فلاں فلاں مواقع پر اس نے ایسے ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی فطری محبت و شفقت کی بنا پر اس پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد وضاحت کے ساتھ ارشاد باری نازل ہوا کہ ﴿ وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا ﴾ (التوبہ: ۸۴) یعنی کسی منافق کی آپ کبھی بھی نماز

جنازہ نہ پڑھیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ رک گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس دن آنحضرت ﷺ کے سامنے ایسی جرأت نہ کرتا۔ بہرحال اللہ پاک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت فرمائی اور منافقین اور مشرکین کے بارے میں کھلے لفظوں میں جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔

آج کل نفاق اعتقادی کا علم ناممکن ہے۔ کیونکہ وحی و الہام کا سلسلہ بند ہے۔ لہٰذا کسی کلمہ گو مسلمان کو جو بظاہر ارکان اسلام کا پابند ہو' اعتقادی منافق نہیں کہا جا سکتا۔ اور عملی منافق فاسق کے درجہ میں ہے۔ جس پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٨٥- بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

١٣٦٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَجَبَتْ)). ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: ((هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الأَرْضِ)).

[طرفه في : ٢٦٤٢].

باب لوگوں کی زبان پر میت کی تعریف ہو تو بہتر ہے

(١٣٦٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ صحابہ کا گزر ایک جنازہ پر ہوا' لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے آنحضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لئے تو جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

١٣٦٨- حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ : قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ - وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ - فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رضي الله عنه: وَجَبَتْ: ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ رضي الله عنه: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ

(١٣٦٨) ہم سے عفان بن مسلم صفار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے داؤد بن ابی الفرات نے' ان سے عبداللہ بن بریدہ نے' ان سے ابو الاسود دئلی نے کہ میں مدینہ حاضر ہوا۔ ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔ لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی پھر ایک اور جنازہ گزرا' لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔ اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر تیسرا جنازہ نکلا' لوگ اس کی برائی کرنے لگے' اور اس مرتبہ بھی آپ نے یہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ ابو الاسود دئلی نے

فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقَالَ أَبُو الأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ)). فَقُلْنَا: وَثَلاَثَةٌ؟ قَالَ: ((وَثَلاَثَةٌ)). فَقُلْنَا : وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)). ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ امیرالمؤمنین کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی' پھر ہم نے پوچھا اور اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو پر بھی۔ پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا؟

[طرفه في: ٢٦٤٣].

تشریح باب کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والوں کی نیکیوں کا ذکر خیر کرنا اور اسے نیک لفظوں سے یاد کرنا بہتر ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: فی روایة النضر بن انس عن ابیه عند الحاکم کنت قاعدا عند النبی صلی الله علیه وسلم فمر بجنازة فقال ما هذه الجنازة قالوا جنازة فلان الفلانی کان یحب الله ورسوله ویعمل بطاعة الله ویسعی فیها وقال ضد ذلک فی التی اثنوا علیها شرا ففیه تفسیر ما ابهم من الخیر والشر فی روایة عبدالعزیز والحاکم ایضا من حدیث جابر فقال بعضهم لنعم المرا لقد کان عفیفا مسلما وفیه ایضا فقال بعضهم بئس المرا کان ان کان لفظا غلیظا (فتح الباری)

یعنی مسند حاکم میں نضر بن انس عن ابیہ کی روایت میں یوں ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ وہاں سے گزارا گیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں بن فلاں کا ہے جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا اور طاعت الٰہی میں عمل کرتا اور کوشاں رہتا تھا اور جس پر برائی کی گئی اس کا ذکر اس کے برعکس کیا گیا۔ پس اس روایت میں ابہام خیر و شر کی تفصیل مذکور ہے اور حاکم میں حدیث جابر بھی یوں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ شخص بہت اچھا پاک دامن مسلمان تھا اور دوسرے کے لئے کہا گیا کہ وہ برا آدمی اور بد اخلاق سخت کلامی کرنے والا تھا۔

خلاصہ یہ کہ مرنے والے کے متعلق اہل ایمان نیک لوگوں کی شہادت جس طور بھی ہو وہ بڑا وزن رکھتی ہے لفظ انتم شهداء الله فی الارض میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ خود قرآن مجید میں بھی یہ مضمون ان لفظوں میں مذکور ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: ۱۴۳) ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ شہادت کی ایک صورت یہ بھی ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

٨٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى

باب عذاب قبر کا بیان

﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلاَئِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ [الأنعام: ٩٣]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ انعام میں) فرمایا

اور اے پیغمبر! کاش تو اس وقت کو دیکھے جب ظالم کافر موت کی سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہاری سزا میں تم کو رسوائی کا عذاب (یعنی قبر کا عذاب) ہوتا ہے۔

قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ الْهُوْنُ: هو الهَوَانُ. والهَوْنُ الرِّفْقُ.

امام بخاریؒ نے کہا کہ لفظ ہون قرآن میں ہوان کے معنے میں ہے یعنی ذلت اور رسوائی اور رہون کا معنی نرمی اور ملائمت ہے

وقوله جلَّ ذِكْرُهُ: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾[التوبة: ١٠١]. وقوله تعالى: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ، النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [غافر: ٤٥].

اور اللہ نے سورۂ توبہ میں فرمایا کہ ہم ان کو دوبار عذاب دیں گے۔ (یعنی دنیا میں اور قبر میں) پھر بڑے عذاب میں لوٹائے جائیں گے۔ اور سورۂ مومن میں فرمایا فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا' صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن تو فرعون والوں کے لئے کہا جائے گا ان کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

امام بخاریؒ نے ان آیتوں سے قبر کا عذاب ثابت کیا ہے۔ اس کے سوا اور آیتیں بھی ہیں۔ آیت ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾ (ابراہیم: ٢٧) آخر تک۔ یہ بالاتفاق سوال قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

١٣٦٩- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾)).

(١٣٦٩) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے' ان سے علقمہ بن مرثد نے' ان سے سعد بن عبیدہ نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا، وَزَادَ: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

[طرفه في: ٤٦٩٩].

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا ہم سے غندر نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے یہی حدیث بیان کی۔ ان کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آیت ﴿ ويثبت الله الذين امنوا ﴾ "اللہ مومنوں کو ثابت قدمی بخشا ہے" عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

١٣٧٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: ((اطَّلَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ: ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا)). فَقِيْلَ لَهُ:

(١٣٧٠) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے' ان سے ان کے والد نے' ان سے صالح نے' ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کنویں (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) والوں کے قریب آئے اور فرمایا تمہارے مالک نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اسے تم لوگوں نے پالیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ مردوں کو خطاب کرتے

أَتَدْعُو أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ: ((مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلَكِنْ لاَ يُجِيْبُونَ)).

[طرفه في : ٣٩٨٠، ٤٠٢٦].

ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

١٣٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ حَقٌّ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتَى﴾)).

[طرفاه في : ٣٩٧٩، ٣٩٨١].

(۱۳۷۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کافروں کو یہ فرمایا تھا کہ میں جو ان سے کہا کرتا تھا اب ان کو معلوم ہوا ہو گا کہ وہ سچ ہے۔ اور اللہ نے سورۂ روم میں فرمایا اے پیغمبر! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

١٣٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ الأَشْعَثَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدُ صَلَّى صَلاَةً إِلاَّ تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). زَادَ غُنْدَرٌ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)).

(۱۳۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا مجھ کو میرے باپ (عثمان) نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' انہوں نے اشعث سے سنا' انہوں نے اپنے والد ابو الشعثاء سے' انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے خدا کی پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے عذاب القبر حق کے الفاظ زیادہ کئے۔

١٣٧٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَقُولُ: ((قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَطِيْبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيْهَا الْمَرْءُ.

(۱۳۷۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی' انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہوں نے اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان جانچا جاتا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا

فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً)). [راجع: ٨٦]

ذکر کر رہے تھے تو مسلمانوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

١٣٧٤- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ- وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولاَنِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ لِمُحَمَّدٍ ﷺ. فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. فَيُقَالُ لَهُ: أُنْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا)) قَالَ قَتَادَةُ: ((وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ فِي قَبْرِهِ)). ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيْثِ أَنَسٍ قَالَ: ((وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُهُ النَّاسُ. فَيُقَالُ: لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ. وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صيحةً يَسمعُها مَن يَليهِ غيرَ الثَّقَلَيْنِ)). [راجع: ١٣٣٨]

(۱۳۷۴) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید نے بیان کیا' ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک بنائن نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں' وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کر دی جائے گی (جس سے آرام و راحت ملے) پھر قتادہ نے انسؓ کی حدیث بیان کرنی شروع کی' فرمایا اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں' میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔

٨٧- بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

باب قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

١٣٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الْبَرَاءِ

(۱۳۷۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے' کہا ہم سے شعبہ نے' کہا کہ مجھ سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد ابو جحیفہ نے' ان سے براء بن عازب

بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا)). وَقَالَ النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

نے اور ان سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، سورج غروب ہو چکا تھا، اس وقت آپ کو ایک آواز سنائی دی۔ (یہودیوں پر عذاب قبر کی) پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہودی پر اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اور نضر بن شمیل نے بیان کیا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، ان سے عون نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے براء سے سنا، انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

١٣٧٦- حَدَّثَنَا مُعَلًّى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ : حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِي ((أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)).

[طرفه في : ٦٣٦٤].

(۱۳۷۶) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی (ام خالد) نے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے سنا۔

١٣٧٧- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْعُو: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)).

(۱۳۷۷) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اس طرح دعا کرتے تھے "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور کانے دجال کی بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

تشریح: عذاب قبر کے بارے میں علامہ شیخ سفارینی الاثری اپنی مشہور کتاب لوامع انوار البھیہ میں فرماتے ہیں۔ ومنها ای الامور التی یجب الایمان بها وانها حق لا ترد عذاب القبر قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی کتابه "شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور" قد ذکر الله عذاب القبر فی القرآن فی عدة اماکن کما بینته فی الاکلیل فی اسرار التنزیل انتهٰی قال الحافظ ابن رجب فی کتابه "احوال القبور" فی قوله تعالٰی (فلولا اذا بلغت الحلقوم الی قوله ان هذا لهو الحق المبین) عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قال تلا رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الایات قال اذا کان عند الموت قیل له هذا فان کان من اصحاب الیمین احب لقاء الله واحب الله لقاءه وان کان من اصحاب الشمال کره لقاء الله وکره الله لقاءه۔

وقال الامام المحقق ابن القیم فی کتاب الروح قول السائل ما الحکمة فی ان عذاب القبر لم یذکر فی القران صریحا مع شدة الحاجة الی معرفته والایمان به لیحذره الناس ویتقی فاجاب عن ذلک بوجهین مجمل ومفصل اما المجمل فان الله تعالٰی نزل علی رسوله وحیین فاوجب علی عباده الایمان بهما والعمل بما فیهما وهما الکتاب والحکمة قال تعالٰی وانزل علیک

الکتاب والحکمة وقال تعالٰی ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم الی قوله ویعلمھم الکتاب والحکمة وقال تعالٰی واذکرن ما یتلٰی فی بیوتکن الایة۔ والحکمة ھی السنة باتفاق السلف وما اخبر به الرسول عن الله فھو فی وجوب تصدیقه و الایمان به کما اخبر به الرب علٰی لسان رسوله فھذا اصل متفق علیه بین اھل الاسلام لا ینکرہ الامن لیس منھم وقال النبی صلی الله علیه وسلم انی اوتیت الکتاب ومثله معه قال المحقق واما الجواب المفصل فھوان نعیم البرزخ وعذابه مذکور فی القران مواضع منھا قوله تعالٰی ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت الایة وھذا خطاب لھم عند الموت قطعا وقد اخبرت الملائکة وھم الصادقون انھم حینئذ یجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی الله غیر الحق وکنتم عن آیاته تستکبرون ولو تاخر عنھم ذلک الی انقضاء الدنیا لما صح ان یقال لھم الیوم تجزون عذاب الھون وقوله تعالٰی فوقاہ الله سیئات ما مکروا الی قوله یعرضون علیھا غدوا وعشیا الایة فذکر عذاب الدارین صریحا لا یحتمل غیرہ ومنھا قوله تعالٰی فذرھم حتی یلاقوا یومھم الذی فیه یصعقون۔ یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا ولا ھم ینصرون انتھٰی کلامه۔

واخرج البخاری من حدیث ابی ھریرة رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعوا اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر واخرج الترمذی عن علی رضی الله عنه انه قال مازلنا فی شک من عذاب القبر حتی نزلت الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر وقال ابن مسعود اذا مات الکافر اجلس فی قبرہ فیقال له من ربک وما دینک فیقول لا ادری فیضیق علیه قبرہ ثم قرا ابن مسعود فان له معیشة ضنکا قال المعیشة الضنک ھی عذاب القبر وقال البراء بن عازب رضی الله عنه فی قوله تعالٰی ولنذیقنھم من العذاب الادنٰی دون العذاب الاکبر قال عذاب القبر وکذا قال قتادة والربیع بن انس فی قوله تعالٰی سنعذبھم مرتین احدھما فی الدنیا والاخریٰ عذاب القبر

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیلی ذکر حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "شرح الصدور" اور "اکلیل فی اسرار التنزیل" میں موجود ہے۔ حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب "احوال القبور" میں آیت شریفہ ﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴾ (الواقعہ : ۸۳) کی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان آیات کو تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو مرنے والے سے یہ کہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا دائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ تعالٰی سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالٰی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اگر وہ مرنے والا بائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے اور اللہ پاک اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔

اور علامہ محقق امام ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اس امر میں کیا حکمت ہے کہ صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں عذاب قبر کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ڈر پیدا ہو۔ حضرت علامہ نے اس کا جواب مجمل اور مفصل ہر دو طور پر دیا۔ مجمل تو یہ دیا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ پر دو قسم کی وحی نازل کی ہے اور ان دونوں پر ایمان لانا اور ان دونوں پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ کتاب اور حکمت ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں موجود ہے اور سلف صالحین سے متفقہ طور پر حکمت سے سنت (حدیث نبوی) مراد ہے اب عذاب قبر کی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں دی ہے۔ پس وہ خبر یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے جس کی تصدیق واجب ہے اور جس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ (جیسا کہ رب تعالٰی نے اپنے رسول کی زبان حقیقت ترجمان سے صحیح احادیث میں عذاب قبر کے متعلق بیان کرایا ہے) پس یہ اصول اہل اسلام میں متفقہ ہے اس کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اہل اسلام سے باہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار رہو کہ میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور اس کی مثل ایک اور کتاب (حدیث) بھی دیا گیا ہوں۔

پھر محقق علامہ ابن قیم نے تفصیلی جواب میں فرمایا کہ برزخ کا عذاب قرآن مجید کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور برزخ کی بہت سی نعمتوں کا بھی قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ (یہی عذاب و ثواب قبر ہے) ان آیات میں سے ایک آیت ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ ﴾ (الانعام: ۹۳) بھی ہے (جس میں ذکر ہے کہ اگر تو ظالموں کو موت کی بے ہوشی کے عالم میں دیکھے) ان کے لئے موت کے وقت یہ خطاب قطعی ہے اور اس موقع پر فرشتوں نے خبر دی ہے جو بالکل سچے ہیں کہ ان کافروں کو اس دن رسوائی کا عذاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب تمہارے لئے اس وجہ سے ہے کہ تم اللہ پر ناحق جھوٹی باتیں باندھا کرتے تھے اور تم اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔ یہاں اگر عذاب کو دنیا کے خاتمہ پر مؤخر مانا جائے تو یہ صحیح نہیں ہو گا یہاں تو "آج کا دن" استعمال کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ تم کو آج کے دن رسوائی کا عذاب ہو گا۔ اس آج کے دن سے یقیناً قبر کے عذاب کا دن مراد ہے۔

اور دوسری آیت میں یوں مذکور ہے کہ ﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ﴾ (المومن: ۴۶' ۴۵) یعنی فرعونیوں کو سخت ترین عذاب نے گھیر لیا جس پر وہ ہر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں عذاب دارین کا صریح ذکر ہے اس کے سوا اور کسی کا احتمال ہی نہیں (دارین سے قبر کا عذاب اور پھر قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے)

تیسری آیت شریفہ ﴿ فَذَرْهُمْ حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴾ (الطور: ۴۵) ہے۔ یعنی اے رسول! ان کافروں کو چھوڑ دیجئے۔ یہاں تک کہ وہ اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے' جس دن ان کا کوئی مکر ان کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ (اس آیت میں بھی اس دن سے موت اور قبر کا دن مراد ہے)

بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہؓ میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر اے اللہ! میں تجھ سے عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں ہم مشکوک رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیات ﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ (التکاثر: ۲'۱) نازل ہوئی (گویا ان آیات میں بھی مراد قبر کا عذاب ہی ہے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے ؟ اور تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ پس اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔ پس حضرت ابن مسعودؓ نے آیت ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا ﴾ (طٰہٰ: ۱۲۴) کو پڑھا (کہ جو کوئی ہماری یاد سے منہ موڑے گا اس کو نہایت تنگ زندگی ملے گی) یہاں تنگ زندگی سے قبر کا عذاب مراد ہے۔ حضرت براء بن عازب نے آیت شریفہ ﴿ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ ﴾ (السجدۃ: ۲۱) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں بھی عذاب قبر ہی کا ذکر ہے۔ یعنی کافروں کو بڑے سخت ترین عذاب سے پہلے ایک ادنیٰ عذاب میں داخل کیا جائے گا (اور وہ عذاب قبر ہے) ایسا ہی قتادہ اور ربیع بن انس نے آیت شریفہ ﴿ سنعذبھم مرتین ﴾ (التوبہ: ۱۰۱) (ہم ان کو دو دفعہ عذاب میں مبتلا کریں گے) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ایک عذاب سے مراد دنیا کا عذاب اور دوسرے سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

قال الحافظ ابن رجب وقد تواترت الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عذاب القبر یعنی حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں جن سے عذاب قبر کا حق ہونا ثابت ہے۔ پھر علامہ نے ان احادیث کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی چند احادیث مذکور ہوئی ہیں۔

باب اثبات عذاب القبر پر حضرت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: لم یتعرض المصنف فی الترجمة لکون عذاب القبر یقع علی الروح فقط او علیها وعلی الجسد و فیه خلاف شهیر عندالمتکلمین وکانه ترکه لان الادلة التی یرضاها لیست قاطعة فی احد الامرین فلم یتقلد الحکم فی ذلک واکتفی باثبات وجوده خلافا لمن نفاه مطلقا من الخوارج وبعض المعتزلة کضرار بن عمرو وبشر المریسی ومن وافقهم وخالفهم فی ذلک اکثر المعتزلة وجمیع اهل السنة وغیرهم ، اکثروا من الاحتجاج له وذهب بعض المعتزلة کالجیانی الی انه یقع علی

الکفار دون المومنین وبعض الاحادیث الاتیہ ترد علیهم ایضا (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ مصنف (امام بخاریؒ) نے اس بارے میں کچھ تعرض نہیں فرمایا کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم ہر دو پر ہوتا ہے۔ اس بارے میں متکلمین کا بہت اختلاف ہے۔ حضرت امام نے قصداً اس بحث کو چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ ان کے حسب منشاء کچھ دلائل قطعی اس بارے میں نہیں ہیں۔ پس آپ نے ان مباحث کو چھوڑ دیا اور صرف عذاب قبر کے وجود کو ثابت کر دیا۔ جبکہ خوارج اور کچھ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں جیسے ضرار بن عمرو' بشر مریسی وغیرہ اور ان لوگوں کی جملہ اہلسنت بلکہ کچھ معتزلہ نے بھی مخالفت کی ہے اور بعض معتزلہ جیانی وغیرہ ادھر گئے ہیں کہ عذاب قبر صرف کافروں کو ہوتا ہے ایمان والوں کو نہیں ہوتا۔ مذکور بعض احادیث ان کے اس غلط عقیدہ کی تردید کر رہی ہیں۔

بہرحال عذاب قبر برحق ہے جو لوگ اس بارے میں شکوک و شبہات پیدا کریں ان کی صحبت سے ہر مسلمان کو دور رہنا واجب ہے اور ان کھلے ہوئے دلائل کے بعد بھی جن کی تشفی نہ ہو ان کی ہدایت کے لئے کوشاں ہونا بیکار محض ہے۔ وباللہ التوفیق۔

تفصیل مزید کے لئے حضرت مولانا الشیخ عبیداللہ صاحب مبارک پوری مدظلہ العالی کا بیان ذیل قابل مطالعہ ہے حضرت موصوف لکھتے ہیں:

باب اثبات عذاب القبر قال فی اللمعات المراد بالقبر ههنا عالم البرزخ قال تعالٰی ومن وراء هم برزخ الی یوم یبعثون وهو عالم بین الدنیا والاخرة له تعلق بکل منهما ولیس المراد به الحفرة التی یدفن فیه المیت فرب میت لا یدفن کالغریق والحریق والماکول فی بطن الحیوانات یعذب وینعم ویسال وانما خص العذاب بالذکر للاهتمام ولان العذاب اکثر لکثرة الکفار والعصاة انتهٰی قلت حاصل ما قیل فی بیان المراد من البرزخ انه اسم لانقطاع الحیاة فی هذا العالم المشهود ای دار الدنیا وابتداء حیاة اخریٰ فیبدا الشئی من العذاب او النعیم بعد انقطاع الحیاة الدنیویة فهو اول دار الجزاء ثم توفی کل نفس ما کسبت یوم القیامة عند دخولها فی جهنم اوالجنة وانما اضیف عذاب البرزخ ونعیمه الی القبر لکون معظمه یقع فیه ولکون الغالب علی الموتٰی ان یقبروا والا فالکافر ومن شاء الله عذابه من العصاة یعذب بعد موته ولو لم یدفن ولکن ذلک محجوب عن الخلق الامن شاء الله وقیل لا حاجة الی التاویل فان القبر اسم للمکان الذی یکون فیه المیت من الارض ولا شک ان محل الانسان ومسکنه بعد انقطاع الحیاة الدنیویة هی الارض کما انها کانت مسکنا له فی حیاته قبل موته قال تعالٰی الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا ای ضامة للاحیاء والاموات تجمعهم وتضمهم وتحوزهم فلا محل المیت الا الارض سواء کان غریقا او حریقا او ماکولا فی بطن الحیوانات من السباع علی الارض والطیور فی الهواء والحیتان فی البحر فان الغریق یرسب فی الماء فیسقط الی اسفله من الارض او الجبل ان کان تحته جبل وکذا الحریق بعد ما یصیر رمادا لا یستقر الا علی الارض سواء اذریٰ فی البر او البحر وکذا الماکول فان الحیوانات التی تاکله لا تذهب بعد موتها الا الی الارض فتصیر ترابا والحاصل ان الارض محل جمیع الاجسام السفلیة ومقرها لاملجا لها الا الیها فهی کفات لها واعلم انه قد تظاهرت الدلائل من الکتاب والسنة علی ثبوت عذاب القبر واجمع علیه اهل السنة وقد کثرت الاحادیث فی عذاب القبر حتی قال غیر واحد انها متواترة لا یصح علیها التواطؤ وان لم یصح مثلها لم یصح شئی من امر الدین الی اخره (مرعاة' جلد: اول / ص: ۲۳۰)

مختصر مطلب یہ کہ لمعات میں ہے کہ یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ مرنے والوں کے لئے قیامت سے پہلے ایک عالم اور ہے جس کا نام برزخ ہے اور یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جس کا تعلق دونوں سے ہے اور قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سی میت دفن نہیں کی جاتی ہیں جیسے ڈوبنے والا اور جلنے والا اور جانوروں کے پیٹوں میں جانے والا۔ حالانکہ ان سب کو عذاب و ثواب ہوتا ہے اور ان سب سے سوال جواب ہوتے ہیں اور یہاں عذاب کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے' اس لئے کہ اس کا خاص اہتمام ہے اور اس لئے کہ اکثر طور پر گنہگاروں اور جملہ کافروں کے لئے

عذاب ہی مقدر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حاصل یہ ہے کہ برزخ اس عالم کا نام ہے جس میں دار دنیا سے انسان زندگی منقطع کر کے ابتدائے دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ پس دنیاوی زندگی کے انقطاع کے بعد وہ پہلا جزا اور سزا کا گھر ہے پھر قیامت کے دن ہر نفس کو اس کا پورا پورا بدلہ جنت یا دوزخ کی شکل میں دیا جائے گا اور عذاب اور ثواب برزخ کو قبر کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ انسان اسی کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ غالب موتی قبر ہی میں داخل کئے جاتے ہیں ورنہ کافر اور گنہگار جن کو اللہ عذاب کرنا چاہے اس صورت میں بھی وہ ان کو عذاب کر سکتا ہے کہ وہ دفن نہ کئے جائیں۔ یہ عذاب مخلوق سے پردہ میں ہوتا ہے ﴿ الا من شاء الله ﴾

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قبر اسی جگہ کا نام ہے جہاں میت کا زمین میں مکان بنے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا آخری مکان زمین ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو زندگی اور موت ہر حال میں ٹھکانا بنایا ہے۔ وہ زندہ اور مردہ سب کو جمع کرتی ہے اور سب کو شامل ہے پس میت ڈوبنے والے کی ہو یا جلنے والے کی یا بطن حیوانات میں جانے والے کی خواہ زمین کے بھیڑیوں کے پیٹ میں جائے یا ہوا میں پرندوں کے شکم میں یا دریا میں مچھلیوں کے پیٹ میں' سب کا نتیجہ مٹی ہونا اور زمین ہی میں ملنا ہے اور جان لو کہ کتاب و سنت کے ظاہر دلائل کی بنا پر عذاب قبر برحق ہے جس پر جملہ اہل اسلام کا اجماع ہے اور اس بارے میں اس قدر تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ اگر ان کو بھی صحیح نہ تسلیم کیا جائے تو دین کا پھر کوئی بھی امر صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب الروح علامہ ابن قیم کا مطالعہ کیا جائے۔

٨٨- بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالْبَوْلِ

باب غیبت اور پیشاب کی آلودگی سے قبر کا عذاب ہونا

١٣٧٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ. ثُمَّ قَالَ: بَلَى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيْمَةِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)). قَالَ: ((ثُمَّ أَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا، مَا لَمْ يَيْبَسَا)).

[راجع: ٢١٦]

(١٣٧٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے اعمش نے' ان سے مجاہد نے' ان سے طاؤس نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کے مردوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی بڑی اہم بات پر ہو رہا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! ان میں ایک شخص تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے کے لئے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر آپؐ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کا عذاب کم ہو جائے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال الزین بن المنیر المراد بتخصیص هذین الامرین بالذکر تعظیم امرهما لانفی الحکم عما عداهما فعلی هذا لایلزم من ذکرهما حصر عذاب القبر فیهما لکن الظاهر من الاقتصار علی ذکرهما انهما امکن فی ذلک من غیرهما

وقد روی اصحاب السنن من حدیث ابی ھریرۃ استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ ثم اورد المصنف حدیث ابن عباس فی قصۃ القبرین ولیس فیہ للغیبہ ذکروا انما ورد بلفظ النمیمۃ وقد تقدم الکلام علیہ مستوفی فی الطھارۃ (فتح الباری)

یعنی زین بن منیر نے کہا کہ باب میں صرف دو چیزوں کا ذکر ان کی اہمیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہوں کی نفی مراد نہیں۔ پس ان کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب قبر ان ہی دو گناہوں پر منحصر ہے۔ یہاں ان کے ذکر پر کفایت کرنا اشارہ ہے کہ ان کے ارتکاب کرنے پر عذاب قبر کا ہونا زیادہ ممکن ہے۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظ یہ ہیں کہ پیشاب سے پاکی حاصل کرو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ باب کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے یہاں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو قبروں کا قصہ نقل فرمایا۔ اس میں غیبت کا لفظ نہیں ہے بلکہ چغل خور کا لفظ وارد ہوا ہے مزید وضاحت کتاب الطھارۃ میں گزر چکی ہے۔

غیبت اور چغلی قریب قریب ایک ہی قسم کے گناہ ہیں اس لئے ہر دو عذاب قبر کے اسباب ہیں۔

٨٩- بَابُ الْـمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

باب مردے کو دونوں وقت صبح اور شام اس کا ٹھکانا بتلایا جاتا ہے

١٣٧٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْـجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْـجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ : هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

(١٣٧٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں اور جو دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔

[طرفاه في : ٣٢٤٠، ٦٥١٥].

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر جنتی ہے تو صبح و شام اس پر جنت پیش کر کے اس کو تسلی دی جاتی ہے کہ جب تو اس قبر سے اٹھے گا تو تیرا آخری ٹھکانا یہ جنت ہوگی اور اسی طرح دوزخی کو دوزخ دکھلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے آخری انجام پر آگاہ رہے۔ ممکن ہے کہ یہ عرض کرنا صرف روح پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح اور جسم ہر دو پر ہو۔ صبح اور شام سے ان کے اوقات مراد ہیں جبکہ عالم برزخ میں ان کے لئے نہ صبح کا وجود ہے نہ شام کا ویحتمل ان یقال ان فائدۃ العرض فی حقھم تبشیرا رواحھم باستقرارھا فی الجنۃ مقترنۃ باجسادھا (فتح) یعنی اس پیش کرنے کا فائدہ مومن کے لئے ان کے حق میں ان کی روحوں کو یہ بشارت دینا ہے کہ ان کا آخری مقام قرار ان کے جسموں سمیت جنت ہے۔ اسی طرح دوزخیوں کو ڈراناکہ ان کا آخری ٹھکانا ان کے جسموں سمیت دوزخ ہے۔ قبر میں عذاب و ثواب کی صورت یہ بھی ہے کہ جنتی کے لئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو جنت کی تر و تازگی حاصل ہوتی رہتی ہے اور دوزخی کے لئے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو دوزخ کی گرم گرم ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ صبح و شام ان ہی کھڑکیوں سے ان کو جنت و دوزخ کے کامل نظارے کرائے جاتے ہیں۔ یااللہ! اپنے فضل و کرم سے ناشر بخاری شریف مترجم اردو کو اس کے والدین و اساتذہ وجملہ معاونین کرام و شائقین عظام کو قبر میں جنت کی طرف سے تر و تازگی

نصیب فرمائیو اور قیامت کے دن جنت میں داخل فرمائیو اور دوزخ سے ہم سب کو محفوظ رکھیو۔ آمین۔

٩٠- بَابُ كَلاَمِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب میت کا چارپائی پر بات کرنا

١٣٨٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِي، قَدِّمُوْنِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الإِنْسَانُ لَصَعِقَ)). [راجع: ١٣١٤]

(١٣٨٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ ہاں آگے لئے چلو مجھے بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے۔ ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق خدا سنتی ہے۔ اگر کہیں انسان سن پائیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

تشریح: جنازہ اٹھائے جاتے وقت اللہ پاک برزخی زبان میت کو عطا کر دیتا ہے۔ جس میں وہ اگر جنتی ہے تو جنت کے شوق میں کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی جلدی لے چلو تاکہ جلد اپنی مراد کو حاصل کروں اور اگر وہ دوزخی ہے تو وہ گھبرا گھبرا کر کہتا ہے کہ ہائے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس وقت اللہ پاک ان کو اس طور پر مخفی طریقہ سے بولنے کی طاقت دیتا ہے اور اس آواز کو انسان اور جنوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔

اس حدیث سے سماع موتی پر بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں صاف سماع موتی کی نفی موجود ہے۔ ﴿ إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ (النمل: ٨٠) اگر مرنے والے ہماری آوازیں سن پاتے تو ان کو میت ہی نہ کہا جاتا۔ اسی لئے جملہ ائمہ ہدیٰ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے دلائل بالکل بے وزن ہیں۔ دوسرے مقام پر اس کا تفصیلی بیان ہو گا۔

٩١- بَابُ مَا قِيْلَ فِي أَوْلاَدِ الْمُسْلِمِيْنَ

باب مسلمانوں کی نابالغ اولاد کہاں رہے گی؟

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلاَثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ)).

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس کے تین نابالغ بچے مرجائیں تو یہ بچے اس کے لئے دوزخ سے روک بن جائیں گے یا یہ کہا کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

١٣٨١ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ لَهُ ثَلاَثَةُ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلاَّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ)). [راجع: ١٢٤٨]

(١٣٨١) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جو ان بچوں پر کرے گا' ان کو بہشت میں لے جائے گا۔

تشریح باب منعقد کرنے اور اس پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جو نابالغی میں مرجائے وہ جنتی ہے' تب ہی تو وہ اپنے والدین کے لئے دوزخ سے روک بن سکیں گے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام احمدؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہو گی۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ ﴾ (الطور: ٢١) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی اتباع کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ جنت میں جمع کر دیں گے۔ قال النووی اجمع من یعتد بہ من علماء المسلمین علی ان من مات من اطفال المسلمین فهو من اهل الجنة و توقف بعضهم الحدیث عائشة یعنی الذی اخرجه مسلم بلفظ توفی صبی من الانصار فقلت طوبٰی له لم یعمل سوا ولم یدرکه فقال النبی صلی الله علیه وسلم او غیر ذلک یا عائشة! ان الله خلق للجنة اهلا الحدیث قال والجواب عنه انه لعله نها ها عن المسارعة الی القطع من غیر دلیل او قال ذلک قبل ان یعلم ان اطفال المسلمین فی الجنة (فتح الباری)

یعنی امام نووی نے کہا کہ علماء اسلام کی ایک بڑی تعداد کا اس پر اجماع ہے کہ جو مسلمان بچہ انتقال کر جائے وہ جنتی ہے اور بعض علماء نے اس پر توقف بھی کیا ہے۔ جن کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک بچے کا انتقال ہو گیا' میں نے کہا کہ اس کے لئے مبارک ہو اس بچے نے کبھی کوئی برا کام نہیں کیا یا یہ کہ کسی برے کام نے اس کو نہیں پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اے عائشہ! کیا اس خیال کے خلاف نہیں ہو سکتا' بے شک اللہ نے جنت کے لئے بھی ایک مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور دوزخ کے لئے بھی۔ اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید بغیر دلیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے کے قطعی جنتی ہونے کا فیصلہ دینے سے منع فرمایا یا آپؐ نے شاید اس کا اظہار اس وقت فرمایا ہو جبکہ آپ کو اطفال المسلمین کے بارے میں کوئی قطعی علم نہیں دیا گیا تھا۔ بعد میں آپ کو اللہ پاک نے بتلا دیا کہ مسلمانوں کی اولاد یقیناً جنتی ہو گی۔

١٣٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ)).

[طرفاه في: ٣٢٥٥، ٦١٩٥].

(١٣٨٢) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے عدی بن ثابت نے بیان کیا' انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ان کے لئے ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں داخل ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے لئے اللہ نے مزید

فضل یہ فرمایا کہ چونکہ آپ نے حالت رضاعت میں انتقال فرمایا تھا لہٰذا اللہ پاک نے ان کو دودھ پلانے کے لئے جنت میں ایک انا کو مقرر فرما دیا۔ ﴿ اللهم صل علی محمد و علی ال محمد وبارک وسلم ﴾

خاتمہ ! الحمد لله والمنة کہ رات اور دن کی سفر و حضر کی متواتر محنت کے نتیجہ میں آج اس پاک و مقدس کتاب کے پانچویں پارے کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اس خدمت کے لئے جس قدر محنت کی گئی اسے اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ محض اس کا کرم ہے کہ اس نے اس محنت شاقہ کی توفیق عطا فرمائی اور اس عظیم خدمت کو یہاں تک پہنچایا۔ میری زبان میں طاقت نہیں کہ میں اس پاک پروردگار کا شکر ادا کر سکوں۔ اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور قبول عام عطا کرے اور جہاں کہیں بھی مجھ سے کوئی لغزش ہوئی ہو کلام رسول کی اصل منشاء کے خلاف کہیں کوئی لفظ درج ہو گیا ہو' اللہ پاک اسے معاف کرے۔ میں نے اپنی دانست میں اس امر کی پوری پوری سعی کی ہے کہ کسی جگہ بھی اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی منشاء کے خلاف ترجمہ و تشریح میں کوئی لفظ نہ آنے پائے پھر بھی میں حقیر ناچیز ظلوم و جہول معترف ہوں کہ خدا جانے کہاں کہاں میرے قلم کو لغزش ہوئی ہو گی۔ لہٰذا یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف کرے اور میری نیت میں زیادہ سے زیادہ خلوص عطا فرمائے۔

میں نے یہ بھی خاص کوشش کی ہے کہ اختلافی امور میں مسالک مختلفہ کی تفصیل میں کسی بھی اعلیٰ و ادنیٰ بزرگ' امام' محدث' عالم' فاضل کی شان میں کوئی گستاخانہ جملہ قلم پر نہ آنے پائے۔ اگر کسی جگہ کوئی ایسا فقرہ نظر آئے تو امید ہے کہ علمائے ماہرین مجھ کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے اور میری ہر غلطی کو بنظر اصلاح مطالعہ فرما کر مجھ کو نظر ثانی کی طرف رہنمائی فرمائیں گے۔ میرا مقصد صرف کلام رسولؐ کی خدمت ہے جس سے کوئی غرض فاسد مقصود نہیں ہے' پھر بھی انسان ہوں' ضعیف البنیان ہوں' اپنی جملہ غلطیوں کا مجھ کو اعتراف ہے۔ ان علمائے کرام کا بے حد مشکور ہوں گا جو میری اصلاح فرما کر میری دعائیں حاصل کریں گے۔

آخر میں میں اپنے ان جملہ شائقین کرام کا بھی از حد مشکور ہوں جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں یہ خدمت یہاں تک پہنچی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک جملہ بھائیوں کو دارین کی نعمتوں سے نوازے اور اس خدمت کی تکمیل کرائے۔ وبالله التوفيق وهو خير الرفيق والسلام على عباد الله الصالحين آمین

ناچیز
محمد داؤد راز ولد عبداللہ (غفراللہ لہ ولوالدیہ آمین)
(دہلی ربیع الاول ۱۳۸۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا پارہ

۹۲- بَابُ مَا قِيلَ فِي أَولَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

باب مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان

تشریح: حافظ ابن حجر فرماتے ہیں هذه الترجمة تشعر ايضا بانه كان متوقفا فى ذلك وقد جزم بعد هذا فى تفسير سورة الروم بما يدل على اختيار القول الصائر الى انهم فى الجنة كما سياتى تحريره وقد رتب ايضا احاديث هذا الباب ترتيبا يشير الى المذهب المختار فانه صدره بالحديث الدال على التوقف ثم ثنى بالحديث المرجح لكونهم فى الجنة ثم ثلث بالحديث المصر بذالک فانه قوله فى سياقه واما الصبيان حوله فاولاد الناس قد اخرجه فى التعبير بلفظ اما الولدان الذين حوله فكل مولود يولد على الفطرة فقال بعض المسلمين واولاد المشركين فقال اولاد المشركين ويويده مارواه ابويعلٰى من حديث انس مرفوعًا سالت ربى اللاهين فى ذرية البشر ان لا يعذبهم فاعطانيهم اسناده حسن (فتح الباری' جزء : سادس / ص : ۱)

قال ابن القيم ليس المراد بقوله يولد على الفطرة انه خرج من بطن امه يعلم الدين لان ولله يقول الله اخرجكم من بطون امهاتكم لا تسمون شيئا ولكن المراد الفطرة مقتضيه لمعرفة دين الاسلام ومحبته فنفس الفطرة تستلزم الاقرار والمحبة وليس المراد مجرد قبول الفطرة لذلک لانه لا يتغير بتهويد الابوين مثلا بحيث يخرجان الفطرة عن القبول وانما المرد ان كل مولود يولد على اقراره بالربوبية فلو خلى وعدم المعارض لم يعدل عن ذالک الى غيره كما انه يولد على محبة ما يلائم بدنه من ارتضاع اللبن حتى يصرف عنه الصارف من ثم شبهت الفطرة باللبن بل كانت اياه فى تاويل الرويا والله اعلم - (فتح الباری' ج : ۶ / ص : ۳)

مختصر مطلب یہ ہے کہ یہ باب ہی ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اس بارے میں متوقف تھے۔ اس کے بعد سورۂ روم میں آپ نے اسی خیال پر جزم کیا ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ یہاں بھی آپ نے احادیث کو اسی طرز پر مرتب فرمایا ہے جو مذہب مختار کی طرف راہنمائی کر رہی ہے۔ پہلی حدیث تو توقف پر دال ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کے جنتی ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ تیسری حدیث میں اسی خیال کی مزید صراحت موجود ہے جیسا لفظ اما الصبیان فاولاد الناس سے ظاہر ہے۔ اسی کو کتاب التعبیر میں لفظوں میں نکالا ہے لیکن وہ بچے جو اس بزرگ کے ارد گرد نظر آئے پس ہر بچہ بھی فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعض نے کہا کہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھی۔ اس کی تائید ابویعلٰی کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے اولاد آدم میں بے خبروں کی بخشش کا سوال کیا تو اللہ نے مجھے ان سب کو عطا فرما دیا۔

علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ حدیث کل مولود یولد علی الفطرة سے مراد یہ نہیں کہ ہر بچہ دین کا علم حاصل کر کے پیدا ہوتا ہے اللہ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم کو اللہ نے ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن مراد

یہ ہے کہ بچے کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ دین اسلام کی معرفت اور محبت حاصل کر سکے۔ پس نفس فطرت اقرار اور محبت کو لازم ہے خالی قبول فطرت مراد نہیں۔ بایں طور کہ وہ ماں باپ کے ڈرانے دھمکانے سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ پس مراد یہی ہے کہ ہر بچہ اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے پس اگر وہ خالی الذہن ہی رہے اور کوئی معارضہ اس کے سامنے نہ آئے تو وہ اس خیال سے نہیں ہٹ سکے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوا ہے یہاں تک کہ کوئی ہٹانے والا بھی اسے اس محبت سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی لئے فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ خواب میں بھی اس کی تعبیر یہی ہے۔

١٣٨٣- حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ، فَقَالَ: ((اَللهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِيْنَ)).

[طرفه في : ٦٥٩٧].

(۱۳۸۳) ہم سے حبان بن موسیٰ مروزی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہیں ابو بشر جعفر نے' انہیں سعید بن جبیر نے' ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا اسی وقت وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے علم کے موافق سلوک کرے گا۔ بظاہر یہ حدیث اس مذہب کی تائید کرتی ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں توقف کرنا چاہئے۔ امام احمد اور اسحاق اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور بیہقی نے امام شافعی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اصولاً بھی یہ کہ نابالغ بچے شرعاً غیر مکلف ہیں پھر بھی اس بحث کا عمدہ حل یہی ہے کہ وہ اللہ کے حوالہ ہیں جو خوب جانتا ہے کہ وہ جنت کے لائق ہیں یا دوزخ کے۔ مومنین کی اولاد تو بہشتی ہے لیکن کافروں کی اولاد میں جو نابالغی کی حالت میں مرجائیں بہت اختلاف ہے۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ وہ بہشتی ہیں کیونکہ بغیر گناہ کے عذاب نہیں ہو سکتا اور وہ معصوم مرے ہیں۔ بعضوں نے کہا اللہ کو اختیار ہے اور اس کی مشیت پر موقوف ہے چاہے بہشت میں لے جائے' چاہے دوزخ میں۔ بعضوں نے کہا اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی دوزخ میں رہیں گے۔ بعضوں نے کہا خاک ہو جائیں گے۔ بعضوں نے کہا اعراف میں رہیں گے۔ بعضوں نے کہا ان کا امتحان کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب (وحیدی)

١٣٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: ((اَللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِيْنَ)).[طرفاه في : ٦٥٩٨، ٦٦٠٠].

(۱۳۸۴) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے جو بھی وہ عمل کرنے والے ہوئے۔

تشریح اگر اس کے علم میں یہ ہے کہ وہ بڑے ہو کر اچھے کام کرنے والے تھے تو بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں۔ بظاہر یہ حدیث مشکل ہے کیونکہ اس کے علم میں جو ہوتا ہے وہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کے علم میں تو یہی تھا کہ وہ بچپن میں ہی مرجائیں گے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قطعی بات تو یہی تھی کہ وہ بچپن میں ہی مرجائیں گے اور پروردگار کو اس کا علم بے شک تھا

مگر اس کے ساتھ پروردگار یہ بھی جانتا تھا کہ اگر یہ زندہ رہتے تو نیک بخت ہوتے یا بد بخت ہوتے۔ والعلم عند اللہ۔

١٣٨٥- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ؟)). [راجع: ١٣٥٨]

(١٣٨٥) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' ان سے ابن ابی ذئب نے' ان سے زہری نے' ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔

تشریح: مگر بعد میں لوگ ان کے کان وغیرہ کاٹ کر ان کو عیب دار کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری نے اپنا مذہب ثابت کیا کہ جب ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اگر وہ بچپن ہی میں مرجائے تو اسلام پر مرے گا اور جب اسلام پر مرا تو بہشتی ہوگا۔ اسلام میں سب سے بڑا جزو توحید ہے تو ہر بچہ کے دل میں خدا کی معرفت اور اس کی توحید کی قابلیت ہوتی ہے۔ اگر بری صحبت میں نہ رہے تو ضرور وہ موحد ہوں لیکن مشرک ماں باپ' عزیز واقرباء اس فطرت سے اس کا دل پھرا کر شرک میں پھنسا دیتے ہیں۔ (وحیدی)

٩٣- بَابٌ

باب

اس باب کے ذیل حضرت ابن حجر فرماتے ہیں:

كذا ثبت لجميعهم الا لابى ذر وهو كالفصل من الباب الذى قبله وتعلق الحديث به ظاهر من قوله فى حديث سمرة المذكور والشيخ فى اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس وقد تقدم التنبيه على انه اورده فى التعبير بزيادة قالوا واولاد المشركين فقال اولاد المشركين سياتى الكلام على بقية الحديث مستوفى فى كتاب التعبير ان شاء الله تعالٰى (فتح البارى' ج :١/ ص : ٣)

یعنی تمام نسخوں میں (بجز ابوذر کے) یہ باب اسی طرح درج ہے اور یہ گویا پچھلے باب سے فصل کے لئے ہے اور حدیث کا تعلق سمرہ مذکور کی روایت میں لفظ (والشيخ فى اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس سے ظاہر ہے اور پیچھے کہا جا چکا ہے کہ حضرت امام نے اسے کتاب التعبیر میں ان لفظوں کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کیا مشرکوں کی اولاد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ فرمایا ہاں اولاد مشرکین کے لئے بھی اور پوری تفصیلات کا بیان کتاب التعبیر میں آئے گا۔ (وحیدی)

یہ حقیقت مسلم ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی اور الہام کے درجہ میں ہوتے ہیں' اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا اگرچہ یہ ایک خواب ہے مگر اس میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بالکل برحق ہے جس کا اختصار یہ ہے کہ پہلا آپ نے وہ شخص دیکھا جس کے جبڑے دوزخی آنکڑوں سے چیرے جا رہے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں جھوٹ بولتا اور جھوٹی باتوں کو پھیلاتا رہتا ہے۔ دوسرا شخص آپ نے وہ دیکھا جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔ یہ وہ ہے جو دنیا میں قرآن کا عالم تھا مگر عمل سے بالکل خالی رہا اور قرآن پر نہ رات کو عمل کیا نہ دن کو' قیامت تک اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ تیسرا آپ نے تنور کی شکل میں دوزخ کا ایک گڑھا دیکھا۔ جس میں بدکار مرد وعورت جل رہے تھے۔ چوتھا آپ نے ایک نہر میں غرق آدمی کو دیکھا جو نکلنا چاہتا تھا مگر فرشتے اس کو مار مار کر واپس اسی نہر میں غرق کر دیتے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جو دنیا میں سود کھاتا تھا اور درخت کی جڑ میں بیٹھنے والے بزرگ حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ اسلام تھے اور

آپ کے ارد گرد وہ معصوم بچے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ وہ مسلمانوں کے ہوں یا دیگر قوموں کے اور وہ آگ بڑھکانے والا دوزخ کا داروغہ تھا۔

یہ تمام چیزیں آنحضرت ﷺ کو عالم رؤیا میں دکھلائی گئیں اور آپ نے اپنی امت کی ہدایت و عبرت کے لئے ان کو بیان فرمادیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مشرکین کی اولاد جو بچپن میں انتقال کر جائے جنتی ہے۔ لیکن دوسری روایات کی بناء پر ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ آخری بات یہی ہے کہ اگر وہ رہتے تو جو کچھ وہ کرتے اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پس اللہ پاک مختار ہے وہ جو معاملہ چاہے ان کے ساتھ کرے ہاں مسلمانوں کی نابالغ اولاد یقیناً سب جنتی ہیں جیسا کہ متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

١٣٨٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلاَةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟)) قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ: ((مَا شَاءَ اللهُ)). فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ: ((هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا؟)) قُلْنَا: لاَ. قَالَ: ((لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ - قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ - حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ. قُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالاَ: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ

(١٣٨٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے بیان کیا اور ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لئے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (امام بخاری نے کہا کہ) ہمارے بعض اصحاب نے (غالباً عباس بن فضیل اسقاطی نے موسیٰ بن اسماعیل سے یوں روایت کیا ہے) لوہے کا آنکس تھا جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آجاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو سر کے بل

الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلاَ يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالاَ: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّورِ أَعْلاَهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادَ وَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. فَقُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالاَ: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، عَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ - قَالَ يَزِيدُ وَوَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ: وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ- فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ. فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالاَ: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ وَأَدْخَلاَنِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَ أَفْضَلَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ فَأَدْخَلاَنِي دَارًا

لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا۔ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو سر پر لگ کروہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جاکر اٹھا لاتا۔ ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہوجاتا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آکر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے۔ جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہا کہ ابھی اور آگے چلو' ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم کے واسطہ سے وسط النہر کے بجائے شط النہر نہر کے کنارے کے الفاظ نقل کئے ہیں) ایک شخص تھا۔ جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا۔ نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ایک ہرے بھرے باغ میں آئے۔ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ وہ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے۔

هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ. فَقُلْتُ: طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ. قَالَا: نَعَمْ. أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ آكِلُو الرِّبَا. وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ. وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ. وَالدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ. وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ. وَأَنَا جِبْرَئِيلُ، وَهَذَا مِيكَائِيلُ. فَارْفَعْ رَأْسَكَ. فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ. فَقُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي. قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ)).

[راجع: ٨٤٥]

اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین وخوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے' جوان' عورتیں اور بچے (سب ہی قسم کے لوگ) تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر خوب سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ جو تم نے دیکھا تھا اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جا رہا تھا تو وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے۔ اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تنور میں دیکھا تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار تھا اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد والے بچے' لوگوں کی نابالغ اولاد تھی اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو' یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اچھا اب اپنا سر اٹھاؤ میں نے جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تمہاری عمر باقی ہے جو تم نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔

٩٤- بَابُ مَوتِ يَومِ الإِثْنَينِ

باب پیر کے دن مرنے کی فضیلت کا بیان

تشریح: جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت اسی طرح جمعہ کی رات مرنے کی فضیلت دوسری احادیث میں آئی ہے۔ پیر کا دن بھی موت کے لئے بہت افضل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی دن وفات پائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی دن کی آرزو کی مگر آپ کا انتقال منگل کی شب میں ہوا۔ (وحیدی)

١٣٨٧- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ ((دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَتْ : فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيْصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا : فِي أَيِّ يَومٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ : يَومَ الإِثْنَينِ. قَالَ : فَأَيُّ يَومٍ هَذَا؟ قَالَتْ: يَومُ الإِثْنَينِ. قَالَ : أَرْجُو فِيْمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ، بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوبِي هَذَا وَزِيْدُوا عَلَيْهِ ثَوبَيْنِ فَكَفِّنُونِيْ فِيْهِمَا. قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقٌ. قَالَ: إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلاَثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ)).

(١٣٨٧) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں (والد ماجد حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ان کی مرض الموت میں) حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا۔ آپ کو کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں دیا گیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آپ کی وفات کس دن ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا آج پیر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران میں آپ پہن رہے تھے۔ اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور ملا لینا پھر مجھے کفن انہیں کا دینا۔ میں نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا کہ زندہ آدمی نئے کا مردے سے زیادہ مستحق ہے' یہ تو پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔ پھر منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کا انتقال ہوا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کیا گیا۔

تشریح: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیر کے دن موت کی آرزو کی' اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کفن کے لئے اپنے روز مرہ کے کپڑوں کو ہی زیادہ پسند فرمایا جن میں آپ روزانہ عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کا یہ حال دیکھا تو وہ ہائے ہائے کرنے لگیں مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ اس آیت کو پڑھو ﴿ وجآء ت سکرۃ الموت بالحق ﴾ یعنی آج سکرات موت کا وقت آ گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے رضی اللہ عنہ وارضاہ

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: وروی ابوداود من حدیث علی مرفوعا لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سریعا ولا یعارضہ حدیث جابر فی

الامر بتحسين الكفن اخرجه مسلم فانه يجمع بينهما بحمل التحسين على الصفة وحمل المغالات على الثمن وقيل التحسين في حق الميت فاذا اوصى بتركه اتبع كما فعل الصديق ويحتمل ان يكون اختار ذالک الثوب بعينه لمعنى فيه من التبرک به لکونه صار اليه من النبي صلى الله عليه او لكونه جاهدا فيه او تعبد فيه ويويده ما رواه ابن سعد من طريق القاسم بن محمد بن ابي بكر قال قال ابوبكر كفنوني في ثوبي الذين كنت اصلي فيهما (فتح الباری' ج :٦ / ص :٥) اور ابوداؤد نے حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیمتی کپڑا کفن میں نہ دو وہ تو جلدی ہی ختم ہوجاتا ہے۔ حدیث جابر میں عمدہ کفن دینے کا بھی حکم آیا ہے۔ عمدہ سے مراد صاف ستھرا کپڑا اور قیمتی سے گراں قیمت کپڑا مراد ہے۔ ہر دو حدیث میں یہی تطبیق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تحسین میت کے حق میں ہے اگر وہ چھوڑنے کی وصیت کر جائے تو اس کی اتباع کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے ان کپڑوں کو بطور تبرک پسند فرمایا ہو کیونکہ وہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئے تھے یا یہ کہ ان میں آپ نے بڑے بڑے مجاہدے کئے تھے یا ان میں عبادت الٰہی کی تھی۔ اس کی تائید میں ایک روایت میں آپ کے یہ لفظ بھی منقول ہیں کہ مجھے میرے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نے نمازیں ادا کی ہیں۔

وفي هذا الحديث استحباب التكفين في الثياب البيض وتثليث الكفن وطلب الموافقة فيما وقع للاكابر تبركا بذلك وفيه جواز التكفين في الثياب المغسولة وايثار الحي بالجديد والدفن بالليل وفضل ابي بكر وصحة فراسته وثباته عند وفاته وفيه اخذ المرء العلم عمن دونه وقال ابوعمر فيه ان التكفين في الثوب الجديد والخلق سواء

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفید کپڑوں کا کفن دینا اور تین کپڑے کفن میں استعمال کرنا مستحب ہے اور اکابر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بطور تبرک موافقت طلب کرنا بھی مستحب ہے۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات پیر کے دن کی موافقت کی خواہش ظاہر فرمائی اور اس حدیث سے دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دینا بھی جائز ثابت ہوا اور یہ بھی کہ عمدہ نئے کپڑوں کے لئے زندوں پر ایثار کرنا مستحب ہے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور رات میں دفن کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وفراست بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ علم حاصل کرنے میں بڑوں کے لئے چھوٹوں سے بھی استفادہ جائز ہے۔ جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے استفادہ فرمایا۔ ابو عمر نے کہا کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نئے اور پرانے کپڑوں کا کفن دینا برابر ہے۔

٩٥- بَابُ مَوتِ الْفُجْأَةِ الْبَغْتَةِ

١٣٨٨- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)).

[طرفه في : ٢٧٦٠].

باب ناگہانی موت کا بیان

(١٣٨٨) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا' کہا مجھے ہشام بن عروہ نے خبردی' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کردوں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ملے گا۔

تشریح: باب کی حدیث لاکر امام بخاری نے یہ ثابت کیا کہ مومن کے لئے ناگہانی موت سے کوئی ضرر نہیں۔ گو آنحضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس میں وصیت کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ناگہانی موت مومن کے لئے راحت ہے اور بدکار کے لئے غصے کی پکڑ ہے۔ (وحیدی)

٩٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

وَقَولِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ فَأَقْبَرَهُ ﴾. أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ : إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا. وَقَبَرْتُهُ : دَفَنْتُهُ ﴿كِفَاتًا﴾ يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً، وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا

١٣٨٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ : ((أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ، أَيْنَ أَنَا غَدًا؟)) اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَدُفِنَ فِي بَيْتِي)).

[راجع: ٨٩٠]

باب نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان

اور سورۂ عبس میں جو آیا ہے فاقبرہ تو عرب لوگ کہتے ہیں اقبرت الرجل اقبرہ یعنی میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور قبرتہ کے معنی میں نے اسے دفن کیا اور سورۂ مرسلات میں جو کفاتا کا لفظ ہے زندگی بھی زمین ہی پر گزارو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔

(١٣٨٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا اور ان سے ہشام بن عروہ نے (دوسری سند۔ امام بخاری نے کہا) اور مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الوفات میں گویا اجازت لینا چاہتے تھے (دریافت فرماتے) آج میری باری کن کے یہاں ہے۔ کل کن کے یہاں ہوگی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ بہت دن بعد آئے گی۔۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میرے ہی گھر میں آپ دفن کئے گئے۔

تشریح: ٢٩ صفر ١١ھ کا دن تھا کہ رسول پاک ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو رومال حضور کے سر مبارک پر تھا وہ بخار کی وجہ سے ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہو سکی۔ آپ ١٣ دن یا ١٤ دن بیمار رہے۔ آخری ہفتہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہی پورا فرمایا۔ ان ایام میں بیشتر آپ مسجد میں جاکر نماز بھی پڑھاتے رہے مگر چار روز قبل حالت بہت دگرگوں ہوگئی۔ آخر ١٢ ربیع الاول ١١ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت آپ دنیائے فانی سے منہ موڑ کر ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ عمر مبارک ٦٣ سال قمری پر چار دن تھی اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وفات پر صحابہ کرام نے آپ کے دفن کے متعلق سوچا تو آخری رائے یہی قرار پائی کہ حجرہ مبارکہ میں آپ کو دفن کیا جائے کیونکہ انبیاء جہاں انتقال کرتے ہیں اس جگہ دفن کئے جاتے ہیں۔ یہی حجرہ مبارکہ ہے جو آج گنبد خضراء کے نام سے دنیا کے کروڑہا انسانوں کا مرجع عقیدت ہے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی قبر شریف کی نشان دہی کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ مرنے والے کو اگر اس کے گھر ہی میں دفن کردیا جائے تو شرعاً اس

میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

آپ کے اخلاق حسنہ میں سے ہے کہ آپ ایام بیماری میں دوسری بیویوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جانے کے لئے معذرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جملہ ازواج مطہرات نے آپ کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے اجازت دے دی اور آخری ایام آپ نے وہیں بسر کئے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ تف ہے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی مایہ ناز اسلامی خاتون کی فضیلت کا انکار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

١٣٩٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلاَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ : ((لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)). لَوْ لاَ ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ - أَو خُشِيَ - أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا)). وَعَنْ هِلاَلٍ قَالَ: كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُولَدْ لِي. [راجع: ٤٣٥]

(١٣٩٠) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا' ان سے ہلال بن حمید نے' ان سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابو عوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّمًا.

ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی' کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ، فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ : لاَ وَاللهِ، مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، مَا هِيَ إِلاَّ قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ہم نے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں خدا گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

١٣٩١- وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، لاَ تَدْفِنِّي مَعَهُمْ، وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيْعِ، لاَ أُزَكّٰى بِهِ أَبَدًا. [طرفه في : ٧٤٢٧].

(۱۳۹۱) ہشام اپنے والد سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی تھی کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ بلکہ میری دوسری سوکنوں کے ساتھ بقیع غرقد میں مجھے دفن کرنا۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ میری بھی تعریف ہوا کرے۔

تشریح: ہوا یہ کہ ولید کی خلافت کے زمانہ میں اس نے عمر بن عبدالعزیز کو جو اس کی طرف سے مدینہ شریف کے عامل تھے' یہ لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کو وسیع کردو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جانب دیوار بلند کر دو کہ نماز میں ادھر منہ نہ ہو عمر بن عبدالعزیز نے یہ حجرے گرانے شروع کئے تو ایک پاؤں زمین سے نمودار ہوا جسے حضرت عروہ نے شناخت کیا اور بتلایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے جسے یوں ہی احترام سے دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسر نفسی کے طور پر فرمایا تھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرۂ مبارک میں دفن ہوں گی تو لوگ آپ کے ساتھ میرا بھی ذکر کریں گے اور دوسری بیویوں میں مجھ کو ترجیح دیں گے جسے میں پسند نہیں کرتی۔ لہٰذا مجھے بقیع غرقد میں دفن ہونا پسند ہے جہاں میری بہنیں ازواج مطہرات مدفون ہیں اور میں اپنی یہ جگہ جو خالی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دے دیتی ہوں۔ سبحان اللہ کتنا بڑا ایثار ہے۔ سلام الله تعالٰی علیهم اجمعین۔

حجرۂ مبارک کی دیواریں بلند کرنے کے بارے میں حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

ای حائط حجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی روایة الحموی عنهم والسبب فی ذلک ما رواه ابوبکر الاجری من طبری شعیب بن اسحاق عن هشام عن عروة قال اخبرنی ابی قال کان الناس یصلون الی القبر فامر به عمر بن عبدالعزیز فرفع حتی لایصلی الیه احد فلما هدم بدت قدم بساق ورکبة ففزع عمر بن عبدالعزیز فاتاه عروة فقال هذا ساق عمر ورکبته فسری عن عمر بن عبدالعزیز وروی الاجری من طریق مالک بن مغول عن رجاء بن حیوة قال کتب الولید بن عبدالملک الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشتری حجر ازواج النبی صلی الله علیه وسلم ان اهدمهاوسع بها المسجد فقعد عمر فی ناحیة ثم امر بهدمها فما رایته باکیا اکثر من یومئذ ثم بناه کما اراد فلما ان بنی البیت علی القبر وهدم البیت الاول ظهرت القبور الثلاثة وکان الرمل الذی علیها قد انهار ففزع عمر بن عبدالعزیز و اراد ان یقوم فیسویها بنفسه فقلت له اصلحک الله انک ان قمت قام الناس معک فلو امرت رجلا ان یصلحها ورجوت انه یامرنی بذالک فقال یا مزاحم یعنی مولاه قم فاصلحها قال فاصلحها قال رجاء وکان قبر ابی بکر عند وسط النبی صلی الله علیه وسلم وعمر خلف ابی بکر راسه عند وسطه

اس عبارت کا خلاصہ وہی مضمون ہے جو گزر چکا ہے) (فتح الباری' ج:٦/ ص:٦٠)

١٣٩٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الأَوْدِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ

(۱۳۹۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' ان سے عمرو بن میمون اودی نے بیان کیا کہ میری موجودگی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اے عبداللہ! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا اور کہہ کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پھر ان سے معلوم کرنا کہ کیا مجھے میرے

عَنْهَا فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ. قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِي، فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي. فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ: مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجِعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفُنُونِي، وَإِلاَّ فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ، إِنِّي لاَ أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْ هَؤُلاَءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيْعُوا فَسَمَّى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوفٍ وَسَعْدَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ. وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ: كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كُلِّهِ. فَقَالَ: لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وذلك كَفَافًا لاَ عَلَيَّ وَلاَ لِي. أُوْصِي الْخَلِيْفَةَ حُرْمَتَهُمْ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِيْنَ الأَوَّلِيْنَ خَيْرًا، أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ. وَأُوصِيْهِ بِالأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالإِيْمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ

دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آپ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لئے پسند کر رکھا تھا لیکن آج میں اپنے پر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا پیغام لائے ہو؟ کہا کہ امیر المؤمنین انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ لیکن جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور پھر دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا سلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ عمر نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر اس وقت بھی وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کر دینا' ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ میں اس امر خلافت کا ان چند صحابہ سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت تک خوش اور راضی رہے۔ وہ حضرات میرے بعد جسے بھی خلیفہ بنائیں' خلیفہ وہی ہو گا اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی باتیں توجہ سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ آپ نے اس موقع پر حضرت عثمان' علی' طلحہ' زبیر' عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اتنے میں ایک انصاری نوجوان داخل ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو بشارت ہو' اللہ عزوجل کی طرف سے' آپ کا اسلام میں پہلے داخل ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انصاف کیا۔ پھر آپ نے شہادت پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے میرے بھائی کے بیٹے! کاش ان کی وجہ سے میں برابر چھوٹ جاؤں۔ نہ مجھے کوئی عذاب ہو اور نہ کوئی ثواب۔ ہاں میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے' ان کے حقوق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے بارے میں بھی اچھا برتاؤ رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ (میری وصیت

وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ. وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لاَ يُكَلَّفُوا فَوقَ طَاقَتِهِمْ)).

[أطرافه في : ٣٠٥٢، ٣١٦٢، ٣٧٠٠، ٤٨٨٨، ٧٢٠٧].

ہے کہ) ان کے اچھے لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے اور ان میں جو برے ہوں ان سے درگذر کیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی جو اللہ اور رسول کی ذمہ داری ہے (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی گذارتے ہیں) کہ ان سے کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ انہیں بچا کر لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

تشریح سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحفصہ ہے۔ عدوی قریشی ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام میں داخل ہوئے بعضوں نے کہا کہ پانچویں سال میں۔ ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام لا چکی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ چالیسویں مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے دن ہی سے اسلام نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب فاروق ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ کا لقب فاروق کیسے ہوا؟ فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے اسلام سے تین دن پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا تو میں نے کہا اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اسی کے لئے سب اچھے نام ہیں۔ اس کے بعد کوئی جان مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی جان سے پیاری نہ تھی۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں تو میری بہن نے مجھ کو بتلایا کہ آپ دار ارقم بن ابی ارقم میں جو کوہ صفا کے پاس ہے تشریف رکھتے ہیں۔ میں ابو ارقم کے مکان پر حاضر ہوا جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے صحابہ کے ساتھ مکان میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دروازے کو پیٹا تو لوگوں نے نکلنا چاہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا؟ سب نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے ہیں پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور مجھے کپڑوں سے پکڑ لیا۔ پھر خوب زور سے مجھ کو اپنی طرف کھینچا کہ میں رک نہ سکا اور گھٹنے کے بل گر گیا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمر اس کفر سے کب تک باز نہیں آؤ گے؟ تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا **اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** اس پر تمام دار ارقم کے لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ جس کی آواز حرم شریف میں سنی گئی۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم موت اور حیات میں دین حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سب حق پر ہو' اپنی موت میں بھی اور حیات میں بھی۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ پھر اس حق کو چھپانے کا کیا مطلب۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم ضرور حق کو لے کر باہر نکلیں گے۔

چنانچہ ہم نے حضور ﷺ کو دو صفوں کے درمیان نکالا۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری صف میں میں تھا اور میرے اندر جوش ایمان کی وجہ سے ایک چکی جیسی گڑگڑاہٹ تھی۔ یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں پہنچ گئے تو مجھ کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قریش نے دیکھا اور ان کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ ایسا صدمہ انہیں اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔ اسی دن آنحضرت ﷺ نے میرا نام فاروق رکھ دیا کہ اللہ نے میری وجہ سے حق اور باطل میں فرق کر دیا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ کے اسلام لانے پر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آج عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تمام آسمانوں والے بے حد خوش ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی میں یقین رکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسری میں تمام زندہ انسانوں کا علم تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔

آپ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جو امیر المؤمنین لقب سے پکارے گئے۔ حضرت عمر گورے رنگ والے لمبے قد والے تھے۔ سر کے بال اکثر گر گئے تھے۔ آنکھوں میں سرخ جھلک رہا کرتی تھی۔ اپنی خلافت میں تمام امور حکومت کو احسن طریق پر انجام دیا۔

آخر مدینہ میں بدھ کے دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولوء نے آپ کو خنجر سے زخمی کیا اور یکم محرم الحرام کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رومی نے پڑھائی۔ وفات سے قبل حجرۂ نبوی میں دفن ہونے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے باضابطہ اجازت حاصل کرلی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں - وفیه الحرص علی مجاورة الصالحین فی القبور طمعا فی اصابة الرحمة اذا نزلت علیهم وفی دعاء من یزورهم من اهل الخیر یعنی آپ کے اس واقعہ میں یہ پہلو بھی ہے کہ صالحین بندوں کے پڑوس میں دفن ہونے کی حرص کرنا درست ہے۔ اس طمع میں کہ ان صالحین بندوں پر رحمت الٰہی کا نزول ہوگا تو اس میں ان کو بھی شرکت کا موقع ملے گا اور جو اہل خیر ان کے لئے دعائے خیر کرنے آئیں گے وہ ان کی قبر پر بھی دعا کرتے جائیں گے۔ اس طرح دعاؤں میں بھی شرکت رہے گی۔

سبحان اللہ کیا مقام ہے! ہر سال لاکھوں مسلمان مدینہ شریف پہنچ کر آنحضرت ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کے جان نثاروں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بھی سلام بھیجنے کا موقع مل جاتا ہے۔ سچ ہے ؎

نگاہ ناز جسے آشنائے راز کرے وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

عشرہ مبشرہ میں سے یہی لوگ موجود تھے جن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنانے والی کمیٹی کے لیے نام لیا۔ ابوعبیدہ بن جراح کا انتقال ہو چکا تھا اور سعید بن زید گو زندہ تھے مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار یعنی چچا زاد بھائی ہوتے تھے' اس لئے ان کا بھی نام نہیں لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بتاکید فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔ یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے جس پر آج کی نام نہاد جمہوریتیں ہزار ہا بار قربان کی جاسکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسر نفسی کا یہ عالم ہے کہ ساری عمر خلافت کمال عدل کے ساتھ چلائی پھر بھی اب آخر وقت میں اسی کو غنیمت تصور فرما رہے ہیں کہ خلافت کا نہ ثواب ملے نہ عذاب ہو بلکہ برابر برابر میں اتر جائے تو یہی غنیمت ہے۔ اخیر میں آپ نے مہاجرین وانصار کے لئے بہترین وصیتیں فرمائیں اور سب سے بڑا کارنامہ یہ کہ ان غیر مسلموں کے لئے جو خلافت اسلامی کے زیر نگین امن و امان کی زندگی گزارتے ہیں' خصوصی وصیت فرمائی کہ ہرگز ہرگز ان سے بد عہدی نہ کی جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

۹۷- بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الأَمْوَاتِ

باب اس بارے میں کہ مردوں کو برا کہنے کی ممانعت ہے۔

۱۳۹۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوا إِلَى مَا قَدَّمُوا)). تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ وَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ

(۱۳۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے اعمش نے بیان کیا' ان سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پالیا۔ اس روایت کی متابعت علی بن جعد' محمد بن عرعرہ اور ابن ابی عدی نے شعبہ سے کی ہے۔ اور اس کی روایت

شُعْبَةَ وَ رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنِ عَبْدِالْقُدُّوْسِ عَنِ الأَعْمَشِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الأَعْمَشِ. [طرفه في: ٦٥١٦].

عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اور محمد بن انس نے بھی اعمش سے کی ہے۔

یعنی مسلمان جو مرجائیں ان کا مرنے کے بعد عیب نہ بیان کرنا چاہئے۔ اب ان کو برا کہنا ان کے عزیزوں کو ایذا دینا ہے۔

٩٨- بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى

باب برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے

١٣٩٤- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ لِلنَّبِيِّ ﷺ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، فَنَزَلَتْ: ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾.

[أطرافه في: ٣٥٢٥، ٣٥٢٦، ٤٧٧٠، ٤٨٠١، ٤٩٧١، ٤٩٧٢، ٤٩٧٣].

(۱۳۹۴) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اعمش سے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابولہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سارے دن تجھ پر بربادی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری ﴿ تبت یدا ابی لھب و تب ﴾ یعنی ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہی برباد ہو گیا۔

تشریح: جب یہ آیت اتری ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (الشعرا: ۲۱۴) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا تو آپ کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کے لوگوں کو پکارا' وہ سب اکٹھے ہوئے۔ پھر آپ نے ان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تب ابولہب مردود کہنے لگا تیری خرابی ہو سارے دن کیا تو نے ہم کو اسی بات کے لئے اکٹھا کیا تھا؟ اس وقت یہ سورت اتری ﴿ تبت یدا ابی لھب وتب ﴾ یعنی ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ ٹوٹے اور وہ ہلاک ہوا۔ معلوم ہوا کہ برے لوگوں کافروں' ملحدوں کو ان کے برے کاموں کے ساتھ یاد کرنا درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای وصلوا الی ما عملوا من خیر وشر واشتد به علی منع سبب الاموات مطلقا وقد تقدم ان عمومه مخصوص واصح ما قیل فی ذالک ان اموات الکفار والفساق یجوز ذکرمساویهم للتحذیر منهم والتنفیر عنهم وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین من الرواة احیاء وامواتا یعنی انہوں نے جو کچھ برائی بھلائی کی وہ سب کچھ ان کے سامنے آ گیا۔ اب ان کی برائی کرنا بیکار ہے اور اس سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ اموات کو برائیوں سے یاد کرنا مطلقاً منع ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کا عموم مخصوص ہے اور اس بارے میں صحیح ترین خیال یہ ہے کہ مرے ہوئے کافروں اور فاسقوں کی برائیوں کا ذکر کرنا جائز ہے۔ تاکہ ان کے جیسے برے کاموں سے نفرت پیدا ہو اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ راویان حدیث زندوں مردوں پر جرح کرنا جائز ہے۔

١ - بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ [البقرة: ٤٣]، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ)).

باب زکوٰۃ دینا فرض ہے

اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو- ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے متعلق (قیصر روم سے اپنی) گفتگو نقل کی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وہ نماز' زکوٰۃ' صلہ رحمی' ناطہ جوڑنے اور حرام کاری سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

تشریح: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی روش کے مطابق پہلے قرآن مجید کی آیت لائے اور فرضیت زکوٰۃ کو قرآن مجید سے ثابت کیا۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کی بابت بیاسی آیات میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے اور یہ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ بالاتفاق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان فرما دیا تھا۔

زکوٰۃ ۲ ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ یہ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے بقاعدہ استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً فطری طور پر موجود ہے۔ یہ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والوں میں مقرر کی گئی ہے جن میں سے ادا کرنا ناگوار بھی نہیں گزر سکتا۔ اموال نامیہ میں تجارت سے حاصل ہونے والی دولت' زراعت اور مویشی (بھیڑ بکری گائے وغیرہ) اور نقد روپیہ اور معدنیات اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ جن کے مختلف نصاب ہیں۔ ان کے تحت ایک حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک نے زکوٰۃ کی تقسیم ان لفظوں میں فرمائی۔ ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ (التوبہ: ٦٠) یعنی زکوٰۃ کا مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جو اسلامی اسٹیٹ کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مقرر ہوں گے ان کی تنخواہ اس میں سے ادا کی جائے گی) اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے اور ایسے قرضداروں کا قرض چکانے کے

لئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں اور اللہ کے راستے میں (اسلام کی اشاعت و ترقی و سربلندی کے لئے) اور مسافروں کے لئے۔

لفظ زکوٰۃ کی لغوی اور شرعی تشریح کے لئے علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں

والزکوہ فی اللغة النماء یقال زکا الزرع اذا نما ویرد ایضا فی المال وترد ایضا بمعنی التطهیر وشرعا باعتبارین معا اما بالاول فلان اخراجها سبب للنماء فی المال او بمعنی ان الاجر بسببها یکثر ان بمعنی ان متعلقها الاموال ذات النماء کالتجارة والزراعة ودلیل الاول مانقص مال من صدقة ولانها یضاعف ثوابها کما جاء ان الله یربی الصدقه واما بالثانی فلانها طهرة للنفس من رذیلة البخل وتطهیر من الذنوب وهی الرکن الثالث من الارکان التی بنی الاسلام علیها کما تقدم فی کتاب الایمان وقال ابن العربی تطلق الزکوة علی الصدقة الواجبة والمندوبة والنفقة والحق والعفو وتعریفها فی الشرع اعطاء جزء من النصاب الحولی الی الفقیر ونحوه غیر هاشمی ولا مطلبی ثم لها رکن وهو الاخلاص وشرط هو السبب وهو ملک النصاب الحولی وشرط من تجب علیه وهو العقل البلوغ والحریة لها حکم وهو سقوط الجواب فی الدنیا و حصول الثواب فی الاخری وحکمة وهی تطهیر من الادناس ورفع الدرجة واسترقاق الاحرار انتهی وهو جیدلکن فی شرط من تجب علیه اختلاف والزکٰوة امر مقطوع به فی الشرع یستغنی عن تکلف لاحتجاج له وانما وقع الاختلاف فی بعض فروعه واما اصل فرضیة الزکوة فمن جحدها کفر وانما ترجم المصنف بذلک علی عادته فی ایراد الادلة الشرعیة والمتفق علیها والمختلف فیها (فتح الباری' ج : ۳ / ص : ۳۰۸)

اختلف فی اول وقت فرض الزکٰوة فذهب الاکثر الی انه وقع بعد الهجرة فقیل کان فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان اشار الیه النووی

خلاصہ یہ کہ لفظ زکوٰۃ نشوونما پر بولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ زکا الزرع یعنی زراعت کھیتی نے نشوونما پائی جب وہ بڑھنے لگے تو ایسا بولا جاتا ہے۔ اسی طرح مال کی بڑھوتری پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور پاک کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے اور شرعاً ہردو اعتبار سے اس کا استعمال ہوا ہے۔ اول تو یہ کہ اس کی ادائیگی سے مال میں بڑھوتری ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اس کے سبب اجر و ثواب کی نشوونما حاصل ہوتی ہے یا یہ بھی کہ یہ زکوٰۃ ان اموال سے ادا کی جاتی ہے جو بڑھنے والے ہیں جیسے تجارت زراعت وغیرہ۔ اول کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ صدقہ نکالنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ وہ بڑھ ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ اس کا ثواب دوگنا سہ گنا بڑھتا ہے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ اللہ پاک صدقہ کے مال کو بڑھاتا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے نفس کو بخل کے رذائل سے پاک کرنے والی چیز ہے اور گناہوں سے بھی پاک کرتی ہے اور اسلام کا یہ تیسرا عظیم رکن ہے۔ ابن العربی نے کہا کہ لفظ زکوٰۃ صدقہ فرض اور صدقہ نفل اور دیگر عطایا پر بھی بولا جاتا ہے۔

اس کی شرعی تعریف یہ کہ مقررہ نصاب پر سال گزرنے کے بعد فقراء ودیگر مستحقین کو اسے ادا کرنا فقراء ہاشمی اور مطلبی نہ ہوں کہ ان کے لئے اموال زکوٰۃ کا استعمال ناجائز ہے۔ زکوٰۃ کے لئے بھی کچھ اور شرائط ہیں۔ اول اس کی ادائیگی کے وقت اخلاص ہونا ضروری ہے۔ ریا ونمود کے لئے زکوٰۃ ادا کرے تو وہ عند اللہ زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک حد مقررہ کے اندر وہ مال ہو اور اس پر سال گزر جائے اور زکوٰۃ عاقل بالغ آزاد پر واجب ہے۔ اس سے دنیا میں وجوب کی ادائیگی اور آخرت میں ثواب حاصل ہونا مقصود ہے اور اس میں حکمت یہ کہ یہ انسانوں کو گناہوں کے ساتھ خصائل رذالت سے بھی پاک کرتی ہے اور درجات بلند کرتی ہے۔

اور یہ اسلام میں ایک بہترین عمل ہے مگر جس پر یہ واجب ہے اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے اور یہ اسلام میں ایک ایسا قطعی فریضہ ہے کہ جس کے لئے کسی اور مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں اور دراصل یہ قطعی فرض ہے' جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ یہاں بھی مصنف نے اپنی عادت کے مطابق ادلہ شرعیہ سے اس کی فرضیت ثابت کی ہے۔ وہ ادلہ' جو متفق علیہ

ہیں۔ جن میں پہلے آیت شریفہ' پھر چھ احادیث ہیں۔

١٣٩٥- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ)).

[أطرافه في : ١٤٥٨، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢].

(۱۳۹۵) ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا' ان سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے بیان کیا' ان سے ابو معبد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔

١٣٩٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ: مَالَهُ مَالَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَبٌ مَالَهُ، تَعْبُدُ اللهَ وَلاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلاَةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمِ)) وَقَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ

(۱۳۹۶) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے بیان کیا ہے' ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (سنو) اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ اور بہز نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں صاحبان نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا اور انہوں نے ابو ایوب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے اسی حدیث کی طرح (سنا) ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ

اللهِ: أَخْشَى أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ، إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو.

[طرفه في ٥٩٨٢، ٥٩٨٣].

مجھے ڈر ہے کہ محمد سے روایت غیر محفوظ ہے اور روایت عمرو بن عثمان سے (محفوظ ہے)

١٣٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: ((تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ)). قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا. فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)).

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

(۱۳۹۷) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان ان سے یحییٰ بن سعید بن حیان نے' ان سے ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلایئے جس پر اگر میں ہیشگی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر' اس کا کسی کوئی شریک نہ ٹھہرا' فرض نماز قائم کر' فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ۔ دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' ان عملوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے' ان سے ابو حیان نے' انہوں نے کہ مجھ سے ابو زرعہ نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

مگر یحییٰ بن سعید قطان کی یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ ابو زرعہ تابعی ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا اور وہیب کی روایت جو اوپر گزری وہ موصول ہے اور وہیب ثقہ ہیں۔ ان کی زیارت مقبول ہے۔ اس لئے حدیث میں کوئی علت نہیں (وحیدی)

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال القرطبی فی هذا الحدیث وکذا حدیث طلحة فی قصة الاعرابی وغیرهما دلالة علی جواز ترک التطوعات لکن من داوم علی ترک السنن کان نقصا فی دینه فان کان ترکها تهاونا بها ورغبة عنها کان ذلک فسقا یعنی لو رودالوعید علیه حیث قال صلی الله علیه وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی وقد کان صدر الصحابة ومن تبعهم یواظبون علی السنن مواظبتهم علی الفرائض ولا یفرقون بینهما فی اغتنام ثوابهما (فتح الباری)

یعنی قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں اور نیز حدیث طلحہ میں جس میں ایک دیہاتی کا ذکر ہے' اس پر دلیل ہے کہ نفلیات کا ترک کر دینا بھی جائز ہے مگر جو شخص سنتوں کے چھوڑنے پر ہیشگی کرے گا وہ اس کے دین میں نقص ہو گا اور اگر وہ بے رغبتی اور سستی سے ترک کر رہا ہے تو یہ فسق ہو گا۔ اس لئے کہ ترک سنن کے متعلق وعید آئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو میری سنتوں سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اور صدر اول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سنتوں پر فرضوں ہی کی طرح ہیشگی کیا کرتے تھے

اور ثواب حاصل کرنے کے خیال میں وہ لوگ فرضوں اور سنتوں میں فرق نہیں کرتے تھے۔

حدیث بالا میں حج کا ذکر نہیں ہے' اس پر حافظ فرماتے ہیں۔ لم یذکر الحج لانه کان حینئذ حاجا و لعله ذکره له فاختصره یعنی حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ وہ اس وقت حاجی تھا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے بطور اختصار اس کا ذکر چھوڑ دیا۔

بعض محترم حنفی حضرات نے اہلحدیث پر الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ سنتوں کا اہتمام نہیں کرتے' یہ الزام سراسر غلط ہے۔ الحمد للہ اہلحدیث کا بنیادی اصول توحید و سنت پر کاربند ہونا ہے۔ سنت کی محبت اہلحدیث کا شیوہ ہے لہذا یہ الزام بالکل بے حقیقت ہے۔ ہاں معاندین اہلحدیث کے بارے میں اگر کہا جائے کہ ان کے ہاں اقوال ائمہ اکثر سنتوں پر مقدم سمجھے جاتے ہیں تو یہ ایک حد تک درست ہے۔ جس کی تفصیل کے لئے اعلام الموقعین از علامہ ابن قیم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

١٣٩٨ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : ((قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلاَّ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ : ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ. الإِيْمَانِ بِاللهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ - وَعَقَدَ بِيَدِهِ هَكَذَا - وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ)).

وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ : ((الإِيْمَانِ بِاللهِ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ)). [راجع: ٥٣]

(١٣٩٨) ہم سے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ نے بتلایا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم ربیعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ کے درمیان پڑتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت کے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں بند ہو جاتی ہیں اور راستے پر امن ہو جاتے ہیں) آپ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلا دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے بھی ان پر عمل کرنے کے لئے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہے اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ نماز قائم کرنا' پھر زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے (کا حکم دیتا ہوں) اور میں تمہیں کدو کے تونبی سے اور حنتم (سبز رنگ کا چھوٹا سا مرتبان جیسا گھڑا) نقیر (کھجور کی جڑ سے کھودا ہوا ایک برتن) اور زفت لگا ہوا برتن (زفت بصرہ میں ایک قسم کا تیل ہوتا تھا) کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔ سلیمان اور ابوالنعمان نے حماد کے واسطہ سے یہی روایت اس طرح بیان کی ہے۔ الایمان بالله شهادة ان لا اله الا الله یعنی اللہ پر ایمان لانے کا مطلب لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا۔

تشریح یہ حدیث اوپر کئی بار گزر چکی ہے۔ سلیمان اور ابوالنعمان کی روایت میں ایمان باللہ کے بعد واؤ عطف نہیں ہے اور حجاج کی روایت میں واؤ عطف تھی۔ جیسے اوپر گزری۔ ایمان باللہ اور شہادۃ ان لا الہ الا اللہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ یہ پانچ باتیں ہوگئیں اور حج کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان لوگوں پر شاید حج فرض نہ ہوگا۔ اس حدیث سے بھی زکوٰۃ کی فرضیت نکلتی ہے کیونکہ آپ نے اس کا امر کیا اور امر وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مگر جب کوئی دوسرا قرینہ ہو جس میں عدم وجوب ثابت ہو۔ حافظ نے کہا کہ سلیمان کی روایت کو خود مؤلف نے مغازی میں اور ابوالنعمان کی روایت کو بھی خود مؤلف نے خمیس میں وصل کیا۔ (وحیدی)

چار قسم کے برتن جن کے استعمال سے آپ نے ان کو منع فرمایا وہ یہ تھے جن میں عرب لوگ شراب بطور ذخیرہ رکھا کرتے تھے اور اکثر ان ہی سے صراحی اور جام کا کام لیا کرتے تھے۔ ان برتنوں میں رکھنے سے شراب اور زیادہ نشہ آور ہو جایا کرتی تھی۔ اس لئے آپ نے ان کے استعمال سے منع فرما دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ممانعت وقتی ممانعت تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نہ صرف گناہوں سے بچنا بلکہ ان کے اسباب اور دواعی سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے جن سے ان گناہوں کے لئے آمادگی پیدا ہو سکتی ہو۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں کہا گیا کہ ﴿ لاتقربوا الزنی ﴾ یعنی ان کاموں کے بھی قریب نہ جاؤ جن سے زنا کے لئے آمادگی کا امکان ہو۔

١٣٩٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلاَّ بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ)).

[أطرافه في : ١٤٥٧، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤].

(١٣٩٩) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' ان سے زہری نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں "مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دیدیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سوا اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔

١٤٠٠ - فَقَالَ: ((وَاللهِ لأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَوَ اللهِ

(١٤٠٠) اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لئے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی (بکری کے) بچے کو دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو

مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ)).

[أطرافه في : ١٤٥٦، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥].

میں ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تھا اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

تشریح وفات نبی کے بعد مدینہ کے اطراف میں مختلف قبائل جو پہلے اسلام لاچکے تھے اب انہوں نے سمجھا کہ اسلام ختم ہو گیا لہٰذا ان میں سے بعض بت پرست بن گئے۔ بعض مسیلمہ کذاب کے تابع ہو گئے جیسے یمامہ والے اور بعض مسلمان رہے مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے لگے اور قرآن شریف کی یوں تاویل کرنے لگے کہ زکوٰۃ لینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تھا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا - خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ : ۱۰۳) اور پیغمبر کے سوا اور کسی کی دعا سے ان کو تسلی نہیں ہو سکتی۔ ﴿ وحسابه على الله ﴾ کا مطلب یہ کہ دل میں اس کے ایمان ہے یا نہیں اس سے ہم کو غرض نہیں اس کی پوچھ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہوگی اور دنیا میں جو کوئی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے گا اس کو مومن سمجھیں گے اور اس کے مال اور جان پر حملہ نہ کریں گے۔ صدیق الفاظ میں فرق بين الصلوٰة والزکوٰة کا مطلب یہ کہ جو شخص نماز کو فرض کہے گا مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے گا ہم ضرور ضرور اس پر جہاد کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب صحابہ متفق ہو گئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں پر جہاد کیا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست تھی۔ اگر وہ اس عزم سے کام نہ لیتے تو اسی وقت اسلامی نظام درہم برہم ہو جاتا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عزم صمیم سے اسلام کو ایک بڑے فتنے سے بچالیا۔ آج بھی اسلامی قانون یہی ہے کہ کوئی شخص محض کلمہ گو ہونے سے مسلمان نہیں بن جاتا جب تک وہ نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج کی فرضیت کا اقراری نہ ہو اور وقت آنے پر ان کو ادا نہ کرے۔ جو کوئی کسی بھی اسلام کے رکن کی فرضیت کا انکار کرے وہ متفقہ طور پر اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ نماز کے لئے تو صاف موجود ہے من ترک الصلوٰة متعمدا فقد کفر جس نے جان بوجھ کر بلا عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی ترک کردی تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

عدم زکوٰۃ کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جہاد موجود ہے اور حج کے متعلق فاروق اعظم کا وہ فرمان قابل غور ہے جس میں آپ نے مملکت اسلامیہ سے ایسے لوگوں کی فہرست طلب کی تھی جو مسلمان ہیں اور جن پر حج فرض ہے مگر وہ یہ فرض نہیں ادا کرتے تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان پر جزیہ قائم کردو' وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں۔

٢- بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ [التوبة : ١١].

باب زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا اور اللہ پاک نے (سورۂ براۃ میں) فرمایا کہ اگر وہ (کفار و مشرکین) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

١٤٠١- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: ((قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

(١٤٠١) ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن خالد نے بیان کیا' ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

[راجع: ٥٧]

معلوم ہوا کہ دینی بھائی بننے کے لئے قبولیت ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ نماز قائم کرنا اور صاحب نصاب ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

٣- بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزكَاةِ، وَقَولِ اللهِ تَعَالَى

باب زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا گناہ

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ إلى قوله فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ [التوبة: ٣٤-٣٥].

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ براۃ میں) فرمایا کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آخر آیت ﴿فذوقوا ما کنتم تکنزون﴾ تک۔ یعنی اپنے مال کو گاڑنے کا مزہ چکھو۔

آیت میں کنز کا لفظ ہے کنز اسی مال کو کہیں گے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ آیت اہل کتاب اور مشرکین اور مومنین سب کو شامل ہے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض صحابہ نے اس آیت کو کافروں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (وحیدی)

١٤٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَأْتِي الإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا. وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَظْلاَفِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا)). قَالَ : ((وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ)) قَالَ: ((وَلاَ يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ : لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ. وَلاَ يَأْتِي بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ : يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ : لاَ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ)).

(١٤٠٢) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کہا کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' آپؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ (قیامت کے دن) اپنے مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کیا کہ اس سے زیادہ موٹے تازے ہو کر آئیں گے (جیسے دنیا میں تھے) اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گے۔ بکریاں بھی اپنے ان مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کے حق نہیں دیئے تھے پہلے سے زیادہ موٹی تازی ہو کر آئیں گی اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گی اور اپنے سینگوں سے ماریں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ بھی ہے کہ اسے پانی ہی پر (یعنی جہاں وہ چراہ گاہ میں چر رہی ہوں) دوہا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص قیامت کے دن اس طرح نہ آئے کہ وہ اپنی گردن پر ایک ایسی بکری اٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ اے محمد (ﷺ)! مجھے عذاب سے بچایئے میں اسے یہ جواب دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا (میرا کام پہنچانا تھا) سو میں نے پہنچا دیا۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی گردن پر اونٹ لئے

[أطرافه في : ۲۳۷۸، ۳۰۷۳، ۹٦٥۸].

ہوئے قیامت کے دن نہ آئے کہ اونٹ چلا رہا ہو اور وہ خود مجھ سے فریاد کرے' اے محمد (ﷺ)! مجھے بچائیے اور میں یہ جواب دے دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھ کو (خدا کا حکم زکوٰۃ) پہنچا دیا تھا۔

تشریح (مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ منہ سے کاٹیں گے۔ پچاس ہزار برس کا جو دن ہو گا اس دن یہی کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ بندوں کا فیصلہ کرے اور وہ اپنا ٹھکانا دیکھ لیں۔ بہشت میں یا دوزخ میں) اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اپنے اموال اونٹ یا بکری وغیرہ میں سے مقررہ نصاب کے تحت زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے' قیامت کے دن ان کا یہ حال ہو گا جو یہاں مذکور ہوا۔ فی الواقع وہ جانور ان حالات میں آئیں گے اور اس شخص کی گردن پر زبردستی سوار ہو جائیں گے۔ وہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارے گا مگر آپ کا یہ جواب ہو گا جو مذکور ہوا۔ بکری کو پانی پر دوہنے سے غرض یہ کہ عرب میں پانی پر اکثر غریب محتاج لوگ جمع رہتے ہیں وہاں وہ دودھ نکال کر مساکین فقراء کو پلایا جائے۔ بعضوں نے کہا یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے تھا' جب زکوٰۃ فرض ہو گئی تو اب کوئی صدقہ یا حق واجب نہیں رہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے سوا مال میں دوسرا حق بھی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اونٹوں کا بھی یہی حق ہے کہ ان کا دودھ پانی کے کنارے پر دوہا جائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وانما خص الحلب بموضع المآء لیکون اسھل علی المحتاج من قصد المنازل وارفق بالماشیة یعنی پانی پر دودھ دوہنے کے خصوص کا ذکر اس لئے فرمایا کہ وہاں محتاج اور مسافر لوگ آرام کے لئے قیام پذیر رہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے دن گناہ مثالی جسم اختیار کر لیں گے۔ وہ جسمانی شکلوں میں سامنے آئیں گے۔ اسی طرح نیکیاں بھی مثالی شکلیں اختیار کر کے سامنے لائی جائیں گی۔ ہر دو قسم کی تفصیلات بہت سی احادیث میں موجود ہیں۔ آئندہ حدیث میں بھی ایک ایسا ہی ذکر موجود ہے۔

۱٤۰۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : ((مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَومَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي شِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ. ثُمَّ تَلاَ: ﴿وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ

(۱٤۰۳) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے بیان کیا' ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جیسے سانپ کے ہوتے ہیں' پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی " اور وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ

خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ الآية)). [آل عمران : ١٨٠]

ان کا مال ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ برا ہے جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا ہے۔ قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

[أطرافه في : ٤٥٦٥، ٤٦٥٩، ٤٩٥٧].

تشریح نسائی میں یہ الفاظ اور ہیں۔ ویکون کنز احدکم یوم القیامۃ شجاعا اقرع یفر منہ صاحبہ ویطلبہ انا کنزک فلا یزال حتی یلقمہ اصبعہ یعنی وہ گنجا سانپ اس کی طرف لپکے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ وہ سانپ کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔ پس وہ اس کی انگلیوں کا لقمہ بنا لے گا۔ یہ آیت کریمہ ان مالداروں کے حق میں نازل ہوئی جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرتے بلکہ دولت کو زمین میں بطور خزانہ گاڑتے تھے۔ آج بھی اس کا حکم یہی ہے جو مالدار مسلمان زکوٰۃ ہضم کر جائیں ان کا یہی حشر ہوگا۔ آج سونا چاندی کی جگہ کرنسی نے لے لی ہے جو چاندی اور سونے ہی کے حکم میں داخل ہے۔ اب یہ کہا جائے گا کہ جو لوگ نوٹوں کی گڈیاں بنا بنا کر رکھتے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتے ان کے وہی نوٹ ان کیلئے دوزخ کا سانپ بن کر ان کے گلوں کا ہار بنائے جائیں گے۔

٤- بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ))

باب جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

١٤٠٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي قَوْلَ اللهِ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ﴾. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللهُ طُهْرًا لِلأَمْوَالِ)). [طرفه في : ٤٦٦١].

(۱۴۰۴) ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے میرے والد شبیب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے خالد بن اسلم نے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلایئے "جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کے لئے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوٰۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔

تشریح یعنی اس مال سے متعلق یہ آیت نہیں ہے ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ﴾ (التوبہ : ۳۴) معلوم ہوا کہ اگر کوئی مال جمع کرے تو گنہگار نہیں بشرطیکہ زکوٰۃ دیا کرے۔ گو تقویٰ اور فضیلت کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث ہے۔ جسے امام مالک نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً نکالا ہے اور ابوداؤد نے ایک مرفوع حدیث نکالی جس کا مطلب یہی ہے۔ حدیث لیس فیما دون

خمس اواق صدقة یہ حدیث اسی باب میں آتی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے دلیل لی کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے۔ اس کا دبانا اور رکھ چھوڑنا درست ہے کیونکہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بموجب نص حدیث زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس اتنی چاندی کا رکھ چھوڑنا اور دبانا کنز نہ ہو گا اور آیت میں سے اس کو خاص کرنا ہو گا اور خاص کرنے کی وجہ یہی ہوئی کہ زکوٰۃ اس پر نہیں ہے تو جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ بھی کنز نہ ہو گا کیونکہ اس پر بھی زکوٰۃ نہیں رہی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پانچ اوقیوں کے دو سو درہم ہوئے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی۔ یہی چاندی کا نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

کنز کے متعلق بیہقی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کل ما ادیت زکوته وان کان تحت سبع ارضین فلیس بکنز وکل مالا تودی زکوته فهو کنز وان کان ظاهرا علی وجه الارض (فتح الباری)

یعنی ہر وہ مال جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے وہ کنز نہیں ہے اگرچہ وہ ساتویں زمین کے نیچے دفن ہو اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ کنز ہے اگرچہ وہ زمین کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہو۔ آپ کا یہ قول بھی مروی ہے ما اہالی لو کان لی مثل احد ذھبااعلم عددہ ازکیه واعمل فیه بطاعة الله تعالیٰ (فتح) یعنی مجھ کو کچھ پروا نہیں جب کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں زکوٰۃ ادا کر کے اسے پاک کروں اور اس میں اللہ کی اطاعت کے کام کروں یعنی اس حالت میں اتنا خزانہ بھی میرے لئے مضر نہیں ہے۔

١٤٠٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)).

[أطرافه في : ١٤٤٧، ١٤٥٩، ١٤٨٤].

(۱۴۰۵) ہم سے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی کہ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے انہیں خبر دی اپنے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابو الحسن سے اور انہوں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

تشریح ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پانچ اوقیہ کے دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی ہوتی ہے' یہ چاندی کا نصاب ہے۔ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے صاع چار مد کا۔ مد ایک رطل اور تہائی رطل کا۔ ہندوستان کے وزن (اسی تولہ سیر کے حساب سے) ایک وسق کچے ساڑھے چار من یا پانچ من کے قریب ہوتا ہے۔ پانچ وسق ساڑھے بائیس من یا ۲۵ من ہوا۔ اس سے کم میں زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

١٤٠٦- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: ((مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ، فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ : مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ

(۱۴۰۶) ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا' انہوں نے ہشیم سے سنا' کہا کہ ہمیں حصین نے خبر دی' انہیں زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آگئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو

هَذَا؟ قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي : ﴿الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ﴾. قَالَ مُعَاوِيَةُ: نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ : نَزَلَتْ فِينَا وَفِيهِمْ، فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَلِكَ. وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَشْكُونِي، فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِينَةَ، فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لِي : إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ، فَكُنْتُ قَرِيبًا. فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَّرُوا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ)).

[طرفه في : ٤٦٦٠].

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے" کے متعلق ہوگیا۔ معاویہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں یہ کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کرلو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کردیں تو میں اس کی بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے عالی شان صحابی اور زہد و درویشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے' ایسی بزرگ شخصیت کے پاس خواہ مخواہ لوگ بہت جمع ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ نے ان سے یہ اندیشہ کیا کہ کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے بلا بھیجا تو فوراً چلے آئے۔ خلیفہ اور حاکم اسلام کی اطاعت فرض ہے۔ ابوذر نے ایسا ہی کیا۔ مدینہ آئے تو شام سے بھی زیادہ ان کے پاس مجمع ہونے لگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی وہی اندیشہ ہوا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔ انہوں نے صاف تو نہیں کہا کہ تو مدینہ سے نکل جاؤ مگر اصلاح کے طور پر بیان کیا۔ ابوذر نے ان کی مرضی پاکر مدینہ کو بھی چھوڑا۔ اور وہ ربذہ نامی ایک گاؤں میں جا کر رہ گئے اور تادم وفات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً نکالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا تھا جب تو مدینہ سے نکالا جائے گا تو کہاں جائے گا؟ تو انہوں نے کہا شام کے ملک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو وہاں سے بھی نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا کہ میں پھر مدینہ شریف میں آجاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جب پھر وہاں سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا۔ ابوذر نے کہا میں اپنی تلوار سنبھال لوں گا اور لڑوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر بات یہ ہے کہ امام وقت کی بات سن لینا اور مان لینا۔ وہ تم کو جہاں بھیجیں چلے جانا۔ چنانچہ حضرت ابوذر نے اسی ارشاد پر عمل کیا اور دم نہ مارا اور آخر دم تک ربذہ ہی میں رہے۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیوی جو ساتھ تھیں اس موت غربت کا تصور کرکے رونے لگیں۔ کفن کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ آخر ابوذر کو ایک پیش گوئی یاد آئی اور بیوی سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد اس ٹیلے پر جا بیٹھنا کوئی قافلہ آئے گا وہی میرے کفن کا انتظام کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچانک ایک قافلہ کے ساتھ ادھر سے گزرے اور صورت

حال معلوم کر کے رونے لگے' پھر کفن دفن کا انتظام کیا۔ کفن میں اپنا عمامہ ان کو دے دیا (رضی اللہ عنہ)

علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وفی هذا الحدیث من الفوائد غیر ما تقدم ان الکفار مخاطبون بفروع الشریعة لاتفاق ابی ذر ومعاویة ان الایه نزلت فی اهل الکتاب وفیه ملاطفة الائمة للعلماء فان معاویة لم یجسر علی الانکار علیه حتی کاتب من هو اعلیٰ منه فی امره وعثمان لم یحنق اعلیٰ ابی ذر مع کونه کان مخالفا له فی تاویله فیه التحذیر من الشقاق والخروج علی الائمة والترغیب فی الطاعة لاولی الامر وامرالافضل بطاعة المفضول خشیة المفسدة وجواز الاختلاف فی الاجتهاد والاخذ بالشدة فی الامر بالمعروف وان ادی ذالک الی فراق الوطن وتقدیم دفع المفسدة علی جلب المنفعة لان فی بقاء ابی ذر بالمدینة مصلحه کبیرة من بث عمله فی طالب العلم ومع ذالک فرجع عند عثمان دفع مایتوقع عند المفسدة من الاخذ بمذهبه الشدید فی هذه المسئلة ولم یامره بعد ذالک بالرجوع عنه لان کلا منهما کان مجتهدا

یعنی اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں حضرت ابوذر اور حضرت معاویہ یہاں تک متفق تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت کے فروعی احکامات کے کفار بھی مخاطب ہیں اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حکام اسلام کو علماء کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہئے۔ حضرت معاویہ نے یہ جسارت نہیں کی کہ کھلم کھلا حضرت ابوذر کی مخالفت کریں بلکہ یہ معاملہ حضرت عثمان تک پہنچا دیا جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ برحق تھے اور واقعات معلوم ہونے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی سختی نہیں حالانکہ وہ ان کی تاویل کے خلاف تھے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ اہل اسلام کو باہمی نفاق وشقاق سے ڈرنا ہی چاہئے اور ائمہ برحق پر خروج نہ کرنا چاہئے بلکہ اولوالامر کی اطاعت کرنی چاہئے اور اجتہادی امور میں اس سے اختلاف کا جواز بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ امر بالمعروف کرنا ہی چاہئے خواہ اس کے لئے وطن چھوڑنا پڑے اور فساد کی چیز کو دفع ہی کرنا چاہئے اگرچہ وہ نفع کے خلاف بھی ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا' اس میں بڑی مصلحت تھی کہ یہ یہاں مدینہ میں رہیں گے تو لوگ ان کے پاس بکثرت علم حاصل کرنے آئیں گے اور اس مسئلہ متنازعہ میں ان سے اسی شدت کا اثر لیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس شدت سے رجوع کرنے کا بھی حکم نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ سب مجتہد تھے اور ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد کا خود ذمہ دار ہے۔

خلاصہ الکلام یہ کہ حضرت ابوذر اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر مال کے متعلق بہت شدت برتتے تھے اور وہ اپنے خیال پر اٹل تھے۔ مگر دیگر اکابر صحابہ نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور نہ ان سے زیادہ تعرض کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود ان کی مرضی دیکھ کر ان کو ربذہ میں آباد فرمایا تھا' باہمی ناراضگی نہ تھی جیسا کہ بعض خوارج نے سمجھا۔ تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

١٤٠٧- حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: ((جَلَسْتُ)). ح.

(۱۴۰۷) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید جریری نے ابوالعلاء یزید سے بیان کیا' ان سے احنف بن قیس نے' انہوں نے کہا کہ میں بیٹھا تھا

وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيرِ أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ

(دوسری سند) اور امام بخاری نے فرمایا کہ مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے سعید جریری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوالعلاء بن شخیر

قَالَ: ((جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ. ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ. وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لاَ أَدْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهُ : لاَ أُرَى الْقَوْمَ إِلاَّ قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ. قَالَ : إِنَّهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا)).

نے بیان کیا' ان سے احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت بال' موٹے کپڑے اور موٹی جھوٹی حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو مونڈھے کی طرف سے پار ہو جائے گا اور مونڈھے کی پتلی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا تو سینے کی طرف پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب تو بے وقوف ہیں۔

١٤٠٨- قَالَ لِيْ خَلِيْلِي - قَالَ قُلْتُ: مَنْ خَلِيْلُكَ؟ قَالَ : النَّبِيُّ ﷺ-: ((يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا؟)) قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ، وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُرسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ. قُلْتُ : نَعَمْ. قَالَ : ((مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلاَّ ثَلاَثَةَ دَنَانِيْرَ. وَإِنَّ هَؤُلاَءِ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئًا، إِنَّمَا يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا. لاَ وَاللهِ، لاَ أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلاَ أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِيْنٍ حَتَّى أَلْقَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ)). [راجع: ١٢٣٧]

(۱۴۰۸) مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اے ابوذر! کیا احد پہاڑ تو دیکھتا ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لئے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں (ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں' یہ دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا آنکہ میں اللہ تعالیٰ سے جاملوں۔

تشریح شاید تین اشرفیاں اس وقت آپ پر قرض ہوں گی یا یہ آپ کا روزانہ کا خرچ ہوگا۔ حافظ نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مال جمع نہ کرے۔ مگر یہ اولویت پر محمول ہے کیونکہ جمع کرنے والا گو زکوٰۃ دے تب بھی اس کو قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو آئے خرچ کر ڈالے مگر اتنا بھی نہیں کہ قران پاک کی آیات کے خلاف ہو جس میں فرمایا

﴿ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۹) یعنی اتنے بھی ہاتھ کشادہ نہ کرو کہ تم خالی ہو کر شرمندہ اور عاجز بن کر بیٹھ جاؤ۔ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک مسلمان کے لئے اس کے ایمان کو بچانے کے لئے اس کے ہاتھ میں مال کا ہونا مفید ہوگا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بعض دفعہ محتاجگی کافر بنا دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ درمیانی راستہ بہتر ہے۔

٥- بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

باب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

١٤٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٍ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)). [راجع: ٧٣]

(۱۴۰۹) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حسد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے۔

تشریح: امیر اور عالم ہر دو اللہ کے ہاں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی۔ مقبول وہ جو اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں' زکوٰۃ اور صدقات سے مستحقین کی خبرگیری کریں اور اس بارے میں ریا نمود سے بھی بچیں' یہ مالدار اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان کو ان جیسا مالدار بننے کی تمنا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح عالم جو اپنے علم پر عمل کریں اور لوگوں کو علمی فیض پہنچائیں اور ریا نمود سے دور رہیں' خشیت ومحبت الٰہی بہر حال مقدم رکھیں' یہ عالم بھی قابل رشک ہیں۔ امام بخاری کا مقصد یہ کہ اللہ کے لیے خرچ کرنے والوں کا بڑا درجہ ہے ایسا کہ ان پر رشک کرنا جائز ہے جبکہ عام طور پر حسد کرنا جائز نہیں مگر نیک نیتی کے ساتھ ان پر حسد کرنا جائز ہے۔

٦- بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى :

باب صدقہ میں ریاکاری کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالأَذَى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ- إِلَى قَوْلِهِ - وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ [البقرة : ٢٦٤، ٢٦٥].
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ﴿صَلْدًا﴾: لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ، وَقَالَ

اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (جس نے تمہارا صدقہ لیا ہے اسے) ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ شخص (اپنے صدقات برباد کر دیتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا (سے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اور اللہ اپنے منکروں کو ہدایت نہیں کرتا" (تک)۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (قرآن مجید) میں) لفظ صلداً سے مراد صاف اور چکنی چیز ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا (قرآن مجید

عِكْرِمَةُ: ﴿وَابِلٌ﴾: مَطَرٌ شَدِيْدٌ. وَ﴿الطَّلُّ﴾: النَّدَى.

میں) لفظ وابل سے مراد زور کی بارش ہے اور لفظ طل سے مراد شبنم اوس ہے۔

تشریح یہاں صدقہ' فرض یعنی زکوۃ اور صدقہ' نفل یعنی خیرات ہر دو شامل ہیں۔ ریاکاری کے دخل سے ہر دو بجائے ثواب کے باعث عذاب ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ریاکار سخی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے ناموری کے لئے مال خرچ کیا تھا سو تیرا نام دنیا میں جواد سخی مشہور ہو گیا اب یہاں آخرت میں تیرے لئے کیا رکھا ہے۔ ریاکار سے بدتر وہ لوگ ہیں جو غرباء و مساکین پر احسان جتلاتے اور ان کو روحانی ایذا پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کے زکوۃ و صدقات عند اللہ باطل ہیں۔

حضرت امام بخاری نے یہاں باب میں ان آیات ہی پر اکتفا فرمایا اور آیات میں احسان جتلانے اور ایذا دینے کو ریاکار کافروں کے صدقہ کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کی انتہائی قباحت پر دلیل لی ہے۔ صلدا وہ صاف پتھر جس پر کچھ بھی نہ ہو ﴿ هذا مثل ضربه الله لاعمال الكفار يوم القيمة بقول لايقدرون على شئى مما كسبوا يومئذ كما ترك هذا المطر الصفا نقيا ليس عليه شئى ﴾ یعنی یہ مثال اللہ نے کافروں کے لئے بیان فرمائی کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کالعدم ہو جائیں گے اور وہ وہاں کچھ بھی نہ پا سکیں گے جیسا کہ بارش نے اس پتھر کو صاف کر دیا۔

٧- بَابُ لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلاَ يَقْبَلُ إِلاَّ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

لِقَوْلِهِ: ﴿ قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى، وَاللهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ٢٦٣].

باب اللہ پاک چوری کے مال میں سے خیرات نہیں قبول کرتا اور وہ صرف پاک کمائی سے قبول کرتا ہے

کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے کہ اللہ بڑا بے نیاز نہایت بردبار ہے۔

تشریح اس آیت سے امام بخاری نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب چور چوری کے مال میں سے خیرات کرے گا تو جن لوگوں پر خیرات کرے گا ان کو جب اس کی خبر ہو گی تو وہ رنجیدہ ہوں گے' ان کو ایذا ہو گی۔

٨- بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ،

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: [البقرة: ٢٧٦-٢٧٧]

﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

باب حلال کمائی میں سے خیرات قبول ہوتی ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

کہ اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے' نماز قائم کی اور زکوۃ دی' انہیں ان اعمال کا ان کے پروردگار کے یہاں ثواب ملے گا اور نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

١٤١٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ - عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ - وَلاَ يَقْبَلُ اللهُ إِلاَّ الطَّيِّبَ - فَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي، أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ)).

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ. وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفه في : ٧٤٣٠].

(۱۴۱۰) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے ابوالنضر سالم بن ابی امیہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لئے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تاآنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ عبدالرحمن کے ساتھ اس روایت کی متابعت سلیمان نے عبداللہ بن دینار کی روایت سے کی ہے اور ورقاء نے ابن دینار سے کہا' ان سے سعید بن یسار نے' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے اور اس کی روایت مسلم بن ابی مریم' زید بن اسلم اور سہیل نے ابوصالح سے کی' ان سے ابوھریرہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

تشریح حدیث میں ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی ایسا نہیں کہ اس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے قوت میں کم ہو۔ جیسے مخلوقات میں ہوا کرتا ہے۔ اہلحدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کی تاویل نہیں کرتے اور ان کو ان کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں۔ سلیمان کی روایت مذکورہ کو خود مؤلف نے اور ابوعوانہ نے وصل کیا۔ اور ورقاء کی روایت کو امام بیہقی اور ابوبکر شافعی نے اپنے فوائد میں اور مسلم کی روایت کو قاضی یوسف بن یعقوب نے کتاب الزکوٰۃ میں اور زید بن اسلم اور سہیل کی روایتوں کو امام مسلم نے وصل کیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ قال اهل العلم من اهل السنة والجماعة نومن بهذه الاحاديث ولا نتوهم فيها تشبيها ولانقول كيف یعنی اہل سنت والجماعت کے جملہ اہل علم کا قول ہے کہ ہم بلاچوں وچرا ان احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تشبیہ کا وہم نہیں کرتے اور نہ ہم کیفیت کی بحث میں جاتے ہیں۔

٩- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

باب صدقہ اس زمانے سے پہلے کہ اس کا لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا

١٤١١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

(۱۴۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((تَصَدَّقُوا، فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلاَ يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا، يَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلاَ حَاجَةَ لِي فِيهَا)). [طرفاه في: ١٤٢٤، ٧١٢٠].

شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن خالد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ صدقہ کرو' ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔

تشریح: جس کے پاس صدقہ لے کر جائے گا وہ یہ جواب دے گا کہ اگر تم کل اسے لائے ہوتے تو میں قبول کرلیتا۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ قیامت کے قریب زمین کی ساری دولت باہر نکل آئے گی اور لوگ کم رہ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کسی کو مال کی حاجت نہ ہوگی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت جانو جب تم میں محتاج لوگ موجود ہیں اور جتنی ہو سکے خیرات دو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ قیامت کے قریب ایسے جلد جلد انقلاب ہوں گے کہ آج آدمی محتاج ہے کل امیر ہوگا۔ آج اس دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ساری روئے زمین پر ایک طوفان برپا ہے مگر وہ زمانہ ابھی دور ہے کہ لوگ زکوۃ و صدقات لینے والے باقی نہ رہیں۔

١٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ، فَيَفِيضَ، حَتَّى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُولُ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ : لاَ أَرَبَ لِي)). [راجع: ٨٥]

(۱۴۱۲) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبردی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت آنے سے پہلے مال و دولت کی اس قدر کثرت ہوجائے گی اور لوگ اس قدر مال دار ہوجائیں گے کہ اس وقت صاحب مال کو اس کی فکر ہوگی کہ اس کی زکوٰۃ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔

قیامت کے قریب جب زمین اپنے خزانے اگل دے گی' تب یہ حالت پیش آئے گی۔

١٤١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَجَاءَهُ

(۱۴۱۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعاصم نبیل نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں سعدان بن بشیر نے خبردی' کہا کہ ہم سے ابومجاہد سعد طائی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محل بن خلیفہ طائی نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے' ایک فقر و فاقہ کی شکایت لئے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں

رَجُلاَنِ : أَحَدُهُمَا يَشْكُوا الْعَيْلَةَ، وَالآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيْلِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : ((أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لاَ يَأْتِي عَلَيْكَ إِلاَّ قَلِيْلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ. وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لاَ تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ فَلاَ يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ. ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلاَ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ : أَلَمْ أُوْتِكَ مَالاً؟ فَلَيَقُولَنَّ : بَلَى. ثُمَّ لَيَقُولَنَّ : أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولاً؟ فَلَيَقُولَنَّ : بَلَى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلاَ يَرَى إِلاَّ النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلاَ يَرَى إِلاَّ النَّارَ. فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)).

[أطرافه في : ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٦٥٦٣، ٧٤٤٣، ٧٥١٢].

کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہ ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لئے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تجھے دنیا میں مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا اور ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔ پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہئے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالے۔

یہ بھی ایک بڑا صدقہ ہے یعنی اگر خیرات نہ دے تو اس کو نرمی سے ہی جواب دے کہ اس وقت میں مجبور ہوں' معاف کرو' گھرکنا جھگڑنا منع ہے۔ ترجمان وہ ہے جو ترجمہ کر کے بندے کا کلام اللہ سے عرض کرے اور اللہ کا ارشاد بندے کو سنائے بلکہ خود اللہ پاک کلام فرمائے گا۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں آواز اور حروف نہیں' اگر آواز اور حروف نہ ہوں تو بندہ سنے گا کیسے اور سمجھے گا کیسے؟ (وحیدی)

اس حدیث میں یہ پیش گوئی بھی ہے کہ ایک دن عرب میں امن و امان عام ہوگا' چور ڈاکو عام طور پر ختم ہو جائیں گے' یہاں تک کہ قافلے مکہ شریف سے (خفیر) کے بغیر نکلا کریں گے۔ خفیر اس شخص کو کہا جاتا تھا جو عرب میں ہر ہر قبیلہ سے قافلہ کے ساتھ سفر کر کے اپنے قبیلہ کی سرحد امن و عافیت کے ساتھ پار کرا دیتا تھا وہ راستہ بھی بتلاتا اور لوٹ مار کرنے والوں سے بھی بچاتا تھا۔

آج اس چودھویں صدی میں حکومت عربیہ سعودیہ نے حرمین شریف کو امن کا اس قدر گہوارہ بنا دیا ہے کہ مجال نہیں کوئی کسی پر دست اندازی کر سکے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے اور حاسدین و معاندین کے اوپر اس کو ہمیشہ غلبہ عطا فرمائے۔ آمین)

١٤١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ

(۱۴۱۴) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لاَ يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)).

ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبداللہ نے' ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا اور یہ بھی ہو گا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی کمی ہو جائے گی اور عورتوں کی زیادتی ہو گی۔

قیامت کے قریب یا تو عورتوں کی پیدائش بڑھ جائے گی' مرد کم پیدا ہوں گے یا لڑائیوں کی کثرت سے مردوں کی قلت ہو جائے گی۔ ایسا کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

١٠- بَابُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

باب اس بارے میں کہ جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا کسی معمولی سے صدقہ کے ذریعے ہو۔

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ﴾- وَإِلَى قَوْلِهِ - ﴿ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾.

اور (قرآن مجید میں ہے) ﴿ ومثل الذین ینفقون اموالهم ﴾ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں' سے فرمان باری ﴿ ومن کل الثمرات ﴾ تک۔

یہ آیت سورۂ بقرہ کے رکوع ۳۵ میں ہے۔ اس آیت اور حدیث سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ صدقہ تھوڑا ہو یا بہت ہر طرح اس پر ثواب ملے گا کیونکہ آیت میں مطلق اموالهم کا ذکر ہے جو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے۔

١٤١٥- حَدَّثَنَا أَبُوقُدَامَةَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ، فَقَالُوا : مُرَاءٍ. وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا : إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هَذَا. فَنَزَلَتْ: ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَالَّذِيْنَ لاَ يَجِدُونَ إِلاَّ جُهْدَهُمْ﴾ الآيَة)).

(۱۴۱۵) ہم سے ابوقدامہ عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا' کہا ہم سے ابوالنعمان حکم بن عبداللہ بصری نے بیان کیا' کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا' ان سے سلیمان اعمش نے' ان سے ابووائل نے اور ان سے ابومسعود انصاری بناٹھ نے فرمایا کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجھ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے) اسی زمانہ میں ایک شخص (عبدالرحمٰن بن عوف) آیا اور اس نے صدقہ کے طور پر کافی چیزیں پیش کیں۔ اس پر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر ایک اور شخص (ابوعقیل نامی) آیا اور اس نے صرف ایک صاع کا صدقہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا حاجت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وہ لوگ جو ان مومنوں پر

[أطرافه في : ١٤١٦، ٢٢٧٢، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩]. عیب لگاتے ہیں جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اور ان پر بھی جو محنت سے کما کر لاتے ہیں۔ (اور کم صدقہ کرتے ہیں) آخر تک۔

تشریح یہ طعنہ مارنے والے کم بخت منافقین تھے' ان کو کسی طرح چین نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنا آدھا مال آٹھ ہزار درہم صدقہ کردیئے تو ان کو ریاکار کہنے لگے۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ بچارے غریب آدمی نے محنت مزدوری سے کمائی کرکے ایک صاع کھجور اللہ کی راہ میں دی تو اس پر ٹھٹھا مارنے لگے کہ اللہ کو اس کی احتیاج نہ تھی۔

ارے مردود! اللہ کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ آٹھ ہزار کیا آٹھ کروڑ بھی ہوں تو اس کے آگے بے حقیقت ہیں۔ وہ دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ایک صاع کھجور بھی بہت ہے۔ ایک کھجور بھی کوئی خلوص کے ساتھ حلال مال سے دے تو وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔ انجیل شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا نے خیرات میں ایک دمڑی دی۔ لوگ اس پر ہنسے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بڑھیا کی خیرات تم سے بڑھ کر ہے۔ (وحیدی)

١٤١٦- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ، فَيُصِيْبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ)). [راجع: ١٤١٥]

(١٤١٦) ہم سے سعید بن یحییٰ نے بیان' کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جاکر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کردیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔

١٤١٧- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)). [راجع: ١٤١٣]

(١٤١٧) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی (مگر ضرور صدقہ کرکے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو)

تشریح ان ہر دو احادیث سے صدقہ کی فضیلت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ دور اول میں صحابہ کرام جبکہ وہ خود نہایت تنگی کی حالت میں تھے' اس پر بھی ان کو صدقہ خیرات کا کس درجہ شوق تھا کہ خود مزدوری کرتے' بازار میں قلی بنتے' کھیت مزدوروں میں کام کرتے' پھر جو حاصل ہوتا اس میں غرباء و مساکین مسلمانوں کی امداد کرتے۔ اہل اسلام میں یہ جذبہ اس چیز کا بین ثبوت ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں میں بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی و سلوک کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ (آل عمران: ٩٢) میں اللہ پاک نے رغبت دلائی کہ صدقہ و خیرات میں گھٹیا چیز نہ دو بلکہ پیاری سے پیاری چیزوں کا صدقہ کرو۔ برخلاف اس کے بخیل کی حد درجہ مذمت کی گئی اور بتلایا کہ بخیل جنت کی بو بھی نہ پائے گا۔ یہی صحابہ کرام تھے جن کا حال آپ نے سنا پھر اللہ نے اسلام کی برکت سے ان کو اس قدر بڑھایا کہ لاکھوں کے مالک بن گئے۔

حدیث نو بشق تمرۃ مختلف لفظوں میں مختلف طرق سے وارد ہوئی ہے۔ طبرانی میں ہے اجعلوا بینکم وبین النار حجابا ولو بشق تمرۃ اور دوزخ کے درمیان صدقہ کرکے حجاب پیدا کرو اگرچہ وہ صدقہ ایک کھجور کی پھانک ہی سے ہو۔ نیز مسند احمد میں یوں ہے لیتق احدکم وجھہ بالنار ولوبشق تمرۃ یعنی تم کو اپنا چہرہ آگے سے بچانا چاہئے جس کا واحد ذریعہ صدقہ ہے اگرچہ وہ آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور مسند احمد ہی میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں ہے کہ آپؐ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرمایا یا عائشۃ استتری من النار ولوبشق تمرۃ الحدیث یعنی اے عائشہ! دوزخ سے پردہ کرو چاہے وہ کھجور کی ایک پھانک ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

آخر میں علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وفی الحدیث الحث علی الصدقۃ بما قل وما جل وان لایحتقر ما یتصدق بہ وان الیسیر من الصدقۃ یستر المتصدق من النار (فتح الباری) یعنی حدیث میں ترغیب ہے کہ تھوڑا ہو یا زیادہ صدقہ بہر حال کرنا چاہئے اور تھوڑے صدقہ کو حقیر نہ جاننا چاہئے کہ تھوڑے سے تھوڑا صدقہ متصدق کے لئے دوزخ سے حجاب بن سکتا ہے۔

١٤١٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ. فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ)).

[طرفه في : ٥٩٩٥].

(۱۴۱۸) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لئے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لئے دوزخ سے بچاؤ کے لئے آڑ بن جائیں گی۔

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ اس عورت نے ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرکے اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیئے جو نہایت قلیل صدقہ ہے اور باوجود اسکے آنحضرت ﷺ نے اس کو دوزخ سے بچاؤ کی بشارت دی۔ میں کہتا ہوں اس تکلف کی حاجت نہیں۔ باب میں دو مضمون تھے ایک تو کھجور کا ٹکڑا دے کر دوزخ سے بچنا' دوسرے قلیل صدقہ دینا۔ تو عدی کی حدیث سے پہلا مطلب ثابت ہوگیا اور حضرت عائشہ کی حدیث سے دوسرا مطلب۔ انہوں نے بہت قلیل صدقہ دیا یعنی ایک کھجور۔ (وحیدی)

اس سے حضرت عائشہ کی صدقہ خیرات کے لئے حرص بھی ثابت ہوئی اور یہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا لایرجع من عندک سائل ولوبشق تمرۃ رواہ البزار من حدیث ابی ھریرۃ (فتح) یعنی تمہارے پاس سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ اگرچہ کھجور کی آدھی پھانک ہی کیوں نہ ہو۔

١١ - بَابُ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ

باب تندرستی اور مال کی خواہش کے زمانہ میں

وَصَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ

صدقہ دینے کی فضیلت

لِقَولِهِ تَعَالَى: ﴿ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ إلى آخرها [المنافقون : ١٠] الآية.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم کو موت آجائے۔

وَقَولِهِ تَعَالَى: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَومٌ لاَ بَيْعٌ فِيهِ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] الآية.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو' اس سے پہلے کہ وہ دن (قیامت) آجائے جب نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور نہ شفاعت.....الآیہ۔

ان دونوں آیتوں سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ صدقہ کرنے میں جلدی کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ موت آن دبوچے۔ اس وقت کف افسوس ملتا رہے کہ اگر میں اور جیتا تو صدقہ دیتا۔ یہ کرتا وہ کرتا۔ باب کا مطلب بھی قریب قریب یہی ہے۔ (وحیدی)

١٤١٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ : ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلاَ تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ : لِفُلاَنٍ كَذَا وَلِفُلاَنٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلاَنٍ)). [طرفه في : ٢٧٤٨].

(۱۴۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو زرعہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو ہریرہ بنی اللہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہئے کہ جب جان حلق تک آجائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لئے اتنا اور فلاں کے لئے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔

حدیث میں ترغیب ہے کہ تندرستی کی حالت میں جب کہ مال کی محبت بھی دل میں موجود ہو' صدقہ خیرات کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہئے نہ کہ جب موت قریب آجائے اور جان حلقوم میں پہنچ جائے۔ مگر یہ شریعت کی مہربانی ہے کہ آخر وقت تک بھی جب کہ ہوش وحواس قائم ہوں' مرنے والوں کو تہائی مال کی وصیت کرنا جائز قرار دیا ہے' ورنہ اب وہ مال تو مرنے والے کی بجائے وارثوں کا ہو چکا ہے۔ پس عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ تندرستی میں حسب توفیق صدقہ وخیرات میں جلدی کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

- بَابٌ -

باب

١٤٢٠- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ بنإِسْمَاعِيلَ

(۱۴۲۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعوانہ

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ((أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟)) قَالَ: ((أَطْوَلُكُنَّ يَدًا)). فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا. فَعَلِمْنَا بَعْدُ إِنَّمَا كَانَتْ طُولَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ ﷺ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ)).

وضاح یشکری نے بیان کیا' ان سے فراس بن یحییٰ نے' ان سے شعبی نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے آپ سے پوچھا کہ سب سے پہلے ہم میں آخرت میں آپ سے کون جاکر ملے گی تو آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ اب ہم نے لکڑی سے ناپنا شروع کردیا تو سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی نکلیں۔ ہم نے بعد میں سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی ہونے سے آپ کی مراد صدقہ زیادہ کرنے والی سے تھے۔ اور سودہ رضی اللہ عنہا ہم سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جاکر ملیں' صدقہ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا۔

تشریح اکثر علماء نے کہا کہ طول یدھا اور کانت کی ضمیروں میں سے حضرت زینب مراد ہیں مگر ان کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس امر سے اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بیویوں میں سے سب سے پہلے حضرت زینب کا ہی انتقال ہوا تھا۔ لیکن امام بخاری نے تاریخ میں جو روایت کی ہے اس میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی صراحت ہے اور یہاں بھی اس روایت میں حضرت سودہ کا نام آیا ہے اور یہ مشکل ہے اور ممکن ہے یوں جواب دینا کہ جس جلسہ میں یہ سوال آنحضرت ﷺ سے ہوا تھا وہاں حضرت زینب موجود نہ ہوں اور جتنی بیویاں وہاں موجود تھیں' ان سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ مگر ابن حبان کی روایت میں یوں ہے کہ اس وقت آپ کی سب بیویاں موجود تھیں' کوئی باقی نہ رہی تھی' اس حالت میں یہ احتمال بھی نہیں چل سکتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال لنا محمد بن عمر یعنی الواقدی هذا الحدیث وهل فی سودة انما هو فی زینب بنت جحش فهی اول نسائه به لحوقا و توفیت فی خلافة عمر وبقیت سودة الی ان توفیت فی خلافة معاویه فی شوال سنة اربع وخمسین قال ابن بطال هذا الحدیث سقط منه ذکر زینب لاتفاق اهل السیر علی ان زینب اول من مات من ازواج النبی صلی الله علیه وسلم یعنی ان الصواب وکانت زینب اسرعنا الخ ولکن ینکر علی هذا التاویل تلک الروایات المتقدمة المصرح فیها بان الضمیر لسودة وقرات بخط الحافظ ابی علی الصدفی ظاهر هذا اللفظ ان سودة کانت اسرع وهو خلاف المعروف عند اهل العلم ان زینب اول من مات من الازواج ثم نقله عن مالک من روایته عن الواقدی قال یقویه روایة عائشه بنت طلحة وقال ابن الجوزی هذا الحدیث غلط من بعض الرواة العجب من البخاری کیف لم ینبه علیه والا اصحابه التعالیق ولا علم بفساد ذلک الخطابی فانه فسره وقال لحوق سودة به علم من اعلام النبوة وکلع ذلک وهم انما هی زینب فانها کانت اطولهن یدا بالعطاء کما رواه مسلم من طریق عائشة بلفظ کان اطولنا یدا زینب لانها کانت تعمل وتتصدق و فی روایة کانت زینب امراة صناعة بالید وکانت تدبغ وتخرز وتصدق فی سبیل الله۔

یعنی ہم سے واقدی نے کہا کہ اس حدیث میں راوی سے بھول ہوگئی ہے۔ درحقیقت سب سے پہلے انتقال کرنے والی زینب ہی ہیں جن کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں ہوا ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت زینب کا ذکر ساقط ہوگیا ہے کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ امہات المؤمنین میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی خاتون حضرت زینب بنت جحش ہی ہیں اور جن روایتوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام آیا ہے ان میں راوی سے بھول ہوگئی۔ ابن

جوزی نے کہا کہ اس میں بعض راویوں نے غلطی سے حضرت سودہ کا نام لے دیا ہے اور تعجب ہے کہ حضرت امام بخاری کو اس پر اطلاع نہ ہو سکی اور نہ ان اصحاب تعالیق کو جنہوں نے یہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے اور وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ دراز ہاتھ والی (یعنی صدقہ خیرات کرنے والی) حضرت زینب تھیں۔ وہ سوت کاتا کرتی تھیں اور دیگر محنت مشقت دباغت وغیرہ کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور فی سبیل اللہ صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ناپ کے لحاظ سے حضرت سودہ کے ہاتھ دراز تھے' ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں یہی سمجھا کہ دراز ہاتھ والی بیوی کا انتقال پہلے ہونا چاہئے۔ مگر جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہاتھوں کا دراز ہونا نہ تھی بلکہ صدقہ وخیرات کرنے والے ہاتھ مراد تھے اور یہ سبقت حضرت زینب کو حاصل تھی' پہلے انہی کا انتقال ہوا' مگر بعض راویوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہاں حضرت سودہ کا نام لے دیا۔ بعض علماء نے یہ تطبیق بھی دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا اس مجمع میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہ تھیں' آپ نے اس وقت کی حاضر ہونے والی بیویوں کے بارے میں فرمایا اور ان میں سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا مگر اس تطبیق پر بھی کلام کیا گیا ہے۔

حجتہ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ والحدیث یوھم ظاھرہ ان اول من ماتت من امھات المومنین بعد وفاته صلی الله علیه وسلم سودة ولیس کذالک فتامل ولا تعجل فی ھذا المقام فانه من مزالق الا قدام (شرح تراجم ابواب بخاری)

۱۲- بَابُ صَدَقَةِ الْعَلاَنِيَةِ

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلاَنِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [البقرة : ۲۷۴].

باب سب کے سامنے صدقہ کرنا جائز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا کہ جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور ظاہر' ان سب کا ان کے رب کے پاس ثواب ملے گا' انہیں کوئی ڈر نہیں ہو گا اور نہ انہیں کسی قسم کا غم ہو گا۔

اس آیت سے علانیہ خیرات کرنے کا جواز نکلا۔ گو پوشیدہ خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں ریا کا اندیشہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی شان میں اتری۔ انکے پاس چار اشرفیاں تھیں۔ ایک دن کو دی' ایک رات کو دی' ایک علانیہ' ایک چھپ کر (وحیدی)

یہاں حضرت امام بخاری نے مضمون باب کو مدلل کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی کا نقل کرنا کافی سمجھا۔ جن میں ظاہر لفظوں میں باب کا مضمون موجود ہے۔

۱۳- بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ)). وَقَوْلُهُ: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ اللهُ بِمَا

باب چھپ کر خیرات کرنا افضل ہے

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے روایت کیا کہ "ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور دو فقراء کو تو یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [البقرة : ٢٧١] الآية. طرح خبردار ہے۔"

یہاں حضرت امام نے مضمون باب کو ثابت کرنے کے لئے حدیث نبوی اور آیت قرآنی ہر دو سے استدلال فرمایا' مقصد ریاکاری سے بچنا ہے۔ اگر اس سے دور رہ کر صدقہ دیا جائے تو ظاہر ہو یا پوشیدہ ہر طرح سے درست ہے اور اگر ریا کا ایک شائبہ بھی نظر آئے تو پھر اتنا پوشیدہ دیا جائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ اگر صدقہ خیرات زکوۃ میں ریانمود کا کچھ دخل ہوا تو وہ صدقہ وخیرات وزکوۃ مالدار کے لئے الٹا وبال جان ہو جائے گا۔

١٤- بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ

١٤٢١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ. فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ : تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ. فَقَالَ : اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى زَانِيَةٍ، لأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ. فَقَالَ : اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى سَارِقٍ، وَعَلَى زَانِيَةٍ، وَعَلَى غَنِيٍّ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ، فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللهُ)).

باب اگر لاعلمی میں کسی نے مالدار کو صدقہ دے دیا (تو اس کو ثواب مل جائے گا)

(١٤٢١) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا' ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے' میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لئے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لئے ہے۔ (میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور' فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار

کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے' وہ خرچ کرے۔

تشریح اس حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک سخی کا ذکر ہے جو صدقہ خیرات تقسیم کرنے کی نیت سے رات کو نکلا مگر اس نے لاعلمی میں پہلی رات میں اپنا صدقہ ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا اور دوسری رات میں ایک فاحشہ عورت کو دے دیا اور تیسری شب میں ایک مالدار کو دیدیا' جو مستحق نہ تھا۔ یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا۔ بعد میں جب یہ واقعات اس کو معلوم ہوئے تو اس نے اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی حمد بیان کی گویا یہ کہا اللهم لک الحمد ای لالی ان صدقتی وقعت بید من لا یستحقها فلک الحمد حیث کان ذلک بارادتک ای لابارادتی فان ارادة الله کلها جمیلة یعنی یا اللہ! حمد تیرے لئے ہی ہے نہ کہ میرے لئے۔ میرا صدقہ غیر مستحق کے ہاتھ میں پہنچ گیا پس حمد تیرے ہی لئے ہے۔ اس لئے کہ یہ تیرے ہی ارادے سے ہوا نہ کہ میرے ارادے سے اور اللہ پاک جو بھی چاہے اور وہ جو ارادہ کرے وہ سب بہتر ہی ہے۔

امام بخاری کا مقصد باب یہ ہے کہ ان حالات میں اگرچہ وہ صدقہ غیر مستحق کو مل گیا مگر عنداللہ وہ قبول ہو گیا۔ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ ناواقفی سے اگر غیر مستحق کو صدقہ دے دیا جائے تو اسے اللہ بھی قبول کرلیتا ہے اور دینے والے کو ثواب مل جاتا ہے۔

لفظ صدقہ میں نفلی صدقہ اور فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ ہر دو داخل ہیں۔

اسرائیلی سخی کو خواب میں بتلایا گیا یا ہاتف غیب نے خبر دی یا اس زمانہ کے پیغمبر نے اس سے کہا کہ جن غیر مستحقین کو تو نے غلطی سے صدقہ دے دیا' شاید وہ اس صدقہ سے عبرت حاصل کرکے اپنی غلطیوں سے باز آجائیں۔ چور چوری سے اور زانیہ زنا سے رک جائے اور مالدار کو خود اسی طرح خرچ کرنے کی رغبت ہو۔ ان صورتوں میں تیرا صدقہ تیرے لئے بہت کچھ موجب اجر وثواب ہو سکتا ہے۔ هذا هو المراد

١٥ - بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ

باب اگر باپ ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے کہ اس کو معلوم نہ ہو؟

١٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ. وَكَانَ أَبِي يَزِيْدُ أَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ : وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ. فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَكَ مَا نَوَيْتَ

(۱۴۲۲) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوجویریہ (حطان بن خفاف) نے بیان کیا کہ معن بن یزید نے ان سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے والد اور دادا (اخنش بن حبیب) نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ نے میری منگنی بھی کرائی اور آپ ہی نے نکاح بھی پڑھایا تھا اور میں آپ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں گیا اور میں نے ان کو اس سے لے لیا۔ پھر جب میں انہیں لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ قسم

يَا يَزِيْدُ، وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ)).

اللہ کی میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ دیکھو یزید جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔

تشریح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہی قول ہے کہ اگر ناواقفی میں باپ بیٹے کو فرض زکوٰۃ بھی دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور اہلحدیث کے نزدیک بہر حال ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ عزیز اور قریب لوگوں کو جو محتاج ہوں زکوٰۃ دینا اور زیادہ ثواب ہے۔ سید علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے کہا کہ متعدد دلائل اس پر قائم ہیں کہ عزیزوں کو خیرات دینا زیادہ افضل ہے' خیرات فرض ہو یا نفل اور عزیزوں میں خاوند' اولاد کی صراحت ابو سعید کی حدیث میں موجود ہے۔ (مولانا وحید الزماں)

مضمون حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کس قدر شفیق اور مہربان تھے اور کس وسعت قلبی کے ساتھ آپ نے دین کا تصور پیش فرمایا تھا۔ باپ اور بیٹے ہر دو کو ایسے طور سمجھا دیا کہ ہر دو کا مقصد حاصل ہو گیا اور کوئی جھگڑا باقی نہ رہا۔ آپ کا ارشاد اس بنیادی اصول پر مبنی تھا۔ جو حدیث انما الاعمال بالنیات میں بتلایا گیا ہے کہ عملوں کا اعتبار نیتوں پر ہے۔

آج بھی ضرورت ہے کہ علماء و فقہاء ایسی وسیع الظرفی سے کام لے کر امت کے لئے بجائے مشکلات پیدا کرنے کے شرعی حدود میں آسانیاں بہم پہنچائیں اور دین فطرت کا زیادہ سے زیادہ فراخ قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں کہ حالات حاضرہ میں اس کی شدید ضرورت ہے۔ فقہاء کا وہ دور گزر چکا جب وہ ایک ایک جزئی پر میدان مناظرہ قائم کر دیا کرتے تھے جن سے تنگ آ کر حضرت شیخ سعدی کو کہنا پڑا

فقیهاں طریق جدل ساختند لم لانسلم در انداختند

١٦- بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِيْنِ

١٤٢٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ : إِمَامٌ عَدْلٌ، وشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ : إِنِّي أَخَافُ

باب خیرات داہنے ہاتھ سے دینی بہتر ہے

(۱۴۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا عبید اللہ عمری سے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبدالرحمٰن نے حفص بن عاصم سے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ انصاف کرنے والا حاکم' وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو' وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے' دو ایسے شخص جو اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں' اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے' ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ انسان جو

اللہ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)).

صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔

[راجع: ٦٦٠]

تشریح قیامت کے دن عرش عظیم کا سایہ پانے والے یہ سات خوش قسمت انسان مرد ہوں یا عورت ان پر حصر نہیں ہے۔ بعض احادیث میں اور بھی ایسے نیک اعمال کا ذکر آیا ہے جن کی وجہ سے سایہ عرش عظیم مل سکے گا بعض علماء نے اس موضوع پر مستقل رسالے تحریر فرمائے ہیں اور ان جملہ اعمال صالحہ کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کے نیچے سایہ ملنے کا ذریعہ بن سکیں گے۔ بعض نے اس فہرست کو چالیس تک بھی پہنچا دیا ہے۔

یہاں باب اور حدیث میں مطابقت اس متصدق سے ہے جو راہ اللہ اس قدر پوشیدہ خرچ کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے اور بائیں کو بھی خبر نہیں ہو پاتی۔ اس سے غایت خلوص مراد ہے۔

انصاف کرنے والا حاکم چودھری' پنچ' اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والا جوان اور مسجد سے دل لگانے والا نمازی اور دو باہمی الٰہی محبت رکھنے والے مسلمان اور صاحب عصمت وعفت مرد یا عورت مسلمان اور اللہ کے خوف سے آنسو بہانے والی آنکھیں یہ جملہ اعمال حسنہ ایسے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے والوں کو عرش الٰہی کا سایہ ملنا ہی چاہئے۔ اس حدیث سے اللہ کے عرش اور اس کے سایہ کا بھی اثبات ہوا جو بلا کیف وکم وتاویل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ قران پاک کی بہت سی آیات میں عرش عظیم کا ذکر آیا ہے۔ بلاشک وشبہ اللہ پاک صاحب عرش عظیم ہے۔ اس کے لئے عرش کا استواء اور جہت فوق ثابت اور برحق ہے جس کی تاویل نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔

١٤٢٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ : لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا)). [راجع: ١٤١١]

(۱۴۲۴) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' کہا کہ مجھے معبد بن خالد نے خبر دی' کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ صدقہ کیا کرو پس عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب آدمی اپنا صدقہ لے کر نکلے گا (کوئی اسے قبول کرلے مگر جب وہ کسی کو دے گا تو وہ) آدمی کہے گا کہ اگر اسے تم کل لائے ہوتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی حاجت نہیں رہی۔

ثابت ہوا کہ مرد مخلص اگر صدقہ زکوٰۃ علانیہ لے کر تقسیم کے لئے نکلے بشرطیکہ خلوص وللہیت مدنظر ہو تو یہ بھی مذموم نہیں ہے۔ یوں بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے ریا و نمود سے بچنے کے لئے پوشیدہ طور پر صدقہ زکوٰۃ خیرات دی جائے۔

١٧- بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

باب اس کے بارے میں کہ جس نے اپنے خدمت گار کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود اپنے ہاتھ سے نہیں دیا

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنِ))

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ خادم بھی صدقہ دینے والوں میں سمجھا جائے گا۔

١٤٢٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لاَ يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئاً)).

[أطرافه في : ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥].

(۱۴۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے۔ ان سے شقیق نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ کرے اور اس کی نیت شوہر کی پونجی برباد کرنے کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا کہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

تشریح مطلب ظاہر ہے کہ مالک کے مال کی حفاظت کرنے والے اور اس کے حکم کے مطابق اسی میں سے صدقہ خیرات نکالنے والے ملازم خادم خزانچی سب ہی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ثواب کے مستحق ہوں گے۔ حتیٰ کہ بیوی بھی جو شوہر کی اجازت سے اس کے مال میں سے صدقہ خیرات کرے وہ بھی ثواب کی مستحق ہوگی۔ اس میں ایک طرح سے خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور دیانت وامانت کی تعلیم و تلقین ہے۔ آیت شریفہ ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ﴾ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے۔

١٨- بَابُ لاَ صَدَقَةَ إِلاَّ عَنْ ظَهْرِ غِنًى

باب صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہ جائے (بالکل خالی ہاتھ نہ ہو بیٹھے)

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلاَفَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ))، إِلاَّ أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ. وَكَذَلِكَ آثَرَ الأَنْصَارُ

اور جو شخص خیرات کرے کہ خود محتاج ہو جائے یا اس کے بال بچے محتاج ہوں (تو ایسی خیرات درست نہیں) اسی طرح اگر قرضدار ہو تو صدقہ اور آزادی اور ہبہ پر قرض ادا کرنا مقدم ہو گا اور اس کا صدقہ اس پر پھیر دیا جائے گا اور اسکو یہ درست نہیں کہ (قرض نہ ادا کرے اور خیرات دے کر) لوگوں (قرض خواہوں) کی رقم تباہ کردے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال (بطور قرض) تلف کرنے (یعنی نہ دینے) کی نیت سے لے تو اللہ اس کو برباد کردے گا۔ البتہ اگر صبر اور تکلیف اٹھانے میں مشہور ہو تو اپنی خاص حاجت پر (فقیر کی حاجت کو) مقدم کر سکتا ہے۔ جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا

الْمُهَاجِرِيْنَ.
وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ. ((وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ ﷺ. قَالَ: ((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ)). قُلْتُ : فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ.

سارا مال خیرات میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے اپنی ضرورت پر مہاجرین کی ضروریات کو مقدم کیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے مال کو تباہ کرنے سے منع فرمایا ہے تو جب اپنا مال تباہ کرنا منع ہوا تو پرائے لوگوں کا مال تباہ کرنا کسی طرح سے جائز نہ ہو گا۔ اور کعب بن مالک نے (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے) عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنی توبہ کو اس طرح پورا کرتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ اور رسول پر تصدق کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں کچھ تھوڑا مال رہنے بھی دے وہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ کعب نے کہا بہت خوب میں اپنا خیبر کا حصہ رہنے دیتا ہوں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں احادیث نبوی اور آثار صحابہ کی روشنی میں بہت سے اہم امور متعلق صدقہ خیرات پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے لئے صدقہ خیرات کرنا اسی وقت بہتر ہے جبکہ وہ شرعی حدود کو مدنظر رکھے۔ اگر ایک شخص کے اہل وعیال خود ہی محتاج ہیں یا وہ خود دوسروں کا مقروض ہے پھر ان حالات میں بھی وہ صدقہ کرے اور نہ یہ اہل وعیال کا خیال رکھے نہ دوسروں کا قرض ادا کرے تو وہ خیرات اس کے لئے باعث اجر نہ ہو گی بلکہ وہ ایک طرح سے دوسروں کی حق تلفی کرنا اور جن کو دینا ضروری تھا ان کی رقم کو تلف کرنا ہو گا۔ ارشاد نبوی من اخذ اموال الناس یرید اتلافها کا یہی منشا ہے۔ ہاں صبر اور ایثار الگ چیز ہے۔ اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صابر وشاکر مسلمان ہو اور انصار جیسا ایثار پیشہ ہو تو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ایثار پیش کرنا جائز ہو گا۔ مگر آج کل ایسی مثالیں تلاش کرنا بے کار ہے۔ جبکہ آج کل ایسے اشخاص ناپید ہو چکے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ترین جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے بعد میں ان کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے اپنا سارا مال فی سبیل اللہ دے دینے کا خیال ظاہر کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سارے مال کو فی سبیل اللہ دینے سے منع فرمایا تو انہوں نے اپنی جائداد خیبر کو بچالیا' باقی کو خیرات کردیا۔ اس سے بھی اندازہ لگانا چاہئے کہ قرآن وحدیث کی یہ غرض ہرگز نہیں کہ کوئی بھی مسلمان اپنے اہل وعیال سے بے نیاز ہو کر اپنی جائداد فی سبیل اللہ بخش دے اور وارثین کو محتاج مفلس کرکے دنیا سے جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ یہ وارثین کی حق تلفی ہو گی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی منشائے باب ہے۔

١٤٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ)).

(۱۴۲۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں زہری نے' انہوں نے کہا مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین خیرات وہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔ پھر صدقہ پہلے انہیں دو جو تمہاری زیر پرورش ہیں۔

[أطرافه في : ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦].

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے عزیزو اقرباء جملہ متعلقین اگر وہ مستحق ہیں تو صدقہ خیرات زکوٰۃ میں سب سے پہلے ان ہی کا حق ہے۔ اس لئے ایسے صدقہ کرنے والوں کو دوگنے ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

١٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ)).

(۱۴۲۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کیا' ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے انہیں دو جو تمہارے بال بچے اور عزیز ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جسے دے کر آدمی مالدار رہے اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے' اسے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہی بنا دیتا ہے۔

١٤٢٨ - وَعَنْ وُهَيْبٍ: قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِهَذَا. [راجع: ١٤٢٦]

(۱۴۲۸) اور وہیب نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام نے اپنے والد سے بیان کیا' ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی بیان فرمایا۔

١٤٢٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ - وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ ((الْيَدُ الْعُلْيَاء خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ)).

(۱۴۲۹) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے سنا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا' ان سے مالک نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے صدقہ اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا اور دوسرں سے مانگنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا۔

تشریح حضرت امام بخاری نے باب منعقدہ کے تحت ان احادیث کو لا کر یہ ثابت فرمایا کہ ہر مرد مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب دولت بن کر اور دولت میں سے اللہ کا حق زکوٰۃ ادا کرکے ایسا رہنے کی کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر کا ہاتھ رہے اور تازیست نیچے والا نہ بنے یعنی دینے والا بن کر رہے نہ کہ لینے والا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا۔ حدیث میں اس کی

بھی ترغیب ہے کہ احتیاج کے باوجود بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا چاہئے بلکہ صبرو استقلال سے کام لے کر اپنے توکل علی اللہ اور خود داری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوت بازو کی محنت پر گزارہ کرنا چاہئے۔

١٩- بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطَى، لِقَوْلِهِ : [البقرة : ٢٦٢]:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُوْنَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلاَ أَذىً﴾ الآيَةَ

باب جو دے کر احسان جتائے اس کی مذمت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں

٢٠- باب مَن أحبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

باب خیرات کرنے میں جلدی کرنا چاہئے۔

١٤٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ : صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ - أَوْ قِيْلَ - لَهُ فَقَالَ : ((كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ، فَقَسَمْتُهُ)). [راجع: ٨٥١]

(١٤٣٠) ہم سے ابوعاصم نبیل نے عمر بن سعید سے بیان کیا' ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کی پھر جلدی سے آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لے آئے۔ اس پر میں نے پوچھا یا کسی اور نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں گھر کے اندر صدقہ کے سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ اسے تقسیم کئے بغیر رات گزاروں پس میں نے اس کو بانٹ دیا۔

(حدیث سے ثابت ہوا کہ خیرات اور صدقہ کرنے میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے یا مال باقی نہ رہے اور ثواب سے محروم رہ جائے۔ باب کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صاحب نصاب سال تمام ہونے سے پہلے ہی اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دے۔ اس بارے میں مزید وضاحت اس حدیث میں ہے۔ ﴿ عن علی ان العباس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تعجیل صدقۃ قبل ان تحل فرخص لہ فی ذالک (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی) ﴾ یعنی حضرت عباس بڑیٹھ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اپنی زکوۃ سال گزرنے سے پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں؟ اس پر آپ نے ان کو اجازت بخش دی۔ قال ابن مالک ھذا یدل علی جواز تعجیل الزکوۃ بعد حصول النصاب قبل تمام الحول الخ (مرعاۃ) یعنی ابن مالک نے کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نصاب مقررہ حاصل ہونے کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوۃ ادا کی جا سکتی ہے۔

٢١- بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الصَّدَقَةِ، وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا

باب لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانا اور اس کے لئے سفارش کرنا

١٤٣١- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلاَ بَعْدُ. ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ - وَ بِلاَلٌ مَعَهُ- فَوَعَظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ)). [راجع: ٩٨]

(۱۴۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا' ان سے سعید بن جبیر نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن نکلے۔ پس آپ نے (عید گاہ میں) دو رکعت نماز پڑھائی۔ نہ آپ نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپ عورتوں کی طرف آئے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ انہیں آپ نے وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ چنانچہ عورتیں کنگن اور بالیاں (بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔

باب کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کے لئے رغبت دلائی۔ اس سے صدقہ اور خیرات کی اہمیت پر بھی اشارہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ اللہ پاک کے غضب اور غصہ کو بجھا دیتا ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ترغیبات موجود ہیں۔ فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت عام ہے۔

١٤٣٢- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوبُرَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ: ((اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ)). [أطرافه في : ٦٠٢٧، ٦٠٢٨، ٧٤٧٦].

(۱۴۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا' اور ان سے ان کے باپ ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ صحابہ کرام سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ پاک اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔

معلوم ہوا کہ حاجت مندوں کی حاجت اور غرض پوری کردینا یا ان کے لئے سعی اور سفارش کر دینا بڑا ثواب ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو سفارش کرنے کی رغبت دلاتے اور فرماتے کہ اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری سفارش ضرور قبول ہوجائے۔ ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ مگر تم کو سفارش کا ثواب ضرور مل جائے گا۔

١٤٣٣- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((لاَ تُوكِي فَيُوكِي عَلَيْكِ)).

(۱۴۳۳) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبدہ نے ہشام سے خبردی' انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خیرات کو مت روک ورنہ تیرا رزق بھی روک دیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَن عَبْدَةَ

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' اور ان سے عبدہ نے یہی

وَقَالَ: ((لاَ تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ)).

حدیث روایت کی کہ گننے نہ لگ جانا ورنہ پھر اللہ بھی تجھے گن گن کر ہی دے گا۔

[أطرافه في : ١٤٣٤، ٢٥٩٠، ٢٥٩١].

مقصد صدقہ کیلئے رغبت دلانا اور بخل سے نفرت دلانا ہے۔ یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ سارا گھر لٹا کے کنگال بن جاؤ۔ یہاں تک فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھریں۔ لیکن بعض اشخاص کے لئے کچھ استثناء بھی ہوتا ہے جیسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنا تمام ہی اثاثہ فی سبیل اللہ پیش کردیا تھا اور کہا تھا کہ گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں باقی سب کچھ لے ہوں یہ صدیق اکبر جیسے متوکل اعظم ہی کی شان ہو سکتی ہے ہر کسی کا یہ مقام نہیں۔ بہر حال اپنی طاقت کے اندر اندر صدقہ خیرات کرنا بہت ہی موجب برکات ہے۔ دوسرا باب اس مضمون کی مزید وضاحت کر رہا ہے۔

٢٢- بَابُ الصَّدَقَةِ فِيْمَا اسْتَطَاعَ

باب جہاں تک ہو سکے خیرات کرنا

١٤٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ. ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((لاَ تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ. ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ)). [راجع: ١٤٣٣]

(١٤٣٤) ہم سے ابوعاصم (ضحاک) نے بیان کیا اور ان سے ابن جریج نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا' ان سے حجاج بن محمد نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہیں عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ پاک بھی تمہارے لئے اپنے خزانے میں بندش لگا دے گا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں میں خیر خیرات تقسیم کرتی رہ۔

٢٣- بَابُ الصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ

باب صدقہ خیرات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

١٤٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلاَةُ وَالصَّدَقَةُ

(١٤٣٥) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا' ان سے ابووائل نے' انہوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ لوگوں میں کس کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس کے بیان پر جرأت ہے۔ اچھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ نے فرمایا تھا) انسان کی

وَالْمَعْرُوفُ))- قَالَ سُلَيْمَانُ : قَدْ كَانَ يَقُولُ: ((الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ))- قَالَ : لَيْسَ هَذِهِ أُرِيْدُ، وَلَكِنِّي أُرِيْدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ. قَالَ : قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ. قَالَ : فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ: لاَ، بَلْ يُكْسَرُ. قَالَ : فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ : أَجَلْ. قَالَ : فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ: سَلْهُ. قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ : قُلْنَا : أَفَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي؟ قَالَ : نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةً. وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالأَغَالِيْطِ)). [راجع: ٥٢٥]

آزمائش (فتنہ) اس کے خاندان' اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز' صدقہ اور اچھی باتوں کے لئے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں- اعمش نے کہا ابووائل کبھی یوں کہتے تھے- نماز اور صدقہ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بری بات سے روکنا' یہ اس فتنے کو مٹا دینے والے نیک کام ہیں- پھر اس فتنے کے متعلق عمر بنالٹھ نے فرمایا کہ میری مراد اس فتنہ سے نہیں- میں اس فتنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پھیلے گا- حذیفہ بنالٹھ نے بیان کیا' میں نے کہا کہ امیرالمؤمنین آپ اس فتنے کی فکر نہ کیجئے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے- عمر بنالٹھ نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا صرف کھولا جائے گا- انہوں نے بتلایا نہیں بلکہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا- اس پر عمر بنالٹھ نے فرمایا کہ جب دروازہ توڑ دیا جائے گا تو پھر کبھی بھی بند نہ ہو سکے گا ابووائل نے کہا کہ ہاں پھر ہم رعب کی وجہ سے حذیفہ بنالٹھ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لئے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو- انہوں نے کہا کہ مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو حذیفہ بنالٹھ نے فرمایا کہ دروازہ سے مراد خود حضرت عمر بنالٹھ ہی تھے- ہم نے پھر پوچھا تو کیا عمر بنالٹھ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کون تھی؟ انہوں نے کہا ہاں جیسے دن کے بعد رات کے آنے کو جانتے ہیں اور یہ اس لئے کہ میں نے جو حدیث بیان کی وہ غلط نہیں تھی-

تشریح حضرت عمر بنالٹھ نے حضرت حذیفہ بنالٹھ کے بیان کی تعریف کی کیونکہ وہ اکثر آنحضرت ﷺ سے فتنوں اور فسادوں کے بارے میں جو آپ کے بعد ہونے والے تھے' پوچھتے رہا کرتے تھے- جبکہ دوسرے لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی- اس لئے حضرت عمر بنالٹھ نے ان سے فرمایا کہ بے شک تو دل کھول کر ان کو بیان کرے گا کیونکہ تو ان کو خوب جانتا ہے- اس حدیث کو حضرت امام بخاری یہاں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ صدقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے-

٢٤- بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

باب اس بارے میں کہ جس نے شرک کی حالت میں صدقہ دیا اور پھر اسلام لے آیا

١٤٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ

(۱۴۳۶) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی' انہیں عروہ

الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ، فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)).

[أطرافه في: ٢٢٢٠، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢].

نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان نیک کاموں سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقہ' غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔

تشریح امام بخاری نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کافر مسلمان ہو جائے تو کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا بھی ثواب ملے گا۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ بادشاہ حقیقی کے پیغمبر نے جو کچھ فرما دیا وہی قانون ہے۔ اس سے زیادہ صراحت دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جب کافر اسلام لاتا ہے اور اچھی طرح مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی ہر نیکی جو اس نے اسلام سے پہلے کی تھی' لکھ لی جاتی ہے اور ہر برائی جو اسلام سے پہلے کی تھی مٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا رہتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے اللہ پاک اسے بھی معاف کر دے۔

٢٥- بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

باب خادم نوکر کا ثواب' جب وہ مالک کے حکم کے مطابق خیرات دے اور کوئی بگاڑ کی نیت نہ ہو

١٤٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)).

(١٤٣٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا' ان سے ابووائل نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیوی اپنے خاوند کے کھانے میں سے کچھ صدقہ کرے اور اس کی نیت اسے برباد کرنے کی نہیں ہوتی تو اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح خزانچی کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔

تشریح یعنی بیوی کی خاوند کے مال کو بیکار تباہ کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کو بھی ثواب ملے گا۔ خادم کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ مگر بیوی اور خدمتگار میں فرق ہے۔ بیوی بغیر خاوند کی اجازت کے اس کے مال میں سے خیرات کر سکتی ہے لیکن خدمت گار ایسا نہیں کر سکتا۔ اکثر علماء کے نزدیک بیوی کو بھی اس وقت تک خاوند کے مال سے خیرات درست نہیں جب تک اجمالاً یا تفصیلاً اس نے اجازت نہ دی ہو اور امام بخاری کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ بعضوں نے کہا یہ عرف اور دستور پر موقوف ہے یعنی بیوی پکا ہوا کھانا وغیرہ ایسی تھوڑی چیزیں جن کے دینے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا' خیرات کر سکتی ہے گو خاوند کی اجازت نہ ملے۔

١٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

(١٤٣٨) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا' ان سے برید بن عبداللہ نے' ان سے ابوبردہ نے اور ان سے

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ - وَرُبَّمَا قَالَ : يُعْطِي -- مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلاً مُوَفَّراً طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ)).

[طرفاه في : ٢٢٦٠، ٢٣١٩].

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ خازن مسلمان امانتدار جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا وہ چیز پوری طرح دیتا ہے جس کا اسے سرمایہ کے مالک کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا دل بھی اس سے خوش ہے اور اسی کو دیا ہے جسے دینے کے لئے مالک نے کہا تھا تو وہ دینے والا بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

٢٦- بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

باب عورت کا ثواب جب وہ اپنے شوہر کی چیز میں سے صدقہ دے یا کسی کو کھلائے اور ارادہ گھر بگاڑنے کا نہ ہو۔

١٤٣٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا ح.

(۱۴۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی' کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر اور اعمش دونوں نے بیان کیا' ان سے ابووائل نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر (کے مال) سے صدقہ کرے۔

١٤٤٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ)).

(۱۴۴۰) (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' ان سے ابووائل شقیق نے' ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے کسی کو کھلائے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا بھی نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور شوہر کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔

تشریح: حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو تین طریقوں سے بیان کیا اور یہ تکرار نہیں ہے کیونکہ ہر ایک باب کے الفاظ جدا ہیں۔ کسی میں اذا تصدقت المراۃ ہے کہ کسی میں اذا اطعمت المراۃ ہے کسی میں من بیت زوجھا ہے کسی میں من طعام بیتھا ہے اور ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ تینوں کو برابر برابر ثواب ملے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت کو مرد کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا کہ داروغہ کو بھی ثواب ملے گا۔ مگر مالک کی طرح اس کو دوگنا ثواب نہ ہوگا۔ (وحیدی)

١٤٤١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)).

(۱۴۴۱) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا' ان سے ابووائل شقیق نے' ان سے مسروق نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جب عورت اپنے گھر کے کھانے کی چیز سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا' اسی طرح خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا۔

تشریح عورت کا خرچ کرنا اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کی نیت گھر برباد کرنے کی نہ ہو۔ بعض دفعہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اجازت حاصل کرے۔ مگر معمولی کھانے پینے کی چیزوں میں ہر وقت اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں خازن یا خادم کے لئے بغیر اجازت کوئی پیسہ اس طرح خرچ کر دینا جائز نہیں ہے۔ جب بیوی اور خادم بایں طور خرچ کریں گے تو اصل مالک یعنی خاوند کے ساتھ وہ بھی ثواب میں شریک ہوں گے۔ اگرچہ ان کے ثواب کی حیثیت الگ الگ ہوگی۔ حدیث کا مقصد بھی سب کے ثواب کو برابر قرار دینا نہیں ہے۔

٢٧- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى. وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ الآيَةَ [الليل:٥] اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

باب (سورۃ واللیل میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

جس نے (اللہ کے راستے میں) دیا اور اس کا خوف اختیار کیا اور اچھائیوں کی (یعنی اسلام کی) تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسانی کی جگہ یعنی جنت آسان کر دیں گے۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی برتی اور اچھائیوں (یعنی اسلام کو) جھٹلایا تو اسے ہم دشواریوں میں (یعنی دوزخ میں) پھنسا دیں گے اور فرشتوں کی اس دعا کا بیان کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اس کا اچھا بدلہ عطا فرما۔

١٤٤٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلاَّ مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)).

(۱۴۴۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے بھائی ابوبکر بن ابی اویس نے بیان کیا' ان سے سلیمان بن بلال نے' ان سے معاویہ بن ابی مزرد نے' ان سے ابوالحباب سعید بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے- تب اللہ پاک نے یہ آیت اتاری ﴿ فاما من اعطی واتقی ﴾ آخر تک اور اس روایت کو باب میں اس آیت کے تحت ذکر کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

٢٨- بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيْلِ

١٤٤٣- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ)). ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيْهِمَا. فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلاَ يُنْفِقُ إِلاَّ سَبَغَتْ - أَوْ وَفَرَتْ - عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوا أَثَرَهُ. وَأَمَّا الْبَخِيْلُ فَلاَ يُرِيْدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلاَّ لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلاَ تَتَّسِعُ)). تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

[أطرافه في : ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧].

باب صدقہ دینے والے کی اور بخیل کی مثال کا بیان

(۱۴۴۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ طاؤس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہیں- (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبداللہ بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ جب خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپالیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہے اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے- لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے- بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا- عبداللہ بن طاؤس کے ساتھ اس حدیث کو حسن بن مسلم نے بھی طاؤس سے روایت کیا' اس میں دو کرتے ہیں-

١٤٤٤- وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ ((جُنَّتَانِ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((جُنَّتَانِ)).

[راجع: ١٤٤٣]

(۱۴۴۴) اور حنظلہ نے طاؤس سے دو زرہیں نقل کیا ہے اور لیث بن سعد نے کہا مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے سنا کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں دو زرہیں ہیں-

تشریح: اس حدیث میں بخیل اور متصدق کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ سخی کی زرہ اتنی نیچی ہوجاتی ہے جیسے بہت نیچا کپڑا آدمی جب چلے تو وہ زمین پر گھسٹتا رہتا ہے اور پاؤں کا نشان مٹا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخی آدمی کا دل روپیہ خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کشادہ ہوجاتا ہے۔ بخیل کی زرہ پہلے ہی مرحلہ پر اس کے سینہ سے چمٹ کر رہ جاتی ہے اور اس کو سخاوت کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ اس کے ہاتھ زرہ کے اندر مقید ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حسن بن مسلم کی روایت کو امام بخاری نے کتاب اللباس میں اور حنظلہ کی روایت کو اسماعیل نے وصل کیا اور لیث بن سعد کی روایت اس سند سے نہیں ملی۔ لیکن ابن حبان نے اس کو دوسری سند سے لیث سے نکالا۔ جس طرح کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

٢٩- بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى :

باب محنت اور سوداگری کے مال میں سے خیرات کرنا ثواب ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ اللهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾. [البقرة: ٢٦٧].

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ میں) فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنی کمائی کی عمدہ پاک چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔ آخر آیت غنی حمید تک

تشریح: حضرت امام بخاری نے اشارہ کیا اس روایت کی طرف جو مجاہد سے منقول ہے کہ کسب اور کمائی سے اس آیت میں تجارت اور سوداگری مراد ہے اور زمین سے جو چیز اگائیں ان سے غلہ اور کھجور وغیرہ مراد ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

هكذا اورده هذا الترجمة مقتصرا على الاية بغير حديث وكانه اشار الى مارواه شعبة عن الحكم عن مجاهد فى هذا الاية يا ايها الذين آمنوا انفقوا من طيبت ماكسبتم الاية قال من التجارة الحلال اخرجه الطبرى وابن ابى حاتم من طريق آدم عنه واخرجه الطبرى من طريق هشيم عن شعبة ولفظه من الطيبات ماكسبتم قال من التجارة ومما اخرجنا لكم من الارض قال من الثمار ومن طريق ابى بكرا الهذلى عن محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن على قال فى قوله ومما اخرجنا لكم من الارض قال يعنى من الحب والتمر وكل شئى عليه زكوة وقال الزين ابن المنير لم يقيد الكسب فى الترجمة بالطيب كما فى الاية استغناء عن ذلك بما تقدم فى ترجمة باب الصدقة من كسب طيب (فتح البارى)

یعنی یہاں اس باب میں حضرت امام بخاری نے صرف اس آیت کے نقل کردینے کو کافی سمجھا اور کوئی حدیث یہاں نہیں لائے۔ گویا آپ نے اس روایت کی طرف اشارہ کردیا جسے شعبہ نے حکم سے اور حکم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ”من طیبت ماکسبتم“ سے مراد حلال تجارت ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے طریق آدم سے اور طبری نے طریق ہشیم سے بھی شعبہ سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے لفظ یہ کہ طیبات ماکسبتم سے مراد تجارت ہے اور مما اخرجنا لکم سے مراد پھل وغیرہ ہیں جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور طریق ابوبکر ہذلی میں محمد بن سیرین سے‘ انہوں نے عبیدہ بن عمرو سے‘ انہوں نے حضرت علی سے کہ مما اخرجنا لکم من الارض سے مراد دانے اور کھجور ہیں اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ واجب ہے مراد ہے۔ زین ابن منیر نے کہا کہ یہاں باب میں امام بخاری نے کسب کو طیب کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جیسا کہ آیت مذکور میں ہے‘ یہ اس لئے کہ حضرت امام پہلے ایک باب میں کسب کے ساتھ طیب کی قید لگا چکے ہیں۔

٣٠- بَابُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ

باب ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے اگر (کوئی چیز دینے کے لئے) نہ ہو تو اس کے لئے اچھی بات پر عمل کرنا یا اچھی بات دوسرے کو بتلا دینا بھی خیرات ہے۔

١٤٤٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)). فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ)). قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ)). قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ)).

(١٤٤٥) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ ابو بردہ نے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا کہ پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی سکت نہ ہو۔ فرمایا پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ اس کا یہی صدقہ ہے۔

[طرفه في : ٦٠٢٢].

تشریح امام بخاری نے ادب میں جو روایت نکالی ہے اس میں یوں ہے کہ اچھی یا نیک بات کا حکم کرے۔ ابوداؤد طیالسی نے اتنا اور زیادہ کیا اور بری بات سے منع کرے۔ معلوم ہوا جو شخص نادار ہو اس کے لیے وعظ و نصیحت میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الشیخ ابومحمد بن ابی جمرۃ نفع اللہ بہ ترتیب ھذا الحدیث انہ ندب الی الصدقۃ وعند العجز عنھا ندب الی مایقرب منھا او یقوم مقامھا وھو العمل والانتفاع وعند العجز عن ذلک ندب الی مایقوم مقامہ وھو الاغاثۃ وعند عدم ذلک ندب الی فعل المعروف ای من سوی ماتقدم کاماطۃ الاذی وعند عدم ذلک ندب الی الصلوٰۃ فان لم یطق فترک الشر وذلک آخر المراتب قال ومعنی الشر ھھنا ما منع الشرع ففیہ تسلیۃ للعاجز عن فعل المندوبات اذا کان عجزہ عن ذالک عن غیر اختیار (فتح الباری)

مختصر یہ کہ امام بخاری نے اس حدیث کو لا کر یہاں درجہ بدرجہ صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جب مالی صدقہ کی توفیق نہ ہو تو جو بھی کام اس کے قائم مقام ہو سکے وہی صدقہ ہے۔ مثلاً اچھے کام کرنا اور دوسروں کو اپنی ذات سے نفع پہنچانا' جب اس کی بھی توفیق نہ ہو تو کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کر دینا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی اور نیک کام کر دینا مثلاً یہ کہ راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کر دیا جائے۔ پھر نماز کی طرف رغبت دلائی کہ یہ بھی بہترین کام ہے۔ آخری مرتبہ یہ کہ برائی کو ترک کر دینا جسے شریعت نے منع کیا ہے۔ یہ بھی ثواب کے کام ہیں اور اس میں اس شخص کے لئے تسلی دلانا ہے جو افعال خیر سے بالکل عاجز ہو۔ ارشاد باری ہے وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ (آل عمران: ١١٥) لوگ جو کچھ بھی نیک کام کرتے ہیں وہ ضائع نہیں جاتا۔ بلکہ اس کا بدلہ کسی نہ کسی

شکل میں ضرور ضرور ملتا ہے۔ قدرت کا یہی قانون ہے۔ ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ﴾ (الزلزال: ۹۹)
جو ایک ذرہ برابر خیر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر شر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔

از مکافات غافل مشو گندم از گندم بروید جو زجو

۳۱- بَابُ قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ، ؟ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً

۱٤٤٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) فَقُلْتُ: لاَ، إِلاَّ مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ: ((هَاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا)).

[طرفاه في : ١٤٩٤، ٢٥٧٩].

باب زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے اور اگر کسی نے ایک پوری بکری دے دی؟

(۱۴۴۶) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا' ان سے خالد حذاء نے' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نسیبہ نامی ایک انصاری عورت کے ہاں کسی نے ایک بکری بھیجی (یہ نسیبہ نامی انصاری عورت خود ام عطیہ ہی کا نام ہے)۔ اس بکری کا گوشت انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھی بھیج دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اور تو کوئی چیز نہیں البتہ اس بکری کا گوشت جو نسیبہ نے بھیجا تھا' وہ موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہی لاؤ اب اس کا کھانا درست ہو گیا۔

تشریح باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ پوری بکری بطور صدقہ نسیبہ کو بھیجی گئی۔ اب ام عطیہ نے جو تھوڑا گوشت اس بکری میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ کے طور پر بھیجا۔ اس سے یہ نکلا کہ تھوڑا گوشت بھی صدقہ دے سکتے ہیں کیونکہ ام عطیہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجنا گو صدقہ نہ تھا مگر ہدیہ تھا۔ پس صدقہ کو اس پر قیاس کیا۔ ابن منیر نے کہا کہ امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر ان لوگوں کا رد کیا جو زکوٰۃ میں ایک فقیر کو اتنا دے دینا مکروہ سمجھتے ہیں کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ سے ایسا ہی منقول ہے لیکن امام محمد نے کہا اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (وحیدی)

آنحضرت ﷺ نے اس بکری کے گوشت کو اس لئے کھانا حلال قرار دیا کہ جب فقیر ایسے مال سے تحفہ کے طور پر کچھ بھیج دے تو وہ درست ہے۔ کیونکہ ملک کے بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔ یہی مضمون بریرہ کی حدیث میں بھی وارد ہے۔ جب بریرہ نے صدقہ کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ هو لها صدقة ولنا هديه (وحیدی) وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے اس کی طرف سے تحفہ ہے۔

۳۲- بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

۱٤٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ

باب چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

(۱۴۴۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں عمرو بن یحییٰ مازنی نے' انہیں ان کے باپ یحییٰ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید

قَالَ : قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ : ((لیسَ فیما دُونَ خَمسِ ذَودٍ صَدَقَةٌ مِنَ الإبلِ، وَلَیسَ فِیمَا دُونَ خَمسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَیسَ فِیمَا دُونَ خَمسَةِ أَوسُقٍ صَدَقَةٌ)).

خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعَ أَبَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهٰذَا [راجع: ١٤٠٥]

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کو سنا۔

تشریح: یہ حدیث ابھی اوپر باب ما ادی زکوتہ فلیس بکنز میں گزر چکی ہے اور وسق اور اوقیہ کی مقدار بھی وہیں مذکور ہو چکی ہے۔ پانچ اوقیہ دو سو درم کے ہوتے ہیں۔ ہر درم چھ دانق کا۔ ہر دانق ۸ جو اور ۵ / ۲ جو کا۔ تو درم ۵۰ جو اور ۵ / ۲ جو کا ہوا۔ بعضوں نے کہا کہ درم چار ہزار اور دو سو رائی کے دانوں کا ہوتا ہے۔ اور دینار ایک درم اور ۷ / ۳ درم کا یا چھ ہزار رائی کے دانوں کا۔ ایک قیراط ۸ / ۳ دانق کا ہوتا ہے۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم فرماتے ہیں کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن ساڑھے سات تولہ ہوتا ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جن کے سکہ رائج الوقت دہلی سے ۵۶ روپے کا بنتے ہیں۔

وقال شیخ مشائخنا العلامة الشیخ عبداللہ الغازیفوری فی رسالته ما معربه نصاب الفضة ماتنا درهم ای خمسون واثنتان تولجة ونصف تولجة وهی تساوی ستین روبیة من الروبیة الانکلیزیه المنافضة فی الهند فی زمن الانکلیز التی تکون بقدر عشر ماهجة ونصف ماهجة وقال الشیخ بحرالعلوم اللکنوی الحنفی فی رسائل الارکان الاربعه ص ۱۷۸ وزن مائتی درهم وزن خمس وخمسین روبیة وکل روبیة احد عشر ماشج (مرعاۃ جلد ۳ ص ۴۱)

ہمارے شیخ المشائخ علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری فرماتے ہیں کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم ہیں یعنی ساڑھے باون تولہ اور یہ انگریزی دور کے مروجہ چاندی کے روپے سے ساٹھ روپوں کے برابر ہوتی ہے۔ جو روپیہ تقریباً ساڑھے گیارہ ماشہ کا مروج تھا۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی فرماتے ہیں کہ دو سو درہم وزن چاندی ۵۵ روپے کے برابر ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چاندی کا نصاب اوزان ہندیہ کی مناسبت سے ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔

خلاصہ یہ کہ غلہ میں پانچ وسق سے کم پر عشر نہیں ہے اور پانچ وسق اکیس من ساڑھے سینتیس سیر وزن ۸۰ تولہ کے سیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۳۴ تولے (۶ تولہ کم ۳ سیر) کا ہوتا ہے۔ پس ایک وسق چار من ساڑھے پندرہ سیر کا ہوا۔

اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳۳- بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ

باب زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا اور) اسباب کا لینا

جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ میں چاندی سونے کے سوا دوسرے اسباب کا لینا درست نہیں۔ لیکن حنفیہ نے اس کو جائز کہا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لأَهْلِ الْيَمَنِ: ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَبِيسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ، وَخَيْرٌ لأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ)). وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ)) فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْعَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا. فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا. وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور طاؤس نے بیان کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ سامان واسباب یعنی خمیصہ (دھاری دار چادریں) یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لئے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لئے بھی بہتری ہوگی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ خالد نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار اور گھوڑے سب اللہ کے راستے میں وقف کردیئے ہیں۔(اس لئے ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہی نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے وہ آئندہ تفصیل سے آئے گی) اور نبی کریم ﷺ نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا کہ صدقہ کرو خواہ تمہیں اپنے زیور ہی کیوں نہ دینے پڑ جائیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسباب کا صدقہ درست نہیں۔ چنانچہ (آپ کے اس فرمان پر) عورتیں اپنی بالیاں اور ہار ڈالنے لگیں آنحضور ﷺ نے (زکوٰۃ کے لئے) سونے چاندی کی بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

تشریح: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں کو اس لئے یہ فرمایا کہ اول تو جو اور جوار کا یمن سے مدینہ تک لانے میں خرچ بہت پڑتا۔ پھر اس وقت مدینہ میں صحابہ کو غلہ سے بھی زیادہ کپڑوں کی حاجت تھی تو معاذ نے زکوٰۃ میں کپڑوں وغیرہ اسباب ہی کا لینا مناسب جانا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اسباب کو وقف کرنے سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب دینا درست ہے۔ اگر خالد رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو وقف نہ کیا ہوتا تو ضرور ان میں سے کچھ زکوٰۃ میں دیتے۔ بعضوں نے تو یوں توجیہ کی ہے کہ جب خالد نے مجاہدین کی سربراہی ہی سامان سے کی اور یہ بھی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے تو گویا زکوٰۃ میں سامان دیا وھو المطلوب۔ عید میں عورتوں کے زیور صدقہ میں دینے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب کا دینا درست ہے کیونکہ ان عورتوں کے سب زیور چاندی سونے کے نہ تھے جیسے کہ ہار وہ مشک اور لونگ سے بنا کر گلوں میں ڈالتیں۔

مخالفین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ نفل صدقہ تھا نہ فرض زکوٰۃ کیونکہ زیور میں اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (وحیدی)

زیور کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت مولانا عبداللہ شیخ الحدیث صاحب نے حضرت شیخ المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمان صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ زیور میں زکوٰۃ واجب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ﴿ وھو الحق ﴾ (مرعاۃ)

واقعہ حضرت خالد کے متعلق حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

قصه خالد تؤول علی وجوه احدها انهم طالبوا خالدا بالزکٰوة عن اثمان الاعتاد و والا درع بظن انها للتجارة وان الزکٰوة فیها واجبة فقال لهم لازکٰوة فیها علی فقالوا للنبی صلی الله علیه وسلم ان خالداً منع الزکٰوة فقال انکم تظلمونه لانه حبسها ووقفها فی سبیل الله قبل الحول فلا زکٰوة فیها الخ (مرعاة)

یعنی واقعہ خالد کی کئی طرح تاویل کی جا سکتی ہے ایک تو یہ کہ محصلین زکوۃ نے خالد سے ان کے ہتھیاروں اور زرع وغیرہ کی اس گمان سے زکوۃ طلب کی کہ یہ سب اموال تجارت ہیں اور ان میں زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر زکوۃ واجب نہیں۔ یہ مقدمہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خالد پر ظلم کر رہے ہو۔ اس نے تو سال کے پورا ہونے سے پہلے ہی اپنے تمام سامان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے۔ پس اس پر اس مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

لفظ اعتدہ کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ہیں بضم المثناة جمع عتد بفتحتین وفی مسلم اعتاده بزیادة الالف بعد التاء وهو ایضا جمعه وقال النووی واحده عتاد بفتح العین وقال الجزری الاعتد الاعتاد جمع عتاد وهو ما اعده من السلاح والدواب والالات الحرب ویجمع علی اعتده بکسر التاء ایضا وقیل هو الخیل خاصة یقال فرس عتید ای صلب او معد اللرکوب وسریع الوثوب

خلاصہ یہ کہ لفظ اعتد عتد کی جمع ہے اور مسلم میں اس کی جمع الف کے ساتھ اعتاد بھی آئی ہے۔ نووی نے کہا کہ اس کا واحد عتاد ہے۔ جزری نے کہا کہ اعتد اور اعتاد عتاد کی جمع ہیں ہر وہ چیز ہتھیار سے اور جانوروں سے ان آلات جنگ سے جو کوئی جنگ کے لئے ان کو تیار کرے اور اس کی جمع اعتدہ بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے خاص گھوڑا ہی مراد ہے فرس عتید اس گھوڑے پر بولا جاتا ہے جو بہت ہی تیز مضبوط سواری کے قابل ہو تیز قدم جلد کودنے اور دوڑنے والا۔

١٤٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ ﷺ ((وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ)).

[أطرافه في : ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥].

(۱۴۴۸) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے میرے والد عبداللہ بن مثنی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ نے بیان کیا۔ ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں (اپنے دور خلافت میں فرض زکوۃ سے متعلق ہدایت دیتے ہوئے) اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق یہ فرمان لکھا کہ جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچ گیا ہو اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں بلکہ بنت لبون ہے۔ تو اس سے وہی لے لیا جائے گا اور اس کے بدلہ میں صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زائد دیدے گا اور اگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ ابن لبون ہے تو یہ ابن لبون ہی لے لیا جائے گا اور اس صورت میں کچھ نہیں دیا جائے گا' وہ مادہ یا نر اونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔

١٤٤٩- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ((أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

(۱۴۴۹) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل نے ایوب سے بیان کیا اور ان سے عطاء بن ابی رباح نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا۔ اس وقت میں موجود تھا جب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز (عید) پڑھی۔ پھر آپ نے دیکھا کہ عورتوں

لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلاَلٌ نَاشِرٌ ثَوْبَهُ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي)). وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ. [راجع: ۹۸]

تک آپ کی آواز نہیں پہنچی' اس لئے آپ ان کے پاس بھی آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپ نے عورتوں کو وعظ سنایا اور ان سے صدقہ کرنے کے لئے فرمایا اور عوتیں (اپنا صدقہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔ یہ کہتے وقت ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت امام بخاری نے مقصد باب کے لئے اس سے بھی استدلال کیا کہ عورتوں نے صدقہ میں اپنے زیورات پیش کئے جن میں بعض زیور چاندی سونے کے نہ تھے۔

۳۴- بَابُ لاَ يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلاَ يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ

باب زکوٰۃ لیتے وقت جو مال جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کئے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جدا جدا نہ کئے جائیں اور سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

۱۴۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((وَلاَ يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلاَ يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ)).

(۱۴۵۰) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہی چیز لکھی تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا تھا۔ یہ کہ زکوٰۃ (کی زیادتی) کے خوف سے جدا جدا مال کو یک جا اور یک جا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے۔

تشریح سالم کی روایت کو امام احمد اور ابو یعلیٰ اور ترمذی وغیرہ نے وصل کیا ہے۔ امام مالک نے مؤطا میں اس کی تفسیریں بیان کی ہے۔ مثلاً تین آدمیوں کی الگ الگ چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر ایک پر ایک بکری زکوٰۃ کی واجب ہے۔ زکوٰۃ لینے والا جب آیا تو یہ تینوں اپنی بکریاں ایک جگہ کر دیں۔ اس صورت میں ایک ہی بکری دینی پڑے گی۔ اسی طرح دو آدمیوں کی شرکت کے مال میں مثلاً دو سو بکریاں ہوں تو تین بکریاں زکوٰۃ کی لازم ہوں گی اگر وہ زکوٰۃ لینے والا جب آئے اس کو جدا جدا کر دیں تو دو ہی بکریاں دینی ہوں گی۔ اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ فریب کرنا ہے' معاذ اللہ۔ وہ تو سب جانتا ہے۔ (وحیدی)

۳۵- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

باب اگر دو آدمی ساجھی ہوں تو زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دوسرے سے مجرا کر لیں۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ: إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهِمَا فَلاَ يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ:

اور طاؤس اور عطاء رحمہما اللہ نے فرمایا کہ جب دو شریکوں کے جانور الگ الگ ہوں' اپنے اپنے جانوروں کو پہچانتے ہوں تو ان کو اکٹھا نہ کریں

لاَ تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً [راجع: ١٤٤٨]

اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہو سکتی کہ دونوں شریکوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔

١٤٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ)). [راجع: ١٤٤٨]

(۱۴۵۱) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرض زکوٰۃ میں وہی بات لکھی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مقرر فرمائی تھی اس میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ جب دو شریک ہوں تو وہ اپنا حساب برابر کرلیں۔

تشریح عطا کے قول کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں وصل کیا ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جدا جدا رہنے دیں گے اور اگر ہر ایک کا مال بقدر نصاب ہو گا تو اس میں سے زکوٰۃ لیں گے ورنہ نہ لیں گے۔ مثلاً دو شریکوں کی چالیس بکریاں ہیں مگر ہر شریک کو اپنی اپنی بیس بکریاں علیحدہ اور معین طور سے معلوم ہیں تو کسی پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور زکوٰۃ لینے والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ دونوں کے جانور ایک جگہ کرکے ان کو چالیس بکریاں سمجھ کر ایک بکری زکوٰۃ کی لے۔ اور سفیان نے جو کہا امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد اور شافعی اور اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ جب دونوں شریکوں کے جانور مل کر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ لی جائے گی۔ (وحیدی)

٣٦- بَابُ زَكَاةِ الإِبِلِ ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

اس باب میں حضرت ابوبکر' ابوذر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں کی ہیں۔

١٤٥٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: ((وَيْحَكَ، إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا)).

(۱۴۵۲) ہم سے علی بن عبداللہ بن مدینی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق پوچھا (یعنی یہ کہ آپ اجازت دیں تو میں مدینہ میں ہجرت کر آؤں) آپ نے فرمایا۔ افسوس! اس کی تو شان بڑی ہے۔ کیا تیرے پاس زکوٰۃ دینے کے لئے کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ دیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہے سمندروں کے اس پار (جس ملک میں تو رہے وہاں) عمل کرتا رہ اللہ تیرے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔

[أطرافه في : ٢٦٣٣، ٣٩٢٣، ٦١٦٥].

تشریح مطلب آپ کا یہ تھا کہ جب تم اپنے ملک میں ارکان اسلام آزادی کے ساتھ ادا کر رہے ہو۔ یہاں تک کہ اونٹوں کی زکوٰۃ بھی باقاعدہ نکالتے رہتے ہو تو خواہ مخواہ ہجرت کا خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ ہجرت کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ گھر در وطن چھوڑنے کے بعد جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں ان کو ہجرت کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ مسلمانان ہند کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہئے اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین

٣٧- بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

١٤٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنِيا ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ ﷺ ((مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلاَّ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَو عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ)). [راجع: ١٤٤٨]

باب جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ زکوٰۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

(۱۴۵۳) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس فرض زکوٰۃ کے ان فریضوں کے متعلق لکھا تھا جن کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے۔ یہ کہ جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذعہ تک پہنچ جائے اور وہ جذعہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی' اگر ان کے دینے میں اسے آسانی ہو ورنہ بیس درہم لئے جائیں گے۔ (تاکہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے) اور اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور حقہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی لے لیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور اگر کسی پر زکوٰۃ حقہ کے برابر واجب ہو گئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون لے لی جائے گی اور زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم ساتھ میں اور دینے پڑیں گے اور اگر کسی پر زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس ہے حقہ ہو تو حقہ ہی اس سے لے لیا جائے گا اور اس صورت میں زکوٰۃ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زکوٰۃ دینے والے کو دے گا اور کسی کے پاس زکوٰۃ میں بنت لبون واجب ہوا اور بنت لبون اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا۔ لیکن زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

تشریح: اونٹ کی زکوٰۃ پانچ راس سے شروع ہوتی ہے' اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں پس اس صورت میں چوبیس اونٹوں تک ایک بنت مخاض واجب ہوگی یعنی وہ اونٹنی جو ایک سال پورا کرکے دوسرے میں لگ رہی ہو۔ اونٹنی ہو یا اونٹ۔ پھر چھتیس پر بنت لبون یعنی وہ اونٹ جو دو سال کا ہو تیسرے میں چل رہا ہو۔ پھر چھیالیس پر ایک حقہ یعنی وہ اونٹ جو تین سال کا ہو کر چوتھے میں چل رہا ہو۔ پھر اکسٹھ پر جذعہ یعنی وہ اونٹ جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں چل رہا ہو۔ حضرت امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اونٹ کی زکوٰۃ مختلف عمر کے اونٹ جو واجب ہوئے ہیں اگر کسی کے پاس اس عمر کا اونٹ نہ ہو جس کا دینا صدقہ کے طور پر واجب ہوا تھا تو اس سے کم یا زیادہ عمر والا اونٹ بھی لیا جا سکے گا' مگر کم دینے کی صورت میں خود اپنی طرف سے اور زیادہ دینے کی صورت میں صدقہ وصول کرنے والے کی طرف سے روپیہ یا کوئی اور چیز اتنی مالیت کی دی جائے گی جس سے اس کمی یا زیادتی کا حق ادا ہو جائے۔ جیسا کہ تفصیلات حدیث مذکورہ میں دی گئی ہیں اور مزید تفصیلات حدیث ذیل میں آ رہی ہیں۔

٣٨- بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

١٤٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى الأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ ((بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ - هَذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوقَهَا فَلاَ يُعْطِ: فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلاَثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًا وَثَلاَثِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًا وَأَرْبَعِيْنَ إِلَى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ

باب بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

(۱۴۵۴) ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو ان کو یہ پروانہ لکھ دیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔
یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے فرض قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ اس لئے جو شخص مسلمانوں سے اس پروانہ کے مطابق زکوٰۃ مانگے تو مسلمانوں کو اسے دے دینا چاہئے اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز نہ دے۔ چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری دینی ہوگی۔ (پانچ سے کم میں کچھ نہیں) لیکن جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک ایک برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو مادہ ہوتی ہے۔ جب اونٹ کی تعداد چھتیس تک پہنچ جائے (تو چھتیس سے) پینتالیس تک دو برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے (تو چھیالیس سے) ساٹھ تک میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو جفتی کے قابل ہوتی ہے۔ جب تعداد اکسٹھ تک پہنچ جائے (تو اکسٹھ سے) پچھتر تک چار برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھہتر تک پہنچ جائے (تو چھہتر سے) نوے

- يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِيْنَ - إِلَى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ. فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلاَّ أَرْبَعٌ مِنَ الإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ. وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ. فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلاَثِمِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلاَثُ شِيَاهٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلاَثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلاَّ تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا)).[راجع: ١٤٤٨]

تک دو دوبرس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی۔ جب تعداد اکیانوے تک پہنچ جائے تو (اکیانوے سے) ایک سو بیس تک تین تین برس کی دو اونٹنیاں واجب ہوں گی جو جفتی کے قابل ہوں۔ پھر ایک سو بیس سے بھی تعداد آگے بڑھ جائے تو ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور ہر پچاس پر ایک تین برس کی۔ اور اگر کسی کے پاس چار اونٹ سے زیادہ نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر جب ان کا مالک اپنی خوشی سے کچھ دے اور ان بکریوں کی زکوٰۃ جو (سال کے اکثر حصے جنگل یا میدان وغیرہ میں) چر کر گزارتی ہیں اگر ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہو تو (چالیس سے) ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہوگی اور جب ایک سو بیس سے تعداد بڑھ جائے (تو ایک سو بیس سے) سے دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اگر دو سو سے بھی تعداد بڑھ جائے تو (تو دو سو سے) تین سو تک تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب تین سو سے بھی تعداد آگے نکل جائے تو اب ہر ایک سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر اپنی خوشی سے مالک کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اور چاندی میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ واجب ہوگی لیکن اگر کسی کے پاس ایک سو نوے (درہم) سے زیادہ نہیں ہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر خوشی سے کچھ اگر مالک دینا چاہئے تو اور بات ہے۔

تشریح: زکوٰۃ ان ہی گائے' بیل یا اونٹوں یا بکریوں میں واجب ہے جو آدھے برس سے زیادہ جنگل میں چر لیتی ہوں اور اگر آدھے برس سے زیادہ ان کو گھر سے کھلانا پڑتا ہے تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اہلحدیث کے نزدیک سوا ان تین جانوروں یعنی اونٹ' گائے' بکری کے سوا اور کسی جانور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ مثلاً گھوڑوں یا خچروں یا گدھوں میں۔ (وحیدی)

٣٩- بَابٌ لاَ تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلاَ ذَاتُ عَوَارٍ وَلاَ تَيْسٌ، إِلاَّ مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

باب زکوٰۃ میں بوڑھا یا عیب دار یا نر جانور نہ لیا جائے گا مگر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔

١٤٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:

(1455) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ

حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُولَهُ ﷺ ((وَلاَ يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلاَ ذَاتُ عَوَارٍ وَلاَ تَيْسٌ، إِلاَّ مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ)).

سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا' ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام زکوٰۃ کے مطابق لکھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھے' عیبی اور نر نہ لئے جائیں' البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔

مثلاً زکوٰۃ کے جانور سب مادیاں ہی مادیاں ہوں نر کی ضرورت ہو تو نر لے سکتا ہے یا کسی عمدہ نسل کے اونٹ یا گائے یا بکری کی ضرورت ہو اور گو اس میں عیب ہو مگر اس کی نسل لینے میں آئندہ فائدہ ہو تو لے سکتا ہے۔

٤٠- بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

باب بکری کا بچہ زکوٰۃ میں لینا

١٤٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. ح. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا)).

[راجع: ١٤٠٠]

(۱۴۵۶) ہم ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے (دوسری سند) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آنحضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا تھا) قسم اللہ کی اگر یہ مجھے بکری کے ایک بچہ کو بھی دینے سے انکار کریں گے جسے یہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے اس انکار پر ان سے جہاد کروں گا۔

١٤٥٧- قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: ((فَمَا هُوَ إِلاَّ أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ)). [راجع: ١٣٩٩]

(۱۴۵۷) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے شرح صدر عطا فرمایا تھا اور پھر میں نے بھی یہی سمجھا کہ فیصلہ انہیں کا حق تھا۔

تشریح بکری کا بچہ اس وقت زکوٰۃ میں لیا جائے گا کہ تحصیلدار مناسب سمجھے یا کسی شخص کے پاس نرے بچے ہی بچے رہ جائیں۔ حضرت امام بخاری نے حدیث عنوان میں یہ اشارہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان لفظوں سے نکالا کہ اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ جسے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے اس سے بھی انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۔ پہلے پہل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں سے جو زکوٰۃ نہ دیتے تھے لڑنے میں تامل ہوا کیونکہ وہ کلمہ گو تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان سے زیادہ علم تھا۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان سے متفق ہو گئے۔ اس حدیث سے یہ صاف نکلتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے آدمی کا اسلام پورا نہیں ہوتا۔ جب تک اسلام کے تمام اصول اور قطعی فرائض کو نہ مانے۔ اگر اسلام کے ایک قطعی فرض کا کوئی انکار کرے' جیسے نماز یا روزہ یا زکوٰۃ

یا جہاد یا حج تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس پر جہاد کرنا درست ہے۔ (وحیدی)

٤١- بَابُ لاَ تُوخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

باب زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اور چھٹے ہوئے مال نہ لئے جائیں گے

١٤٥٨- حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيِّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمِ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْتَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا الصَّلاَةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ)). [راجع: ١٣٩٥]

(۱۴۵۸) ہم سے امیہ بن بسطام نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے روح بن قاسم نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن امیہ نے' ان سے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے' ان سے ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ دیکھو! تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (عیسائی یہودی) ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کرلیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں (زکوٰۃ کے طور پر لینے سے) پرہیز کرنا۔

ان کے فقیروں میں تقسیم کا مطلب یہ کہ ان ہی کے ملک کے فقیروں کو۔ اس معنی کے تحت ایک ملک کی زکوٰۃ دوسرے ملک کے فقیروں کو بھیجنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ مگر جمہور علماء کہتے ہیں کہ مراد مسلمان فقراء ہیں خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی ملک کے ہوں۔ اس معنی کے تحت زکوٰۃ کا دوسرے ملک میں بھیجنا درست رکھا گیا ہے۔ حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ وقال شیخنا فی شرح الترمذی والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تکون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه والله تعالٰی اعلم (مرعاة)

یعنی ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمٰن شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ صرف اسی صورت میں وہاں سے زکوٰۃ دوسری جگہ دی جائے جب وہاں مستحق لوگ نہ ہوں یا وہاں سے نقل کرنے میں کوئی مصلحت ہو یا بہت ہی اہم ہو اور زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہو کہ وہ نہ بھیجنے کی صورت میں حاصل نہ ہو۔ ایسی حالت میں دوسری جگہ میں زکوٰۃ نقل کی جا سکتی ہے۔

٤٢- بَابُ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ

باب پانچ اونٹوں سے کم میں

ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

زکوۃ نہیں

١٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرَقِ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الإِبِلِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ١٤٠٥]

(۱۴۵۹) ہم عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ مازنی نے' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

تشریح اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

عن ابی سعید خمس اواق من الورق صدقة وهو مطابق للفظ الترجمة و كان للمصنف اراد ان يبين بالترجمة ما ابهم فى لفظ الحديث اعتماداً على طريق الاخرى واواق بالتنوين وباثبات التحتانية مشدداً ومخففا جمع اوقية بضم الهمزة وتشديد التحتانية و حكى الجيانى وقيه بحذف الالف وفتح الواو ومقدار الاوقية فى هذا الحديث اربعون درهما بالاتفاق والمراد بالدرهم الخالص من الفضة سواء كان مضروبا او غير مضروب۔

اوسق جمع وسق بفتح الواو ويجوز كسرها كما حكاه صاحب المحكم وجمعه حينئذ او ساق كحمل واحمال وقد وقع كذلك فى رواية المسلم وهو ستون صاعا بالاتفاق ووقع فى رواية ابن ماجة من طريق ابى البخترى عن ابى سعيد نحو هذا الحديث وفيه والوسق ستون صاعا۔ وقد اجمعوا على ذلک فى خمسة اوسق فما زاد اجمع العلماء على اشتراط الحول فى الماشية والنقد دون المعشرات والله اعلم (فتح الباری) خلاصہ عبارت یہ کہ پانچ اوقیہ چاندی میں زکوۃ ہے۔ یہی لفظ باب کے مطابق ہے اور دوسری روایت پر اعتماد کرتے ہوئے لفظ حدیث میں جو ابہام تھا' اسے ترجمہ کے ذریعہ بیان کردیا۔ اور لفظ اواق اوقیہ کی جمع ہے جس کی مقدار متفقہ طور پر چالیس درہم ہے۔ درہم سے خالص چاندی کا سکہ مراد ہے جو مضروب ہو یا غیر مضروب۔

لفظ اوسق وسق کی جمع ہے اور وہ متفقہ طور پر ساٹھ صاع پر بولا گیا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ عشر کے لئے پانچ وسق کا ہونا ضروری ہے اور جانوروں کے لئے' نقدی کے لئے ایک سال کا گزر جانا بھی شرط ہے اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اجناس جن سے عشر نکالا جاتا ہے ان کے لیے سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔

قلت هذا الحديث صريح فى ان النصاب شرط لوجوب العشر او نصف العشر فلا تجب الزكوة فى شئى من الزروع والثمار حتى تبلغ خمسة اوسق وهذا مذهب اكثر اهل العلم والصاع اربعة امداد والمد رطل وثلث رطل فالصاع خمسة ارطال وثلث رطل ذلک بالرطل الذى وزنه مائة درهم وثمانية عشرون درهما بالدراهم اللتى كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل (مرعاة)

یعنی میں کہتا ہوں کہ حدیث ہذا صراحت کے ساتھ بتلا رہی ہے کہ عشر یا نصف عشر کے لئے نصاب شرط ہے پس کھیتی اور پھلوں میں کوئی زکوۃ فرض نہ ہوگی جب تک وہ پانچ وسق کو نہ پہنچ جائے اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا

ہے۔ اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد ایک رطل اور تہائی رطل کا پس صاع کے پانچ اور ثلث رطل ہوئے اور یہ حساب اس رطل سے ہے جس کا وزن ایک سو اٹھائیس درہم کے برابر ہوں اور درہم سے مراد وہ جس کیلئے دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہو۔

بعض علمائے احناف ہند نے یہاں کی زمینوں سے عشر کو ساقط قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جو یہاں کی اراضی کو خراجی قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

اختلف اصحاب الفتوى من الحنفية في اراضى المسلمين في بلاد الهند في زمن الانكليز وتخبطوا في ذالک فقال بعضهم لاعشر فيها لانها اراضى دارالحرب وقال بعضهم ان اراضى الهند ليست بعشرية ولا خراجية بل اراضى الحوز اى اراضى بيت المال واراض المملكة والحق عندنا وجوب العشر فى اراضى الهند مطلقا اى على اى صفة كانت فيجب العشر او نصفه على المسلم فيما يحصل له من الارض اذا بلغ النصاب سواء كانت الارض ملكا له او لغيره زرع فيها على سبيل الاجارة اوالعارية او المزارعة لان العشر فى الحب والزرع والعبرة لمن يملكه فيجب الزكوٰة فيه على مالكه المسلم وليس من مونة الارض فلايبحث عن صفتها والفربية التى تاخذها المملكة من اصحاب المزارع فى الهند ليست خراجا شرعيا ولا مما يسقط فريضة العشر كما لايخفى وارجع الى المغنى (ص ۲ / ۷۲۸) (مرعاة' ج: ۳/ ص: ۳۸)

یعنی انگریزی دور میں ہندی مسلمانوں کی اراضیات کے متعلق علمائے احناف نے جو صاحبان فتویٰ تھے' بعض نے یہ خبط اختیار کیا کہ ان زمینوں کی پیداوار میں عشر نہیں ہے' اس لئے کہ یہ اراضی دارالحرب ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ زمینیں نہ تو عشری ہیں نہ خراجی بلکہ یہ حکومت کی زمینیں ہیں اور ہمارے نزدیک امر حق یہ ہے کہ اراضی ہند میں مطلقاً پیداوار نصاب پر مسلمانوں کے لئے عشر واجب ہے' چاہے وہ زمین ان کی ملک ہو یا غیر کی ہوں وہ کاشتکار ہوں یا ٹھیکیدار ہوں بہرحال اناج کی پیداوار جو نصاب کو پہنچ جائے عشر واجب ہے اور اس بارے میں زمین پر اخراجات اور سرکاری مالیانہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہندوستان میں سرکار جو محصول لیتی ہے' وہ خراج شرعی نہیں ہے اور نہ اس سے عشر ساقط ہو سکتا ہے۔

٤٣- بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

باب گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ)) وَيُقَالَ: ((جُؤَارٌ)). تَجْأَرُونَ: أَيْ تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ

اور ابوحمید ساعدی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں (قیامت کے دن اس حال میں) وہ شخص دکھلادوں گا جو اللہ کی بارگاہ میں گائے کے ساتھ اس طرح آئے گا کہ وہ گائے بولتی ہوئی ہوگی۔ (سورۂ مومنون میں لفظ) جوار (خوار کے ہم معنی) یجارون (اس وقت کہتے ہیں جب) اس طرح لوگ اپنی آواز بلند کریں جیسے گائے بولتی ہے۔

١٤٦٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ - أَوْ وَالَّذِي لاَ إِلَهَ

(۱۴۶۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے معرور بن سوید سے بیان کیا' ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا (آپ نے قسم اس طرح کھائی) اس ذات کی

غَيْرُهُ، أَوْ كَمَا حَلَفَ - مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لاَ يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلاَّ أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَازَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ)). رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفه في : ٦٦٣٨].

قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ نے قسم کھائی ہو (اس تاکید کے بعد فرمایا) کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازہ کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا۔ (اور اسے اپنے سینگ مارے گا اور کھروں سے روندے گا) اس وقت تک (یہ سلسلہ برابر قائم رہے گا) جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اس حدیث کو بکیر بن عبداللہ نے ابو صالح سے روایت کیا ہے 'انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس حدیث سے باب کا مطلب یعنی گائے بیل کی زکوٰۃ دینے کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ عذاب اس امر کے ترک پر ہوگا جو واجب ہے۔ مسلم کی روایت میں اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرتا ہو۔ حضرت امام بخاری کی شرائط کے مطابق انہیں گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اس باب کے تحت آپ نے اس حدیث کو ذکر کر کے گائے کی زکوٰۃ کی فرضیت پر دلیل پکڑی۔

٤٤- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الأَقَارِبِ

باب اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ)).

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب کے حق میں فرمایا جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی تھی) اس کو دوگنا ثواب ملے گا' ناطہ جوڑنے اور صدقے کا۔

اہلحدیث کے نزدیک یہ مطلقاً جائز ہے۔ جب اپنے رشتہ دار محتاج ہوں تو باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو یا خاوند بیوی کو یا بیوی خاوند کو دے۔ بعضوں نے کہا اپنے چھوٹے بچے کو فرض زکوٰۃ دینا بالاجماع درست نہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اپنے خاوند کو بھی دینا درست نہیں رکھا اور امام شافعی اور امام احمد نے حدیث کے موافق اس کو جائز رکھا ہے۔ مترجم (مولانا وحید الزماں مرحوم) کہتا ہے کہ رشتہ داروں کو اگر وہ محتاج ہوں زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ملے گا ناجائز ہونا کیسا؟ (وحیدی)

رائح کا معنی بے کھٹکے آمدنی کا مال یا بے محنت اور مشقت کی آمدنی کا ذریعہ۔ روح کی روایت خود امام بخاری نے کتاب البیوع میں اور یحییٰ بن یحییٰ کی کتاب الوصایا میں اور اسماعیل کی کتاب التفسیر میں وصل کی۔ (وحیدی)

١٤٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ

(١٤٦١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے' کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے۔ اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا

أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((بَخٍ! ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)).
تَابَعَهُ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَا)).
[أطرافه في :٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٥٨، ٢٧٦٩، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١].

باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لن تنالوا البر الخ یعنی "تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔" یہ سن کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ اور جو بات تم نے کہی میں نے وہ سن لی۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ عبداللہ بن یوسف کے ساتھ اس روایت کی متابعت روح نے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک کے واسطہ سے (رابح کے بجائے) رایح نقل کیا ہے۔

تشریح اس حدیث سے صاف نکلا کہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا درست ہے۔ یہاں تک کہ بیوی بھی اپنے مفلس خاوند اور مفلس بیٹے پر خیرات کر سکتی ہے۔ اور گو یہ صدقہ فرض زکوٰۃ نہ تھا۔ مگر فرض زکوٰۃ کو بھی اس پر قیاس کیا ہے۔ بعضوں نے کہا جس کا نفقہ آدمی پر واجب ہو جیسے بیوی کا یا چھوٹے لڑکے کا تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اور چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زندہ تھے' اس لیے ان کے ہوتے ہوئے بچے کا خرچ ماں پر واجب نہ تھا۔ لہٰذا ماں کو اس پر خیرات خرچ کرنا جائز ہوا۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

١٤٦٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي

(۱۴۶۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی'

زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ ((خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ، تَصَدَّقُوا)). فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)). فَقُلْنَ: وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ. مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ)). ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيْلَ : يَا رَسُولَ اللهِ، هَذِهِ زَيْنَبُ. فَقَالَ: ((أَيُّ الزَّيَانِبِ؟)) فَقِيْلَ: امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ ((نَعَمْ، ائْذَنُوا لَهَا))، فَأُذِنَ لَهَا. قَالَتْ : يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ)).

[راجع: ٣٠٤]

انہیں عیاض بن عبداللہ نے' اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ فرمایا: لوگو! صدقہ دو۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا' اس لیے کہ تم لعن وطعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کار آزمودہ مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو! پھر آپ واپس گھر پہنچے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینبؓ آئیں اور اجازت چاہی۔ آپؐ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کون سی زینب (کیونکہ زینب نام کی بہت سی عورتیں تھیں) کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا انہیں اجازت دے دو' چنانچہ اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن (میرے خاوند) ابن مسعودؓ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے لڑکے اس کے ان (مسکینوں) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعودؓ نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ کے طور پر دوگی۔ (معلوم ہوا کہ اقارب اگر محتاج ہوں تو صدقہ کے اولین مستحق وہی ہیں)

٤٥- بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

باب مسلمان پر اس کے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے

١٤٦٣- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلاَمِهِ صَدَقَةٌ)).

(۱۴۶۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن یسار سے سنا' ان سے عراک بن مالک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

٤٦- بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

باب مسلمان کو اپنے غلام (لونڈی) کی زکوٰۃ دینی ضروری نہیں ہے۔

١٤٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلاَ فِيْ فَرَسِهِ)).

[راجع: ١٤٦٣]

(۱۴۶۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا' ان سے خثیم بن عراک بن مالک نے' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند) اور ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خثیم بن عراک بن مالک نے بیان کیا' انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔

اہلحدیث کا محقق مذہب یہی ہے کہ غلاموں اور گھوڑوں میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے گو تجارت کے لیے ہوں۔ مگر ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ ان ہی جنسوں میں لازم ہے جن کا بیان آنحضرت ﷺ نے فرما دیا۔ یعنی چوپایوں میں سے اونٹ' گائے' اور بیل بکریوں میں اور نقد مال سے سونے چاندی میں اور غلوں میں سے گیہوں اور جو اور جوار اور میووں میں سے کھجور' اور سوکھی انگور میں' بس ان کے سوا اور کسی مال میں زکوٰۃ نہیں گو وہ تجارت اور سوداگری ہی کے لیے ہو اور ابن منذر نے جو اجماع اس کے خلاف پر نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جب ظاہریہ اور اہلحدیث اس مسئلہ میں مختلف ہیں تو اجماع کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث اور دار قطنی کی حدیث کہ جس مال کو ہم بیچنے کے لیے رکھیں اس میں آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا' یا کپڑے میں زکوٰۃ ہے ضعیف ہے۔ حجت کے لیے لائق نہیں۔

اور آیت قرآن خذ من اموالھم صدقۃ میں اموال سے وہی مال مراد ہیں جن کی زکوٰۃ کی تصریح حدیث میں آئی ہے۔ یہ امام شوکانی کی تحقیق ہے اور سید علامہ نے اس کی تائید کی ہے۔ اس بنا پر جواہر' موتی' مونگا' یاقوت' الماس اور دوسری صدہا اشیائے تجارتی میں جیسے گھوڑے' گاڑیاں' کتابیں' کاغذ میں زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔ مگر چونکہ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اموال تجارتی میں وجوب زکوٰۃ کے

طرف گئے ہیں لہٰذا احتیاط اور تقویٰ یہی ہے کہ ان میں سے زکوۃ نکالے۔ (وحیدی)

٤٧- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

١٤٦٥- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلاَلِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ : ((إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا)). فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوَ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقِيْلَ لَهُ : مَا شَأْنُكَ؟ تَكَلَّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَلاَ يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ. قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ، وَقَالَ : ((أَيْنَ السَّائِلُ؟)) - وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ - فَقَالَ : ((إِنَّهُ لاَ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ، وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ، إِلاَّ آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ، أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ. وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ)) - أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيْداً عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[راجع: ٩٢١]

باب یتیموں پر صدقہ کرنا بڑا ثواب ہے

(۱۴۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ہشام دستوائی نے' یحییٰ سے بیان کیا۔ ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا' اور انہوں نے ابو سعید خدری بنالٹھ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیبائش و آرائش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی۔ تم نے نبی کریم ﷺ سے ایک بات پوچھی لیکن آنحضور ﷺ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ بیان کیا کہ پھر آنحضور ﷺ نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ کو آنے لگتا تھا) پھر پوچھا کہ سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ آپؐ نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہیں جو جان لیوا یا تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بچ جاتا ہے کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت بھی ایک خوشگوار سبزہ زار ہے۔ اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین' یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔ یا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اگر کوئی شخص زکوۃ حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور قیامت کے دن یہ مال اس کے

خلاف گواہ ہو گا۔

تشریح اس طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے مستقبل کی بابت کئی ایک اشارے فرمائے جن میں سے بیشتر باتیں وجود میں آ چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے مسلمانوں کے عروج و اقبال کے دور پر بھی اشارہ فرمایا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ دنیا کی ترقی مال و دولت کی فراوانی یہاں کا عیش و عشرت یہ چیزیں بظاہر خیر ہیں مگر بعض دفعہ ان کا نتیجہ شر سے بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضور کیا خیر کبھی شر کا باعث ہو جائے گی۔ اس سوال کے جواب کے لیے آنحضرت ﷺ وحی کے انتظار میں خاموش ہو گئے۔ جس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ اس سوال سے خفا ہو گئے ہیں۔ کافی دیر بعد جب اللہ پاک نے آپ کو بذریعہ وحی جواب سے آگاہ فرما دیا تو آپؐ نے یہ مثال دے کر جو حدیث میں مذکور ہے سمجھایا اور بتلایا کہ گو دولت حق تعالیٰ کی نعمت اور اچھی چیز ہے مگر جب بے موقع اور گناہوں میں صرف کی جائے تو یہی دولت عذاب بن جاتی ہے۔ جیسے فصل کی ہری گھاس وہ جانوروں کے لیے بڑی عمدہ نعمت ہے۔ مگر جو جانور ایک ہی مرتبہ گر کر اس کو حد سے زیادہ کھا جائے تو اس کے لیے یہی گھاس زہر کا کام دیتی ہے۔ جانور پر کیا منحصر ہے۔ یہی روٹی جو آدمی کے لیے باعث حیات ہے اگر اس میں بے اعتدالی کی جائے تو باعث موت بن جاتی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا قحط سے متاثر بھوکے لوگ جب ایک ہی مرتبہ کھانا پا لیتے ہیں اور حد سے زیادہ کھا جاتے ہیں تو بعض دفعہ ایسے لوگ پانی پیتے ہی دم توڑ دیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ کھانا ان کے لیے زہر کا کام دیتا ہے۔

پس جو جانور ایک ہی مرتبہ ربیع کی پیداوار پر نہیں گرتا بلکہ سوکھی گھاس پر جو بارش سے ذرا ذرا ہری نکلتی ہے اس کے کھانے پر قناعت کرتا ہے۔ اور پھر کھانے کے بعد سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر اس کے ہضم ہونے کا انتظار کرتا ہے۔ پاخانہ پیشاب کرتا ہے تو وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

اسی طرح دنیا کا مال بھی ہے جو اعتدال سے حرام و حلال کی پابندی کے ساتھ اس کو کماتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے آپ کھاتا ہے۔ مسکین، یتیم، مسافروں کی مدد کرتا ہے تو وہ بچا رہتا ہے۔ مگر جو حریص کتے کی طرح دنیا کے مال و اسباب پر گر پڑتا ہے اور حلال و حرام کی قید اٹھا دیتا ہے۔ آخر وہ مال اس کو ہضم نہیں ہوتا۔ اور استفراغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی بد ہضمی ہو کر اسی مال کی دھن میں اپنی جان بھی گنوا دیتا ہے۔ پس مال دنیا کی ظاہری خوبصورتی پر فریب مت کھاؤ، ہوشیار رہو، حلوہ کے اندر زہر لپٹا ہوا ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کالذی یاکل ولا یشبع میں ایسے لالچی طماع لوگوں پر اشارہ ہے جن کو جوع البقر کی بیماری ہو جاتی ہے اور کسی طرح ان کی حرص نہیں جاتی۔

حدیث اور باب میں مطابقت حدیث کا جملہ فنعم صاحب المسلم ما اعطی منہ المسکین والیتیم و ابن السبیل ہے۔ کہ اس سے یتیموں پر صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

٤٨- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

قَالَهُ أَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

١٤٦٦- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ

باب عورت کا خود اپنے شوہر کو یا اپنی زیر تربیت یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا۔

اس کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(١٤٦٦) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے، ان سے عمرو بن الحارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعودؓ

الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ: ((كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ)). وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا. فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللهِ: سَلْ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيَجْزِيْ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامِي فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ. فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي. فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلاَلٌ فَقُلْنَا: سَلِ النَّبِيَّ ﷺ أَيَجْزِيءُ عَنِّي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي. وَقُلْنَا: لاَ تُخْبِرْ بِنَا. فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : ((مَنْ هُمَا؟)) فَقَالَ زَيْنَبُ. قَالَ : ((أَيُّ الزَّيَانِبِ؟)) قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ. قَالَ : ((نَعَمْ، وَلَهَا أَجْرَانِ : أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ)).

کی بیوی زینبؓ نے۔ (اعمش نے) کہا کہ میں نے اس حدیث کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا۔ تو انہوں نے بھی مجھ سے ابو عبیدہ سے بیان کیا۔ ان سے عمرو بن حارث نے اور ان سے عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب نے' بالکل اسی طرح حدیث بیان کی (جس طرح شقیق نے کی کہ) زینبؓ نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا۔ آپ یہ فرما رہے تھے' صدقہ کرو' خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔ اور زینب اپنا صدقہ اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور چند یتیموں پر بھی جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھ سے کفایت کرے گا جو میں آپ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں۔ لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت میں نے آپؐ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا۔ جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں۔ (جو زینب ابو مسعود انصاری کی بیوی تھیں) پھر ہمارے سامنے سے بلال گذرے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند یتیم بچوں پر خرچ کر دوں۔ ہم نے بلال سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریانت کرتی ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ بلالؓ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کون سی زینب؟ بلالؓ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! بے شک درست ہے۔ اور انہیں دو گنا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔

تشریح اس حدیث میں صدقہ یعنی خیرات کا لفظ ہے جو فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ اور نفل خیرات دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعیؒ اور ثوریؒ اور صاحبین اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے ایک روایت ایسی ہی ہے اپنے خاوند کو اور بیٹوں کو (بشرطیکہ وہ غریب

مسکین ہوں) دینا درست ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماں باپ اور بیٹے کو دینا درست نہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خاوند کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں صدقہ سے نفل صدقہ مراد ہے۔ (وحیدی)

لیکن خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں زکوٰۃ فرض کو مراد لیا ہے۔ جس سے ان کا مسلک ظاہر ہے حدیث کے ظاہر الفاظ سے بھی حضرت امام کے خیال ہی کی تائید ہوتی ہے۔

١٤٦٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ؟ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ. فَقَالَ: ((انْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ)).

[طرفه في: ٥٣٦٩].

(۱۴۶۷) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدہ نے' ان سے ہشام نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے' ان سے زینب بنت ام سلمہ نے' ان سے ام سلمہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اگر میں ابو سلمہ (اپنے پہلے خاوند) کے بیٹوں پر خرچ کروں تو درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان پر خرچ کر۔ تو جو کچھ بھی ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔

محتاج اولاد پر صدقہ خیرات حتیٰ کہ مال زکوٰۃ دینے کا جواز ثابت ہوا۔

٤٩- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ﴾ [التوبة: ٦٠].

باب اللہ تعالیٰ کے فرمان

(زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے کہ زکوٰۃ) غلام آزاد کرانے میں' مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے۔

وفی الرقاب سے یہی مراد ہے۔ بعضوں نے کہا مکاتب کی مدد کرنا مراد ہے اور اللہ کی راہ سے مراد غازی اور مجاہد لوگ ہیں۔ اور امام احمدؒ اور اسحاق نے کہا کہ حاجیوں کو دینا بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ مکاتب وہ غلام جو اپنی آزادی کا معاملہ اپنے مالک سے طے کر لے اور معاملہ کی تفصیلات لکھ جائیں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ، وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلاَ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ الآيَةَ. فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ)). وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لاَسٍ: (حَمَلَنَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ

اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج کے لیے دے سکتا ہے۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر کوئی زکوٰۃ کے مال سے اپنے آپ کو جو غلام ہو خرید کر آزاد کر دے تو جائز ہے۔ اور مجاہدین کے اخراجات کے لیے بھی زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جس نے حج نہ کیا ہو۔ (تاکہ اس امداد سے حج کر سکے) پھر انہوں نے سورۂ توبہ کی آیت انما الصدقات للفقراء آخر تک کی تلاوت کی اور کہا کہ (آیت میں بیان شدہ تمام مصارف زکوٰۃ میں سے) جس کو بھی زکوٰۃ دی جائے کافی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ

لِلْحَجِّ))۔ کے راستے میں وقف کر دی ہیں۔ ابو الاس (زیادہ خزاعی صحابی) رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکوٰۃ کے اونٹوں پر سوار کر کے حج کرایا۔

تشریح قرآن شریف میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مذکور ہیں۔ فقراء' مساکین' عاملین زکوٰۃ' مؤلفۃ القلوب' رقاب' غارمین فی سبیل اللہ ابن السبیل یعنی مسافر۔ امام حسن بصریؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ والا ان میں سے کسی میں بھی زکوٰۃ کا مال خرچ کرے تو کافی ہو گا۔ اگر ہو سکے تو آٹھوں قسموں میں دے مگر یہ ضروری نہیں ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور شافعیہ سے منقول ہے کہ آٹھوں مصرف میں زکوٰۃ خرچ کرنا واجب ہے گو کسی مصرف کا ایک ہی آدمی ملے۔ مگر ہمارے زمانہ میں اس پر عمل مشکل ہے۔ اکثر ملکوں میں مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب اور رقاب نہیں ملتے۔ اسی طرح عاملین زکوٰۃ (وحیدی)

آیت مصارف زکوٰۃ کے تحت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"یہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں حقیقت میں معاملہ کی قدرتی ترتیب بھی یہی ہے سب سے پہلے فقراء اور مساکین کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے مقدم ہیں پھر عاملین کا ذکر آیا جن کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر ان کا ذکر آیا جن کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لیے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرانے اور قرضداروں کو بار قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا جس کا زیادہ اطلاق دفاع پر ہوا۔ پھر دین کے اور امت کے عام مصالح اس میں شامل ہیں۔ مثلاً قرآن اور علوم دینی کی ترویج و اشاعت' مدارس کا اجراء و قیام' دعاۃ و مبلغین کے ضروری مصارف' ہدایت و ارشادات کے تمام مفید وسائل۔

فقہا و مفسرین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے۔ بعضوں نے مسجد' کنواں' پل جیسی تعمیرات خیریہ کو بھی اس میں داخل کر دیا۔ (نیل الاوطار) فقہائے حنفیہ میں سے صاحب فتاویٰ ظہیریہ لکھتے ہیں المراد طلبة العلم اور صاحب بدائع کے نزدیک وہ تمام کام جو نیکی اور خیرات کے لیے ہوں اس میں داخل ہیں۔ سب کے آخر میں ابن السبیل یعنی مسافر کو جگہ دی۔

جمہور کے مذہب کا مطلب یہ ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور یہی مذہب قرآن و سنت کی تصریحات اور روح کے مطابق بھی ہے۔ ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعیؒ اس کے خلاف گئے ہیں۔" (اقتباس از تفسیر ترجمان القرآن آزاد جلد ۲ ص ۱۳۰)

فی سبیل اللہ کی تفسیر میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں: و اما سبیل الله فالمراد ههنا الطريق اليه عز و جل والجهاد و ان كان اعظم الطريق الى الله عز و جل لكن لا دليل على اختصاص هذا السهم به بل يصح صرف ذلك فى كل ما كان طريقا الى الله هذا معنى الاية لغتًا والواجب الوقوف على المعنى اللغوية حيث لم يصح النقل هنا شرعا و من جملة سبيل الله الصرف فى العلماء الذين يقومون بمصالح المسلمين الدينية فان لهم فى مال الله نصيبا بل الصرف فى هذه الجهة من اهم الامور لان العلماء ورثة الانبياء و حملة الدين و بهم تحفظ بيضة الاسلام و شريعة سيد الانام و قد كان علماء الصحابة ياخذون من العطاء ما يقوم بما يحتاجون اليه.

اور علامہ شوکانی اپنی کتاب و بل الغمام میں لکھتے ہیں:

و من جملة فى سبيل الله الصرف فى العلماء فان لهم فى مال الله نصيبًا سواء كانوا اغنياء او فقراء بل الصرف فى هذه الجهة من اهم الامور و قد كان علماء الصحابة يا خذون من جملة هذه الاموال التى كانت تفرق بين المسلمين على هذه الصفة من الزكوٰة الخ

(ملخص از كتاب دليل الطالب ص ۴۳۲)

خلاصہ یہ کہ یہاں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جو وصول الی اللہ کا بہت ہی بڑا راستہ ہے۔ مگر اس حصہ کے ساتھ سبیل اللہ کی تخصیص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ نیک جگہ مراد ہے جو طریق الی اللہ سے متعلق ہو۔ آیت کے لغوی معانی یہی ہیں۔ جن پر واقفیت ضروری ہے۔ اور سبیل اللہ میں ان علماء پر خرچ کرنا بھی جائز ہے جو خدمات مسلمین میں دینی حیثیت سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کے مال میں یقیناً حصہ ہے بلکہ یہ اہم الامور ہے۔ اس لیے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ سے اسلام اور شریعت سید الانام محفوظ ہے۔ علمائے صحابہ بھی اپنی حاجات کے مطابق اس سے عطایا لیا کرتے تھے۔

علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ میں علمائے دین کے مصارف میں خرچ کرنا بھی داخل ہے۔ ان کا اللہ کے مال میں حصہ ہے اگرچہ وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں۔ اس مصرف میں خرچ کرنا بہت ہی اہم ہے اور علمائے صحابہ بھی اپنی حاجات کے لیے اس صفت پر اموال زکوٰۃ سے عطایا لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٤٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقِيْلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلاَّ أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِداً، قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)). تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ: ((هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)). وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : حُدِّثْتُ عَنِ الأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

(۱۴۶۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی' کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے اعرج سے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن جمیل یہ شکر نہیں کرتا کہ کل تک تو وہ فقیر تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اسے مالدار بنا دیا۔ باقی رہے خالد' تو ان پر تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔ اور عباس بن عبدالمطلب' تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ اور ان کی زکوٰۃ انہی پر صدقہ ہے۔ اور اتنا ہی اور انہیں میری طرف سے دینا ہے۔ اس روایت کی متابعت ابوالزناد نے اپنے والد سے کی اور ابن اسحاق نے ابوالزناد سے یہ الفاظ بیان کئے۔ ھی علیہ و مثلھا معھا (صدقہ کے لفظ کے بغیر) اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے اعرج سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی گئی۔

تشریح: اس حدیث میں تین اصحاب کا واقعہ ہے۔ پہلا ابن جمیل ہے جو اسلام لانے سے پہلے محض قلاش اور مفلس تھا۔ اسلام کی برکت سے مالدار بن گیا تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ اب وہ زکوٰۃ دینے میں کراہتا ہے اور خفا ہوتا ہے۔ اور حضرت خالدؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خود فرما دیا جب انہوں نے اپنا سارا مال و اسباب ہتھیار وغیرہ فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے تو اب وقفی مال کی زکوٰۃ کیوں دینے لگا۔ اللہ کی راہ میں مجاہدین کو دینا یہ خود زکوٰۃ ہے۔ بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ خالد تو ایسا سخی ہے کہ اس نے ہتھیار گھوڑے وغیرہ سب راہ خدا میں دے ڈالے ہیں۔ وہ بھلا فرض زکوٰۃ کیسے نہ دے گا تم غلط کہتے ہو کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتا۔ حضرت عباسؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ بلکہ اس سے دونا میں ان پر سے تصدق کروں گا۔ مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عباسؓ

کی زکوٰۃ بلکہ اس کا دونا روپیہ میں دوں گا۔ حضرت عباسؓ دو برس کی زکوٰۃ پیشگی آنحضرت ﷺ کو دے چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تحصیل کرنے والوں کو زکوٰۃ نہ دی۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ بالفعل ان کو مہلت دو۔ سال آئندہ ان سے دوہری یعنی دو برس کی زکوٰۃ وصول کرنا۔ (مختصراز وحیدی)

٥٠- بَابُ الإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

باب سوال سے بچنے کا بیان

١٤٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ: ((مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ)).

[طرفه في : ٦٤٧٠].

(۱۴۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے' ابن شہاب سے خبردی' انہیں عطاء بن یزید لیثی نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا اور آپؐ نے پھر دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس جو مال و دولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر و استقلال دے دیتا ہے۔ اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی۔ (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)

تشریح شریعت اسلامیہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی بھی کس قدر اہم ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے' سوال کرنے سے مختلف طریقوں کے ساتھ ممانعت کی ہے اور ساتھ ہی اپنے زور بازو سے کمانے اور رزق حاصل کرنے کی ترغیبات دلائی ہیں۔ مگر پھر بھی کتنے ہی ایسے معذورین مرد عورت ہوتے ہیں جن کو بغیر سوال کئے چارہ نہیں۔ ان کے لیے فرمایا وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنی سوال کرنے والوں کو نہ ڈانٹو بلکہ نرمی سے ان کو جواب دے دو۔

حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کا نام سعد بن مالک ہے۔ اور یہ انصاری ہیں۔ جو کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ حافظ حدیث اور صاحب فضل و عقل علمائے کبار صحابہ میں ان کا شمار ہے ۸۴ سال کی عمر پائی اور ۷۴ ھ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

١٤٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ

(۱۴۷۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبردی' انہیں ابوالزناد نے' انہیں اعرج نے' انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اٹھالائے (پھر انہیں بازار

خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلاً فَيَسْأَلُهُ، أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ)).

[أطرافه في : ١٤٨٠، ٢٠٧٤، ٢٣٧٤].

میں بیچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی کے پاس آکر سوال کرے۔ پھر جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے یا نہ دے۔

تشریح حدیث ہذا سے یہ نکلتا ہے کہ ہاتھ سے محنت کر کے کھانا کمانا نہایت افضل ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ کمائی کے تین اصول ہیں۔ ایک زراعت' دوسری تجارت' تیسری صنعت و حرفت۔ بعضوں نے کہا ان تینوں میں تجارت افضل ہے۔ بعضوں نے کہا زراعت افضل ہے۔ کیونکہ اس میں ہاتھ سے محنت کی جاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں ہے جو ہاتھ سے محنت کر کے پیدا کیا جائے' زراعت کے بعد پھر صنعت افضل ہے۔ اس میں بھی ہاتھ سے کام کیا جاتا ہے۔ اور نوکری تو بدترین کسب ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے محنت کر کے کمانے والے مسلمان پر کس قدر محبت کا اظہار فرمایا کہ اس کی خوبی پر آپ نے اللہ پاک کی قسم کھائی۔ پس جو لوگ محض نکمے بن کر بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں۔ پھر قسمت کا گلہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ عنداللہ و عندالرسول اچھے نہیں ہیں۔

١٤٧١ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ)).

[طرفاه في : ٢٠٧٥، ٢٣٧٣].

(۱۴۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے' ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے۔ اور اسے بیچے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے' اسے وہ دیں یا نہ دیں۔

اس حدیث کے راوی حضرت زبیر بن عوام ہیں جن کی کنیت ابو عبداللہ قریشی ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضور ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ اور ان کی والدہ شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے جب کہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اس پر ان کے چچا نے دھویں سے ان کا دم گھوٹ کر تکلیف پہنچائی تاکہ یہ اسلام چھوڑ دیں مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھوڑا۔ یہ تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ساتھ رہے اور یہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اول تلوار اللہ کے راستے میں سونتی۔ اور آنحضور ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں ڈٹے رہے۔ اور عشرہ مبشرہ میں ان کا بھی شمار ہے۔ چونسٹھ سال کی عمر میں بصرہ میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ حادثہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔ اول وادی سباع میں دفن ہوئے۔ پھر بصرہ میں منتقل کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

١٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

(۱۴۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب نے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر

((سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ: ((يَا حَكِيْمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ. الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيْمٌ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لاَ أَرْزَأُ أَحَداً بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيْماً إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ. ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئاً، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيْمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى تُوُفِّي)).

[أطرافه في : ٢٧٥٠، ٣١٤٣، ٦٤٤١].

مانگا اور آپؐ نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپؐ نے پھر بھی عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے۔ لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو سخی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے۔ اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہو گی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہو گا جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا (یاد رکھو) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم بن حزامؓ نے کہا' کہ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ تا آنکہ اس دنیا ہی سے میں جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ حضرت عمرؓ مال فے یعنی ملکی آمدنی سے ان کا حصہ ان کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔

تشریح: حکیم بن حزامؓ کی کنیت ابو خالد قریشی اسدی ہے۔ یہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانوں میں بڑی عزت و منزلت کے مالک رہے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ۵۴ھ میں اپنے مکان کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی۔ ساٹھ سال عہد جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں زندگی پائی۔ بڑے زیرک اور فاضل متقی صحابہ میں سے تھے زمانہ جاہلیت میں سو غلاموں کو آزاد کیا۔ اور سو اونٹ سواری کے لیے بخشے۔ وفات نبوی کے بعد یہ مدت تک زندہ رہے یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی دس سال کی زندگی پائی۔ مگر کبھی ایک پیسہ بھی انہوں نے کسی سے نہیں لیا۔ جو بہت بڑے درجے کی بات ہے۔

اس حدیث میں حکیم انسانیت رسول کریم ﷺ نے قانع اور حریص کی مثال بیان فرمائی کہ جو بھی کوئی دنیاوی دولت کے سلسلہ میں قناعت سے کام لے گا اور حرص اور لالچ کی بیماری سے بچے گا اس کے لیے برکتوں کے دروازے کھلیں گے اور تھوڑا مال

بھی اس کے لیے کافی ہو سکے گا۔ اس کی زندگی بڑے ہی اطمینان اور سکون کی زندگی ہو گی۔ اور جو شخص حرص کی بیماری اور لالچ کے بخار میں مبتلا ہو گا اس کا پیٹ بھر ہی نہیں سکتا خواہ اس کو ساری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے وہ پھر بھی اسی چکر میں رہے گا کہ کسی نہ کسی طرح سے اور زیادہ مال حاصل کیا جائے۔ ایسے طماع لوگ نہ اللہ کے نام پر خرچ کرنا جانتے ہیں نہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ نہ کشادہ دلی کے ساتھ اپنے اور اپنے اہل و عیال ہی پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر سرمایہ داروں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بہت ہی بھیانک تصویر نظر آتی ہے۔ فخر موجودات ﷺ نے ان ہی حقائق کو اس حدیث مقدس میں بیان فرمایا ہے۔

٥١- بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلاَ إِشْرَافِ نَفْسٍ

باب اگر اللہ پاک کسی کو بن مانگے اور بن دل لگائے اور امیدوار رہے کوئی چیز دلا دے (تو اس کو لے لے)

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ [الذاريات : ١٩]

اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا۔ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور خاموش رہنے والے دونوں کا حصہ ہے۔

اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ بن مانگے جو اللہ دے دے اس کا لینا درست ہے۔ ورنہ محروم خاموش فقیر کا حصہ کچھ نہ رہے گا۔ قسطلانی نے کہا کہ بغیر سوال جو آئے اس کا لے لینا درست ہے بشرطیکہ حلال کا مال ہو اگر مشکوک مال ہو تو واپس کر دینا ہی پرہیز گاری ہے۔

١٤٧٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ : ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ: ((خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلاَ سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَا لاَ فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ)).

[طرفاه في : ٧١٦٣، ٧١٦٤].

(۱۴۷۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے زہری نے' ان سے سالم نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ آپ مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیجئے۔ لیکن آنحضورؐ فرماتے کہ لے لو' اگر تمہیں کوئی ایسا مال ملے جس پر تمہارا خیال نہ لگا ہوا ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے قبول کرلیا کرو۔ اور جو نہ ملے تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔

٥٢- بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

باب اگر کوئی شخص اپنی دولت بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرے؟

١٤٧٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ

(۱۴۷۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن ابی جعفر نے کہا' کہ میں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ)).

عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہو گا۔

١٤٧٥- وَقَالَ : ((إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الأُذُنِ. فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ)). وَزَادَ عَبْدُ اللهِ: قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ: ((فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ. فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ)). وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْأَلَةِ.

[طرفه في : ٤٧١٨].

(۱۴۷۵) اور آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور پھر محمد ﷺ سے۔ عبداللہ نے اپنی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا' کہ پھر آنحضور ﷺ شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے۔ پھر آپ بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے۔ اور معلّٰی بن اسد نے کہا کہ ہم سے وہیب نے نعمان بن راشد سے بیان کیا' ان سے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے' ان سے حمزہ بن عبداللہ نے' اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سنا' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پھر اتنی ہی حدیث بیان کی جو سوال کے باب میں ہے۔

تشریح: حدیث کے باب میں بھی سوال کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ غیر مستحق سوال کرنے والوں کا حشر میں یہ حال ہو گا کہ ان کے چہرے پر گوشت نہ ہو گا اور اس ذلت و خواری کے ساتھ وہ میدان حشر میں محشور ہوں گے۔

سوال کرنے کی تفصیل میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

وهي على ثلاثة اوجه حرام و مكروه و مباح فالحرام لمن سال و هو غنى من زكوٰة او اظهر من الفقر فوق ما هو به و المكروه لمن سال ما عنده ما يمنعه عن ذلك و لم يظهر من الفقر فوق ما هو به والمباح لمن سال بالمعروف قريبا او صديقا و اما السوال عند الضرورة واجب لاحياء النفس وادخله الداودى فى المباح و اما الاخذ من غير مسئلة ولا اشراف نفس فلا باس به (عینی)

یعنی سوال کی تین قسمیں ہیں۔ حرام' مکروہ اور مباح۔ حرام تو اس کے لیے جو مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ میں سے مانگے اور خواہ مخواہ اپنے کو محتاج ظاہر کرے۔ مکروہ اس کے لیے جس کے پاس وہ چیز موجود ہے جسے وہ اور سے مانگ رہا ہے' وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ چیز تو میرے پاس موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ اپنے آپ کو محتاج بھی ظاہر نہیں کرتا پھر سوال کر رہا ہے۔ اور مباح اس کے لیے ہے جو حقیقی حاجت کے وقت اپنے کسی خاص دوست یا رشتہ دار سے سوال کرے۔ بعض مرتبہ سخت ترین ضرورت کے تحت جہاں

موت و زندگی کا سوال آ جائے سوال کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اور بغیر سوال کئے اور تاکے جھانکے کوئی چیز از خود مل جائے تو اس کے لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

غیر مستحقین سائلین کی سزا کے بیان کے ساتھ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت کبریٰ کا بھی بیان کیا گیا ہے جو قیامت میں آپ کو حاصل ہو گی۔ جہاں کسی بھی نبی و رسول کو مجال کلام نہ ہو گا وہاں آپ ﷺ نوع انسان کے لیے شافع اور مشفع بن کر تشریف لائیں گے۔ اللهم ارزقنا شفاعة حبيبك صلى الله عليه و سلم يوم القيامة امين

٥٣- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة: ٢٧٣] وَكَمْ الْغِنَى، ؟ وَقَولِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَلاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ)) ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيْلِ اللهِ لاَ يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ - ﴿فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة : ٢٧٣].

باب (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد

کہ جو لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے اور کتنے مال سے آدمی مالدار کہلاتا ہے۔ اس کا بیان اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہ شخص جو بقدر کفایت نہیں پاتا (گویا اس کو غنی نہیں کہہ سکتے) اور (اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے کہ) صدقہ خیرات تو ان فقراء کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں گھر گئے ہیں۔ کسی ملک میں جا نہیں سکتے کہ وہ تجارت ہی کر لیں۔ ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔ آخر آیت فان الله به عليم تک (یعنی وہ حد کیا ہے جس سے سوال ناجائز ہو)

باب کی حدیث میں اسکی تصریح نہیں ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کو اس کے متعلق کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو انکی شرط پر ہو۔

١٤٧٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ الأُكْلَةُ وَالأُكْلَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِي وَ لاَ يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا)).

[طرفاه في : ١٤٧٩، ٤٥٣٩].

(١٤٧٦) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں۔ لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا (مسکین وہ جو کمائے مگر بقدر ضرورت نہ پاسکے)

تشریح ابو داؤد نے سہل بن حنظلہ سے نکالا کہ صحابہ نے پوچھا تونگری جس سے سوال منع ہو' کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جب صبح شام کا کھانا اسکے پاس موجود ہو۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یوں ہے جب دن رات کا پیٹ بھر کھانا اسکے پاس ہو۔ بعضوں نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے دوسری حدیثوں سے جس میں مالدار اسکو فرمایا ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مالیت کی چیزیں (وحیدی)

١٤٧٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ

(١٤٧٧) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان

الْحَذَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ((كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلاَثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ)). [راجع: ٨٤٤]

سے ابن اشوع نے' ان سے عامر شعبی نے۔ کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہؓ کے منشی وراد نے بیان کیا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں کوئی ایسی حدیث لکھئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا۔ بلاوجہ کی گپ شپ' فضول خرچی۔ لوگوں سے بہت مانگنا۔

تشریح: فضول کلامی بھی ایسی بیماری ہے جس سے انسان کا وقار خاک میں مل جاتا ہے۔ اس لیے کم بولنا اور سوچ سمجھ کر بولنا عقل مندوں کی علامت ہے۔ اسی طرح فضول خرچی کرنا بھی انسان کی بڑی بھاری حماقت ہے جس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اسی لیے قرآنی تعلیم یہ ہے کہ نہ بخیل بنو اور نہ اتنے ہاتھ کشادہ کرو کہ پریشان حالی میں مبتلا ہو جاؤ۔ درمیانی چال بہرحال بہتر ہے۔ تیسرا عیب کثرت کے ساتھ دست سوال دراز کرنا یہ بھی اتنا خطرناک مرض ہے کہ جس کو لگ جائے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور وہ بری طرح سے اس میں گرفتار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ حدیث لکھ کر حضرت امیر معاویہؓ کو پیش کی۔ اشارہ تھا کہ آپ کی کامیابی کا راز اس حدیث میں مضمر ہے۔ جس میں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم میں اس حدیث شریف کو بھی بڑا مقام حاصل ہے۔ اللہ پاک ہم کو یہ حدیث سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

١٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْهُمْ رَجُلاً لَمْ يُعْطِهِ - وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ - فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ : مَا لَكَ عَنْ فُلاَنٍ، وَاللهِ إِنِّي لأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)). قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلاً، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلاَنٍ، وَاللهِ إِنِّي لأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)). قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلاً،

(۱۴۷۸) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے اپنے باپ سے بیان کیا' ان سے صالح بن کیسان نے ان سے ابن شہاب نے' انہوں نے کہا کہ مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے خبر دی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند اشخاص کو کچھ مال دیا۔ اسی جگہ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے شخص کو چھوڑ دیا اور انہیں کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ان لوگوں میں وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ آخر میں نے رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر چپکے سے عرض کی' فلاں شخص کو آپ نے کچھ بھی نہیں دیا؟ واللہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یا مسلمان؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ لیکن میں ان کے متعلق جو کچھ جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا' اور میں نے عرض کی' یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص سے کیوں

ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانَ، وَاللهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ: ((إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ)). وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ هَذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ: ((أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ، إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : (فَكُبْكِبُوا): قُلِبُوا. ﴿مُكِبًّا﴾: أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ : كَبَّهُ اللهُ لِوَجْهِهِ، وَكَبَبْتُهُ أَنَا، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ. [راجع: ۲۷]

خفا ہیں' واللہ! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا' یا مسلمان؟ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص کو دیتا ہوں (اور دوسرے کو نظرانداز کر جاتا ہوں) حالانکہ وہ دوسرا میری نظر میں پہلے سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ کیونکہ (جس کو میں دیتا ہوں نہ دینے کی صورت میں) مجھے ڈر اس بات کا رہتا ہے کہ کہیں اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں نہ ڈال دیا جائے۔ اور (یعقوب بن ابراہیم) اپنے والد سے' وہ صالح سے' وہ اسماعیل بن محمد سے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ یہی حدیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا۔ اور فرمایا۔ سعد! ادھر سنو۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) کُبْکِبُوْا اوندھے لٹا دینے کے معنے میں ہے۔ اور سورہ ملک میں جو مُکِبًّا کا لفظ ہے وہ اَکَبَّ سے نکلا ہے۔ اَکَبَّ لازم ہے یعنی اوندھا گرا۔ اور اس کا متعدی کَبَّ ہے۔ کہتے ہیں کہ کبہ اللہ لوجھہ یعنی اللہ نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ اور کببتہ یعنی میں نے اس کو اوندھا گرایا۔ امام بخاریؒ نے کہا صالح بن کیسان عمر میں زہری سے بڑے تھے وہ عبداللہ بن عمرؓ سے ملے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا' آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سو سو روپے دے دیے۔ اور جعیل سراقہ کو کچھ نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا' قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جعیل بن سراقہ عیینہ اور اقرع ایسے ساری زمین بھر لوگوں سے بہتر ہے۔ لیکن میں عیینہ اور اقرع کا روپیہ دے کر دل ملاتا ہوں اور جعیل کے ایمان پر تو مجھ کو بھروسہ ہے۔ (وحیدی)

۱۴۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : ((لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنِ

(۱۴۷۹) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے ابوالزناد سے بیان کیا' ان سے اعرج نے' اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر کاٹتا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجور مل جائیں۔ بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پرواہ ہو جائے۔ اس حال میں بھی کسی کو

الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلاَ يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلاَ يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ)). [راجع: ١٤٧٦]

معلوم نہیں کہ کوئی اسے صدقہ ہی دے دے اور نہ وہ خود ہاتھ پھیلانے کے لیے اٹھتا ہے۔

١٤٨٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُو - أَحْسِبُهُ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ - فَيَحْتَطِبُ فَيَبِيْعَ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ١٤٧٠]

(۱۴۸۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر (میرا خیال ہے کہ آپ نے یوں فرمایا) پہاڑوں میں چلا جائے پھر لکڑیاں جمع کر کے انہیں فروخت کرے۔ اس سے کھائے بھی اور صدقہ بھی کرے۔ یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔

٥٤- بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

باب کھجور کا درختوں پر اندازہ کر لینا درست ہے

تشریح جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں اتنا میوہ اترے گا۔ پھر اسی کا دسواں حصہ زکوۃ کے طور پر لیا جاتا ہے اس کو خرص کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفائے راشدین نے بھی۔ امام شافعی اور امام احمد اور اہلحدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے (از مولانا وحید الزمان مرحوم)

اندازہ لگانے کے لیے کھجور کا ذکر اس لیے آگیا کہ مدینہ میں بکثرت کھجوریں ہی ہوا کرتی تھیں ورنہ انگور وغیرہ کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔

عن عتاب بن اسید ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان یبعث علی الناس من یخرص علیھم کرومھم و ثمارھم رواہ الترمذی و ابن ماجۃ۔ یعنی نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس اندازہ کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے۔ جو ان کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگاتے۔ و عنہ ایضا قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان یخرص العنب الحدیث رواہ ابو داود و الترمذی یعنی آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ کھجوروں کی طرح انگوروں کا بھی اندازہ لگا لیا جائے پھر انکے خشک ہونے پر ان میں سے اسی اندازہ کے مطابق عشر میں منقی لیا جائے گا۔

حضرت امام شوکانیؒ فرماتے ہیں۔ والاحادیث المذکورۃ تدل علی مشروعیۃ الخرص فی العنب والنخل و قد قال الشافعی فی احد قولہ بوجوبہ مستدلا بما فی حدیث عتاب من ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم امر بذالک و ذھبت العترۃ و مالک وروی الشافعی انہ جائز فقط و ذھبت الھادویۃ و روی عن الشافعی ایضا الی انہ مندوب و قال ابو حنیفۃ لا یجوز لانہ رجم بالغیب والاحادیث المذکورۃ ترد علیہ (نیل الاوطار)

یعنی احادیث مذکورہ کھجور اور انگوروں میں اندازہ کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں اور عتاب کی حدیث مذکورہ سے دلیل پکڑتے ہوئے امام شافعیؒ نے اپنے ایک قول میں اسے واجب قرار دیا ہے اور عترت اور امام مالکؒ اور ایک قول میں امام شافعیؒ نے بھی

اسے صرف درجہ جواز میں رکھا ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ اندازہ ایک غیبی اندازہ ہے۔ اور احادیث مذکورہ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں۔

اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: حکی الترمذی عن بعض اهل العلم ان تفسیره ان الثمار اذا ادرکت من الرطب و العنب مما تجب فیه الزکوة بعث السلطان خارصا ینظر فیقول یخرج من هذا کذا و کذا زبیبًا و کذا وکذا تمراً فیحصیه و ینظر مبلغ العشر فیثبته علیهم و یخلی بینهم و بین الثمار فاذا جاء وقت الجذ اذ اخذ منهم العشر الی اخره (فتح الباری)

یعنی خرص کی تفسیر بعض اہل علم سے یوں منقول ہے کہ جب انگور اور کھجور اس حال میں ہوں کہ ان پر زکوٰۃ لاگو ہو تو بادشاہ ایک اندازہ کرنے والا بھیجے گا۔ جو ان باغوں میں جا کر ان کا اندازہ کر کے بتلائے گا کہ اس میں اتنا انگور اور اتنی تنی کھجور نکلے گی۔ اس کا صحیح اندازہ کر کے دیکھے گا کہ عشر کے نصاب کو یہ پہنچتے ہیں یا نہیں۔ اگر عشر کا نصاب موجود ہے تو پھر وہ ان پر عشر ثابت کر دے گا اور مالکوں کو پھلوں کے لیے اختیار دے دے گا وہ جو چاہیں کریں۔ جب کٹائی کا وقت آئے گا تو اسی اندازہ کے مطابق ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اگرچہ علماء کا اب اس کے متعلق اختلاف ہے مگر صحیح بات یہی ہے کہ خرص اب بھی جائز ہے اور اس بارے میں اصحاب الرائے کا فتویٰ درست نہیں ہے۔ حدیث ذیل میں جنگ تبوک ۹ھ کا ذکر ہے۔ اسی موقع پر ایلہ کے عیسائی حاکم نے آنحضرت ﷺ سے صلح کر لی تھی جو ان لفظوں میں لکھی گئی تھی۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم هذه امنة من الله و محمد النبی رسول الله لیوحنا بن روبه و اهل ایلة سفنهم و سیارتهم فی البر و البحر لهم ذمة الله و محمد النبی

یعنی اللہ اور اس کے رسول محمد نبی ﷺ کی طرف سے یہ یوحنا بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امن کا پروانہ ہے۔ خشکی اور تری میں ہر جگہ ان کے سفینے اور انکی گاڑیاں سب کے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے امن و امان کی گارنٹی ہے۔

١٤٨١- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِي الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لأَصْحَابِهِ : ((اخْرُصُوا))، وَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا: ((احْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)). فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلاَ يَقُومَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ، فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ)). وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ

(۱۴۸۱) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے' ان سے عمرو بن یحییٰ نے' ان سے عباس بن سہل ساعدی نے' ان سے ابو حمید ساعدیؓ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک کے لیے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ وادی قریٰ (مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک قدیم آبادی) سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ (کہ اس میں کتنی کھجور نکلے گی) حضور اکرم ﷺ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا کہ یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔ جب ہم تبوک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ آج رات بڑے زور کی آندھی چلے گی اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہوں تو وہ اسے باندھ دیں۔ چنانچہ ہم نے اونٹ باندھ لیے۔ اور آندھی بڑے زور کی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ تو ہوا نے

لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ. فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ: ((كَمْ جَاءَتْ حَدِيقَتُكِ؟)) قَالَتْ: عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ)) فَلَمَّا - قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((هَذِهِ طَابَةُ)) فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا قَالَ: ((هَذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الأَنْصَارِ)) قَالُوا: بَلَى. قَالَ: ((دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِي عَبْدِ الأَشْهَلِ، ثُمَّ دُوْرُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، وَفِي كُلِّ دُوْرِ الأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ وَ مَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطًا لاَيُقَالُ حَدِيقَةٌ)).

[أطرافه في : ١٨٧٢، ٣١٦١، ٣٧٩١، ٤٤٢٢].

اسے جبل طے پر جا پھینکا۔ اور ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم ﷺ کو سفید خچر اور ایک چادر کا تحفہ بھیجا۔ آں حضور ﷺ نے تحریری طور پر اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا پھر جب وادی قریٰ (واپسی میں) پہنچے تو آپ نے اسی عورت سے پوچھا کہ تمہارے باغ میں کتنا پھل آیا تھا اس نے کہا کہ آپؐ کے اندازہ کے مطابق دس وسق آیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ جلد جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے جو کوئی میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے وہ میرے ساتھ جلد روانہ ہو پھر جب (ابن بکار امام بخاریؒ کے شیخ نے ایک ایسا جملہ کہا جس کے معنے یہ تھے) کہ مدینہ دکھائی دینے لگا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہے طابہ! پھر آپ نے احد پہاڑ دیکھا تو فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں انصار کے سب سے اچھے خاندان کی نشاندہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کی کہ ضرور کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بنو نجار کا خاندان۔ پھر بنو عبدالاشہل کا خاندان' پھر بنو ساعدہ کا یا (یہ فرمایا کہ) بنی حارث بن خزرج کا خاندان۔ اور فرمایا کہ انصار کے تمام ہی خاندانوں میں خیر ہے' ابو عبداللہ (قاسم بن سلام) نے کہا کہ جس باغ کی چہار دیواری ہو اسے حدیقہ کہیں گے۔ اور جس کی چہار دیواری نہ ہو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

١٤٨٢- وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ((ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)).

(۱۴۸۲) اور سلیمان بن بلال نے کہا کہ مجھ سے عمرو نے اس طرح بیان کیا کہ پھر بنی حارث بن خزرج کا خاندان اور پھر بنو ساعدہ کا خاندان۔ اور سلیمان نے سعد بن سعید سے بیان کیا' ان سے عمارہ بن غزنیہ نے' ان سے عباس نے' ان سے ان کے باپ (سہل) نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

تشریح اس طویل حدیث میں جہاں کھجوروں کا اندازہ کر لینے کا ذکر ہے وہاں اور بھی بہت سے حقائق کا بیان ہے۔ غزوۂ تبوک ۹ ھ میں ایسے وقت میں پیش آیا کہ موسم گرما اپنے پورے شباب پر تھا اور مدینہ میں کھجور کی فصل بالکل تیار تھی۔ پھر بھی صحابہ

کرام نے بڑی جان نثاری کا ثبوت دیا اور ہر پریشانی کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اس طویل سفر میں شریک ہوئے۔ سرحد کا معاملہ تھا۔ آپ دشمن کے انتظار میں وہاں کافی ٹھہرے رہے مگر دشمن مقابلہ کے لیے نہ آیا۔ بلکہ قریب ہی ایلہ شہر کے عیسائی حاکم یوحنا بن روبہ نے آپ کو صلح کا پیغام دیا۔ آپ نے اس کی حکومت اس کے لیے برقرار رکھی۔ کیونکہ آپ کا منشاء ملک گیری کا ہرگز نہ تھا۔ واپسی میں آپ کو مدینہ کی محبت نے سفر میں عجلت پر آمادہ کر دیا تو آپ نے مدینہ جلد سے جلد پہنچنے کا اعلان فرما دیا۔ جب یہ پاک شہر نظر آنے لگا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے اس مقدس شہر کو لفظ طابہ سے موسوم فرمایا۔ جس کے معنے پاکیزہ اور عمدہ کے ہیں۔ احد پہاڑ کے حق میں بھی اپنی انتہائی محبت کا اظہار فرمایا پھر آپؐ نے قبائل انصار کی درجہ بدرجہ فضیلت بیان فرمائی جن میں اولین درجہ بنو نجار کو دیا گیا۔ ان ہی لوگوں میں آپ کی ننہال تھی اور سب سے پہلے جب آپ مدینہ تشریف لائے یہ لوگ ہتھیار باندھ کر آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ پھر تمام ہی قبائل انصار تعریف کے قابل ہیں جنہوں نے دل و جان سے اسلام کی ایسی مدد کی کہ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے یاد رہ گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

٥٥- بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا

باب اس زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ لینا ہو گا جس کی سیرابی بارش یا جاری (نہر' دریا وغیرہ) پانی سے ہوئی ہو اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شہد میں زکوٰۃ کو ضروری نہیں جانا۔

١٤٨٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا تَفْسِيْرُ الأَوَّلِ لأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الأَوَّلِ، يَعْنِي حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ ((فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ)) وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَّتَ. وَالزِّيَادَةِ مَقْبُولَةٌ، وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبْتِ، كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ)) وَقَالَ بِلاَلٌ : ((قَدْ صَلَّى))

(١٤٨٣) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے خبر دی' انہیں شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے' انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابو عبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے' دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابو سعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباسؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلالؓ نے

فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

تشریح: اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابط شخص کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمر کی حدیث میں زیادتی ہے تو یہ زیادتی واجب القبول ہو گی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابو سعید کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔ (وحید الزماں مرحوم)

٥٦- بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

باب پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

١٤٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ١٤٠٥]

(۱۴۸۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے' اور پانچ مہار اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

تشریح: اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ گیہوں اور جو اور جوار اور کھجور اور انگور میں جب ان کی مقدار پانچ وسق یا زیادہ ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کے سوا دوسری چیزوں میں جیسے اور ترکاریاں اور میوے وغیرہ میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں خواہ وہ کتنے ہی ہوں۔ قسطلانی نے کہا میووں میں سے صرف کھجور اور انگور میں اور اناجوں میں سے ہر ایک اناج میں جو ذخیرہ رکھے جاتے ہیں جیسے گیہوں' جو' جوار' مسور' ماش' باجرہ' چنا' لوبیا وغیرہ ان سب میں زکوٰۃ ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک پانچ وسق کی قید بھی نہیں ہے' قلیل ہو یا کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر ان کا رد کیا۔ (وحیدی)

٥٧- بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ

باب کھجور کے پھل توڑنے کے وقت زکوٰۃ لی جائے

وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ؟

اور زکوٰۃ کی کھجور کو بچے کا ہاتھ لگانا یا اس میں سے کچھ کھالینا

١٤٨٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَيَجِيءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ فَقَالَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لاَ يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ)).

(١٤٨٥) ہم سے عمر بن محمد بن حسن اسدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا' ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس توڑنے کے وقت زکوٰۃ کی کھجور لائی جاتی' ہر شخص اپنی زکوٰۃ لاتا اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ کھجور کا ایک ڈھیر لگ جاتا۔ (ایک مرتبہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی ہی کھجوروں سے کھیل رہے تھے کہ ایک نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے جونہی دیکھا تو ان کے منہ سے وہ کھجور نکال لی۔ اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی اولاد زکوٰۃ کا مال نہیں کھا سکتی۔

[طرفاه في : ١٤٩١، ٣٠٧٢].

معلوم ہوا کہ یہ فرض زکوٰۃ تھی کیونکہ وہی آنحضرت ﷺ کی آل پر حرام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ چھوٹے بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا اور ان کو تنبیہ کرنا ضروری ہے۔

٥٨- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ

باب جو شخص اپنا میوہ یا کھجور کا درخت یا کھیت بیچ ڈالے

وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لاَ تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا)) فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلاَحِ عَلَى أَحَدٍ، وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

حالانکہ اس میں دسواں حصہ یا زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اب وہ اپنے دوسرے مال سے یہ زکوٰۃ ادا کرے تو یہ درست ہے یا وہ میوہ بیچے جس میں صدقہ واجب ہی نہ ہوا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا' میوہ اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کی پختگی نہ معلوم ہو جائے۔ اور پختگی معلوم ہو جانے کے بعد کسی کو بیچنے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اور یوں نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو تو نہ بیچے اور واجب نہ ہوئی ہو تو بیچے۔

امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں مالک کو اپنا مال بیچنا درست ہے خواہ اس میں زکوٰۃ اور عشر واجب ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور رد کیا شافعیؒ کے قول کو جنہوں نے ایسے مال کا بیچنا جائز نہیں رکھا جس میں زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو جب تک زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ امام بخاریؒ نے فرمان نبوی لا تبیعوا الثمرۃ الخ کے عموم سے دلیل لی کہ میوہ کی پختگی کے جب آثار معلوم ہو جائیں تو اس کا بیچنا آنحضرت

ﷺ نے مطلقاً درست رکھا اور زکوۃ کے وجوب یا عدم وجوب کی آپ نے کوئی قید نہیں لگائی۔ (وحیدی)

١٤٨٦- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا)). وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَحِهَا قَالَ: ((حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ)).

[اطرافه في : ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩].

(۱۴۸۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن دینار نے خبر دی' کہا کہ میں نے ابن عمرؓ سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کو (درخت پر) اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو۔ اور ابن عمرؓ سے جب پوچھتے کہ اس کی پختگی کیا ہے' وہ کہتے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اب یہ پھل آفت سے بچ رہے گا۔

١٤٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا)).

[أطرافه في : ٢١٨٩، ٢١٩٦، ٢٣٨١].

(۱۴۸۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے خالد بن یزید نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی کھل نہ جائے۔

١٤٨٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ. قَالَ: ((حَتَّى تَحْمَارَّ)).

[أطرافه في : ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨].

(۱۴۸۸) ہم سے قتیبہ نے امام مالک سے بیان کیا' ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک پھل پر سرخی نہ آ جائے' انہیں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔

یعنی یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب میوہ ضرور اترے گا اور کسی آفت کا ڈر نہ رہے۔ پختہ ہونے کا مطلب یہ کہ اس کے رنگ سے اس کی پختگی ظاہر ہو جائے۔ اس سے پہلے بیچنا اس لیے منع ہوا کہ کبھی کوئی آفت آتی ہے تو سارا میوہ خراب ہو جاتا ہے یا گر جاتا ہے۔ اب گویا مشتری کا مال مفت کھا لینا ٹھہرا۔

٥٩- بَابُ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ وَلاَ بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ

لأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً

باب کیا آدمی اپنی چیز کو جو صدقہ میں دی ہو پھر خرید سکتا ہے؟ اور دوسرے کا دیا ہوا صدقہ خریدنے میں تو کوئی حرج نہیں۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خاص صدقہ دینے والے کو پھر اس

عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ

کے خریدنے سے منع فرمایا۔ لیکن دوسرے شخص کو منع نہیں فرمایا۔

١٤٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ: ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ: ((لاَ تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لاَ يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلاَّ جَعَلَهُ صَدَقَةً)).

[أطرافه في: ٢٧٧٥، ٢٩٧١، ٣٠٠٢].

(۱۴۸۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا۔ پھر اسے آپ نے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں۔ اور اجازت لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دیا ہوا کوئی صدقہ خرید لیتے' تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ (اپنے استعمال میں نہ رکھتے تھے) باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

١٤٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ - وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ - فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لاَ تَشْتَرِ، وَلاَ تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ)).

[أطرافه في: ٢٦٢٣، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣].

(۱۴۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی' انہیں زید بن اسلم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی سی ہے۔

باب کی حدیثوں سے بظاہر یہ نکلتا ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ تو خریدنا حرام ہے لیکن دوسرے کا دیا ہوا صدقہ فقیر سے فراغت کے ساتھ خرید سکتا ہے۔

٦٠- بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ

باب نبی کریم ﷺ اور آپؐ کی آل پر صدقہ

لِلنَّبِيِّ ﷺ

کا حرام ہونا

١٤٩١ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كِخْ، كِخْ)) لِيَطْرَحَهَا. ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا شَعَرْتَ أَنَا لاَ نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟)). [راجع: ١٤٧٥]

(۱۴۹۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھی چھی! نکالو اسے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔

قسطلانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ آپؐ کی آل کے لیے حرام ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام جعفر صادق سے شافعیؒ اور بیہقیؒ نے نکالا کہ وہ سبیلوں میں سے پانی پیا کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو صدقے کا پانی ہے' انہوں نے کہا ہم پر فرض زکوٰۃ حرام ہے۔

٦١ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

باب نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی لونڈی غلاموں کو صدقہ دینا درست ہے۔

١٤٩٢ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلاَةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلاَّ انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا؟)) قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ: ((إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا)).

[أطرافه في: ٢٢٢١، ٥٥٣١، ٥٥٣٢].

(۱۴۹۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' کہا کہ مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا' اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔

١٤٩٣ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ((أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ، وَأَرَادَ

(۱۴۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے بیان کیا' ان سے ابراہیم نخعی نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ ان کا ارادہ ہوا کہ بریرہؓ کو (جو باندی تھیں) آزاد کر دینے کے لیے خرید لیں۔ لیکن

مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرِطُوا وَلاءَهَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((اشْتَرِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قَالَتْ: وَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ: هَذَا مَا تُصُدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). [راجع: ٤٥٦]

اس کے اصل مالک یہ چاہتے تھے کہ ولاء انہیں کے لیے رہے۔ اس کا ذکر عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کر دو' ولاء تو اسی کی ہوتی ہے' جو آزاد کرے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ بریرہؓ کو کسی نے صدقہ کے طور پر دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ تھا۔ لیکن اب ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔

غلام کے آزاد کر دینے کے بعد مالک اور آزاد شدہ غلام میں بھائی چارہ کے تعلق کو ولاء کہا جاتا ہے۔ گیا غلام آزاد ہونے کے بعد بھی اصل مالک سے کچھ نہ کچھ متعلق رہتا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اس شخص کا حق ہے جو اسے خرید کر آزاد کرا رہا ہے اب بھائی چارے کا تعلق اصل مالک کی بجائے اس خرید کر آزاد کرنے والے سے ہو گا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٦٢- بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

باب جب صدقہ محتاج کی ملک ہو جائے۔

١٤٩٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) فَقَالَتْ: لاَ، إِلاَّ شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ: ((إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا)). [راجع: ١٤٤٦]

(۱۴۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں کوئی چیز نہیں۔ ہاں نسیبہؓ کا بھیجا ہوا اس بکری کا گوشت ہے جو انہیں صدقہ کے طور پر ملی ہے۔ تو آپ نے فرمایا لاؤ خیرات تو اپنے ٹھکانے پہنچ گئی۔

معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال بایں طور اغنیاء کی تحویل میں بھی آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محتاج آدمی کی ملکیت میں ہو کر اب کسی کو بھی مسکین کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔

١٤٩٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ)). وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ

(۱۴۹۵) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' قتادہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا گیا جو بریرہؓ کو صدقہ کے طور پر ملا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت ان پر صدقہ تھا۔ لیکن ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی۔ انہیں قتادہ نے کہ انہوں نے انس

سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.
[طرفه في : ٢٥٧٧].

رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ صدقہ مسکین کی ملکیت میں آکر اگر کسی کو بطور تحفہ پیش کر دیا جائے تو جائز ہے اگرچہ وہ تحفہ پانے والا غنی ہی کیوں نہ ہو۔

٦٣- بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الأَغْنِيَاءِ، وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

باب مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ اور فقراء پر خرچ کر دی جائے خواہ وہ کہیں بھی ہوں

١٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: ((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ)) [راجع: ١٣٩٥].

(۱۴۹۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریا ابن اسحاق نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی نے' انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا' تو ان سے فرمایا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے' یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

تشریح اس حدیث کے ذیل مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قال الحافظ استدل به علی ان الامام هو الذی یتولی قبض الزکوٰة و صرفها اما بنفسه و اما بنائبه فمن امتنع منها اخذت منه قهراً یعنی حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کے جملہ تؤخذ من اغنیائهم سے دلیل لی گئی ہے کہ زکوٰۃ امام وقت وصول کرے گا۔ اور وہی اسے اس کے مصارف میں خرچ کرے گا۔ وہ خود

کرے یا اپنے نائب سے کرائے۔ اگر کوئی زکوٰۃ اسے نہ دے تو وہ زبردستی اس سے وصول کرے گا۔ بعض لوگوں نے یہاں جانوروں کی زکوٰۃ مراد لی ہے اور سونے چاندی کی زکوٰۃ میں مختار قرار دیا ہے۔ فان ادی زکوتهما خفية يجزء لله لیکن حضرت مولانا عبیداللہ مد ظلہ فرماتے ہیں والظاهر عندی ان ولاية اخذ الامام ظاهرة و باطنة فان لم يكن امام فرقها المالک فی مصارفها و قد حقق ذلک الشوكانی فی السيل الجرار بما لا مزيد عليه فليرجع اليه۔ یعنی میرے نزدیک تو ظاہر و باطن ہر قسم کے اموال کے لیے امام وقت کی تولیت ضروری ہے۔ اور اگر امام نہ ہو (جیسے کہ دور حاضرہ میں کوئی امام خلیفۃ المسلمین نہیں) تو مالک کو اختیار ہے کہ اس کے مصارف میں خود اس مال زکوٰۃ کو خرچ کر دے اس مسئلہ کو امام شوکانی نے سیل الجرار میں بڑی ہی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس سے زیادہ ممکن نہیں۔ جو چاہے ادھر رجوع کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ اموال زکوٰۃ کو دوسرے شہروں میں نقل کرنا جائز ہے یا نہیں' اس بارے میں بھی حضرت امام بخاریؒ کا مسلک اس باب سے ظاہر ہے کہ مسلمان فقراء جہاں بھی ہوں ان پر وہ صرف کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امامؒ کے نزدیک ترد علی فقر آئهم کی ضمیر اہل اسلام کی طرف لوٹتی ہے۔ قال ابن المنير اختار البخاری جواز نقل الزكوة من بلد المال لعموم قوله فترد فی فقرائهم لان الضمير يعود للمسلمين فای فقير منهم ردت فيه الصدقة فی ای جهة كان فقد وافق عموم الحديث انتهی۔

المحدث الکبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تكون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه والله تعالٰی اعلم (مرعاة جلد ۳ ص ۴) یعنی زکوٰۃ نقل نہ ہونی چاہیے مگر جب مستحق مفقود ہوں یا نقل کرنے میں زیادہ فائدہ ہو۔

٦٤- بَابُ صَلاَةِ الإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَحَابِ الصَّدَقَةِ

باب امام (حاکم) کی طرف سے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں دعائے خیر و برکت کرنا۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا، وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ الآيَةَ [التوبة : ١٠٣].

اللہ تعالیٰ کا (سورہ توبہ میں) ارشاد ہے کہ آپ ان کے مال سے خیرات لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں۔ اور ان کا تزکیہ کریں۔ اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا کریں۔ آخر آیت تک۔

١٤٩٧- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلاَنٍ)). فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ : ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى)).

[أطرافه في : ٤١٦٦، ٦٢٣٢، ٦٣٥٩].

(۱۴۹۷) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ان کے لیے دعا فرماتے۔ اے اللہ! آل فلاں کو خیر و برکت عطا فرما' میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ! آل ابی اوفیٰ کو خیر و برکت عطا فرما۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلفائے اسلام کے لیے مناسب ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے حق میں خیر و برکت کی دعائیں کریں۔ لفظ امام سے ایسے ہی خلیفہ اسلام مراد ہیں جو فی الواقع مسلمانوں کے لئے انما الامام جنة يقاتل من ورائه الخ (امام لوگوں کے لیے ڈھال ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑائی کی جاتی ہے) کے مصداق ہوں۔

زکوٰۃ اسلامی اسٹیٹ کے لیے اور اس کے بیت المال کے لیے ایک اہم ذریعہ آمدن ہے جس کے وجود پذیر ہونے سے ملت کے کتنے ہی مسائل حل ہوتے ہیں۔ عہد رسالت اور پھر عہد خلافت راشدہ کے تجربات اس پر شاہد عادل ہیں۔ مگر صد افسوس کہ اب نہ تو کہیں وہ صحیح اسلامی نظام ہے اور نہ وہ حقیقی بیت المال۔ اس لیے خود مالداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دیانت کے پیش نظر زکوٰۃ نکالیں اور جو مصارف ہیں ان میں دیانت کے ساتھ خرچ کریں۔ دور حاضرہ میں کسی مولوی یا مسجد کے پیش امام یا کسی مدرسہ کے مدرس کو امام وقت خلیفۂ اسلام تصور کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کو دیئے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہو گی' زکوٰۃ ان کے حوالہ کرنا بڑی نادانی بلکہ اپنی زکوٰۃ کو غیر مصرف میں خرچ کرنا ہے۔

٦٥- بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ، هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ: فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

باب جو مال سمندر سے نکالا جائے۔

اور عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ عنبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے۔ عنبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا عنبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے رکاز میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔

١٤٩٨- وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لأَهْلِهِ حَطَبًا - فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ - فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ)).

[أطرافه في : ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١].

(١٤٩٨) اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے' انہوں نے ابو ہریرہؓ سے' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ کے بھروسے پر اس کو دے دیں۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کرے لیکن سواری نہ ملی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اس کو کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر کر وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کام کاج کو باہر نکلا' سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال سے لے آیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔

تشریح حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ دریا میں سے جو چیزیں ملیں عنبر موتی وغیرہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جن حضرات نے ایسی چیزوں کو رکاز میں شامل کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں۔ حضرت امام اس ذیل میں یہ اسرائیلی واقعہ لائے

جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

قال الاسماعیلی لیس فی هذا الحدیث شئی یناسب الترجمة رجل اقترض قرضًا فارتجع قرضه وکذا قال الداودی حدیث الخشبة لیس من هذا الباب فی شئی و اجاب عبدالملک بانه اشار به الی ان کل ما القاه البحر جاز اخذه ولا خمس فیه الخ (فتح الباری)

یعنی اسماعیلی نے کہا کہ اس حدیث میں باب سے کوئی وجہ مناسبت نہیں ہے ایسا ہی داؤدی نے بھی کہا کہ حدیث خشبہ کو (لکڑی جس میں روپیہ ملا) اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ عبدالملک نے ان حضرات کو یہ جواب دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے امام بخاریؒ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ہر وہ چیز جسے دریا باہر پھینک دے اس کا لینا جائز ہے اور اس میں خمس نہیں ہے اس لحاظ سے حدیث اور باب میں مناسبت موجود ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وذهب الجمهور الی انه لا یجب فیه شئی یعنی جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اسرائیلی حضرات کا یہ واقعہ قابل عبرت ہے کہ دینے والے نے محض اللہ کی ضمانت پر اس کو ایک ہزار اشرفیاں دے ڈالیں اور اس کی امانت و دیانت کو اللہ نے اس طرح ثابت رکھا کہ لکڑی کو معہ اشرفیوں کے قرض دینے والے تک پہنچا دیا۔ اور اس نے بایں صورت اپنی اشرفیوں کو وصول کر لیا۔ فی الواقع اگر قرض لینے والا وقت پر ادا کرنے کی صحیح نیت دل میں رکھتا ہو تو اللہ پاک ضرور ضرور کسی نہ کسی ذریعہ سے ایسے سامان مہیا کرا دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ مگر آج کل ایسے دیانت دار عنقا ہیں۔ الا ماشاء اللہ و باللہ التوفیق۔

٦٦- بَابُ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ: الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمُسُ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)). وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً. وَقَالَ الْحَسَنُ : مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمُسُ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ. وَإِنْ وَجَدْتَ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمُسُ.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لأَنَّهُ يُقَالُ: أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ

باب رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہے

اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے کہا رکاز جاہلیت کے زمانے کا خزانہ ہے۔ اس میں تھوڑا مال نکلے یا بہت پانچواں حصہ لیا جائے گا۔ اور کان رکاز نہیں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے کان کے بارے میں فرمایا اس میں اگر کوئی گر کر یا کام کرتا ہوا مر جائے تو اس کی جان مفت گئی۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کانوں میں سے چالیسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ دو سو روپوں میں سے پانچ روپیہ۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا جو رکاز دارالحرب میں پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اور جو امن اور صلح کے ملک میں ملے تو اس میں سے زکوٰۃ چالیسواں حصہ لی جائے۔ اور اگر دشمن کے ملک میں پڑی ہوئی چیز ملے تو اس کو پہنچوا دے (شاید مسلمان کا مال ہو) اگر دشمن کا مال ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرے۔ اور بعض لوگوں نے کہا معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دفینہ کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان

إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ. قِيْلَ لَهُ: قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ وَ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيْرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ. ثُمَّ نَاقَضَهُ وَقَالَ: لاَ بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ وَلاَ يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

کا جواب یہ ہے اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے۔ تو کہتے ہیں اَرْكَزْتَ (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے آپ خلاف کیا۔ کہتے ہیں رکاز کا چھپالینا کچھ برا نہیں پانچواں حصہ نہ دے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ امام المحدثین امیر المجتہدین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ "بعض الناس" کا استعمال فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال ابن التین المراد ببعض الناس ابو حنیفة قلت و هذا اول موضع ذکره فیه البخاری بهذه الصیغة و یحتمل ان یرید به ابا حنیفة وغیره من الکوفیین ممن قال بذلک قال ابن ذهب ابو حنیفة والثوری و غیرهما الی ان المعدن کالرکاز واحتج لهم بقول العرب رکز الرجل اذا اصاب رکاز اوهی قطع من الذهب تخرج من المعدن و حجة للجمهور تفرقة النبی صلی الله علیه و سلم بین المعدن و الرکاز بو اوالعطف فصح انه غیره الخ (فتح الباری)

یعنی ابن تین نے کہا کہ مراد یہاں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ان کو امام بخاریؒ نے اس صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد امام ابو حنیفہ اور ان کے علاوہ دوسرے کوئی بھی ہوں جو ایسا کہتے ہیں۔ ابن بطال نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور ثوری وغیرہما نے کہا کہ معدن یعنی کان بھی رکاز ہی میں داخل ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کان سے کوئی سونے کا ڈلا پالے تو عرب لوگ بولتے ہیں رکز الرجل فلاں کو رکاز مل گیا۔ اور وہ سونے کا ٹکڑا ہوتا ہے جو کان سے نکلتا ہے۔ اور جمہور کی دلیل اس بارے میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معدن اور رکاز کا واؤ عطف کے ساتھ الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ پس صحیح یہ ہوا کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔

رکاز وہ پرانا دفینہ جو کسی کو کہیں مل جائے۔ اس میں سے بیت المال میں پانچواں حصہ دیا جائے گا۔ اور معدن کان کو کہتے ہیں۔ ہر دو میں فرق ظاہر ہے۔ پس ان کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے فرما دیا کہ جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں۔ اور کنویں کا بھی معاف ہے اور کان کے حادثہ میں کوئی مرجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واحتج الجمهور ایضًا بان الرکاز فی لغة اهل الحجاز هو دفین الجاهلیة ولا شک فی ان النبی الحجازی صلی الله علیه و سلم تکلم بلغة اهل الحجاز واراد به ما یریدون منه قال ابن الاثیر الجزری فی النهایة الرکاز عند اهل الحجاز کنوز الجاهلیة المدفونة فی الارض و عند اهل العراق المعادن و القولان تحتملهما اللغة لان کلا منهما مرکوز فی الارض ای ثابت یقال رکزه یرکزه رکزاً اذا دفنه وارکز الرجل اذا وجد الرکاز و الحدیث انما جاء فی التفسیر الاول وهو الکنز الجاهلی و انما کان فیه الخمس لکثرة نفعه و سهولة اخذه الخ (مرعاة ج ۳ ص ۴۳)

یعنی جمہور نے اس سے بھی حجت پکڑی ہے کہ حجازیوں کی لغت میں رکاز جاہلیت کے دفینے پر بولا جاتا ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ رسول کریم ﷺ بھی حجازی ہیں اور آپ اہل حجاز ہی کی لغت میں کلام فرماتے تھے۔ ابن اثیر جزری نے کہا کہ اہل حجاز کے نزدیک رکاز جاہلیت کے گڑے ہوئے خزانوں پر بولا جاتا ہے۔ اور اہل عراق کے ہاں کانوں پر بھی اور لغوی اعتبار سے ہردو کا احتمال ہے اس لیے کہ دونوں ہی زمین میں گڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور حدیث مذکور تفسیر اول (یعنی عہد جاہلیت کے دفینوں) ہی کے متعلق ہے اور وہ کنز جاہلی ہے اور اس میں خمس ہے اس لیے کہ اس کا نفع کثیر ہے اور وہ آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں احناف کے بھی کچھ دلائل ہیں۔ جن کی بنا پر وہ معدن کو بھی رکاز میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ لغت میں ارکز المعدن کا لفظ مستعمل ہے جب کان سے کوئی چیز نکلے تو کہتے ہیں ارکز المعدن حضرت امام بخاریؒ نے اس کا الزامی جواب دیا ہے کہ لفظ ارکز تو مجازاً بعض دفعہ نفع کثیر پر بھی بولا جاتا ہے۔ وہ نفع کثیر کسی کو کسی کی بخشش سے حاصل ہو یا تجارتی منافع سے ہو یا کثرت پیداوار سے ایسے مواقع پر بھی لفظ ارکزت بول دیتے ہیں۔ یعنی تجھے خزانہ مل گیا۔ تو کیا اس طرح بول دینے سے اسے بھی رکاز کے ذیل میں لایا جا سکتا ہے؟ پس ایسے ہی مجازاً یہ لفظ کان پر بھی بول دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ کان رکاز میں داخل نہیں ہے۔ اس کا مزید ثبوت خود حنفی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ کان کہیں پوشیدہ جگہ میں مل جائے تو پانے والا اسے چھپا بھی سکتا ہے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق جو پانچواں حصہ اسے ادا کرنا ضروری تھا' اسے وہ اپنے ہی اوپر خرچ کر سکتا ہے۔ یہ فتویٰ بھی دلالت کر رہا ہے کہ رکاز اور معدن دونوں الگ الگ ہیں۔ چند روایات بھی ہیں جو مسلک حنفیہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن سند کے اعتبار سے وہ بخاری شریف کی روایات مذکورہ کے برابر نہیں ہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال ضعیف ہے۔

سارے طول طویل مباحث کے بعد حضرت شیخ الحدیث موصوف فرماتے ہیں:

والقول الراجح عندنا هو ما ذهب اليه الجمهور من ان الركاز انما هو كنز الجاهلية الموضوع فى الارض وانه لا يعم المعدن بل هو غيره والله تعالى اعلم۔ یعنی ہمارے نزدیک رکاز کے متعلق جمہور ہی کا قول راجح ہے کہ وہ دور جاہلیت کے دفینے ہیں جو پہلے لوگوں نے زمین میں دفن کر دیئے ہیں۔ اور لفظ رکاز میں معدن داخل نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو الگ الگ ہیں۔ اور رکاز میں خمس ہے۔

رکاز کے متعلق اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں کہ اس کا نصاب کیا ہے؟ قلیل یا کثیر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور اس پر سال گزرنے کی قید ہے یا نہیں؟ اور وہ سونے چاندی کے علاوہ لوہا' تانبا' سیسہ' پیتل وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ اور رکاز کا مصرف کیا ہے؟ اور کیا ہر پانے والے پر اس میں خمس واجب ہے؟ پانے والا غلام ہو یا آزاد ہو' مسلم ہو یا ذمی ہو؟ رکاز کی پہچان کیا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کے سکوں پر پہلے کسی بادشاہ کا نام یا اس کی تصویر یا کوئی اور علامت ہونی ضروری ہے وغیرہ وغیرہ ان جملہ مباحث کے لیے اہل علم حضرات مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ ص ۶۴ و ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں جہاں حضرت الاستاذ مولانا عبیداللہ صاحب مد ظلہ نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدارین۔ میں اپنے ان مختصر صفحات میں تفصیل مزید سے قاصر ہوں اور عوام کے لیے میں نے جو لکھ دیا ہے اسے کافی سمجھتا ہوں۔

١٤٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ)).

[أطرافه في: ٢٣٥٥، ٦٩١٢، ٦٩١٣].

(۱۴۹۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا' اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنویں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے۔

٦٧- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

باب اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں فرمایا زکوٰۃ کے

﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ٦٠] وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الإِمَامِ

تحصیلداروں کو بھی زکوٰۃ سے دیا جائے گا

اور انکو حاکم کے سامنے حساب سمجھانا ہو گا۔ یہاں کان اور رکاز کو رسول کریم ﷺ نے الگ الگ بیان فرمایا۔ اور یہی باب کا مطلب ہے۔

١٥٠٠- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلاً مِنَ الأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ)). [راجع: ٩٢٥]

(١٥٠٠) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر نے بیان کیا' ان سے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص عبداللہ بن لتبیہ کو بنی سلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے حساب لیا۔

زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے حاکم اسلام حساب لے گا تاکہ معاملہ صاف رہے' کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ ابن منیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ عامل مذکور نے زکوٰۃ میں سے کچھ اپنے مصارف میں خرچ کر دیا ہو' لہٰذا اس سے حساب لیا گیا۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض مال کے متعلق اس نے کہا تھا کہ یہ مجھے بطور تحفہ ملا ہے' اس پر حساب لیا گیا۔ اور تحفہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ سب بیت المال ہی کا ہے۔ جس کی طرف سے تم کو بھیجا گیا تھا۔ تحفہ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

٦٨- بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

باب زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافر لوگ کام لے سکتے ہیں اور ان کا دودھ پی سکتے ہیں

١٥٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوا الْمَدِينَةَ، فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا. فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ. فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّونَ الْحِجَارَةَ)). تَابَعَهُ أَبُو قِلاَبَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

(١٥٠١) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا' اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی کہ وہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں (کیونکہ وہ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس کی دوا یہی تھی) لیکن انہوں نے (ان اونٹوں کے) چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے آخر وہ لوگ پکڑ لائے گئے۔ آں حضورؐ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں پھر انہیں دھوپ میں ڈلوا دیا

[راجع: ٢٣٣] (جس کی شدت کی وجہ سے) وہ پتھر چبانے لگے تھے۔ اس روایت کی متابعت ابو قلابہ ثابت اور حمید نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسافر اور بیمار جان کر زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا کیونکہ وہ مرض استسقاء کے مریض تھے۔ مگر وہاں ان ظالموں نے اونٹوں کے محافظ کو نہ صرف قتل کیا بلکہ اس کا مثلہ کر ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔ بعد میں پکڑے گئے اور قصاص میں ان کو ایسی ہی سزا دی گئی۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مسافروں کے لیے زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ وغیرہ دیا جا سکتا ہے اور ان کی سواری بھی ان پر ہو سکتی ہے۔ غرض المصنف فی ھذا الباب اثبات وضع الصدقة فی صنف واحد خلافا لمن قال یجب استیعاب الاصناف الثمانية (فتح البارى) یعنی مصنف کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اموال زکوٰۃ کو صرف ایک ہی مصرف پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے بر خلاف ان کے جو آٹھوں مصارف کا استیعاب ضروری جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ سنگین سزا قصاص ہی میں تھی اور بس۔

٦٩- بَابُ وَسْمِ الإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

باب زکوٰۃ کے اونٹوں پر حاکم کا اپنے ہاتھ سے داغ دینا

١٥٠٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ)).

(١٥٠٢) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ان کی تحنیک کر دیں۔ (یعنی اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر ان کے منہ میں ڈال دیں) میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ زکوٰۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے:

[طرفاه في: ٥٥٤٢، ٥٨٢٤].

معلوم ہوا کہ جانور کو ضرورت سے داغ دینا درست ہے اور رد ہوا حنفیہ کا جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔ (وحیدی) اور بچوں کے لیے تحنیک بھی سنت ہے کہ کھجور وغیرہ کوئی چیز کسی نیک آدمی کے منہ سے کچلوا کر بچے کے منہ میں ڈالی جائے تاکہ اس کو بھی نیک فطرت حاصل ہو۔

٧٠- بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

باب صدقہ فطر کا فرض ہونا

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً

ابو العالیہ' عطاء اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی صدقہ فطر کو فرض سمجھا ہے۔

تشریح: حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الزکوٰۃ کو ختم فرماتے ہوئے صدقہ فطر کے مسائل بھی پیش فرما دیئے۔ قال اللہ تعالی قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی روی عن ابن عمر و عمرو بن عوف قالا نزلت فی زکوٰۃ الفطر وروی عن ابی العالية و ابن

المسیب و ابن سیرین و غیرھم قالوا یعطی صدقۃ الفطر ثم یصلی رواہ البیھقی وغیرہ (مرعاۃ) یعنی قرآنی آیت فلاح پائی اس شخص نے جس نے تزکیہ حاصل کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ اور نماز پڑھی۔ حضرات عبداللہ بن عمر اور عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ یہ آیات صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے صدقہ فطر ادا کیا جائے' پھر نماز پڑھی جائے۔ لفظ تزکی کے تزکیہ سے روزوں کو پاک صاف کرنا مراد ہے جس کے لیے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں : فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم زکوٰۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث الحدیث رواہ ابو داود و ابن ماجۃ یعنی رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر کو فرض قرار دیا جو روزہ دار کو لغو اور گناہوں سے (جو اس سے حالت روزہ میں صادر ہوتے ہیں) پاک صاف کر دیتی ہے۔ پس آپ کا لفظ تزکی سے مراد صدقہ فطر ادا کرنا ہوا۔ حدیث ہذا کے تحت علامہ شوکانی فرماتے ہیں : فیہ دلیل علی ان صدقۃ الفطر من الفرائض و قد نقل ابن المنذر وغیرہ الاجماع ذلک ولکن الحنفیۃ یقولون بالوجوب دون الفرضیۃ علی قاعدتھم فی التفرقۃ بین الفرض والوجوب (نیل الاوطار)

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ صدقہ فطر فرائض اسلامیہ میں سے ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر حنفیہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں ان کے قاعدہ کے تحت فرض اور واجب میں فرق ہے اس لیے وہ اس کو فرض نہیں بلکہ واجب کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔

بعض کتب فقہ حنفیہ میں اسے صدقۃ الفطرۃ یعنی تا کی زیادتی کے ساتھ لکھا گیا ہے اور اس سے مراد وہ فطرت لی گئی ہے جو آیت شریفہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا میں ہے۔ مگر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

و اما لفظ الفطر بدون تاء فلا کلام فی انہ معنی لغوی مستعمل قبل الشرع لانہ ضد الصوم و یقال لھا ایضا زکوٰۃ الفطر و زکوٰۃ رمضان و زکوٰۃ الصوم و صدقۃ رمضان و صدقۃ الصوم الخ (مرعاۃ)

لیکن لفظ فطر بغیر تاء کے کوئی شک نہیں کہ یہ لغوی معنی میں مستعمل ہے' شریعت کے نزول سے پہلے بھی یہ روزہ کی ضد پر بولا جاتا رہا ہے۔ اسے زکوٰۃ الفطر' زکوٰۃ رمضان' زکوٰۃ صوم و صدقہء رمضان و صدقہء صوم کے ناموں سے بھی پکارا گیا ہے۔

۱۵۰۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ)).

(۱۵۰۳) ہم سے یحییٰ بن محمد بن سکن نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جہضم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا' ان سے عمر بن نافع نے ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دی تھی۔ غلام' آزاد' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔

[أطرافه في : ۱۵۰٤، ۱۵۰۷، ۱۵۰۹، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲].

٧١- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

باب صدقہ فطر کا مسلمانوں پر یہاں تک کہ غلام لونڈی پر بھی فرض ہونا

١٥٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)). [راجع: ١٥٠٤]

(۱۵۰۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ آزاد یا غلام' مرد یا عورت تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا جو فرض کی تھی۔

تشریح غلام اور لونڈی پر صدقہ فطر فرض ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ دے۔ بعضوں نے کہا یہ صدقہ پہلے غلام لونڈی پر فرض ہوتا ہے پھر مالک ان کی طرف سے اپنے اوپر اٹھا لیتا ہے۔ (وحیدی)

صدقہ فطر کی فرضیت یہاں تک ہے کہ یہ اس پر بھی فرض ہے جس کے پاس ایک روز کی خوراک سے زائد غلہ یا کھانے کی چیز موجود ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا صاع من بر اوقمح عن کل اثنین صغیر او کبیر حراو عبد ذکر او انثی اما غنیکم فیزکیہ اللہ و اما فقیرکم فیرد علیہ اکثر مما اعطاہ (ابوداود) یعنی ایک صاع گیہوں چھوٹے بڑے دونوں آدمیوں آزاد غلام مرد عورت کی طرف سے نکالا جائے اس صدقہ کی وجہ سے اللہ پاک مالدار کو گناہوں سے پاک کر دے گا (اس کا روزہ پاک ہو جائے گا) اور غریب کو اس سے بھی زیادہ دے گا جتنا کہ اس نے دیا ہے۔

صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مروج تھا' نہ صاع عراقی مراد ہے۔ صاع حجازی کا وزن اسی تولے کے سیر کے حساب سے پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے' حضرت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و ہو خمسة ارطال و ثلث رطل بغدادی و یقال له الصاع الحجازی لانه کان مستعملا فی بلاد الحجاز وهو الصاع الذی کان مستعملا فی زمن النبی صلی الله علیه و سلم و به کانوا یخرجون صدقة الفطر و زکٰوة المعشرات و غیرهما من الحقوق الواجبة المقدرة فی عهد النبی صلی الله علیه و سلم و به قال مالک و الشافعی و احمد و ابو یوسف و علماء الحجاز و قال ابو حنیفة و محمد بالصاع العراقی و هو ثمانیة ارطال بالرطل المذکور و انما قیل له العراقی لانه کان مستعملا فی بلاد العراق وهو الذی یقال له الصاع الحجاجی لانه ابرزه الحجاج الوالی و کان ابو یوسف یقول کقول ابی حنیفة ثم رجع الی قول الجمهور لما تناظر مع مالک بالمدینة فاراه المیعان التی توارثها اهل المدینة عن اسلافهم فی زمن النبی صلی الله علیه و سلم (مرعاة ج ۳ ص ۹۳)

صاع کا وزن ۵ رطل اور ثلث رطل بغدادی ہے' اسی کو صاع حجازی کہا جاتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں حجاز میں مروج تھا۔ اور عہد رسالت میں صدقہ فطر اور عشر کا غلہ اور دیگر حقوق واجبہ بصورت اجناس اسی صاع سے وزن کر کے ادا کئے جاتے تھے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور علماء حجاز کا یہی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ صاع عراقی مراد لیتے ہیں۔ جو بلاد عراق میں مروج تھا۔ جسے صاع حجاجی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا وزن آٹھ رطل مذکور کے برابر ہوتا ہے امام ابو یوسفؒ بھی اپنے استاد گرامی امام ابو حنیفہؒ ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے مگر جب آپ مدینہ تشریف لائے اور اس بارے میں امام المدینہ امام مالکؒ

سے تبادلۂ خیال فرمایا تو امام مالکؒ نے مدینہ کے بہت سے پرانے صاع جمع کرائے۔ جو اہل مدینہ کو زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم سے بطور وراثت ملے تھے اور جن کا عہد نبوی میں رواج تھا' ان کا وزن کیا گیا تو ۵ رطل اور ثلث رطل بغدادی نکلا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اس بارے میں قول جمہور کی طرف رجوع فرمالیا۔ صاع حجاجی اس لیے کہا گیا کہ اسے حجاج والی نے جاری کیا تھا۔

حساب بالا کی رو سے صاع حجازی کا وزن ۲۳۴ تولہ ہوتا ہے جس کے ۶ تولہ کم تین سیر بنتے ہیں جو اسی (۸۰) تولہ والے سیر کے مطابق ہیں۔

٧٢- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ

باب صدقہ فطر میں اگر جو دے تو ایک صاع ادا کرے۔

١٥٠٥- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ)).

[أطرافه في : ١٥٠٦، ١٥٠٨، ١٥١٠].

(۱۵۰۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن اسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عیاض بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک صاع جو کا صدقہ دیا کرتے تھے۔

تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے کہ صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو عہد رسالتؐ میں مروج تھا۔ جس کا وزن تین سیر سے کچھ کم ہوتا ہے۔

٧٣- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ

باب گیہوں یا دوسرا اناج بھی صدقہ فطر میں ایک صاع ہونا چاہیے

١٥٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ)). [راجع: ١٥٠٥]

(۱۵۰۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری نے بیان کیا' کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

تشریح: طعام سے اکثر لوگوں کے نزدیک گیہوں ہی مراد ہے۔ بعضوں نے کہا جو کے سوا دوسرے اناج اور اہل حدیث اور شافعیہ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ اگر صدقۂ فطر میں گیہوں دے تو بھی ایک صاع دینا کافی سمجھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم نے ابو سعیدؓ سے نکالا۔ میں تو وہی صدقہ دوں گا جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں دیا کرتا تھا۔ یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع گیہوں یا ایک صاع پنیر

یا ایک صاع جو۔ ایک شخص نے کہا یا دو مد نصف صاع گیہوں' انہوں نے کہا نہیں یہ معاویہؓ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے۔ (وحیدی)

٧٤- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

باب صدقۂ فطر میں کھجور بھی ایک صاع نکالی جائے۔

١٥٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ)). [راجع: ١٥٠٣]

(۱۵۰۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی زکوٰۃ فطر دینے کا حکم فرمایا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے اسی کے برابر دو مد (آدھا صاع) گیہوں کر لیا تھا۔

٧٥- بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيبٍ

باب صدقہ فطر میں منقیٰ بھی ایک صاع دینا چاہیے۔

١٥٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ أَبِيْ حَكِيمٍ الْعَدَنِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ، قَالَ: ((أُرَى مُدًّا مِنْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ)). [راجع: ١٥٠٥]

(۱۵۰۸) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا' انہوں نے یزید بن ابی حکیم عدنی سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا خشک انجیر) نکالتے تھے۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور گیہوں کی آمدنی ہوئی تو کہنے لگے میں سمجھتا ہوں اس کا ایک مد دوسرے اناج کے دو مد کے برابر ہے۔

٧٦- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ

باب صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا

١٥٠٩- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ)). [راجع: ١٥٠٣]

(۱۵۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے حفص بن میسرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔

۱۵۱۰- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ - وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ - وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالأَقِطُ وَالتَّمْرُ)).

[راجع: ١٥٠٥]

(۱۵۱۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا' ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا' ان سے عیاض بن عبداللہ بن سعد نے' ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیدالفطر کے دن (کھانے کے غلہ سے) ایک صاع نکالتے تھے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا کھانا (ان دنوں) جو' زبیب' پنیر اور کھجور تھا۔

تشریح صدقہ فطر عید سے ایک دو دن پہلے بھی نکالا جا سکتا ہے مگر نماز عید سے پہلے تو اسے ادا کر ہی دینا چاہیے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں صاف موجود ہے فمن اداها قبل الصلوٰة فهی زكوة مقبولة و من اداها بعد الصلوٰة فهی صدقة من الصدقات (ابوداود و ابن ماجه) یعنی جو اسے نماز عید سے قبل ادا کر دے گا اس کی یہ زکوٰۃ الفطر مقبول ہو گی اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا اس صورت میں یہ ایسا ہی معمولی صدقہ ہو گا جیسے عام صدقات ہوتے ہیں۔

۷۷- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

باب صدقہ فطر' آزاد اور غلام پر واجب ہونا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ : يُزَكِّي فِي التِّجَارَةِ، وَيُزَكِّي فِي الْفِطْرِ

اور زہری نے کہا جو غلام لونڈی سوداگری کا مال ہوں تو انکی سالانہ زکوٰۃ بھی دی جائے گی اور انکی طرف سے صدقہ فطر بھی ادا کیا جائے۔

تشریح پہلے ایک باب اس مضمون کا گزر چکا ہے کہ غلام وغیرہ پر جو مسلمان ہوں صدقہ فطر واجب ہے پھر اس باب کے دوبارہ لانے سے کیا غرض ہے؟ ابن منیر نے کہا کہ پہلے باب سے امام بخاریؒ کا مطلب یہ تھا کہ کافر کی طرف سے صدقہ فطر نہ نکالیں۔ اس لیے اس میں من المسلمین کی قید لگائی۔ اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہونے پر صدقہ فطر کس کس پر اور کس کس طرف سے واجب ہے۔ (وحیدی)

۱۵۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ - أَوْ قَالَ: رَمَضَانَ - عَلَى الذَّكَرِ وَالأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ

(۱۵۱۱) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان مرد' عورت' آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں نے آدھا صاع گیہوں اس کے برابر قرار دے لیا۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔

بُرٌ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيْرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَيُعْطِي عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِي. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا. وَكَانُوا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بَنِيَّ يَعْنِي بَنِيْ نَافِعٍ قَالَ كَانُوا يُعْطُوْنَ لِيُجْمَعَ لاَ لِلْفُقَرَاءِ.

[راجع: ١٥٠٣]

ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے جو صدقہ میں نکالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے سب کی طرف سے یہاں تک کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا' دے دیا کرتے تھے۔ اور لوگ صدقہ فطر ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے کہا میرے بیٹوں سے نافع کے بیٹے مراد ہیں۔ امام بخاری نے کہا وہ عید سے پہلے جو صدقہ دے دیتے تھے تو اکٹھا ہونے کے لیے نہ فقیروں کے لیے (پھر وہ جمع کر کے فقرا میں تقسیم کر دیا جاتا)

٧٨- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ قَالَ أَبُو عَمْرٍو وَ رَءَا عُمَرُ وَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَ ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يُزَكَّى مَالُ الْيَتِيْمِ وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكَّى مَالُ الْمَجْنُوْنِ.

باب صدقہ فطر بڑوں اور چھوٹوں پر واجب ہے۔

اور ابو عمرو نے بیان کیا' کہ عمر' علی' ابن عمر' جابر' عائشہ' طاؤس' عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ یتیم کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور زہری دیوانے کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل تھے۔

١٥١٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ)).

[راجع: ١٥٠٣]

(١٥١٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے عبیداللہ عمری کے واسطے سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کا صدقہ فطر' چھوٹے' بڑے' آزاد اور غلام سب پر فرض قرار دیا۔

۲۵- کتاب الحج

حج کے مسائل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ.

باب حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾[آل عمران ٩٧].

اور اللہ پاک نے (سورۂ آل عمران میں) فرمایا۔

''لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو وہاں تک راہ مل سکے۔ اور جو نہ مانے (اور باوجود قدرت کے حج کو نہ جائے) تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

تشریح: اپنے معمول کے مطابق امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری ؒ نے حج کی فرضیت ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی آیت مذکورہ کو نقل فرمایا۔ یہ سورہ آل عمران کی آیت ہے جس میں اللہ نے استطاعت والوں کے لیے حج کو فرض قرار دیا ہے۔ حج کے لفظ معنی قصد کرنے کے ہیں۔ واصل الحج فی اللغة القصد و فی الشرع القصد الی البیت الحرام باعمال مخصوصة لغوی معنی حج کے قصد کے ہیں اور شرعی معنی یہ کہ بیت اللہ شریف کا اعمال مخصوصہ کے ساتھ قصد کرنا۔ استطاعت کا لفظ اتنا جامع ہے کہ اس میں مالی ' جسمانی ' ملکی ہر قسم کی استطاعت داخل ہے۔ حج اسلام کے پانچوں رکنوں میں سے ایک رکن ہے۔ اور وہ ساری عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اس کی فرضیت ۹ ھ میں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ ۵ ھ یا ۶ ھ میں حج فرض ہوا۔ حج کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے حج نہ کرنے والوں کے حق میں کہا گیا ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مریں۔ حج کا فریضہ ہر مسلمان پر اسی وقت عائد ہوتا ہے جبکہ اس کو جسمانی اور مالی اور ملکی طور پر طاقت حاصل ہو۔ جیسا کہ آیت شریفہ من استطاع الیہ سبیلا سے ظاہر ہے۔

حضرت امام بخاری ؒ آیت قرآنی لانے کے بعد وہ حدیث لائے جس میں صاف صاف ان فریضة اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی الخ کے الفاظ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ایک قبیلہ خثعم کی مسلمان عورت کے الفاظ ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو سنا اور آپ ؐ نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہو گئی اور اس سے فرضیت حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔

ترمذی شریف باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی

الله علیه و سلم من ملک زاداً و راحلة تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیًا او نصرانیا۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خرچ اخراجات سواری وغیرہ سفر بیت اللہ کے لیے روپیہ میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مرد مسلمان کے لیے ہو سکتی ہے۔ پس جو لوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیرو سیاحت میں ہزارہا روپیہ برباد کر دیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہو جاتی ہے' ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتیٰ الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ اور لیت و لعل میں وقت نہ ٹالنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک محروسہ میں مندرجہ ذیل پیغام شائع کرایا تھا۔ لقد هممت ان ابعث رجالا الی هذہ الامصار فینظروا کل من کان له جدة ولا یحج فیضربوا علیهم الجزیة ماهم بمسلمین ما هم بمسلمین (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۶۵) میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تفتیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے' ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کر دیں۔ کیونکہ ان کا دعویٰ اسلام فضول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔

وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہو گی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور وہاں تک جانے کی ہر طرح سے آدمی طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بابا آدم علیہ السلام سینکڑوں مرتبہ پیدل سفر کر کے گئے۔ اخرج ابن خزیمة و ابو الشیخ فی العظمة والدیلمی عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه و سلم قال ان ادم اتی هذا البیت الف اتیة لم یرکب قط فیهن من الهند علی رجلیه۔ یعنی ابن عباسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا ملک ہند سے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان حجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

آنحضرت ﷺ نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آکر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو رخصتی کے وقت آپؐ نے حجر اسود کو چوما اور آپ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور آبدیدۂ نم آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام جہاں سے پیارا و بہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب البلاد ہے۔ اگر کفار قریش مجھ کو ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری جدائی ہرگز اختیار نہ کرتا۔ (ترمذی)

جب آپ مکہ شریف سے باہر نکلے تو پھر آپ نے اپنی سواری کا منہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: والله انک لخیر ارض الله واحب ارض الله الی الله ولو لا اخرجت منک ما خرجت (احمد' ترمذی' ابن ماجه) قسم اللہ کی! اے شہر مکہ تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے' تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

فضیلت حج کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں من حج هذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کما ولدته امه (ابن ماجه ص ۲۱۳) یعنی جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

ابو ہریرہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور ایک

درجہ جنت میں اس کے لیے بلند کرتا ہے۔ جب وہ شخص بیت اللہ شریف میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کترواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترغیب و ترہیب ص ۲۲۴)

ابن عباسؓ سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

بیہقی نے عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔ اس پاک عمل سے فقر کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو میل سے پاک کر دیتی ہے۔

مسند احمد میں ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ نہ معلوم کل کیا پیش آئے ؎ اے زفرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش۔ میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین و دنیا کی بھلائی کے لیے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تعریف فرماتا ہے۔

ابو یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حاجی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

الغرض فرضیت حج کے بارے میں اور فضائل حج کے متعلق اور بھی بہت سی مرویات ہیں۔ مومن مسلمان کے لیے اسی قدر کافی وافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو اتنی طاقت دے کہ وہ حج کو جاسکے اس کو ضرور بالضرور وقت کو غنیمت جاننا چاہیے اور توحید کی اس عظیم الشان سالانہ کانفرنس میں بلا حیل و حجت شرکت کرنی چاہیے۔ وہ کانفرنس جس کی بنیاد آج سے چار ہزار سال قبل اللہ کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پاک ہاتھوں سے رکھی اس دن سے آج تک ہر سال یہ کانفرنس ہوتی چلی آ رہی ہے۔ پس اس کی شرکت کے لیے ہر مومن مسلمان ہر ابراہیمی ہر محمدی کو ہر وقت متمنی رہنا چاہیے۔

حج کی فرضیت کے شرائط کیا ہیں؟

حج فرض ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں' ان میں سے اگر ایک چیز بھی فوت ہو جائے تو حج کے لیے جانا فرض نہیں ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط بھی ساتھ ہی فوت ہو جاتا ہے۔ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل یا بالغ ہونا (۳) راستے میں امن و امان کا پایا جانا (۴) اخراجات سفر کے لیے پوری رقم کا موجود ہونا (۵) تندرست ہونا (۶) عورتوں کے لیے ان کے ساتھ کسی محرم کا ہونا' محرم اس کو کہتے ہیں جس سے عورت کے لیے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے قطعاً حرام ہو جیسے بیٹا یا سگا بھائی یا باپ یا داماد وغیرہ۔ محرم کے علاوہ مناسب تو یہی ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو۔ اگر شوہر نہ ہو تو کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم لا تسافر امراة مسیرة یوم و لیلة الا و معها ذو محرم متفق علیه۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' عورت ایک رات دن کی مسافت کا سفر بھی نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم لا یخلون رجل بامراة ولا تسافرن امراة الا و معها محرم الحدیث متفق علیه

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مرد کسی غیر عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ ہو۔ اور نہ ہرگز ہرگز کوئی عورت بغیر شوہر یا کسی ذی محرم کو ساتھ لئے سفر کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا' حضور! میرا نام مجاہدین کی فہرست میں آ گیا اور میری عورت حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا' جاؤ تم اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔

حج کے مہینوں اور ایام کا بیان چونکہ حج کے لیے عموماً ماہ شوال سے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے شوال و ذی قعدہ و عشرۂ ذی الحجہ کو اشہرالحج یعنی حج کے مہینے کہا جاتا ہے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے لیے خاص دن مقرر ہیں جو آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں کفار عرب اپنے اغراض کے ماتحت حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کر لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک نے ان کے اس فعل کو کفر میں زیادتی سے تعبیر کیا۔ اور سختی کے ساتھ اس حرکت سے روکا ہے۔ عمرہ مطلق زیارت کو کہتے ہیں۔ اس لیے یہ سال بھر میں ہر مہینے میں ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایام کی خاص قیود نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی مدت العمر میں چار مرتبہ عمرہ کیا۔ جن میں سے تین عمرے آپؐ نے ماہ ذی قعدہ میں کئے اور ایک عمرہ آپؐ کا حجتہ الوداع کے ساتھ ہوا۔ (متفق علیہ)

١٥١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ ((كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الآخَرِ، فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخاً كَبِيْرًا لاَ يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ)).

[أطرافه في : ١٨٥٤، ١٨٥٥، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨].

(۱۵۱۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سلیمان بن یسار نے' اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس (حجتہ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آئی۔ فضل اس کو دیکھنے لگے وہ بھی انہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فضلؓ کا چہرہ بار بار دوسری طرف موڑ دینا چاہتے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ کا فریضۂ حج میرے والد کے لیے ادا کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں اونٹنی پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج (بدل) کر سکتی ہوں؟ آں حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجتہ الوداع کا واقعہ تھا۔

تشریح اس حدیث سے یہ نکلا کہ نیابتاً دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے۔ مگر وہ شخص دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک مطلقاً درست ہے اور ان کے مذہب کو وہ حدیث رد کرتی ہے جس کو ابن خزیمہ اور اصحاب سنن نے ابن عباسؓ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا' فرمایا کیا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کر لو۔ اسی طرح کسی شخص کے مر جانے کے بعد بھی اس کی طرف سے حج درست ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت کر گیا ہو۔ اور بعضوں نے ماں باپ کی طرف سے بلا وصیت بھی حج درست رکھا ہے۔ (وحیدی)

حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے۔ جو کسی معذور یا متوفی کی طرف سے نیابتاً کیا جاتا ہے۔ اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لیے آیا ہے اس کا نام لینا چاہیے۔ مثلاً ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لیے گیا تو وہ یوں پکارے

لَبَّيْكَ عَنْ زَيْدٍ نِيَابَةً کسی معذور زندے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے وہ سواری پر بھی چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں ان کی طرف سے حج ادا کر لوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں کر لو (ابن ماجہ) مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے وہ پہلے خود اپنا حج ادا کر چکا ہو۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه و سلم سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمة فقال رسول الله صلی الله علیه و سلم من شبرمة قال قریب لی قال هل حججت قط قال لا قال فاجعل هذه عن نفسک ثم حج عن شبرمة رواه ابن ماجة یعنی ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ لبیک پکارتے وقت کسی شخص شبرمہ نامی کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ بھئی یہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ شبرمہ میرا ایک قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا تو نے کبھی اپنا حج ادا کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا' اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہو جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ بہت سے ائمہ اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے۔ لمعات میں ملا علی قاری مرحوم لکھتے ہیں الامر یدل بظاهره علی ان النیابة انما یجوز بعد اداء فرض الحج و الیه ذهب جماعة من الائمة و الشافعی و احمد یعنی امر نبوی بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لیے جائز ہے جو اپنا فرض ادا کر چکا ہو۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ باب من حج عن غیره و لم یکن حج عن نفسه یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں اس پر آپ حدیث بالا شبرمہ والی لائے ہیں اور اس پر فیصلہ دیا ہے و لیس فی هذا الباب اصح منه یعنی حدیث شبرمہ سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں: وظاهر الحدیث انه لا یجوز لمن لم یحج عن نفسه ان یحج عن غیره و سوآء کان مستطیعا او غیر مستطیع لان النبی صلی الله علیه و سلم لم یستفصل هذا للرجل الذی سمعه یلبی عن شبرمة و هو ینزل منزلة العموم و الی ذلک ذهب الشافعی و الناصر (جزء رابع نیل الاوطار ص ۱۷۳) یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے پہلے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت رکھنے والا ہو یا طاقت نہ رکھنے والا ہو۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے جس شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا تھا اس سے آپ نے یہ تفصیل دریافت نہیں کی۔ پس یہ بمنزلہ عموم ہے اور امام شافعیؒ و ناصرؒ کا یہی مذہب ہے۔

پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو تاکہ بلا شک و شبہ ادائیگی فریضۂ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کئے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہو گا۔ نیز حج کی قبولیت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقل مند ایسا کام کیوں کرے جس میں کافی روپیہ خرچ ہو اور قبولیت میں تردد و شک و شبہ ہاتھ آئے ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

۲- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب اللہ پاک کا سورۂ حج میں یہ ارشاد کہ

﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ فِجَاجًا: الطُّرُقِ الْوَاسِعَةَ. [الحج: ٢٧].

لوگ پیدل چل کر تیرے پاس آئیں اور دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے اس لیے کہ دین اور دنیا کے فائدے حاصل کریں۔ امام بخاری نے کہا سورۂ نوح میں جو فجاجا کا لفظ آیا ہے اس کے معنی کھلے اور

کشادہ راستے کے ہیں۔

اگلی آیت سورۂ حج کی اس باب سے متعلق تھی اور چونکہ اس میں فج کا لفظ ہے اور فجاجا اسی کی جمع ہے جو سورہ نوح میں وارد ہے اس لیے اس کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

تشریح اس آیت کریمہ کے ذیل مفسرین لکھتے ہیں: فنادیٰ علی جبل ابو قبیس یا ایها الناس ان ربکم بنی بیتا و اوجب علیکم الحج الیه فاجیبوا ربکم والتفت بوجهه یمینا و شمالا و شرقا و غربا فاجابه کل من کتب له ان یحج من اصلاب الرجال و ارحام الامهات لبیک اللهم لبیک (جلالین) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابو قبیس پر چڑھ کر پکارا' اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لیے ایک گھر بنوایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال و جنوب مشرق و مغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت ازلی لکھی جا چکی ہے۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لبیک اللھم لبیک۔ یا اللہ ہم حاضر ہیں۔ یا اللہ ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لیے حاضر ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ پیش گوئی کی جھلک توراۃ میں آج بھی موجود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے۔

"اونٹیاں کثرت سے تجھے آ کر چھپالیں گی مدیان اور عیفہ کی جو اونٹیاں ہیں اور وہ سب جو سبا کی ہیں آئیں گی۔" (یسعیاہ ٦/ ٦٠)

"قیدار کی ساری بھیڑیں (قیدار اسماعیلؑ کے بیٹے کا نام ہے) تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط (پسر اسماعیل) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اڑتے ہیں اور کبوتر کی مانند اپنے کابک کی طرف جاتے ہیں۔ یقیناً بحری ممالک تیری راہ تکیں گے اور ترسیس کے جہاز پہلے آئیں گے۔" (یسعیاہ ١٣/ ٦٠)

ان جملہ پیش گوئیوں سے عظمت کعبہ ظاہر ہے۔ وللتفصیل مقام اخر

١٥١٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حِيْنَ تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً)).

[راجع: ١٦٦]

(١٥١٤) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں ابن شہاب نے کہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی' ان سے عبداللہ بن عمر نے فرمایا' کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ اپنی سواری پر چڑھ رہے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو آپؐ نے لبیک کہا۔

١٥١٥- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ إِهْلاَلَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ)).

(١٥١٥) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی' کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا' انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا' وہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ جب سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَعْنِيْ حَدِيْثُ إِبْرَاهِيْمَ بْنُ مُوْسَى

ابراہیم بن موسیٰ کی یہ حدیث ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

امام بخاری کی غرض ان حدیثوں کے لانے سے یہ ہے کہ حج پاپیادہ اور سوار ہو کر دونوں طرح درست ہے۔ بعضوں نے کہا ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ حج پاپیادہ افضل ہے' اگر ایسا ہوتا تو آپ بھی پاپیادہ حج کرتے مگر آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر حج کیا اور آنحضرت ﷺ کی پیروی سب سے افضل ہے۔ (وحیدی) اونٹ کی جگہ آج کل موٹر کاروں نے لے لی ہے اور اب حج بے حد آرام دہ ہو گیا ہے۔

۳- بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

باب پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

١٥١٦- حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ، وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ)). وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ، فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ. [راجع: ٢٩٤]

(۱۵۱۶) اور ابان نے کہا ہم سے مالک بن دینار نے بیان کیا' ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر ان کو بٹھالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج کے لئے پالانیں باندھو کیونکہ یہ بھی ایک جہاد ہے۔

١٥١٧- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ)).

(۱۵۱۷) محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عزرہ بن ثابت نے بیان کیا' ان سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک پالان پر حج کے لئے تشریف لے گئے اور آپ بخیل نہیں تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بھی پالان پر حج کے لئے تشریف لے گئے تھے' اسی پر آپ کا اسباب بھی لدا ہوا تھا۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ حج میں تکلف کرنا اور آرام کی سواری ڈھونڈنا سنت کے خلاف ہے۔ سادے پالان پر چڑھنا کافی ہے۔ شغدف اور محمل اور عمدہ کجاوے اور گدے اور تکیے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ عبادت میں جس قدر مشقت ہو اتنا ہی زیادہ ثواب ہے۔ (وحیدی) یہ باتیں آج کے سفر حج میں خواب وخیال بن کر رہ گئی ہیں۔ اب ہر جگہ موٹر کار' ہوائی جہاز دوڑتے پھر رہے ہیں۔ حج کا مبارک سفر بھی ریل' دخانی جہاز' موٹر کار اور ہوائی جہازوں سے ہو رہا ہے۔ پھر زیادہ سے زیادہ آرام ہر ہر قدم پر موجود ہے۔ ان تکلفات کے ساتھ حج اس حدیث کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں سفر حج بھی ایک تفریح کا ذریعہ بن جائے گا۔ لیکن سنت کے شیدائی ان حالات میں بھی چاہیں تو سادگی کے ساتھ یہ مبارک سفر کرتے ہوئے قدم قدم پر خدا ترسی سنت شعاری کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ مکہ شریف سے پیدل چلنے کی اجازت ہے۔ حکومت مجبور نہیں کرتی کہ ہر شخص موٹر ہی کا سفر کرے مگر آرام طلبی کی دنیا میں یہ سب باتیں دقیانوسی سمجھی جانے لگی۔ بہرحال حقیقت ہے کہ سفر حج جہاد سے کم نہیں ہے بشرطیکہ حقیقی حج نصیب ہو۔

لفظ زاملہ ایسے اونٹ پر بولا جاتا جو حالت سفر میں علیحدہ سامان اسباب اور کھانے پینے کی اشیاء اٹھانے کے لئے استعمال میں آتا تھا' یہاں راوی کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ سفر مبارک اس قدر سادگی سے کیا کہ ایک ہی اونٹ سے سواری اور سامان اٹھانا ہر دو کام لے لئے گئے۔

١٥١٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ. فَقَالَ: ((يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، اذْهَبْ بِأُخْتِكَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ)) فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ، فَاعْتَمَرَتْ)).

[راجع: ٢٩٤]

(۱۵۱۸) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایمن بن نابل نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے تو عمرہ کر لیا لیکن میں نہ کر سکی۔ اس لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا عبدالرحمن اپنی بہن کو لے جا اور انہیں تنعیم سے عمرہ کرا لا۔ چنانچہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھا لیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ ادا کیا۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم بھیجا۔ اس بارے میں حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" میقاتش حل است از برا ئے مکی بحدیث صحیحین وغیرھما کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمن بن ابی بکر را امر فرمود با عائشۃ بسو ئے تنعیم بر آید ووے ازانجا عمرہ بر آرد وھرکہ آنرا از مسکن ومکہ صحیح گوید جواب دادہ کہ این امر بنابر تطیب خاطر عائشہ بود تا از حل بکہ درآید چنانکہ دیگر ازواج کردند وایں واجب خلاف ظاہر است۔ حاصل آنکہ ازوے صلی اللہ علیہ وسلم تعین میقات عمرہ واقع نشدہ وتعیین میقات حج از برا ئے اہل ہر جہت ثابت گشتہ پس اگر عمرہ دریں مواقیت ہمچو حج باشد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحدیث صحیح گفتہ فمن کان دونہم فمھلہ من اھلہ وکذلک اھل مکۃ یھلون منھا واین در صحیحین است بلکہ درحقیقت ابن عباس بعد ذکر مواقیت اہل ہرمحل تصریح آمدہ باآنکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حدیث فھن لاھلھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن لمن کان یرید الحج والعمرۃ وایں حدیث درصحیحین است ودراں تصریح بعمرہ است (بدور الاہلہ' ص: ۱۵۲)

اہل مکہ کے لئے عمرہ کا میقات 'حل ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ اپنی بہن عائشہ کو تنعیم لے جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور جن علماء نے یہ کہا کہ عمرہ کا میقات اپنا گھر اور مکہ ہی ہے' انہوں نے اس حدیث کے بارے میں جواب دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ نے محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے فرمایا تھا تاکہ وہ حل سے کر آئیں جیسا کہ دیگر ازواج مطہرات نے کیا تھا اور یہ جواب ظاہر کے خلاف ہے' حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ سے عمرہ کے لئے میقات کا تعیین واقع نہیں ہوا اور میقات حج کا تعیین ہر جہت والوں کے لئے ثابت ہوا ہے۔ پس اگر عمرہ ان مواقیت میں حج کی مانند ہو تو آنحضرت ﷺ نے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر ہوں۔ ان کا میقات ان کا گھر ہے وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں اسی طرح مکہ والے بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں اور یہ حدیث صحیحین میں ہے۔ بلکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہر جگہ کی میقات کا ذکر کرنے کے بعد صراحتاً آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے اہل ہیں اور جو بھی ادھر سے گزریں حالانکہ وہ یہاں کے باشندے نہ ہوں۔ پھر ان کے لئے میقات یہی مقامات ہیں جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کر کے

آئیں- پس اس حدیث میں صراحتاً عمرہ کا لفظ موجود ہے-

نواب مرحوم کا اشارہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب حج کا احرام مکہ والے مکہ ہی سے باندھیں گے اور ان کے گھر ہی ان کے میقات ہیں تو عمرہ کے لئے بھی یہی حکم ہے- کیونکہ حدیث ہذا میں رسول کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کا ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے- بہ سلسلہ میقات جس قدر احکامات حج کے لئے ہیں وہی سب عمرہ کے لئے ہیں- ان کی بنا پر صرف مکہ شریف سے عمرہ کا احرام باندھنے والوں کے لئے تنعیم جانا ضروری نہیں ہے- واللہ اعلم بالصواب

٤- بَاب فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ

باب حج مبرور کی فضیلت کا بیان

١٥١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ)). قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ)). قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حَجٌّ مَبْرُورٌ)). [راجع: ٢٦]

(۱۵۱۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا- پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا- پھر پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا کہ حج مبرور-

تشریح مبرور لفظ بر سے بنا ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں- قرآن مجید میں لیس البر میں یعنی لفظ ہے-یہی وہ حج جس میں از اول تا آخر نیکیاں ہی نیکیاں کی گئی ہوں- گناہ کا شائبہ بھی نہ ہو- ایسا حج قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے- عنداللہ یہی حج مقبول ہے پھر ایسا حاجی عمر بھر ایک مثالی مسلمان بن جاتا ہے اور اس کی زندگی سراپا اسلام اور ایمان کے رنگ میں رنگ جاتی ہے- اگر ایسا حج نصیب نہیں تو وہی مثال ہوگی خر عیسیٰ گر بمکہ رود چوں بیاد ہنوز خر باشد

حج مبرور کی تعریف میں حافظ فرماتے ہیں الذی لا یخالطہ شئی من الاثم یعنی حج مبرور وہ ہے جس میں گناہ کا مطلقاً دخل نہ ہو- حدیث جابر میں ہے کھانا کھلانا اور سلام پھیلانا جو حاجی اپنا شعار بنالے اس کا حج حج مبرور ہے- یہی حج وہ ہے جس سے گزشتہ صغیرہ وکبیرہ جملہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ایسا حاجی اس حالت میں لوٹتا ہے گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے- اللہ پاک ہر حاجی کو ایسا ہی حج نصیب کرے-

مگر افسوس ہے کہ آج کی مادی ترقیات نے' نئی نئی ایجادات نے روحانی عالم کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا ہے- بیشتر حاجی مکہ شریف کے بازاروں میں جب مغربی سازوسامان دیکھتے ہیں' ان کی آنکھیں چکا چوند ہوجاتی ہیں وہ جائز اور ناجائز سے بالا ہو کر ایسی ایسی چیزیں خرید لیتے ہیں کہ واپس اپنے وطن آکر حاجیوں کی بدنامی کا موجب بنتے ہیں- حکومت کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں- الا من رحم اللہ

١٥٢٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ((عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ

(۱۵۲۰) ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ طحان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبردی' انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے

اللهِ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ قَالَ: ((لاَ، لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ)).

[أطرافه في: ١٨٦١، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٧٦].

پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آں حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب سے افضل جہاد حج ہے جو مبرور ہو۔

١٥٢١- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَومِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)).

[طرفاه في: ١٨١٩، ١٨٢٠].

(١٥٢١) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سیار ابوالحکم نے بیان کیا' کہا کہ میں نے ابوحزم سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لئے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حدیث بالا میں لفظ مبرور سے مراد وہ حج جس میں ریاکاری کا دخل نہ ہو' خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو جس میں از اول تا آخر کوئی گناہ نہ کیا جائے اور جس کے بعد حاجی کی پہلی حالت بدل کر اب وہ سراپا نیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ بلاشک اس کا حج حج مبرور ہے حدیث مذکور میں حج مبرور کے کچھ اوصاف خود ذکر میں آگئے ہیں' اسی تفصیل کے لئے حضرت امام اس حدیث کو یہاں لائے۔

٥- بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب حج اور عمرہ کی میقاتوں کا بیان

١٥٢٢- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ - فَسَأَلْتُهُ: مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ: فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ)). [راجع: ١٣٣]

(١٥٢٢) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے زید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قیامگاہ پر حاضر ہوئے۔ وہاں قنات کے ساتھ شامیانہ لگا ہوا تھا (زید بن جبیر نے کہا کہ) میں نے پوچھا کہ کس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا چاہئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے نجد والوں کے لئے قرن' مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ مقرر کیا ہے۔

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھ لینا چاہئے اور وہاں سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا ناجائز ہے اور ادھر ہندوستان کی طرف سے جانے والوں کے لئے یلملم پہاڑ کے محاذ سے احرام باندھ لینا چاہئے۔ جب جہاز یہاں سے گزرتا ہے تو

کپتان خود سارے حاجیوں کو اطلاع کرا دیتا ہے یہ جگہ عدن کے قریب پڑتی ہے۔ قرن منازل مکہ سے دو منزل پر طائف کے قریب ہے اور ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے اور جحفہ مکہ سے پانچ چھ منزل پر ہے۔ قسطلانی نے کہا اب لوگ جحفہ کے بدل رابغ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ جو جحفہ کے برابر ہے اور اب جحفہ ویران ہے وہاں کی آب وہوا خراب ہے نہ وہاں کوئی جاتا ہے نہ اترتا ہے۔ (وحیدی) واختصت الجحفة بالحمٰی فلاینزلها احد الاحم (فتح) یعنی جحفہ بخار کے لئے مشہور ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عمالقہ نے قیام کیا تھا جبکہ ان کو یثرب سے بنو عبیل نے نکال دیا تھا مگر یہاں ایسا سیلاب آیا کہ اس نے اس کو برباد کرکے رکھ دیا۔ اسی لئے اس کا جحفہ نام ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عمرہ کے میقات بھی وہی ہیں جو حج کے ہیں۔

٦- بَابُ قَولِ اللهِ تَعَالَى : ﴿وَتَزَوَّدُوا، فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ [البقرة : ١٩٧]

باب فرمان باری تعالیٰ

کہ توشہ ساتھ میں لے لو اور سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

١٥٢٣- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلاَ يَتَزَوَّدُونَ، وَيَقُولُونَ:نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ. فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلاً.

(۱۵۲۳) ہم سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شبابہ بن سوار نے بیان کیا' ان سے ورقاء بن عمرو نے' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لئے آجاتے تھے۔ کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اور توشہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے۔" اس کو ابن عیینہ نے عمرو سے بواسطہ عکرمہ مرسلاً نقل کیا ہے۔

تشریح مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں کہ تابعی آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کرے اور جس صحابی سے وہ نقل کر رہا ہے اس کا نام نہ لے۔ صحابی کا نام لینے سے یہی حدیث پھر مرفوع کہلاتی ہے جو درجہ قبولیت میں خاص مقام رکھتی ہے۔ یعنی صحیح مرفوع حدیث نبوی (ﷺ)

آیت شریفہ میں تقویٰ سے مراد مانگنے سے بچنا اور اپنے مصارف سفر کا خود انتظام کرنا مراد ہے اور یہ بھی کہ اس سفر سے بھی زیادہ اہم سفر آخرت درپیش ہے۔ اس کا توشہ بھی تقویٰ پرہیزگاری گناہوں سے بچنا اور پاک زندگی گزارنا ہے۔ یہ سلسلۂ حج تقویٰ کی تلقین بھی حج کا ماحصل ہے۔ آج بھی جو لوگ حج میں دست سوال دراز کرتے ہیں' انہوں نے حج کا مقصد ہی نہیں سمجھا۔ قال المهلب فی هذا الحديث من الفقة ان ترک السوال من التقویٰ و یویده ان الله مدح لم یسئل الناس الحافا فان قوله فان خیر الزاد التقویٰ ای تزودوا واتقوا اذی الناس بسوالکم ایاهم والاثم فی ذلک (فتح) یعنی مہلب نے کہا کہ اس حدیث سے یہ سمجھا گیا کہ سوال نہ کرنا تقویٰ سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے اس شخص کی تعریف کی ہے جو لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتا۔ خیر الزاد التقوی کا مطلب یہ کہ ساتھ میں توشہ لو اور سوال کر کرکے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور سوال کرنے کے گناہ سے بچو۔

مانگنے والا متوکل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی توکل یہی ہے کہ کسی سے بھی کسی چیز میں مدد نہ مانگی جائے اور اسباب مہیا کرنے کے باوجود بھی اسباب سے قطع نظر کرنا یہ توکل سے ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اونٹ والے سے فرمایا تھا کہ اسے مضبوط باندھ پھر اللہ پر بھروسہ رکھ۔

گفت پیغمبر باواز بلند بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

٧- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کہاں سے باندھیں

١٥٢٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)).

(١٥٢٤) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے احرام کے لئے ذوالحلیفہ' شام والوں کے لئے جحفہ' نجد والوں کے لئے قرن منازل' یمن والوں کے لئے یلملم متعین کیا۔ یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

[اطرافه في : ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥].

معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے میقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی حضرت امام بخاری کا مقصد باب ہے۔

٨- بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَلاَ يُهِلُّونَ قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

باب مدینہ والوں کا میقات اور انہیں ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیے

١٥٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)). قَالَ عَبْدُ اللهِ ((وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((وَيُهِلُّ

(١٥٢٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے لوگ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں' شام کے لوگ جحفہ سے اور نجد کے لوگ قرن منازل سے۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یمن کے لوگ یلملم سے احرام باندھیں۔

أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ)). [راجع: ۱۳۳]

تشریح شاید حضرت امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں ہے' اسحاق اور داؤد کا بھی یہی قول ہے۔ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ یہ میقات مکانی میں اختلاف ہے لیکن میقات زمانی یعنی حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔ نجد وہ ملک ہے جو عرب کا بالائی حصہ تہامہ سے عراق تک واقع ہے۔ بعضوں نے کہا جرش سے لے کر کوفہ کے نواح تک اس کی مغربی حد حجاز ہے۔ (وحیدی)

۹- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

باب شام کے لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ کہاں ہے؟

١٥٢٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَّتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا)). [راجع: ١٥٢٤]

(۱۵۲۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' ان سے طاؤس نے بیان کیا' اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا۔ شام والوں کے لئے جحفہ' نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لئے یلملم۔ یہ میقات ان ملک والوں کے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

جو حضرات عمرہ کے لئے تنعیم جانا ضروری گردانتے ہیں یہ حدیث ان پر حجت ہے بشرطیکہ بنظر تحقیق مطالعہ فرمائیں۔

۱۰- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

باب نجد والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے؟

١٥٢٧- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ ((وَقَّتَ النَّبِيُّ ﷺ)) ح. [راجع: ۱۳۳]

(۱۵۲۷) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم نے زہری سے یہ حدیث یاد رکھی' ان سے سالم نے کہا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات متعین کر دیئے تھے۔

١٥٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مُهَلُّ

(۱۵۲۸) (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے احمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا' آپ

أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ)) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ - وَلَمْ أَسْمَعْهُ - : ((وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ)).

[راجع: ۱۳۳]

نے فرمایا تھا کہ مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے مہیعہ یعنی جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن منازل۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ یمن والے احرام یلملم سے باندھیں لیکن میں نے اسے آپ سے نہیں سنا۔

۱۱- بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

باب جو لوگ میقات کے ادھر رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا)).

[راجع: ۱۵۲٤]

(۱۵۲۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے' ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ میقات ٹھہرایا اور شام والوں کے لیے جحفہ' یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن منازل۔ یہ ان ملکوں کے لوگوں کے لیے ہیں اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزریں۔ اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ تو وہ اپنے شہروں سے احرام باندھیں' تا آنکہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

۱۲- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

باب یمن والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے؟

۱۵۳۰- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَلأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، هُنَّ لأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ

(۱۵۳۰) ہم سے معلٰی بن اسد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا' شام والوں کے لئے جحفہ' نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لئے یلملم۔ یہ ان ملکوں کے باشندوں کے میقات ہیں اور تمام ان دوسرے مسلمانوں کے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر آئیں اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے

مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)). [راجع: ١٥٢٤]

ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں تو (وہ احرام وہیں سے باندھیں) جہاں سے سفر شروع کریں تا آنکہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

١٣- بَابُ ذَاتُ عِرْقٍ لأَهْلِ الْعِرَاقِ

باب عراق والوں کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے

١٥٣١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوا عُمَرَ فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ حَدَّ لأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا. قَالَ: فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ. فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ)).

(١٥٣١) ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے نافع سے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب یہ دو شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا امیرالمؤمنین رسول اللہ ﷺ نے نجد کے لوگوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ قرن منازل قرار دی ہے اور ہمارا راستہ ادھر سے نہیں ہے' اگر ہم قرن کی طرف جائیں تو ہمارے لئے بڑی دشواری ہوگی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ اپنے راستے میں اس کے برابر کوئی جگہ تجویز کرلو۔ چنانچہ ان کے لئے ذات عرق کی تعیین کردی۔

تشریح: یہ مقام مکہ شریف سے بیالیس میل پر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقام اپنی رائے اور اجتہاد سے مقرر کیا۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے عراق والوں کا میقات ذات عرق مروی ہے گو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ اگر کوئی مکہ میں حج یا عمرے کی نیت سے اور کسی راستے سے آئے جس میں کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو جس میقات کے مقابل پہنچے وہاں سے احرام باندھے لے۔ بعضوں نے کہا کہ اگر کوئی میقات کی برابری معلوم نہ ہو سکے تو جو میقات سب سے دور ہے اتنی دور سے احرام باندھ لے۔ میں کہتا ہوں ابوداؤد اور نسائی نے باسناد صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے عراق والوں کے لئے ذات عرق مقرر کیا اور احمد اور دار قطنی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بھی ایسا ہی نکلا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حدیث کے مطابق پڑا (مولانا وحید الزماں)

اس بارے میں حافظ ابن حجر نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں لکن لما سن عمر ذات عرق وتبعه عليه الصحابة واستمر عليه العمل كان اولى بالاتباع یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مقرر فرما دیا اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو اب اس کی اتباع ہی بہتر ہے۔

١٤- بَابُ الصَّلاَةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

باب ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت نماز پڑھنا

١٥٣٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ

(١٥٣٢) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ کے پتھریلے میدان میں اپنی سواری روکی اور پھر وہیں آپ صلی اللہ علیہ و

فَصَلَّى بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ٤٨٤]

سلم نے نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

١٥- بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ

باب نبی کریم ﷺ کا شجرہ پر سے گزر کر جانا

١٥٣٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ)).

(١٥٣٣) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شجرہ کے راستے سے گزرتے ہوئے "معرس" کے راستے سے مدینہ آتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب مکہ جاتے تو شجرہ کی مسجد میں نماز پڑھتے لیکن واپسی میں ذوالحلیفہ کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ رات وہیں گزارتے تاآنکہ صبح ہو جاتی۔

شجرہ ایک درخت تھا ذوالحلیفہ کے قریب۔ آنحضرت ﷺ اسی راستے سے آتے اور جاتے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ آج کل اس جگہ کا نام بئر علی ہے' یہ علی حضرت علیؓ بن ابی طالب نہیں ہیں بلکہ کوئی اور علی ہیں جن کی طرف یہ جگہ اور یہاں کا کنواں منسوب ہے۔ معرس عربی میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو اتریں اور وہاں ڈیرہ لگائیں۔ یہ مذکورہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد تلے واقع ہے اور یہاں سے مدینہ بہت ہی قریب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو بار بار ان مقامات مقدسہ کی زیارت نصیب کرے۔ آمین۔ آپ دن کی روشنی میں مدینہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ پس سنت یہی ہے۔

١٦- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ))

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ وادی عقیق مبارک وادی ہے

١٥٣٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيسِيُّ قَالاَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِوَادِي

(١٥٣٤) ہم سے ابوبکر عبداللہ حمیدی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ولید اور بشر بن بکر تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے بیان کیا' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' ان کا بیان تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے وادی عقیق میں سنا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ آیا

الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ : ((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ)).

[طرفاه في : ٢٣٣٧، ٧٣٤٣].

اور کہا کہ اس "مبارک وادی" میں نماز پڑھ اور اعلان کر کہ عمرہ حج میں شریک ہوگیا۔

ایام حج میں عمرہ عہد جاہلیت میں سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس غلط خیال کی بھی اصلاح کی اور اعلان کرایا کہ اب ایام حج میں عمرہ داخل ہوگیا۔ یعنی جاہلیت کا خیال باطل ہوا۔

ایام حج میں عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تمتع کو افضل قرار دیا گیا کہ اس میں حاجی پہلے عمرہ کرکے جاہلیت کی رسم کی بیخ کنی کرتا ہے۔ پھر اس میں جو آسانیاں ہیں کہ یوم ترویہ تک احرام کھول کر آزادی مل جاتی ہے۔ یہ آسانی بھی اسلام کو مطلوب ہے۔ اسی لئے تمتع حج کی بہترین صورت ہے۔

١٥٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ مُعَرِّسٌ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ، وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوخَّي بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلَ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِي، بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ)).

[راجع: ٤٨٣]

(۱۵۳۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ معرس کے قریب ذوالحلیفہ کی بطن وادی (وادی عقیق) میں آپؐ کو خواب دکھایا گیا۔ (جس میں) آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ اس وقت "بطحاء مبارکہ" میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا وہ اس مقام کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں عبداللہ اونٹ بٹھایا کرتے تھے یعنی جہاں آنحضرت ﷺ رات کو اترا کرتے تھے۔ وہ مقام اس مسجد کے نیچے کی طرف میں ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ اترنے والوں اور راستے کے بیچوں بیچ (وادی عقیق مدینہ سے چار میل بقیع کی جانب ہے۔

حدیث سے وادی کی فضیلت ظاہر ہے۔ اس میں قیام کرنا اور یہاں نمازیں ادا کرنا باعث اجر و ثواب اور اتباع سنت ہے۔ تبع جب مدینہ سے واپس ہوا تو اس نے یہاں قیام کیا تھا اور اس زمین کی خوبی دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو عقیق کی مانند ہے۔ اسی وقت سے اس کا نام عقیق ہوگیا (فتح الباری)

١٧- بَابُ غَسْلِ الْخَلُوقِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

باب اگر کپڑوں پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگی ہو تو اس کو تین بار دھونا۔

١٥٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلِ أَخْبَرَنَا ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

(۱۵۳۶) ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نبیل نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے

عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ ((أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ يُوحَى إِلَيْهِ. قَالَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ - وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ - جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى، فَجَاءَ يَعْلَى - وَعَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَوبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ - فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ: ((أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟)) فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ: ((اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِي بِكَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، وَانْزَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ)). فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَرَادَ الإِنْقَاءَ حِيْنَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ؟ فَقَالَ: ((نَعَم)).

[أطرافه في: ۱۷۸۹، ۱۸٤۷، ٤۳۲۹، ٤۹۸٥].

عطاء بن ابی رباح نے خبر دی' انہیں صفوان بن یعلیٰ نے' کہا کہ ان کے باپ یعلیٰ بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کبھی آپ مجھے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دکھایئے جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ)! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام اس طرح باندھا کہ اس کے کپڑے خوشبو میں بسے ہوئے ہوں۔ نبی کریم ﷺ اس پر تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے۔ پھر آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا۔ یعلیٰ آئے تو رسول اللہ ﷺ پر ایک کپڑا تھا جس کے اندر آپ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کپڑے کے اندر اپنا سر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ روئے مبارک سرخ ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر یہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا۔ شخص مذکور حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو خوشبو لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو لے اور اپنا جبہ اتار دے۔ عمرہ میں بھی اسی طرح کر جس طرح حج میں کرتے ہو۔ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آنحضور ﷺ کے تین مرتبہ دھونے کے حکم سے پوری طرح صفائی مراد تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

تشریح اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو احرام کے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس خوشبو کے اثر کو تین بار دھونے کا حکم فرمایا۔ امام مالک اور امام محمد کا یہی قول ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا درست ہے گو اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ کی حدیث ۸ ھ کی ہے اور ۱۰ ھ میں یعنی حجۃ الوداع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھتے وقت آپ کے خوشبو لگائی اور یہ آخری فعل پہلے کا ناسخ ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں واجاب الجمهور بان قصة يعلى كانت بالجعرانة كما ثبت فى هذا الحديث وهى فى سنة ثمان بلا خلاف وقد ثبت عن عائشة انها طيبت رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدها عند احرامها كما سياتى فى الذى بعده وكان ذالك فى حجة الوداع سنة عشر بلا خلاف وانما يوخذ بالاخر فالاخر من الامر (فتح البارى) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

١٨- بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الإِحْرَامِ،

باب احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا

وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، وَيَتَرَجَّلُ وَيَدَّهِنُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ، وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ. وَقَالَ عَطَاءٌ: يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ. وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ تَعْنِيْ لِلَّذِيْنَ يُرَحِّلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

اور احرام کے ارادہ کے وقت کیا پہننا چاہئے اور کنگھا کرے اور تیل لگائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دیکھ سکتا ہے اور ان چیزوں کو جو کھائی جاتی ہیں بطور دوا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ۔ اور عطاء نے فرمایا کہ محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیانی باندھ سکتا ہے۔ ابن عمر نے طواف کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن پیٹ پر ایک کپڑا باندھا رکھا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جانگیے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس حکم سے ان لوگوں کے لئے تھی جو ان کے ہودج کو اونٹ پر کسا کرتے تھے۔

اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ دار قطنی کی روایت میں یوں ہے اور حمام میں جا سکتا ہے اور داڑھ میں درد ہو تو اکھاڑ سکتا ہے پھوڑا پھوڑ سکتا ہے' اگر ناخن ٹوٹ گیا ہو تو اتنا ٹکڑا نکال سکتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک احرام میں جانگیا پہننا درست نہیں کیونکہ یہ پاجامہ ہی کے حکم میں ہے۔

١٥٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ : مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ :

(١٥٣٧) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سادہ تیل استعمال کرتے تھے (احرام کے باوجود) میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات نقل کرتے ہو۔

١٥٣٨- حَدَّثَنِيْ الأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ)).

(١٥٣٨) مجھ سے تو اسود نے بیان کیا اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم محرم ہیں اور گویا میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

تشریح ابراہیم نخعی کا مطلب یہ ہے کہ ابن عمر نے جو احرام لگاتے وقت خوشبو سے پرہیز کیا اور سادہ بغیر خوشبو کا تیل ڈالا تو ہمیں اس فعل سے کوئی غرض نہیں جب آنحضرت کی حدیث موجود ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احرام باندھتے وقت آپ نے خوشبو لگائی۔ یہاں تک کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر آپ کی مانگ میں رہا۔ اس روایت سے حنفیہ کو سبق لینا چاہئے۔ ابراہیم نخعی حضرت امام ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ ہیں انہوں نے حدیث کے خلاف ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و فعل رد کر دیا تو اور کس مجتہد اور فقیہ کا قول حدیث کے خلاف کب قابل قبول ہو گیا (مولانا وحید الزماں مرحوم)

اس مقام پر حدیث نبوی لوکان موسی حیا واتبعتموہ الخ بھی یاد رکھنی ضروری ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور تم میرے خلاف ان کی اتباع کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہوجاؤ گے مگر مقلدین کا حال اس قدر عجیب ہے کہ وہ اپنے اماموں کی محبت میں نہ قرآن کو قابل غور گردانتے ہیں نہ احادیث کو۔ ان کا آخری جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم کو قول امام بس ہے۔ ایسے مقلدین جامدین کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام ہی شاید راہنما بن سکیں ورنہ سراسر ناامیدی ہے۔

١٥٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ)).

[أطرافه في: ١٧٥٤، ٥٩٢٢، ٥٩٢٨، ٥٩٣٠].

(۱۵۳۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبردی' انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے' انہیں ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تو میں آپ کے احرام کے لئے اور اسی طرح بیت اللہ کے طواف زیارت سے پہلے حلال ہونے کے لئے' خوشبو لگایا کرتی تھیں۔

١٩- بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا

باب بالوں کو جما کر احرام باندھنا

احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال پریشان نہ ہوں' ان میں گردو غبار نہ سمائے' بالوں کو گوند یا خطمی یا کسی اور لعاب سے جمالیتے ہیں۔ عربی زبان میں اسے تلبید کہتے ہیں۔

١٥٤٠- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا)).

[أطرافه في: ١٥٤٩، ٥٩١٤، ٥٩١٥].

(۱۵۴۰) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا۔ کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب نے خبردی' انہیں یونس نے' انہیں ابن شہاب نے' انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلبید کی حالت میں لبیک کہتے سنا۔

یعنی کسی لیس دار چیز گوند وغیرہ سے آپ نے بالوں کو اس طرح جمالیا تھا کہ احرام کی حالت میں وہ پراگندہ نہ ہونے پائیں۔ اسی حالت میں آپ نے احرام باندھا تھا۔

٢٠- بَابُ الإِهْلاَلِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

باب ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھنا

١٥٤١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ

(۱۵۴۱) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا' ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا'

ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ : ((مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلاَّ مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ)) يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالک نے' ان سے موسیٰ بن عقبہ نے' ان سے سالم بن عبداللہ نے' انہوں نے اپنے باپ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے قریب ہی پہنچ کر احرام باندھا تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کس جگہ سے احرام باندھا تھا۔ بعض لوگ ذوالحلیفہ کی مسجد سے بتاتے ہیں جہاں آپ نے احرام کا دوگانہ ادا کیا۔ بعض کہتے ہیں جب مسجد سے نکل کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔ بعض کہتے ہیں جب آپ بیداء کی بلندی پر پہنچے۔ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان تینوں مقاموں میں آپ نے لبیک پکاری ہوں گی۔ بعضوں نے اول اور دوسرے مقام کی نہ سنی ہوگی بعضوں نے اول کی نہ سنی ہوگی دوسرے کی سنی ہوگی تو ان کو یہی گمان ہوا کہ یہیں سے احرام باندھا۔ (وحیدی)

٢١- بَابُ مَا لاَ يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

باب محرم کو کونسے کپڑے پہننا درست نہیں

١٥٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لاَ يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلاَ الْعَمَائِمَ وَلاَ السَّرَاوِيلاَتِ وَلاَ الْبَرَانِسَ وَلاَ الْخِفَافَ، إِلاَّ أَحَدٌ لاَ يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَلاَ تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلاَ يَتَرَجَّلُ وَلاَ يَحُكُّ جَسَدَهُ وَيُلْقِي الْقُمَّلَ مِنْ رَأْسِهِ وَ جَسَدِهِ فِي الأَرْضِ. [راجع: ١٣٤]

(۱۵۴۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! محرم کو کس طرح کا کپڑا پہننا چاہئے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا نہ کرتہ پہنے نہ عمامہ باندھے نہ پاجامہ پہنے نہ باران کوٹ نہ موزے۔ لیکن اگر اس کے پاس جوتی نہ ہو تو وہ موزے اس وقت پہن سکتا ہے جب ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ لیا ہو۔ (اور احرام میں) کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن کنگھا نہ کرے۔ بدن بھی نہ کھجلانا چاہئے اور جوں سر اور بدن سے نکال کر زمین پر ڈالی جاسکتی ہے۔

ورس ایک زرد گھاس ہوتی ہے خوشبودار اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ محرم کو یہ کپڑے پہننے ناجائز ہیں۔ ہر سلا ہوا کپڑا پہننا مرد کو احرام میں ناجائز ہے لیکن عورتوں کو درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک لنگی اور ایک چادر' مرد کا یہی احرام ہے۔ یہ ایک فقیری لباس

ہے' اب یہ حاجی اللہ کا فقیر بن گیا' اس کو اس لباس فقر کا تازندگی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر کوئی کتنا ہی بڑا بادشاہ مالدار کیوں نہ ہو سب کو یہی لباس زیب تن کر کے مساوات انسانی کا ایک بہترین نمونہ پیش کرنا ہے اور ہر امیر و غریب کو ایک ہی سطح پر آجانا ہے تاکہ وحدت انسانی کا ظاہراً اور باطناً بہتر مظاہرہ ہو سکے اور امراء کے دماغوں سے نخوت امیری نکل سکے اور غرباء کو تسلی و اطمینان ہو سکے۔ الغرض لباس احرام کے اندر بہت سے روحانی و مادی و سماجی فوائد مضمر ہیں مگر ان کا مطالعہ کرنے کے لئے دیدہ بصیرت کی ضرورت ہے اور یہ چیز ہر کسی کو نہیں ملتی۔ انما یتذکر اولوا الالباب

۲۲- بَابُ الرُّكُوبِ وَالاِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ

باب حج کے لئے سوار ہونا یا سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا درست ہے

۱۵۴۳، ۱۵۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِيْ أَبِي عَنْ يُونُسَ الأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى، قَالَ فَكِلاَهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ)). [طرفه في : ۱۶۸۶].

[أطرافه في : ۱۶۷۰، ۱۶۸۵، ۱۶۸۷].

(۱۵۴۳'۴۴) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد جریر بن حازم نے بیان کیا۔ ان سے یونس بن زید نے' ان سے زہری نے' ان سے عبید اللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما پیچھے بیٹھ گئے تھے' دونوں حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

۲۳- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالأَرْدِيَةِ وَالأُزُرِ

باب محرم چادریں اور تہبند اور کون کون سے کپڑے پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ - وَهِيَ مُحْرِمَةٌ - وَقَالَتْ : لاَ تَلَثَّمْ وَلاَ تَتَبَرْقَعْ وَلاَ تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلاَ زَعْفَرَانٍ. وَقَالَ جَابِرٌ: لاَ أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا. وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوبِ الأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : لاَ بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ

اور حضرت عائشہ ؓ محرم تھیں لیکن کسم (کیسو کے پھول) میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں نہ منہ پر نقاب ڈالیں اور نہ ورس یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنیں اور جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ میں کسم کو خوشبو نہیں سمجھتا اور حضرت عائشہ ؓ نے عورتوں کے لئے زیور سیاہ یا گلابی کپڑے اور موزوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتوں کو احرام کی حالت میں

ثِيَابَهُ.

کپڑے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔

١٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِي قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَمَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الأَرْدِيَةِ وَالأُزْرِ تُلْبَسُ إِلاَّ الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تُرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ، وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لأَنَّهُ قَلَّدَهَا. ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا، وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلاَلٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ)).

[طرفاه في : ١٦٢٥، ١٧٣١].

(۱۵۴۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے کریب نے خبردی اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حجتہ الوداع میں ظہر اور عصر کے درمیان ہفتہ کے دن) نبی کریم ﷺ کنگھا کرنے اور تیل لگانے اور ازار اور رداء پہننے کے بعد اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ آپ نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو کسی قسم کی چادر یا تہبند پہننے سے منع نہیں کیا۔ دن میں آپ ذوالحلیفہ پہنچ گئے (اور رات وہیں گزاری) پھر آپ سوار ہوئے اور بیداء سے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں نے لبیک کہا اور احرام باندھا اور اپنے اونٹوں کو ہار پہنایا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں اب پانچ دن رہ گئے تھے۔ پھر آپ جب مکہ پہنچے تو ذی الحجہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی' آپ ابھی حلال نہیں ہوئے کیونکہ قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے ان کی گردن میں ہار ڈال دیا تھا۔ آپ حجون پہاڑ کے نزدیک مکہ کے بالائی حصہ میں اترے۔ حج کا احرام اب بھی باقی تھا۔ بیت اللہ کے طواف کے بعد پھر آپ وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک میدان عرفات سے واپس نہ ہو لئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں' پھر اپنے سروں کے بال ترشوا کر حلال ہو جائیں۔ یہ فرمان ان لوگوں کے لئے تھا جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے۔ اگر کسی کے ساتھ اس کی بیوی تھی تو وہ اس سے ہم بستر ہو سکتا تھا۔ اسی طرح خوشبودار اور (سلے ہوئے) کپڑے کا استعمال بھی اس کے لیے جائز تھا۔

تشریح نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن مدینہ منورہ سے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ کو نکلے تھے۔ اگر مہینہ تیس دن کا ہوتا تو پانچ دن باقی رہے تھے۔ لیکن اتفاق سے مہینہ ۲۹ دن کا ہو گیا اور ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنج شنبہ کو واقع ہوئی۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ثابت

ہے کہ آپ عرفات میں جمعہ کے دن ٹھہرے تھے۔ ابن حزم نے جو کہا کہ آپ جمعرات کے دن مدینہ سے نکلے تھے یہ ذہن میں نہیں آتا۔ البتہ ممکن ہے کہ آپ جمعہ کو مدینہ سے نکلے ہوں۔ مگر صحیحین کی روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس دن ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں۔ ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن نہ تھا۔ جحون پہاڑ محصب کے قریب مسجد عقبہ کے برابر ہے۔

٢٤- بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب (مدینہ سے چل کر) ذوالحلیفہ میں صبح تک ٹھہرنا'

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

١٥٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ)). [راجع: ١٠٨٩]

(١٥٤٦) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں لیکن ذوالحلیفہ میں دو رکعت ادا فرمائیں پھر آپ نے رات وہیں گزاری۔ صبح کے وقت جب آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو آپ نے لبیک پکاری۔

١٥٤٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ)).

[راجع: ١٠٨٩]

(١٥٤٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی لیکن ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔ انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رات صبح تک آپ نے ذوالحلیفہ میں ہی گزاردی۔

ذوالحلیفہ وہی جگہ ہے جو آج کل بئر علی کے نام سے مشہور ہے آج بھی حاجی صاحبان کا یہاں پڑاؤ ہوتا ہے۔

٢٥- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالإِهْلاَلِ

باب لبیک بلند آواز سے کہنا

١٥٤٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

(١٥٤٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ابوایوب نے' ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر مدینہ منورہ میں

((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا)).

چار رکعت پڑھی۔ لیکن نماز عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ میں نے خود سنا کہ لوگ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہہ رہے تھے۔

تشریح: جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ لبیک پکار کر کہنا مستحب ہے مگر یہ مردوں کے لئے ہے' عورتیں آہستہ کہیں۔ امام احمد نے مرفوعاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لبیک پکار کر کہنے کا حکم دیا ہے۔ اب لبیک کہنا امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے اور اما ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر لبیک کے احرام پورا نہ ہوگا۔ آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حج قران کی نیت کرنے والے لبیک بحجۃ وعمرۃ پکار رہے تھے۔ پس قرآن والوں کو جو حج وعمرہ ہر دو ملا کر کرنا چاہتے ہوں وہ ایسے ہی لبیک پکاریں۔ اور خالی حج کرنے والے لبیک بحجۃ کہیں اور خالی عمرہ کرنے والے لبیک بعمرۃ کے الفاظ پکاریں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فیہ حجۃ للجمہور فی استحباب رفع الاصوات بالتلبیۃ وقد روی مالک فی الموطا واصحاب السنن وصححہ الترمذی وابن خزیمۃ والحاکم من طریق خلاد بن السائب عن ابیہ مرفوعا جاء نی جبرئیل فامرنی ان امر اصحابی یرفعون اصواتھم بالاھلال یعنی لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا مستحب ہے۔ مؤطا وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے اصحاب سے کہہ دیجئے کہ لبیک کے ساتھ آواز بلند کریں۔ پس اصحاب کرام اس قدر بلند آواز سے لبیک پکارا کرتے کہ پہاڑ گونجنے لگ جاتے لبیک اللھم لبیک کے معنی یا اللہ! میں تیری عبادت پر قائم ہوں اور تیرے بلانے پر حاضر ہوا ہوں یا میرا اخلاص تیرے ہی لئے ہے' میں تیری طرف متوجہ ہوں۔ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ لبیک اس دعوت کی قبولیت ہے جو تکمیل عمارت کعبہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ﴿ واذن فی الناس بالحج ﴾ کی تعمیل میں پکاری تھی کہ لوگو! آؤ اللہ کا گھر بن گیا ہے پس اس آواز پر ہر حاجی لبیک پکارتا ہے کہ میں حاضر ہوگیا ہوں یا یہ کہ غلام حاضر ہے۔

٢٦- بَابُ التَّلْبِيَةِ

باب تلبیہ کا بیان

١٥٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لاَ شَرِيْكَ لَكَ)).

[راجع: ١٥٤٠]

(١٥٤٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا "حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں' تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں' تمام حمد تیرے ہی لئے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں' ملک تیرا ہی ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔"

١٥٥٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنِّي لأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ

(١٥٥٠) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اعمش سے بیان کیا' ان سے عمارہ نے' ان سے ابوعطیہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں جانتی ہوں کہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہتے تھے۔ آپ تلبیہ

يُلَبِّي : لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ)). تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ قَالَ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

یوں کہتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک (ترجمہ گزر چکا ہے) اس کی متابعت سفیان ثوری کی طرح ابو معاویہ نے اعمش سے بھی کی ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ مجھ کو سلیمان اعمش نے خبر دی کہ میں نے خیثمہ سے سنا اور انہوں نے ابو عطیہ سے' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

٢٧- بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ قَبْلَ الإِهْلاَلِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب احرام باندھتے وقت جب جانور پر سوار ہونے لگے تو لبیک سے پہلے الحمد للہ' سبحان اللہ' اللہ اکبر کہنا

١٥٥١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ((صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ - وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِيْنَةِ - الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا، حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ. [راجع: ١٠٨٩]

(١٥٥١) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا' ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ---- ہم بھی آپ کے ساتھ تھے ---- ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ آپ رات کو وہیں رہے۔ صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد' اس کی تسبیح اور تکبیر کہی۔ پھر حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قران کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ان) سب نے احرام کھول دیا۔ پھر آٹھویں تاریخ میں سب نے حج کا احرام باندھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کھڑے ہو کر بہت سے اونٹ نحر کئے۔ حضور اکرم نے (عید الاضحیٰ کے دن) مدینہ میں بھی دو چت کبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے تھے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں ایوب سے' انہوں نے ایک شخص سے' انہوں نے انس سے۔

٢٨- بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

باب جب سواری سیدھی لے کر کھڑی ہو اس وقت لبیک پکارنا

١٥٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً)). [راجع: ١٦٦]

(١٥٥٢) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی' انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو لے کر آپ کی سواری پوری طرح کھڑی ہوگئی تھی تو آپ نے اس وقت لبیک پکارا۔

٢٩- بَابُ الإِهْلاَلِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

باب قبلہ رخ ہو کر احرام باندھتے ہوئے لبیک پکارنا

١٥٥٣- وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمسِكُ، حَتَّى إِذَا جَاءَهُ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ)).

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوبَ : فِي الْغَسْلِ.

[أطرافه في : ١٥٥٤، ١٥٧٣، ١٥٧٤].

(١٥٥٣) اور ابو معمر نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے نافع سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنی اونٹنی پر پالان لگانے کا حکم فرمایا' سواری لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہوئے اور جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو آپ کھڑے ہو کر قبلہ رو ہوگئے اور پھر لبیک کہنا شروع کیا تا آنکہ حرم میں داخل ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے لبیک کہنا بند کر دیا۔ پھر ذی طویٰ میں تشریف لا کر رات وہیں گزارتے صبح ہوتی تو نماز پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ یقین کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ عبدالوارث کی طرح اس حدیث کو اسماعیل نے بھی ایوب سے روایت کیا۔ اس میں غسل کا ذکر ہے۔

١٥٥٤- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ إِدَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْكَبُ. وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ : هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُ)). [راجع: ١٥٥٣]

(١٥٥٤) ہم سے ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا' ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تھے پہلے خوشبو کے بغیر تیل استعمال کرتے۔ اس کے بعد مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف لاتے یہاں صبح کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے' جب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے۔ پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

٣٠- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

باب نالے میں اترتے وقت لبیک کہے

١٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: ((كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي)). [طرفاه في : ٣٣٥٥، ٥٩١٣].

(١٥٥٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابن عدی نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عون نے' ان سے مجاہد نے بیان کیا' کہا کہ ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہو گا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے تو یہ نہیں سنا۔ ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ نالے میں اترے تو لبیک کہہ رہے ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ عالم مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حج کے لئے لبیک پکارتے ہوئے دیکھا۔ ایک روایت میں ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فج الروحاء سے احرام باندھنے کا ذکر ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اس حالت میں خواب میں دیکھا ہو۔ حافظ نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

مسلم شریف میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے۔ کانی انظر الی موسیٰ هابطا من الثنية واضعا اصبعيه فی اذنيه مارا بهذا الوادی وله جوار الی الله بالتلبية یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں آپ گھاٹی سے اترتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے لبیک بلند آواز سے پکارتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

اس کے ذیل میں حافظ صاحب کی پوری تقریر یہ ہے

واختلف اهل التحقيق فی معنی قوله كانی انظر علی اوجه الاول هو علی الحقيقة والانبياء احياء عند ربهم يرزقون فلا مانع ان يحجوا فی هذا الحال كما ثبت فی صحيح مسلم من حديث انس انه صلی الله عليه وسلم رای موسیٰ قائما فی قبره يصلی قال القرطبی حببت اليهم العبادة فهم يتعبدون بما يجدونه من دواعی انفسهم بما لايلزمون به كما يلهم اهل الجنة الذكر ويويده ان عمل الاخرة ذكر ودعاء لقوله تعالیٰ دعواهم فيها سبحنك اللهم الاية ليكن تمام هذا التوجيه ان يقال ان المنظور اليه هی ارواحهم فلعلها مثلت له صلی الله عليه سلم فی الدنيا كما مثلت له ليلة الاسریٰ واما اجسادهم فهی فی القبور قال ابن المنير وغيره يجعل الله لروحه مثالا فيری فی اليقظة كما يری فی النوم ثانيها كانه مثلت له احوالهم التی كانت فی الحياة الدنيا كيف تعبدو وكيف حجوا وكيف لبوا و لهذا قال كانی انظر ثالثها كانه اخبر بالوحی عن ذلك فلشدة قطعه به قال كانی انظر اليه رابعها كانها روية منام تقدمت له فاخبر عنها لما حج عندما تذكر ذلك و روياء الانبياء وحی وهذا هو المعتمد عندی كما سياتی فی احاديث الانبياء من التصريح بنحو ذلك فی احاديث آخر وكون ذلك كان فی المنام والذی قبله ليس ببعيد والله اعلم (فتح الباری)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کانی انظر اليه (گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں) کی اہل تحقیق نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ کیونکہ انبیاء کرام اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ پس کچھ

مشکل نہیں کہ وہ اس حالت میں حج بھی کرتے ہوں جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث انس سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ قرطبی نے کہا کہ عبادت ان کے لئے محبوب ترین چیز رہی۔ پس وہ عالم آخرت میں بھی اسی حالت میں بطیب خاطر مشغول ہیں حالانکہ یہ ان کے لئے وہاں لازم نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اہل جنت کو ذکر الٰہی کا الہام ہوتا رہے گا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عمل آخرت ذکر اور دعا ہے جیسا کہ آیت شریفہ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (یونس:۱۰) میں مذکور ہے۔ لیکن اس توجیہ کی تکمیل اس پر ہے کہ آپ کو ان کی ارواح نظر آئیں اور عالم مثال میں ان کو دنیا میں آپ کو دکھلایا گیا۔ جیسا کہ معراج میں آپ کو تمثیلی اشکال میں ان کو دکھلایا گیا تھا۔ حالانکہ ان کے اجساد ان کی قبروں میں تھے۔ ابن منیر نے کہا کہ اللہ پاک ان کی ارواح طیبہ کو عالم مثال میں دکھلا دیتا ہے۔ یہ عالم بیداری میں بھی ایسے ہی دکھائی دیئے جاتے ہیں جیسے عالم خواب میں۔ دوسری توجیہ یہ کہ ان کے تمثیلی حالات دکھلائے گئے۔ جیسے کہ وہ دنیا میں عبادت اور حج اور لبیک وغیرہ کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ کہ وحی سے یہ حال معلوم کرایا گیا جو اتنا قطعی تھا کہ آپ نے کانی انظر الیہ سے اسے تعبیر فرمایا۔ چوتھی توجیہ یہ کہ یہ عالم خواب کا معاملہ ہے جو آپ کو دکھلایا گیا اور انبیاء کے خواب بھی وحی کے درجہ میں ہوتے ہیں اور میرے نزدیک اسی توجیہ کو ترجیح ہے جیسا کہ احادیث الانبیاء میں صراحت آئے گی اور اس کا حالت خواب میں نظر آنا کوئی بعید چیز نہیں ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ عالم خواب میں یا عالم مثال میں آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر حج میں لبیک پکارتے ہوئے اور مذکورہ وادی میں سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ صلی اللہ علیہ وعلی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

۳۱- بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ؟

باب حیض والی اور نفاس والی عورتیں کس طرح احرام باندھیں

أَهَلَّ: تَكَلَّمَ بِهِ. وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ: كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ. وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ: خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ. ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾ وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ

عرب لوگ کہتے ہیں اہل یعنی بات منہ سے نکال دی واستھللنا واھللنا الھلال ان سب لفظوں کا معنی ظاہر ہونا ہے اور استھل المطر کا معنی پانی ابر میں سے نکلا۔ اور قرآن شریف (سورۂ مائدہ) میں جو وما اھل لغیر اللہ بہ ہے اس کے معنی جس جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے اور بچہ کے استھلال سے نکلا ہے۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اس کا آواز کرنا۔

۱۵۵۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى

(۱۵۵۶) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی' انہیں عروہ بن زبیر نے' ان سے نبی کریم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پہلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہئے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہو سکتا بلکہ حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔

يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)). فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ))، فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ. فَقَالَ : هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ. قَالَتْ : فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا)).
[راجع: ٢٩٤]

میں بھی مکہ آئی تھی اس وقت میں حائضہ ہو گئی' اس لئے نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی اور نہ صفا اور مروہ کی سعی۔ میں نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنا سر کھول ڈال 'کنگھا کر اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا (اور عمرہ ادا کیا) آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔ (جسے تم نے چھوڑ دیا تھا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جن لوگوں نے (حجۃ الوداع میں) صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا' وہ بیت اللہ کا طواف صفا اور مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے واپس ہونے پر دوسرا طواف (یعنی طواف الزیارۃ) کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا' انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا یعنی طواف الزیارۃ کیا۔

تشریح حضرت نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر حضرت عائشہ کو عمرہ چھوڑنے کے لئے فرمایا۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ حیض والی عورت کو صرف حج کا احرام باندھنا درست ہے' وہ احرام کا دوگانہ نہ پڑھے۔ صرف لبیک پکار کر حج کی نیت کر لے۔ اس روایت سے صاف یہ نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ چھوڑ دیا اور حج مفرد کا احرام باندھا۔ حنفیہ کا یہی قول ہے اور شافعی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کو بالفعل رہنے دے۔ حج کے ارکان ادا کرنا شروع کر دے' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قران کیا' اور سر کھولنے اور کنگھی کرنے میں احرام کی حالت میں قباحت نہیں۔ اگر بال نہ گریں مگر یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے۔ (وحیدی)

واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ سے معلوم ہوا کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے اور عمرے کے افعال حج میں شریک ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ اس کے خلاف کوئی پختہ دلیل نہیں۔

٣٢- بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلاَلِ النَّبِيِّ ﷺ

باب جس نے آنحضرت ﷺ کے سامنے احرام میں یہ نیت کی جو نیت آنحضرت کی ہے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے۔

١٥٥٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ

(١٥٥٧) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ انہوں

عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ، وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ)) وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

[اطرافه في: ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧].

نے سراقہ کا قول بھی ذکر کیا تھا۔ اور محمد بن ابی بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے عرض کی نبی کریم ﷺ نے جس کا احرام باندھا ہو (اسی کا میں نے بھی باندھا ہے) آنحضور نے فرمایا کہ پھر قربانی کر اور اپنی اسی حالت پر احرام جاری رکھ۔

١٥٥٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ الْهُذَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ الأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قَالَ: بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ لاَ أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لأَحْلَلْتُ)).

(١۵۵٨) ہم سے حسن بن علی خلال ہذلی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے مروان اصفر سے سنا اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ کس طرح کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس طرح کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

١٥٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ. فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتَ؟)) قُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلاَلِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: ((هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟)) قُلْتُ: لاَ. فَأَمَرَنِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ، فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي. فَقَدِمَ عُمَرُ

(١۵۵٩) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' ان سے قیس بن مسلم نے' ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری بناٹھ نے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے میری قوم کے پاس یمن بھیجا تھا۔ جب (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں آیا تو آپ سے بطحاء میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کی کہ آنحضور ﷺ نے جس کا باندھا ہو آپ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے عرض کی کہ نہیں' اس لئے آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کروں۔ اس کے بعد آپ نے احرام کھول دینے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس آیا۔ انہوں نے میرے سر کا کنگھا کیا یا میرا سر دھویا۔ پھر حضرت عمر

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ : إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾. وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ)).

رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہ حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور حج اور عمرہ پورا کرو اللہ کی رضا کے لئے۔" اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کی سنت کو لیں تو آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک آپ نے قربانی سے فراغت نہیں حاصل فرمائی۔

[أطرافه في : ١٥٦٥، ١٧٢٤، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧].

تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس باب میں درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احرام نہیں کھولا اس کی وجہ بھی آپ نے خود بیان فرمائی تھی کہ آپ کے ساتھ ہدی تھی۔ جن کے ساتھ ہدی نہ تھی ان کا احرام خود آنحضرت ﷺ نے کھلوادیا۔ پس جہاں صاف صریح حدیث نبوی موجود ہو وہاں کسی کی بھی رائے قبول نہیں کی جا سکتی خواہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرات مقلدین کو یہاں غور کرنا چاہئے کہ جب حضرت عمر جیسے خلیفہ راشد جن کی پیروی کرنے کا خاص حکم نبوی ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر حدیث کے خلاف قابل اقتداء نہ ٹھہرے تو اور کسی امام یا مجتہد کی کیا بساط ہے۔ (وحیدی)

٣٣- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب اللہ پاک کا سورہ بقرہ میں یہ فرمانا کہ

﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ، فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾. (١٧٩: البقرة]، ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

حج کے مہینے مقرر ہیں جو کوئی ان میں حج کی ٹھان لے تو شہوت کی باتیں نہ کرے نہ گناہ اور جھگڑے کے قریب جائے کیونکہ حج میں خاص طور پر یہ گناہ اور جھگڑے بہت ہی برے ہیں۔ اے رسول! تجھ سے لوگ چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ چاند سے لوگوں کے کاموں کے اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج کے مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : ((مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لاَ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلاَّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ)). وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں ہی میں باندھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی خراسان یا کرمان سے احرام باندھ کر چلے تو یہ مکروہ ہے۔

تشریح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن جریر اور طبری نے وصل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام پہلے سے پہلے غرہ شوال سے باندھ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے اثر کو ابن خزیمہ اور دار قطنی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میقات یا میقات کے قریب سے احرام باندھنا سنت اور بہتر ہے گو میقات سے پہلے بھی باندھ لینا درست ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور ابو احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں نکالا کہ جب

عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو اس کے شکریہ میں انہوں نے منت مانی کہ میں یہیں سے احرام باندھ کر نکلوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو ملامت کی۔ کہتے ہیں اسی سال حضرت عثمان شہید ہوئے۔ حدیث میں آمدہ مقام سرف مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسے آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔

احرام میں کیا حکمت ہے

شاہی درباروں کے آداب میں سے ایک خاص لباس بھی ہے جس کو زیب تن کئے بغیر جانا سوء ادبی سمجھا جاتا ہے۔ آج اس روشن تہذیب کے زمانے میں بھی ہر حکومت اپنے نشانات مقرر کئے ہوئے ہے اور اپنے درباروں ایوانوں کے لئے خاص خاص لباس مقرر کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان ایوانوں میں شریک ہونے والے ممبروں کو ایک خاص ڈریس تیار کرانا پڑتا ہے۔ جس کو زیب تن کرکے وہ شریک اجلاس ہوتے ہیں۔ حج احکم الحاکمین رب العالمین کا سالانہ جشن ہے۔ اس کے دربار کی حاضری ہے۔ پس اس کے لئے تیاری نہ کرنا اور ایسے ہی گستاخانہ چلے آنا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ میقات سے اس دربار کی حضوری کی تیاری شروع کردو اور اپنی وہ حالت بنالو جو پسندیدۂ بارگاہ عالی ہے' یعنی عاجزی' مسکینی' ترک زینت' تبتل الی اللہ اس لئے احرام کا لباس بھی ایسا ہی سادہ رکھا جو سب سے آسان اور سہل الحصول ہے اور جس میں مساوات اسلام کا بخوبی ظہور ہوتا ہے۔ اس میں کفن کی بھی مشابہت ہے جس سے انسان کو یہ بھی یاد آجاتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس کو اتنا ہی کپڑا نصیب ہوگا۔ نیز اس سے انسان کو اتنی ابتدائی حالت بھی یاد آتی ہے جبکہ وہ ابتدائی دور میں تھا اور حجرۂ شجر کے لباس سے نکل کر اس نے اپنے لئے کپڑے کا لباس ایجاد کیا تھا۔ احرام کے اس سادہ لباس میں ایک طرف فقیری کی تلقین ہے تو دوسری طرف ایک فقیری فوج میں ڈسپلن بھی قائم کرنا مقصود ہے۔

لبیک پکارنے میں کیا حکمت ہے۔:

لبیک کا نعرہ اللہ کی فوج کا قومی نعرہ ہے جو جشن خداوندی کی شرکت کے لئے اقصائے عالم سے کھنچی چلی آرہی ہے۔ احرام باندھنے سے کھولنے تک ہر حاجی کو نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بار بار لبیک کا نعرہ پکارنا ضروری ہے۔ جس کے مقدس الفاظ یہ ہوتے ہیں لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک حاضر ہوں۔ الٰہی! فقیرانہ وغلامانہ جذبات میں تیرے جشن کی شرکت کے لئے حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تجھے واحد بے مثال سمجھ کر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں۔ راج پاٹ سب کا مالک حقیقی صرف تو ہی ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ ان الفاظ کی گہرائی پر اگر غور کیا جائے تو بے شمار حکمتیں ان میں نظر آئیں گی۔ ان الفاظ میں ایک طرف سچے بادشاہ کی خدائی کا اعتراف ہے تو دوسری طرف اپنی خودی کو بھی ایک درجہ خاص میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا گیا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے — خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(۱) بار بار لبیک کہنا یہ اقرار کرنا ہے کہ اے خدا! میں پورے طور پر تسلیم ورضا کا بندہ بن کر تیرے سارے احکام کو ماننے کے لئے تیار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔

(۲) لاشریک لک میں اللہ کی توحید کا اقرار ہے جو اصل اصول ایمان واسلام ہے اور جو دنیا میں قیام امن کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ دنیا میں جس قدر تباہی وبربادی' فساد' بدامنی پھیلی ہوئی ہے وہ سب ترک توحید کی وجہ سے ہے۔

(۳) پھر یہ اعتراف ہے کہ سب نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں۔ لینا دینا صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا ہم تیری ہی حمد وثنا کرتے ہیں اور تیری ہی تعریفوں کے گیت گاتے ہیں۔

(۴) پھر اس بات کا اقرار ہے کہ ملک وحکومت صرف خدا کی ہے۔ حقیقی بادشاہ سچا حاکم اصل مالک وہی ہے۔ ہم سب اس کے

عاجز بندے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں اسی کا قانون نافذ ہونا چاہئے اور کسی کو اپنی طرف سے نیا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ جو کوئی قانون الٰہی سے ہٹ کر قانون سازی کرے گا وہ اللہ کا حریف ٹھہرے گا۔ دنیاوی حکام صرف اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اگر وہ سمجھیں تو ان پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے' ان کو اللہ نے اس لئے با اختیار بنایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا نفاذ کریں۔ اس لئے ان کی اطاعت بندوں پر اسی وقت تک فرض ہے جب تک وہ حدود الٰہی قوانین فطرت سے آگے نہ بڑھیں اور خود خدا نہ بن بیٹھیں اس کے برعکس ان کی اطاعت حرام ہوجاتی ہے۔ غور کرو جو شخص بار بار ان سب باتوں کا اقرار کرے گا تو وہ حج کے بعد کس قسم کا انسان بن جائے گا۔ بشرطیکہ اس نے یہ تمام اقرار سچے دل سے کئے ہوں اور سمجھ بوجھ کر یہ الفاظ منہ سے نکالے ہوں۔

١٥٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، وَحُرُمِ الْحَجِّ، فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ، قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ : ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلاَ)). قَالَتْ : فَالآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ. قَالَتْ فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ. قَالَتْ : فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيكِ يَا هَنْتَاهُ؟)) قُلْتُ : سَمِعْتُ قَوْلَكَ لأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ. قَالَ : ((وَمَا شَأْنُكِ؟)) قُلْتُ: لاَ أُصَلِّي. قَالَ : ((فَلاَ يَضِيرُكِ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَجَّتِكِ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا)).

(۱۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابوبکر حنفی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے افلح بن حمید نے بیان کیا' کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کی راتوں میں اور حج کے دنوں میں نکلے۔ پھر سرف میں جاکر اترے۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ آپ نے احرام کو صرف عمرہ کا بنالے تو اسے ایسا کرلینا چاہئے لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ آنحضور کے بعض اصحاب نے اس فرمان پر عمل کیا اور بعض نے نہیں کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعض اصحاب جو استطاعت وحوصلہ والے تھے (کہ وہ احرام کے ممنوعات سے بچ سکتے تھے) ان کے ساتھ ہدی بھی تھی' اس لئے وہ تنہا عمرہ نہیں کر سکتے تھے (پس انہوں نے احرام نہیں کھولا) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ (اے بھولی بھالی عورت! تو) رو کیوں رہی ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کے اپنے صحابہ سے ارشاد کو سن لیا' اب تو میں عمرہ نہ کرسکوں گی۔ آپ نے پوچھا کیابات ہے؟ میں نے کہا میں نماز پڑھنے کے قابل نہ رہی (یعنی حائضہ ہو گئی) آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ آخر تم بھی تو آدم کی بیٹیوں کی طرح ایک عورت ہو اور اللہ نے تمہارے لئے بھی وہ مقدر کیا ہے جو تمام عورتوں کے لئے کیا ہے۔ اس لئے (عمرہ چھوڑ کر) حج کرتی رہ اللہ تعالیٰ

قَالَتْ:فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهَرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ. قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: ((أُخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا فَإِنِّي أَنْظُرُ كَمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي)). قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ وَفَرَغَ مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ فَقَالَ: ((هَلْ فَرَغْتُمْ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَآذَنَ بِالرَّحِيْلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ ضَيْرَ مِنْ ضَارَ يَضِيرُ ضَيْرًا. وَيُقَالُ ضَارَ يَضُورُ ضَوْرًا، وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا. [راجع: ٢٩٤]

تمہیں جلد ہی عمرہ کی توفیق دے دے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم حج کے لئے نکلے۔ جب ہم (عرفات سے) منیٰ پہنچے تو میں پاک ہو گئی۔ پھر منیٰ سے جب میں نکلی تو بیت اللہ کا طواف الزیارۃ کیا۔ آپ نے بیان کیا کہ آخر میں آنحضورؐ کے ساتھ جب واپس ہونے لگی تو آپ وادی محصب میں آن کر اترے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا کر کہا کہ اپنی بہن کو لے کر حرم سے باہر جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ پھر عمرہ سے فارغ ہو کر تم لوگ یہیں واپس آجاؤ' میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ ہم (آنحضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق) چلے اور جب میں اور میرے بھائی طواف سے فارغ ہو لئے تو میں سحری کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ فارغ ہو لیں؟ میں نے کہا ہاں۔ تب آپ نے اپنے ساتھیوں سے سفر شروع کر دینے کے لئے کہا۔ سفر شروع ہو گیا اور آپ مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ جو لا یضیرک ہے وہ ضار یضیر ضیرا سے مشتق ہے ضار یضور ضورا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جس روایت میں لا یضرک ہے وہ ضر یضر ضرا سے نکلا ہے۔

٣٤- بَابُ التَّمَتُّعِ وَالإِقْرَانِ وَالإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

باب حج میں تمتع' قران اور افراد کا بیان اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو' اسے حج فسخ کر کے عمرہ بنا دینے کی اجازت ہے

١٥٦١- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلاَ نَرَى إِلاَّ أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ

(١٥٦١) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا' ان سے منصور نے' ان سے ابراہم نخعی نے' ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ آنحضور ﷺ کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) آنحضور ﷺ کی

فَأَحْلَلْنَ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَحِضْتُ، فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ. قَالَ : ((وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ؟)) قُلْتُ : لَا. قَالَ : ((فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا)). قَالَتْ صَفِيَّةُ : مَا أُرَانِي إِلاَّ حَابِسَتَكُمْ. قَالَ : ((عَقْرَى حَلْقَى، أَوْ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قَالَتْ : قُلْتُ : بَلَى. قَالَ : ((لَا بَأْسَ، انْفِرِي)). قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا. [راجع: ٢٩٤]

ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں' اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے- عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھی اس لئے میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی' میں نے کہا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کرکے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں- اس پر آپ نے فرمایا کیا جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں- آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی- آنحضور ﷺ نے فرمایا مردار سر منڈی کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں- آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر- عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آنحضور ﷺ اس چڑھاؤ کے بعد اتر رہے تھے-

تشریح: حج کی تین قسمیں ہیں- ایک تمتع وہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ میں جاکر طواف اور سعی کرکے احرام کھول ڈالے- پھر آٹھویں تاریخ کو حرم ہی سے حج کا احرام باندھے- دوسرے قران وہ یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے صرف عمرے کا احرام باندھے پھر حج کو بھی اس میں شریک کرلے- اس صورت میں عمرے کے افعال حج میں شریک ہوجاتے ہیں اور عمرے کے افعال علیحدہ نہیں کرنا پڑتے- تیسرے حج مفرد یعنی میقات سے صرف حج ہی کا احرام باندھے اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کا حج فسخ کرکے عمرہ بنا دینا- یہ ہمارے امام احمد بن حنبل اور جملہ اہلحدیث کے نزدیک جائز ہے- اور امام مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ اور جمہور علماء نے کہا کہ یہ امر خاص تھا ان صحابہ سے جن کو آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت دی تھی اور دلیل لیتے ہیں ہلال بن حارث کی حدیث سے جس میں یہ ہے کہ یہ تمہارے لئے خاص ہے اور یہ روایت ضعیف ہے اعتماد کے لائق نہیں- امام ابن قیم اور شوکانی اور محققین اہلحدیث نے کہا ہے کہ فسخ حج کو چوبیس صحابہ نے روایت کیا ہے- ہلال بن حارث کی ایک ضعیف روایت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی- آپ نے ان صحابہ کو جو قربانی نہیں لائے تھے' عمرہ کرکے احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا- اس سے تمتع اور حج کو فسخ کرکے عمرہ کر ڈالنے کا جواز ثابت ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو حج کی نیت کر لینے کا حکم دیا اس سے قران کا جواز نکلا- گو اس روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے مگر جب انہوں نے حیض کی وجہ سے عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور حج کرنے لگیں تو یہ مطلب نکل آیا- اوپر کی روایتوں میں اس کی صراحت ہو چکی ہے- (وحید الزمان مرحوم)

١٥٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ: وَمِنَّا مِنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْحَجِّ. فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةِ لَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ)). [راجع: ٢٩٤]

(۱۵۶۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی' انہیں ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے' انہیں عروہ بن زبیر نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ چلے۔ کچھ لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' کچھ نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کچھ نے صرف حج کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (پہلے) صرف حج کا احرام باندھا تھا' پھر آپ نے عمرہ بھی شریک کرلیا' پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ دونوں کا' ان کا احرام دسویں تاریخ تک نہ کھل سکا۔

١٥٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: ((شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ، أَهَلَّ بِهِمَا: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ)). [طرفه في : ١٥٦٩].

(۱۵۶۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے حکم نے' ان سے علی بن حسین (حضرت زین العابدین) نے اور ان سے مروان بن حکم نے بیان کیا کہ حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے روکتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا "لبیک بعمرة وحجة" آپ نے فرمایا تھا کہ میں کسی ایک شخص کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتا۔

تشریح حضرت عثمانؓ شاید حضرت عمرؓ کی تقلید سے تمتع کو برا سمجھتے تھے ان کو بھی یہی خیال ہوا آنحضرتؐ نے حج کو فسخ کرا کر جو حکم عمرہ کا دیا تھا وہ خاص تھا صحابہؓ سے۔ بعضوں نے کہا مکروہ تنزیہی سمجھا اور چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خیال حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا۔

مسلمان بھائیو! ذرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو غور سے دیکھو' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت اور خلیفہ بھی کیسے ؟ خلیفہ راشد اور امیر المؤمنین۔ لیکن حدیث کے خلاف ان کا قول پھینک دیا گیا اور خود ان کے سامنے ان کا خلاف کیا گیا۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم ابو حنیفہ یا شافعی کے قول کو لئے رہتے ہو اور صحیح حدیث کے خلاف ان کے قول پر عمل کرتے ہو' یہ صریح گمراہی ہے۔ خدا کے لئے اس سے باز آؤ اور ہمارا کہنا مانو ہم نے جو حق بات تھی وہ تم کو بتا دی آئندہ تم کو اختیار ہے۔ تم قیامت کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے کھڑے ہو گے اپنا عذر بیان کر لینا والسلام (مولانا وحید الزمان مرحوم)

١٥٦٤- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ : إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ. قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((حِلٌّ كُلُّهُ)). [راجع: ١٠٨٥]

(۱۵۶۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرب سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ محرم کو صفر بنا لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ستا لے اور اس پر خوب بال اگ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ حلال ہوتا ہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ چوتھی کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بنا لیں' یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ پر بڑا بھاری گزرا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہمارے لئے کیا چیز حلال ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

ہر آدمی کے دل میں قدیمی رسم و رواج کا بڑا اثر رہتا ہے۔ جاہلیت کے زمانہ سے ان کا یہ اعتقاد چلا آتا تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے' اسی وجہ سے آپ کا یہ حکم ان پر گراں گزرا۔

ایمان افروز تقریر!

حدیث ہذا کے ذیل حضرت مولانا وحید الزمان صاحب مرحوم نے ایک ایمان افروز تقریر حوالۂ قرطاس فرمائی ہے جو اہل بصیرت کے مطالعہ کے قابل ہے۔

صحابہ کرام نے جب کہا یا رسول الله ای الحل قال حل کله یعنی یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہم کو کیا چیز حلال ہو گی۔ آپ نے فرمایا سب چیزیں یعنی جتنی چیزیں احرام میں منع تھیں وہ سب درست ہو جائیں گی۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید عورتوں سے جماع درست نہ ہو۔ جیسے رمی اور حلق اور قربانی کے بعد سب چیزیں درست ہو جاتی ہیں لیکن جماع درست نہیں ہوتا جب تک طواف الزیارۃ نہ کرے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں عورتیں بھی درست ہو جائیں گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ بعضے صحابہ کو اس میں تامل ہوا اور ان میں سے بعضوں نے یہ بھی کہا کہ کیا ہم حج کو اس حال میں جائیں کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ آنحضرتؐ کو ان کا یہ حال دیکھ کر سخت ملال ہوا کہ میں حکم دیتا ہوں اور یہ اس کی تعمیل میں تامل کرتے ہیں اور چہ میگوئیاں نکالتے ہیں۔ لیکن جو صحابہ قوی الایمان تھے انہوں نے فوراً آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا اور عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا۔ پیغمبر ﷺ جو کچھ حکم دیں وہی اللہ کا حکم ہے اور یہ ساری محنت اور مشقت اٹھانے سے غرض کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی۔ عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنا تو کیا چیز ہے۔ آپ جو بھی حکم فرمائیں اس کی تعمیل ہمارے لئے عین سعادت ہے۔ جو حکم آپ دیں اسی میں اللہ کی مرضی ہے گو سارا زمانہ اس کے خلاف بکتا رہے۔ ان کا قول اور خیال ان کو مبارک رہے۔ ہم کو مرتے ہی اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہنا ہے۔ اگر بالفرض دوسرے مجتہد یا امام یا پیر و مرشد درویش قطب پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے میں

ہم سے خفا ہو جائیں تو ہم کو ان کی خفگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ ہم کو قیامت میں ہمارے پیغمبر کا سایہ عاطفت بس کرتا ہے۔ سارے ولی اور درویش اور غوث اور قطب اور مجتہد اور امام اس بارگاہ کے ایک ادنیٰ کفش بردار ہیں۔ کفش برداروں کو راضی رکھیں یا اپنے سردار کو اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی اصحابه وارزقنا شفاعته یوم القیامة واحشرنا فی زمرة اتباعه وثبتنا علی متابعته والعمل بسنته امین۔

١٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ)).

[راجع: ١٥٥]

(۱۵۶۵) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' ان سے قیس بن مسلم نے' ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے) حاضر ہوا تو آپ نے (مجھ کو عمرہ کے بعد) احرام کھول دینے کا حکم دیا۔

١٥٦٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: ((يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَم تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي، فَلاَ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ)).

[أطرافه في ١٦٩٧، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦].

(۱۵۶۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاریؒ نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی' انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کی تلبید (بالوں کو جمانے کے لئے ایک لیس دار چیز کا استعمال کرنا) کی ہے اور اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لایا ہوں اس لئے میں قربانی کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔

١٥٦٧ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ: ((تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلاً يَقُولُ لِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: سُنَّةُ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۵۶۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس لئے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے تمتع کرنے کے لئے کہا۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہا ہے "حج بھی مبرور ہوا اور عمرہ بھی قبول ہوا" میں نے یہ خواب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا' تو آپ نے

فَقَالَ لِي: أَقِمْ عِنْدِي فَأَجْعَلُ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي. قَالَ شُعْبَةُ : فَقُلْتُ: لِمَ؟ فَقَالَ: لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ)).[طرفه في : ١٦٨٨].

فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے یہاں قیام کر' میں اپنے پاس سے تمہارے لئے کچھ مقرر کر کے دیا کروں گا۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے (ابو جمرہ سے) پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیوں کیا تھا؟ (یعنی مال کس بات پر دینے کے لئے کہا) انہوں نے بیان کیا کہ اسی خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ابو جمرہ کا یہ خواب بہت بھلا معلوم ہوا کیونکہ انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا اس کی صحت اس سے نکلی۔ خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ مگر نیک لوگوں کے خواب جب شرعی امور کی تائید میں ہوں تو ان کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حج تمتع کو رسول اللہ ﷺ کی سنت بتلایا اور سنت کے موافق جو کوئی کام کرے وہ ضرور اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو گا۔ سنت کے موافق تھوڑی سی عبادت بھی خلاف سنت بڑی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ علمائے دین سے منقول ہے کہ ادنیٰ سنت کی پیروی جیسے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ جانا درجہ میں بڑے ثواب کی چیز ہے۔ یہ ساری نعمت آنحضرت ﷺ کی کفش برداری کی وجہ سے ملتی ہے۔ پروردگار کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں۔ اس کو یہی پسند ہے کہ اس کے حبیبؐ کی چال ڈھال اختیار کی جائے۔ حافظؒ فرماتے ہیں:

ویوخذ منه اکرام من اخبر المرء بما یسره وفرح العالم بموافقته والاستئناس بالرویا لموافقة الدلیل الشرعی وعرض الرویا علی العالم والتکبیر عند المسرة والعمل بالادلة الظاهرة والتنبیه علی اختلاف اهل العلم لیعمل بالراجح منه الموافق للدلیل (فتح) یعنی اس سے یہ نکلا کہ اگر کوئی بھائی کسی کے پاس کوئی خوش کرنے والی خبر لائے تو وہ اس کا اکرام کرے اور یہ بھی کہ کسی عالم کی کوئی بات حق کے موافق پڑ جائے تو وہ خوشی کا اظہار کر سکتا ہے اور یہ بھی کہ دلیل شرعی کے موافق کوئی خواب نظر آ جائے تو اس سے دلی مسرت حاصل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ خواب کسی عالم کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور یہ بھی کہ خوشی کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا درست ہے اور یہ بھی کہ ظاہر دلائل پر عمل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ اختلاف کے وقت اہل علم کو تنبیہ کی جا سکتی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو دلیل سے راجح ثابت ہو۔

١٥٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ قَالَ : قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلاَثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : تَصِيْرُ الآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ : ((حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ: ((أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا ثُمَّ

(١٥٦٨) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا' ان سے ابو شہاب نے کہا کہ میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کے یوم ترویہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچا۔ اس پر مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا اب تمہارا حج مکی ہو گا۔ میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہی پوچھنے کے لئے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ حج کیا تھا جس میں آپؐ اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لائے تھے (یعنی حجۃ الوداع) صحابہ نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا۔ لیکن آنحضورؐ نے ان سے فرمایا کہ (عمرہ کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد اپنے احرام کھول ڈالو اور بال ترشوا لو۔ یوم ترویہ تک برابر اسی طرح حلال رہو'

أَقِيمُوا حَلاَلاً حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً))، فَقَالُوا : كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ: ((افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لاَ أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لاَ يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ)). فَفَعَلُوا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَبُوشِهَابٍ لَيْسَ لَهُ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ إِلاَّ هَذَا.

[راجع: ١٥٥٦]

پھر یوم ترویہ میں مکہ ہی سے حج کا احرام باندھو اور اس طرح اپنے حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی' اب اسے تمتع بنالو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اسے تمتع کیسے بنا سکتے ہیں؟ ہم تو حج کا احرام باندھ چکے ہیں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو خود میں بھی اسی طرح کرتا جس طرح تم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں اب میرے لئے کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک میرے قربانی کے جانوروں کی قربانی نہ ہو جائے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابو شہاب کی اس حدیث کے سوا اور کوئی مرفوع حدیث مروی نہیں ہے۔

مکی حج سے یہ مراد ہے کہ مکہ والے جو مکہ ہی سے حج کرتے ہیں ان کو چونکہ تکلیف اور محنت کم ہوتی ہے لہذا ثواب بھی زیادہ نہیں ملتا۔ ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ جب تمتع کیا اور حج کا احرام مکہ سے باندھا' تو اب حج کا ثواب اتنا نہ ملے گا جتنا حج مفرد میں ملتا جس کا احرام باہر سے باندھا ہوتا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے مکہ والوں کا رد کیا اور ابو شہاب کا شبہ دور کر دیا کہ تمتع میں ثواب کم ملے گا۔ تمتع تو سب قسموں میں افضل ہے اور اس میں افراد اور قران دونوں سے زیادہ ثواب ہے۔

١٥٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الأَعْوَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: ((اِخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالَ عَلِيٌّ: مَا تُرِيْدُ إِلَى أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. قَالَ: فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا)). [راجع: ١٥٦٣]

(۱۵۶۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد اعور نے بیان کیا' ان سے شعبہ نے' ان سے عمرو بن مرہ نے' ان سے سعید بن مسیب نے کہ جب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما عسفان آئے تو ان میں باہم تمتع کے سلسلے میں اختلاف ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس سے آپ کیوں روک رہے ہیں؟ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دو۔ یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا۔

تشریح عسفان ایک مقام ہے مکہ سے ۳۶ میل پر یہاں کے تربوز مشہور ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے گو خود تمتع نہیں کیا تھا مگر دوسرے لوگوں کو اس کا حکم دیا تو گویا خود کیا۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بحث تو تمتع میں تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قران کیا' اس کا کیا مطلب ہے۔ جواب یہ ہے کہ قران اور تمتع دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ عجیب بات ہے قرآن شریف میں صاف یہ موجود ہے۔ فمن تمتع بالعمرة الى الحج اور احادیث صحیحہ متعدد صحابہ کی موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمتع کا حکم دیا۔ پھر ان صاحبوں کا اس سے منع کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت عمر اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس تمتع سے منع کرتے تھے کہ حج کی نیت کر کے حج کا فسخ کر دینا اس کو عمرہ بنا دینا۔ مگر یہ بھی صراحتاً احادیث سے ثابت ہے۔ بعضوں نے کہا یہ ممانعت بطور تنزیہ کے تھی۔ یعنی تمتع کو فضیلت کے خلاف جانتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ تمتع سب سے افضل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مقام مشکل ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اس سلسلہ میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:

وفی قصة عثمان و علی من الفوائد اشاعة العلم ما عنده من العلم واظهاره ومناظرة ولاة الامور وغيرهم فی تحقيقه لمن قوی علی ذلک لقضد منا صحة المسلمين والبيان بالفعل مع القول وجواز استنباط من النص لان عثمان لم يخف عليه ان التمتع والقران جائزان وانما نهی عنهما ليعمل بالافضل كما وقع لعمر ولكن خشی علی ان يحمل غيره النهی علی التحريم فاشاع جواز ذلک وكل منهما مجتهد ما جور (فتح الباری)

یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ مذکورہ میں بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً جو کچھ کسی کے پاس علم ہو اس کی اشاعت کرنا اور اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے امر حق کا اظہار کرنا یہاں تک کہ اگر مسلمان حاکموں سے مناظرہ تک کی نوبت پہنچ جائے تو یہ بھی کر ڈالنا اور کسی امر حق کا محض بیان ہی نہ کرنا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھلا دینا اور نص سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ چیز مخفی نہ تھی حج تمتع اور قران بھی جائز ہیں مگر انہوں نے افضل پر عمل کرنے کے خیال سے تمتع سے منع فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی واقع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس پر محمول کیا کہ عوام الناس کہیں اس نہی کو تحریم پر محمول نہ کر بیٹھیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے جواز کا اظہار فرمایا بلکہ عمل بھی کر کے دکھلا دیا۔ پس ان میں دونوں ہی مجتہد ہیں اور ہر دو کو اجر و ثواب ملے گا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کوئی فروعی اختلاف واقع ہو تو اس پر ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ صرف اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ایسے فروعی امور میں اختلاف فہم کا ہونا قدرتی چیز ہے۔ جس کے لئے صد ہا مثالیں سلف صالحین میں موجود ہیں۔ مگر صد افسوس کہ دور حاضرہ کے کم فہم علماء نے ایسے ہی اختلافات کو رائی کا پہاڑ بنا کر امت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اللهم ارحم علی امة حبيبک۔

۳۵- بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

باب اگر کوئی لبیک میں حج کا نام لے

یعنی لبیک حج کی پکارے اور حج کا احرام باندھے تب بھی مکہ میں پہنچ کر حج کو فسخ کر سکتا ہے اور عمرہ کر کے احرام کھول سکتا ہے۔

۱۵۷۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَنَحْنُ نَقُولُ : لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً)). [راجع: ۱۵۵۹]

(۱۵۷۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' کہا کہ میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تو ہم نے حج کی لبیک پکاری۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے اسے عمرہ بنا لیا۔

۳۶- بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ

باب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تمتع کا

ﷺ

جاری ہونا

۱۵۷۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عن عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ)).

[طرفه في : ٤٥١٨].

(۱۵۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے قتادہ سے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے مطرف نے عمران بن حصین سے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم نے تمتع کیا تھا اور خود قرآن میں تمتع کا حکم نازل ہوا تھا۔ اب ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

۳۷- بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:١٩٦]

باب اللہ کا سورۂ بقرہ میں یہ فرمانا

تمتع یا قربانی کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں

تشریح: اختلاف ہے کہ حاضری المسجد الحرام کون لوگ ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اہل مکہ مراد ہیں۔ بعضوں کے نزدیک اہل حرم۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ اور شافعی کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جو مکہ سے مسافت قصر کے اندر رہتے ہوں۔ حنفیہ کے نزدیک مکہ والوں کو تمتع درست نہیں اور شافعیؒ وغیرہ کا قول ہے کہ مکہ والے تمتع کر سکتے ہیں لیکن ان پر قربانی یا روزے واجب نہیں اور ذلک کا اشارہ اسی طرف ہے یعنی یہ قربانی اور روزہ کا حکم۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ذالک کا اشارہ تمتع کی طرف ہے یعنی تمتع اسی کو جائز ہے جو مسجد حرام کے پاس نہ رہتا ہو یعنی آفاقی ہو (وحیدی)

۱۵۷۲- وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُومَعْشَرٍ الْبَرَاءُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ: فَقَالَ ((أَهَلَّ الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((اجْعَلُوا إِهْلاَلَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلاَّ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ، طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ))، وَقَالَ: ((مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ

(۱۵۷۲) اور ابو کامل فضیل بن حسین بصری نے کہا کہ ہم سے ابو معشر یوسف بن یزید براء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عثمان بن غیاث نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے' ابن عباسؓ سے حج میں تمتع کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مہاجرین انصار نبی کریم ﷺ کی ازواج اور ہم سب نے احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے احرام کو حج اور عمرہ دونوں کے لئے کر لو لیکن جو لوگ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے ہیں (وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوں گے) چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تو اپنا احرام کھول ڈالا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ لے

مَحِلَّهُ)). ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ إِلَى أَمْصَارِكُمْ، الشَّاةُ تَجْزِي. فَجَمَعُوا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى : شَوَّالٌ وَذُوا الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ)). وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ، وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي، وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

(یعنی قربانی نہ ہو لے) ہمیں (جنہوں نے ہدی ساتھ نہیں لی تھی) آپؐ نے آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھ لیں۔ پھر جب ہم مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو ہم نے آ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی' پھر ہمارا حج پورا ہو گیا اور اب قربانی ہم پر لازم ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جسے قربانی کا جانور میسر ہو (تو وہ قربانی کرے) اور اگر کسی کو قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے حج میں اور سات دن گھر واپس ہونے پر رکھے (قربانی میں) بکری بھی کافی ہے۔ تو لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں عبادتیں ایک ہی سال میں ایک ساتھ ادا کیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لئے جائز قرار دیا تھا۔ البتہ مکہ کے باشندوں کا اس سے استثناء ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں"۔ اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال' ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ ان مہینوں میں جو کوئی بھی تمتع کرے وہ یا قربانی دے یا اگر مقدور نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور رفث کا معنی جماع (یا فحش باتیں) اور فسوق گناہ اور جدال لوگوں سے جھگڑنا۔

٣٨- بَابُ الاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

باب مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

١٥٧٣- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ. ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طِوًى، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ١٥٥٣]

(١٥٧٣) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' انہیں ایوب سختیانی نے خبر دی' انہیں نافع نے' انہوں نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے۔ رات ذی طویٰ میں گزارتے' صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

یہ غسل ہر ایک کے لئے مستحب ہے گو حائضہ یا نفاس والی عورت ہو۔ اگر کوئی تنعیم سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے تو مکہ میں گھستے وقت پھر غسل کرنا مستحب نہیں کیونکہ تنعیم مکہ سے بہت قریب ہے۔ البتہ اگر دور سے احرام باندھ کر آیا ہو جیسے جعرانہ یا حدیبیہ سے تو پھر غسل کر لینا مستحب ہے (قسطلانی)

۳۹- بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلاً — باب مکہ میں رات اور دن میں داخل ہونا

نسخہ مطبوعہ مصر میں اس کے بعد اتنی عبارت زیادہ ہے۔ بات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذی طوی حتی اصبح ثم دخل مکۃ یعنی آپ رات کو ذی طویٰ میں رہ گئے صبح تک پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ ترجمہ باب میں رات کو بھی داخل ہونا مذکور ہے۔ لیکن کوئی حدیث اس مضمون کی امام بخاریؒ نہیں لائے۔ اصحاب سنن نے روایت کیا کہ آپ جعرانہ کے عمرہ میں مکہ میں رات کو داخل ہوئے اور شاید امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ کیا۔ بعضوں نے یوں جواب دیا کہ ذی طویٰ خود مکہ ہے اور آپ شام کو وہاں پہنچے تھے تو اس سے رات کو داخل ہونے کا جواز نکل آیا۔ بہرحال رات ہو یا دن دونوں میں داخلہ جائز ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں: واما الدخول لیلا فلم یقع منہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فی عمرۃ الجعرانۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم احرم من الجعرانۃ ودخل مکۃ لیلا فقضی امر العمرۃ ثم رجع لیلا فاصبح بالجعرانۃ کبائت کما رواہ اصحاب السنن الثلاثۃ من حدیث محرش الکعبی وترجم علیہ النسائی دخول مکۃ لیلا وروی سعد بن منصور عن ابراھیم النخعی قال کانوا یستحبون ان یدخلوا مکۃ نھارا ویخرجوا منھا لیلا واخرج عن عطاء ان شئتم فادخلوا لیلا انکم لستم کرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اماما فاحب ان یدخلھا نھارا لیراہ الناس انتھی وقضیۃ ھذا ان من کان اماما یقتدی بہ استحب لہ ان یدخلھا نھارا۔

یعنی آنحضرت ﷺ کا مکہ شریف میں رات کو داخل ہونا یہ صرف عمرہ جعرانہ میں ثابت ہے جب کہ آپ نے جعرانہ سے احرام باندھا اور رات کو آپ مکہ شریف میں داخل ہوئے اور اسی وقت عمرہ کر کے رات ہی کو واپس ہو گئے اور صبح آپ نے جعرانہ ہی میں کی۔ گویا آپ نے ساری رات یہیں گزاری ہے جیسا کہ اصحاب سنن ثلاثہ نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام نسائیؒ نے اس پر باب باندھا کہ مکہ میں رات کو داخل ہونا۔ اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ وہ مکہ شریف میں دن کو داخل ہونا مستحب گردانتے تھے اور رات کو واپس ہونا اور عطاء نے کہا کہ اگر تم چاہو رات کو داخل ہو جاؤ تم رسول اللہ ﷺ جیسے نہیں ہو' آپؐ امام اور مقتدیٰ تھے' آپ نے اسی کو پسند فرمایا کہ دن میں آپ داخل ہوں اور لوگ آپ کو دیکھ کر مطمئن ہوں۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی بھی امام ہو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ دن میں مکہ شریف میں داخل ہو۔

۱۵۷۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَاتَ النَّبِيُّ ﷺ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ)). [راجع: ۱۵۵۳]

(۱۵۷۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا' آپؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۴۰- بَابُ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ — باب مکہ میں کدھر سے داخل ہو

۱۵۷۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ:

(۱۵۷۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' ان سے معن بن عیسیٰ

حَدَّثَنِي مَعنٌ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى)).

[طرفه في : ١٥٧٦].

نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بلند گھاٹی (یعنی جنت المعلیٰ) کی طرف سے داخل ہوتے اور نکلتے ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے یعنی نیچے کی گھاٹی (باب شبیکہ) کی طرف سے۔

٤١- بابُ مِنْ أَيْنَ يَخرُجُ مِن مَكَّةَ

باب مکہ سے جاتے وقت کون سی راہ سے جائے

١٥٧٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى)). [راجع: ١٥٧٥]

(۱۵۷۶) ہم سے مسدد بن مسرہد بصری نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ علیا یعنی مقام کداء کی طرف سے داخل ہوتے جو بطحاء میں ہے۔ اور ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے نکلتے تھے یعنی نیچے والی گھاٹی کی طرف سے۔

تشریح ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مکہ شریف میں ایک راہ سے آنا اور دوسری راہ سے جانا مستحب ہے۔ نسخہ مطبوعہ مصر میں یہاں اتنی عبارت زیادہ ہے۔ قال ابو عبدالله كان يقال هو مسدد كاسمه قال ابو عبدالله سمعت يحيى بن معين يقول سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول لو ان مسدد اتيته في بيته فحدثته لاستحق ذلك وما ابالي كتبي كانت عندي او عند مسدد یعنی امام بخاریؒ نے کہا مسدد اسم بامسمی تھے یعنی مسدد کے معنی عربی زبان میں مضبوط اور درست کے ہیں تو وہ حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے اور میں نے یحییٰ بن معین سے سنا' وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ قطان سے سنا' وہ کہتے تھے اگر میں مسدد کے گھر جا کر ان کو حدیث سنایا کرتا تو وہ اس کے لائق تھے اور میری کتابیں حدیث کی میرے پاس رہیں یا مسدد کے پاس مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ گویا یحییٰ قطان نے مسدد کی بے حد تعریف کی۔

١٥٧٧- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلاَهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا)).

[أطرافه في : ١٥٧٨، ١٥٧٩، ١٥٨٠، ١٥٨١، ٤٢٩٠، ٤٢٩١].

(۱۵۷۷) ہم سے حمیدی اور محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو اوپر کی بلند جانب سے شہر کے اندر داخل ہوئے اور (مکہ سے) واپس جب گئے تو نیچے کی طرف سے نکل گئے۔

١٥٧٨- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ)). [راجع: ١٥٧٧]

(۱۵۷۸) ہم سے محمود بن غیلان مروزی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر شہر میں کداء کی طرف سے داخل ہوئے اور کدیٰ کی طرف سے نکلے جو مکہ کے بلند جانب ہے۔

کداء بالمد ایک پہاڑ ہے مکہ کے نزدیک اور کدیٰ بضم کاف بھی ایک دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستے ہے۔ یہ روایت بظاہر اگلی روایتوں کے خلاف ہے۔ لیکن کرمانی نے کہا کہ یہ فتح مکہ کا ذکر ہے اور اگلی روایتوں میں حجۃ الوداع کا۔ حافظ نے کہا یہ راوی کی غلطی ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ آپ کداء یعنی بلند جانب سے داخل ہوئے یہ عبارت من اعلی کداء مکۃ سے متعلق ہے نہ کدیٰ بالقصر سے (وحیدی)

١٥٧٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ)). قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا - مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا - وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [راجع: ١٥٧٧]

(۱۵۷۹) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبداللہ ابن وہب نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی' انہیں ہشام بن عروہ نے' انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوتے وقت مکہ کے بالائی علاقہ کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے بیان کیا کہ عروہ اگرچہ کداء اور کدیٰ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے لیکن اکثر کدیٰ سے داخل ہوتے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ)). [راجع: ١٥٧٧]

(۱۵۸۰) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے ہشام سے بیان کیا' ان سے عروہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ لیکن عروہ اکثر کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

١٥٨١- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ

(۱۵۸۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے اپنے باپ سے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر کداء سے

يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا، وَ كَانَ أَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءِ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : كَدَاءٌ وَكُدًا مَوضِعَانِ.

[راجع: ١٥٧٧]

داخل ہوئے تھے۔ عروہ خود اگرچہ دونوں طرف سے (کداء اور کدئ) داخل ہوتے لیکن اکثر آپ کدیٰ کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔ ابو عبداللہ امام بخاریؒ نے کہا کہ کداء اور کدیٰ دو مقامات کے نام ہیں۔

٤٢- بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

باب فضائل مکہ اور کعبہ کی بناء کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى:﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللهِ وَالْيَومِ الآخِرِ، قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيْلاً ثُمَّ اضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ. وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيْلُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ [البقرة: ١٢٥-١٢٨]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور جبکہ بنا دیا ہم نے خانہ کعبہ کو بار بار لوٹنے کی جگہ لوگوں کے لئے اور کر دیا اس کو امن کی جگہ اور (حکم دیا ہم نے) کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ وہ دونوں پاک کر دیں میرے مکان کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ اے اللہ! کر دے اس شہر کو امن کی جگہ اور یہاں کے ان رہنے والوں کو پھلوں سے روزی دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں صرف ان کو' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جس نے کفر کیا اس کو میں دنیا میں چند روز مزے کرنے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں کھینچ لاؤں گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (تو وہ یوں دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ تو ہی ہماری (دعاؤں کو) سننے والا اور (ہماری نیتوں کا) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک جماعت بنائیو جو تیری فرمانبردار ہو۔ ہم کو احکام حج سکھا اور ہمارے حال پر توجہ فرما کہ تو بہت ہی توجہ فرمانے والا ہے اور بڑا رحیم ہے۔

١٥٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : ((لَـمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ

(١٥٨٢) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عاصم نبیل نے بیان کیا' کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی' کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے

النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ، فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ، فَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: أَرِنِي إِزَارِي، فَشَدَّهُ عَلَيْهِ)). [راجع: ١٢٦]

نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اپنا تہبند اتار کر کاندھے پر ڈال لو (تاکہ پتھر اٹھانے میں تکلیف نہ ہو) آنحضور ﷺ نے ایسا کیا تو ننگے ہوتے ہی بے ہوش ہو کر آپ زمین پر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ آپ کہنے لگے مجھے میرا تہبند دے دو۔ پھر آپؐ نے اسے مضبوط باندھ لیا۔

تشریح: اس زمانہ میں محنت مزدوری کے وقت ننگے ہونے میں عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ امر مروت اور غیرت کے خلاف تھا' اللہ نے اپنے حبیب کے لئے اس وقت بھی یہ گوارا نہ کیا گو اس وقت تک آپ کو پیغمبری نہیں ملی تھی۔

١٥٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ حِينَ بَنَوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلاَّ تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: ((لَوْ لاَ حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ)).

فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا أُرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلاَمَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ إِلاَّ أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. [راجع: ١٢٦]

(۱۵۸۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا' ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے بیان کیا' ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے انہیں خبردی' انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبردی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بے شک ایسا کر دیتا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سچی ہیں) تو میں سمجھتا ہوں یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حطیم سے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو نہیں چومتے تھے۔ کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمی بنیادوں پر پورا نہ ہوا تھا۔

تشریح: کیونکہ حطیم حضرت ابراہیمؑ کی بنا میں کعبہ میں داخل تھا۔ قریش نے پیسہ کم ہونے کی وجہ سے کعبہ کو چھوٹا کر دیا اور حطیم کی زمین کعبہ کے باہر چھٹی رہنے دی۔ اس لئے طواف میں حطیم کو شامل کر لیتے ہیں (وحیدی)

١٥٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الأَسْوَدِ

(۱۵۸۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الاحوص سلام بن سلیم جعفی نے بیان کیا' ان سے اشعث نے بیان کیا'

بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ((إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ)).

قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ: ((فَعَلَ ذَلِكِ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلاَ أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالأَرْضِ)). [راجع: ١٢٦]

ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں' پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگوں نے اسے کعبے میں کیوں نہیں شامل کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تاکہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔

١٥٨٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((لَوْ لاَ حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ، وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا)). قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: خَلْفًا يَعْنِي بَابًا. [راجع: ١٢٦]

(۱۵۸۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا' ان سے ہشام نے بیان کیا' ان سے ان کے والد نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا' اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے ابھی تازہ نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بناتا کیونکہ قریش نے اس میں کمی کر دی ہے۔ اس میں ایک دروازہ اور اس دروازے کے مقابل رکھتا۔ ابو معاویہ نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا۔ حدیث میں خلف سے دروازہ مراد ہے۔

تشریح اب کعبہ میں ایک ہی دروازہ ہے وہ بھی قد آدم سے زیادہ اونچا ہے۔ داخلے کے وقت لوگ بڑی مشکل سے سیڑھی پر چڑھ کر کعبے کے اندر جاتے ہیں اور ایک ہی دروازہ ہونے سے اس کے اندر تازی ہوا مشکل سے آتی ہے۔ داخلے کے لئے کعبہ شریف کو ایام حج میں بہت تھوڑی مدت کے لئے کھولا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ ۱۳۵۱ھ کے حج میں کعبہ شریف میں مترجم کو داخلہ نصیب ہوا تھا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

١٥٨٦- حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

(۱۵۸۶) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن رومان نے بیان کیا' ان

عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: ((يَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ لَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ، فَأَدْخَلْتُ فِيْهِ مَا أُخْرِجُ مِنْهُ، وَأَلْزَقْتُهُ بِالأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًا وَبَابًا غَرْبِيًا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ)). فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيْدُ: وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِيْنَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ، لَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الإِبِلِ. قَالَ جَرِيْرٌ: فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ: أُرِيْكَهُ الآنَ. فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ، فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ: هَا هُنَا؟. قَالَ جَرِيْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

[راجع: ١٢٦]

سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عائشہؓ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا' تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دے دیتا تاکہ (نئی تعمیر میں) اس حصہ کو بھی داخل کر دوں جو اس سے باہر رہ گیا ہے اور اس کی کرسی زمین کے برابر کر دوں اور اس کے دو دروازے بنا دوں' ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کعبہ کو گرانے سے یہی مقصد تھا۔ یزید نے بیان کیا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے گرایا تھا اور اس کی نئی تعمیر کر کے حطیم کو اس کے اندر کر دیا تھا۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے پائے بھی دیکھے جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھے۔ جریر بن حازم نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا' ان کی جگہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں گیا اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے۔ جریر نے کہا کہ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جگہ حطیم میں سے چھ ہاتھ ہو گی یا ایسی ہی کچھ۔

تشریح معلوم ہوا کہ کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک نہ تھی۔ کیونکہ پرنالے سے لے کر حطیم کی دیوار تک سترہ ہاتھ جگہ ہے اور ایک تہائی ہاتھ دیوار کا عرض دو ہاتھ اور تہائی ہے۔ باقی پندرہ ہاتھ حطیم کے اندر رہے۔ بعض کہتے ہیں کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں امتیاز کے لئے حطیم کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار اٹھا دی (وحیدی)

جس مقدس جگہ پر آج خانہ کعبہ کی عمارت ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں فرشتوں نے پہلے پہل عبادت الٰہی کے لئے مسجد تعمیر کی۔ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: ٩٦) یعنی اللہ کی عبادت کے لئے اور لوگوں کی ہدایت کے لئے برکت والا گھر جو سب سے پہلے دنیا کے اندر تعمیر ہوا وہ مکہ شریف والا گھر ہے۔

ابن ابی شیبہ' اسحاق بن راہویہ' عبد بن حمید' حرث بن ابی اسامہ' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان رجلا قال له الا تخبرنی عن البیت ا ھو اول بیت وضع فی الارض قال لا ولکنه اول بیت وضع للناس فیه البرکة والھدیٰ ومقام ابراھیم ومن دخله کان امنا ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا وہ سب سے پہلا مکان ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ متبرک مقامات میں سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کے لئے تعمیر ہوا اس میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو شخص وہاں داخل ہو جائے اس کو امن مل جاتا ہے۔

حضرت آدمؑ کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا!

عبدالرزاق' ابن جریر' ابن منذر' حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ قال آدم ای رب مالی لا اسمع اصوات الملئکة قال لخطیئتک ولکن اهبط الی الارض فابن لی بیتا ثم احفف به کما رایت الملائکة تحف بیتی الذی فی السماء فزعم الناس انه بناه خمسة اجبل من حراء ولبنان وطور زیتا وطور سینا والجودی فکان هذا بنا آدم حتی بناه ابراهیم بعد (ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی' پروردگار کیا بات ہے کہ مجھے فرشتوں کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ ارشاد الٰہی ہوا یہ تمہاری اس لغزش کا سبب ہے جو شجر ممنوعہ کے استعمال کے باعث تم سے ہوگئی۔ لیکن ایک صورت ابھی باقی ہے کہ تم زمین پر اترو اور ہمارے لئے ایک مکان تیار کرو اور اس کو گھیرے رہو جس طرح تم نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہمارے مکان کو جو آسمان پر ہے گھیرے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس حکم کی بنا پر حضرت آدم نے کوہ حرا' لبنان' طور زیتا' طور سینا اور جودی ایسے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی' یہاں تک کہ اس کے آثار مٹ گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد از سر نو اس کو تعمیر کیا۔ ابن جریر' ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لما اهبط الله آدم من الجنة قال انی مهبط معک بیتا یطاف حوله کما یطاف حول عرشی و یصلی عنده کما یصلی عند عرشی فلما کان زمن الطوفان رفعه الله الیه فکانت الانبیاء یحجونه ولا یعلمون مکانه حتی تولاه الله بعد لابراهیم واعلمه مکانه فبناه من خمسة اجبل حراء ولبنان' وثبیر وجبل الطور وجبل الحمر وهو جبل بیت المقدس۔

(ترجمہ) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک گھر بھی اتاروں گا۔ جس کا طواف اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ میرے عرش کا طواف ہوتا ہے اور اس کے پاس نماز اسی طرح ادا کی جائے گی جس طرح کہ میرے عرش کے پاس ادا کی جاتی ہے۔ پھر جب طوفان نوح کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا۔ اسکے بعد انبیا علیہم السلام بیت اللہ شریف کا حج تو کیا کرتے تھے مگر اس کا مقام کسی کو معلوم نہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پتہ حضرت ابراہیمؑ کو بتایا اور اسکی جگہ دکھادی تو آپ نے اسکو پانچ پہاڑوں سے بنایا۔ کوہ حرا' لبنان ثبیر' جبل الحمر' جبل طور (جبل الحمر کو جبل بیت المقدس بھی کہتے ہیں)

ازرقی اور ابن منذر نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو ان کو مکہ مکرمہ جانے کا ارشاد ہوا۔ جب وہ چلنے لگے تو زمین اور بڑے بڑے میدان لپیٹ کر مختصر کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک میدان جہاں سے وہ گزرتے تھے ایک قدم کے برابر ہوگیا اور زمین میں جہاں کہیں سمندر یا تالاب تھے ان کے دہانے بھی اتنے چھوٹے کر دیئے گئے کہ ایک قدم میں اس طرف پار ہوں۔ لیکن دوسرا یہ لطف تھا کہ آپ کا قدم زمین پر جس جگہ پڑتا وہاں ایک ایک لبستی ہو جاتی اور اس میں عجیب برکت نظر آتی۔ شدہ شدہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مکہ شریف آنے سے پیشتر آدم علیہ السلام کی آہ و زاری اور آپ کا رنج و غم جنت سے چلے آنے کی وجہ سے بہت تھا' یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کے گریہ کی وجہ سے گریہ کرتے اور آپ کے رنج میں شریک ہوتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا غم غلط کرنے کیلئے جنت کا ایک خیمہ عنایت فرمایا تھا جو مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ وقت وہ تھا کہ ابھی کعبۃ اللہ کو کعبہ کا لقب نہیں دیا گیا تھا۔ اسی دن کعبۃ اللہ کے ساتھ رکن بھی نازل ہوا۔ اس دن وہ سفید یاقوت اور جنت کا ٹکڑا تھا۔ جب حضرت آدمؑ مکہ شریف آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی اور اس خیمہ کی حفاظت فرشتوں کے ذریعہ کرائی۔ یہ خیمہ آپ کے آخر وقت تک وہیں لگا رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی تو اس خیمہ کو اپنی طرف اٹھالیا اور آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اس کے بعد اس خیمہ کے مقام پر مٹی او. پتھر کا ایک مکان بنایا۔ جو ہمیشہ آباد رہا۔ آدم علیہ السلام کے صاحبزادے اور ان کے بعد والی نسلیں یکے بعد دیگرے اس کی آبادی کا انتظام کرتی رہیں۔ جب نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا تو وہ عمارت غرق ہوگئی اور اس کا نشان چھپ گیا۔

حضرت ہود اور صالحؑ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت اللہ شریف کی زیارت کی ہے:

ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ما من نبی الا وقد حج البیت الا ما کان من ھود و صالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض وکان البیت ربوۃ حمرآء فبعث اللہ عزوجل ھودا فتشاغل باموقومہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بواہ اللہ لابراھیم علیہ السلام حجہ ثم لم یبق نبی بعدہ الاحجہ (ترجمہ) جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب ہی نے بیت اللہ شریف کا حج ادا فرمایا مگر حضرت ھود اور حضرت صالح علیہ السلام کو اس کا موقع نہ ملا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی حج ادا فرمایا ہے لیکن جب آپ کے زمانہ میں زمین پر طوفان آیا اور ساری زمین غرقاب ہوئی تو بیت اللہ شریف کو بھی اس سے حصہ ملا۔ بیت اللہ شریف ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو آپ حکم الٰہی کے مطابق فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں مشغول رہے اور آپ کی مشغولیت اس درجہ رہی کہ آپ کو آخر دم تک حج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف بنانے کا موقع ملا تو انہوں نے حج ادا فرمایا اور آپ کے بعد جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب نے حج ادا فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا!

طبقات ابن سعد میں حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا او حی اللہ عزوجل الی ابراھیم یامرہ بالمسیر الی بلدہ الحرام فرکب ابراھیم البراق وجعل اسمعیل امامہ وھو ابن سنتین وھاجر خلفہ ومعہ جبرئیلؑ یدلہ علی موضع البیت حتی قدم بہ مکۃ فانزل اسمعیل وامہ الی جانب البیت ثم انصرف ابراھیم الی الشام ثم اوحی اللہ الی ابراھیم ان تبنی البیت وھو یومئذ ابن مائۃ سنۃ واسمعیل یومئذ ابن ثلاثین سنۃ فبناہ معہ وتوفی اسمعیل بعد ابیہ فدفن داخل الحجر مما یلی۔

یعنی اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیمؑ کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ بلد الحرام مکہ شریف کی طرف چلیں۔ چنانچہ آپ بہ تعمیل حکم الٰہی براق پر سوار ہو گئے۔ اپنے پیارے نور نظر حضرت اسمٰعیل کو جن کی عمر شریف ہنوز دو سال کی تھی اپنے سامنے اور بی بی ہاجرہ کو اپنے پیچھے لے لیا۔ حضرت جبرائیلؑ بیت اللہ شریف کا مقام بتلانے کی غرض سے آپ کے ساتھ تھے۔ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت اسمٰعیلؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ کو بیت اللہ کے ایک جانب میں اتارا اور حضرت ابراہیمؑ شام کو واپس ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جبکہ آپ کی عمر شریف کامل ایک سو سال تھی' بذریعہ وحی بیت اللہ شریف کے بنانے کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال کی تھی۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی آپ کے بعد وفات پائی تو حجر اسود اور کعبہ شریف کے درمیان اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ دفن ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت ثابت بن اسمٰعیل اپنے والد محترم کے بعد اپنے ماموؤں کے ساتھ مل کر جو بنی جرہم سے تھے کعبہ شریف کے متولی قرار پائے۔

ابن ابی شیبہ' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور بیہقی کی روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ کو کعبۃ اللہ شریف بنانے کا حکم ہوا تو آپ کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کو کس طرح بنائیں۔ اس نوبت پر اللہ پاک نے سکینہ یعنی ایک ہوا بھیجی جس کے دو کنارے تھے۔ اس نے بیت اللہ شریف کے مقام پر طوق کی طرح ایک حلقہ باندھ دیا۔ ادھر آپ کو حکم ہو چکا تھا کہ سکینہ جہاں ٹھہرے بس وہیں تعمیر ہونی چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقام پر بیت اللہ شریف کو تعمیر فرمایا۔

دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیر تفسیر آیت ﴿ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ ﴾ (البقرۃ: ۱۲۷) کہ بیت اللہ شریف جس طرح مربع ہے اسی طرح ایک چوکونی ابر نمودار ہوا اس میں سے آواز آتی تھی کہ بیت اللہ کا ارتفاع ایسا ہی چوکونا ہونا چاہئے

جیسا کہ میں یعنی ابر چوکونا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو اسی کے مطابق مربع بنایا۔

سعید بن منصور اور عبد بن حمید' ابن ابی حاتم وغیرہ نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوا کے ڈالے ہوئے نشان کے نیچے کھودنا شروع کیا۔ پس بیت اللہ شریف کے ستون برآمد ہو گئے۔ جس کو تیس تیس آدمی بھی ہلا نہیں سکتے تھے۔

آیت بالا کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں القواعد التی کانت قواعد البیت قبل ذلک ستون جن کو حضرت ابراہیمؑ نے بنایا' یہ وہی ستون ہیں جو بیت اللہ شریف میں پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ ان ہی کو حضرت ابراہیمؑ نے بلند کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف اگرچہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا تعمیر فرمودہ ہے لیکن اس کا سنگ بنیاد ان حضرات کا رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قدیم ہے آپ نے صرف اس کی تجدید فرمائی۔ جب حضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ فرما رہے تھے تو یہ دعائیں آپ کی زبان پر تھیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اے رب! ہماری اس خدمت توحید کو قبول فرمائیے۔ تو جاننے والا سننے والا ہے۔

﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرۃ : ۱۲۸) اے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ہمیشہ اس مشن کو زندہ رکھنے والی بنا دے اور مناسک حج سے ہمیں آگاہ کر دے اور ہمارے اوپر اپنی عنایات کی نظر کر دے تو نہایت ہی تواب اور رحیم ہے۔

﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴾ (ابراہیم : ۳۵) اے رب! اس شہر کو امن و امان والا مقام بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی کی حماقت سے بچاتا رہیو۔

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ (ابراہیم : ۳۷) اے رب! میں اپنی اولاد کو ایک بنجر نا قابل کاشت بیابان میں تیرے پاک گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔ اے رب! میری غرض ان کو یہاں بسانے سے صرف یہ ہے کہ یہ تیری عبادت کریں۔ نماز قائم کریں۔ میرے مولا! لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان کو میووں سے روزی عطا کرتا کہ یہ تیری شکر گزاری کریں۔

قال ابن عباس بنی ابراھیم البیت من خمسة اجبل من طور سینا وطور زیتا ولبنان جبل بالشام والجودی جبل بالجزیرة وبنی قواعده من حراء جبل بمکة فلما انتھی ابراھیم الی موضع الحجر الاسود قال لاسماعیل ائتنی بحجر حسن یکون للناس علما فاتاه بحجر فقال ائتنی باحسن منه فمضی اسماعیل لیطلب حجرا احسن منه فصاح ابو قبیس یا ابراھیم ان لک عندی ودیعة فخذھا فقذف بالحجرالاسود فاخذه ابراھیم فوضعه مکانه (خازن' ج:۱/ ص: ۹۴)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے طور سینا و طور زیتا و جبل لبنان جو شام میں ہے اور جبل جودی جو جزیرہ میں ہیں ان چاروں پہاڑوں کے پتھروں کا استعمال کیا۔ جب آپ حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئے' تو آپ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ ایک خوبصورت سا پتھر لاؤ جس کو نشانی کے طور پر (طوافوں کی گنتی کے لئے) میں قائم کر دوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے' اس کو آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اور مناسب پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کر ہی رہے تھے کہ جبل ابو قبیس سے ایک غیبی صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! میرے پاس آپ کو دینے کی ایک امانت ہے' اسے لیجائیے۔ چنانچہ اس پہاڑ نے حجر اسود کو حضرت ابراہیمؑ کے حوالے کر دیا اور آپ نے اس پتھر کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے حجر اسود کو لا کر آپکے حوالہ کیا۔ (ابن کثیر) اور شرقی گوشہ میں باہر کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز کی بلندی پر ایک طاق میں اسکو نصب کیا گیا۔ تعمیر ابراہیمی بالکل سادہ تھی نہ اس پر چھت تھی نہ دروازہ نہ چونہ۔ مٹی سے کام لیا گیا تھا۔ صرف پتھر کی چار دیواری تھی۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں تعمیر ابراہیمی کا عرض و طول حسب ذیل لکھا ہے۔
بلندی زمین سے چھت تک ۹ گز۔ طول حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز۔
گھر بن چکا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مناسک حج سے آگاہ کر دیا۔ اب ارشاد باری ہوا ﴿ وَ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالاً وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴾ (الحج: ۲۷) یعنی ہمارا گھر طواف کرنے والوں' نماز میں قیام کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر دے اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی ہر دور دراز گوشہ سے آئیں گے۔ اس زمانہ میں اعلان و اشتہار کے وسائل نہیں تھے۔ ویران جگہ تھی' آدم زاد کا کوسوں تک پتہ نہ تھا۔ ابراہیمؑ کی آواز حدود حرم سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ لیکن اس معمولی آواز کو قدرت حق تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اور زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔

مفسرین آیت بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ فنادی علی جبل ابو قبیس یا ایھاالناس ان ربکم بنی بیتا واوجب علیکم الحج الیه فاجیبوا ربکم والتفت بوجهه یمینا وشمالا وشرقا وغربا فاجابه کل من کتب له ان یحج من اصلاب الرجال وارحام الامهات لبیک اللهم لبیک (جلالین)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابو قبیس پر چڑھ کر پکارا اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لئے ایک مکان بنوایا اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال و جنوب' مشرق و مغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت ازلی لکھی جا چکی ہے۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لبیک اللھم لبیک یااللہ! ہم حاضر ہیں' یااللہ! ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لئے حاضر ہیں۔

بنائے ابراہیمی کے بعد! ابراہیم علیہ السلام کی یہ تعمیر ایک مدت تک قائم رہی اور اس کی تولیت و نگرانی سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی آئی' یہاں تک کہ اس کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ تب بنو جرہم نے اسی ابراہیمی نقشہ و ہیئت پر مرمت کا کام انجام دیا۔ کوئی چھت نہ بنوائی اور نہ کوئی تغیر کیا۔ بنو جرہم کے بعد عمالقہ نے تجدید کی مگر تعمیر میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

تعمیر قصی بن کلاب! ابراہیمی تعمیر کے بعد خانہ کعبہ کو چوتھی مرتبہ قصی بن کلاب قریشی نے تعمیر کیا۔ قصی قریش کے ممتاز افراد میں سے تھے تعمیر کعبہ کے ساتھ ساتھ قومی تعمیر کے لئے بھی اس نے بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے۔ تمام قریش کو جمع کر کے بذریعہ تقاریر ان میں اتحاد کی روح پھونکی۔ دارالندوہ کا بانی بھی یہی شخص ہے جس میں قریش اپنے قومی اجتماعات و مذہبی تقریبات نکاح وغیرہ کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ **سقایہ** (حاجیوں کو آب زمزم پلانا) اور **رفادہ** (یعنی حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا) یہ محکمے اسی نے قائم کئے۔ قریش کے قومی فنڈ سے ایک سالانہ رقم منیٰ اور مکہ معظمہ میں لنگر خانوں کے لئے مقرر کی۔ اس کے ساتھ چرمی حوض بنوائے جن میں حجاج کے لئے ایام حج میں پانی بھروا دیا جاتا تھا۔ قصی نے اپنے سارے خاندان قریش کو مجتمع کر کے کعبہ شریف کے آس پاس بسایا۔ خدمت کعبہ کے متعلق متعدد کمیٹیاں قائم کیں جن کو مختلف خدمات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ خانہ کعبہ کی چھت پر گوگل کی لکڑی کی چھت بنا کر اطراف میں درختوں کی باڑ لگا دی اور اس پر سیاہ غلاف ڈالا۔ یہ تعمیر حضرت رسول پاک ﷺ کے زمانہ طفولیت تک باقی تھی آپ نے اپنے بچپن میں اس کو ملاحظہ فرمایا۔

تعمیر قریش! یہ تعمیر نبوت محمدی سے پانچ سال قبل جب آنحضرت ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی' ہوئی۔ اس تعمیر میں اور

بنائے ابراہیمی میں ۱۶۷۵ سال کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک عورت نزد کعبہ بخور جلا رہی تھی' پردہ شریف میں آگ لگ گئی اور پھیل گئی' یہاں تک کہ کعبہ شریف کی چھت بھی جل گئی اور پتھر بھی چٹخ گئے۔ جگہ جگہ سے دیواریں شق ہو گئیں۔ کچھ ہی دنوں بعد سیلاب آیا۔ جس نے اس کی بنیادوں کو ہلا دیا کہ گر جانے کا خطرہ قوی ہو گیا۔ قریش نے اس تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا۔ مگر شرط یہ رکھی کہ سود' اجرت زنا' غارت گری اور چوری کا پیسہ نہ لگایا جائے اس لئے خرچ میں کمی ہو گئی۔ جس کا تدارک یہ کیا گیا کہ شمالی رخ سے چھ سات ذراع زمین باہر چھوڑ کر عمارت بنا دی۔ اس متروکہ حصہ کا نام حطیم ہے۔

آیت شریفہ ﴿ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ ﴾ (البقرۃ : ۱۲۷) کی تفسیر میں ابن کثیر میں تفصیلات یوں آئی ہیں۔ قال محمد ابن اسحاق بن یسار فی السیرة ولما بلغ رسول الله صلی الله علیه وسلم خمس و ثلاثین سنة اجتمعت قریش لبنیان الکعبة وکانوا یهمون بذلک یسقفوها ویهابون هدمها وانما کانت رضما فوق القامة فاراد وا رفعها وتسقیفها وذالک ان نفرا سرقوا کنزالکعبة وانما کان الکنز جوف الکعبة وکان الذی وجد عنده الکنز دویک مولی بنی ملیح بن عمرو من خزاعة فقطعت قریش یده ویزعم الناس ان الذین سرقوه وضعوه عند دویک وکان البحر قد رمی بسفینه الی جدة لرجل من تجار الروم فتحطت فاخذوا خشبها فاعدوه لتسقیفها و کان بمکة رجل قبطی نجار فهیالهم فی انفسهم بعض ما یصلحها وکانت حیة تخرج من بئرالکعبة التی کانت تطرح فیها ما یهدی لها کل یوم فتشرف علی جدار الکعبة وکانت مما یهابون وذالک انه کان لایدنوا منها احدا لا رجزا لت وکشت وفتحت فاها فکانوا یها بونها فبنیاهی یوما تشرف علی جدار الکعبة کما کانت تصنع بعث الله الیها طائرا فاختطفها فذهب بها فقالت قریش انا نرجوا ان یکون الله قد رضی ما اردنا عندنا عامل رفیق و عندنا خشب وقد کفانا الله الحیة فلما اجمعوا امرهم فی هدمها وبنیانها قام ابن وهب بن عمرو فتناول من الکعبة حجرا فوثب من یده حتی رجع الی موضعه فقال یا معشرقریش لا تدخلوا فی بنیانها من کسبکم الا طیبا لا یدخل فیها مهر بغی ولا بیع ربا ولا مظلمة احد من الناس الی اخره۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے کعبہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا اور اس کی دیواروں کو بلند کر کے چھت ڈالنے کی تجویز پاس کی۔ کچھ دنوں کے بعد اور حادثات کے ساتھ ساتھ کعبہ شریف میں چوری کا واقعہ بھی ہو چکا تھا۔ اتفاق سے چور پکڑا گیا' اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور تعمیری پروگرام میں مزید پختگی ہو گئی۔ حسن اتفاق سے باقوم نامی ایک رومی تاجر کی کشتی طوفانی موجوں سے ٹکراتی ہوئی جدہ کے کنارے آ پڑی اور لکڑی کا سامان ارزاں مل جانے کی اہل مکہ کو توقع ہوئی۔ ولید بن مغیرہ لکڑی خریدنے کے خیال سے جدہ آیا اور سامان تعمیر کے ساتھ ہی باقوم کو جو فن معماری میں استاد تھا اپنے ساتھ لے گیا۔ ان ہی ایام میں کعبہ شریف کی دیواروں میں ایک خطرناک اژدہا پایا گیا۔ جس کو مارنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً وہ ایک دن دیوار کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پرندہ بھیجا جو اس کو آن کی آن میں اچک کر لے گیا۔ اب قریش نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت ہمارے ساتھ ہے اس لئے تعمیر کا کام فوراً شروع کر دینا چاہئے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ چھت پر چڑھے اور بیت اللہ کو منہدم کرے۔ آخر جرأت کر کے ابن وہب آگے بڑھا اور ایک پتھر جدا کیا تو وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنی جگہ پر جا ٹھہرا۔ اس وقت ابن وہب نے اعلان کیا کہ ناجائز کمائی کا پیسہ ہرگز ہرگز تعمیر میں نہ لگایا جائے۔ پھر ولید بن مغیرہ نے کدال لے کر یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ! تو جانتا ہے ہماری نیت بخیر ہے اس کا ہدم شروع کر دیا۔ بنیاد نکل آئی تو اس کے مختلف حصوں کی تعمیر مختلف قبائل پر تقسیم کر دی گئی اور کام شروع ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ بھی اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک کار تھے اور کندھوں پر پتھر رکھ کر لاتے تھے۔ جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو قبائل میں اختلاف پڑ گیا۔ ہر خاندان اس شرف کے حصول کا دعویدار تھا۔ آخر مرنے مارنے تک نوبت پہنچ گئی' مگر ولید بن مغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح کو جو شخص بھی سب سے پہلے حرم شریف میں قدم رکھے' اس کے فیصلے کو واجب العمل سمجھو۔

چنانچہ صبح کو سب سے پہلے حرم شریف میں آنے والے سیدنا محمد ﷺ تھے۔ سب نے بیک زبان آپ کے فیصلے کو بخوشی ماننے کا اعتراف کیا۔ آپ نے حجر اسود کو اپنی چادر مبارک کے وسط میں رکھا اور ہر قبیلہ کے ایک ایک سردار کو اس چادر کے اٹھانے میں شریک کر لیا۔ جب وہ چادر گوشہ کعبہ تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ دیواریں اٹھارہ ہاتھ اونچی کر دی گئیں۔ اندرونی فرش بھی پتھر کا بنایا۔ اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے دروازہ قد آدم اونچا رکھا۔ اندرون بیت اللہ شمالاً و جنوباً تین تین ستون قائم کئے۔ جن پر شہتیر ڈال کر چھت پاٹ دی اور رکن عراقی کی طرف اندر ہی اندر زینہ چڑھایا کہ چھت پر پہنچ سکیں اور شمالی سمت پر پرنالہ لگایا تاکہ چھت کا بارشی پانی حجر میں آ کر پڑے۔

٤٣- بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ، وَقَوْلِهِ تَعَالَى :

باب حرم کی زمین کی فضیلت
اور اللہ نے سورۂ نمل میں فرمایا

﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا، وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ، وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾. [النمل : ٩١].

"مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو حرمت والا بنایا اور ہر چیز اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے اور مجھ کو حکم ہے تابعدار بن کر رہنے کا"

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ((أَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا، وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ﴾ [القصص: ٥٧].

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص میں فرمایا "کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرم میں جہاں امن ہے ان کے لئے اور کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف، میوے ہر قسم کے جو روزی ہے ہماری طرف سے لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے۔"

١٥٨٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ : ((إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ، لاَ يُعْضَدُ شَوكُهُ، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيدُهُ، وَلاَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلاَّ مَنْ عَرَّفَهَا)). [راجع: ١٣٤٩]

(۱۵۸۷) ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے (یعنی عزت دی ہے) پس اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جا سکتے یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جا سکتے۔ اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے (مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں) کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔

تشریح مسند احمدؒ وغیرہ میں عیاش بن ابی ربیعہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ان هذه الامة لا تزال بخير ما عظموا هذه الحرمة يعني الكعبة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا یعنی یہ امت ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ رہے گی جب تک یہ پورے طور پر کعبہ کی تعظیم کرتے رہیں گے اور جب اس کو ضائع کر دیں گے، ہلاک ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ شریف اور اس کے اطراف ساری ارض حرم بلکہ سارا شہر امت مسلمہ کے لئے انتہائی معزز و مؤقر مقامات ہیں۔ ان کے بارے میں جو بھی تعظیم و تکریم سے متعلق ہدایات کتاب و سنت میں دی گئی ہیں، ان کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمت کعبہ کے

ساتھ ملت اسلامیہ کی حیات وابستہ ہے۔ باب کے تحت جو آیات قرآنی حضرت امام بخاریؒ لائے ہیں ان میں بہت سے حقائق کا بیان ہے خاص طور پر اس کا کہ اللہ پاک نے شہر مکہ میں یہ برکت رکھی ہے کہ یہاں چاروں طرف سے ہر قسم کے میوے پھل اناج غلے کھنچے چلے آتے ہیں۔ دنیا کا ہر ایک پھل وہاں کے بازاروں میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر آج کے زمانہ میں حکومت سعودیہ خلدہا اللہ تعالیٰ نے اس مقدس شہر کو جو ترقی دی ہے اور اس کی تعمیر جدید جن جن خطوط پر کی ہے اور کر رہی ہے وہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے حد درجہ قابل تشکر ہیں۔ ایدہم اللہ بنصرہ العزیز۔

٤٤- بَابُ تَوْرِيْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا

مکہ شریف کے گھر مکان میراث ہو سکتے ہیں ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے

وَأَنَّ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَاد، وَمَنْ يُرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ [الحج: ٢٥]. البادي: الطَّارِىء. مَعْكُوفًا: مَحْبُوسًا.

مسجد حرام میں سب لوگ برابر ہیں یعنی خاص مسجد میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ حج) میں فرمایا' جن لوگوں نے کفر کیا اور جو لوگ اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام لوگوں کے لئے یکساں مقرر کیا ہے۔ خواہ وہ وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو شخص وہاں شرارت کے ساتھ حد سے تجاوز کرے' ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ لفظ بادی باہر سے آنے والے کے معنی میں ہے اور معکوفا کالفظ رکے ہوئے کے معنے میں ہے۔

١٥٨٨- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ، فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ؟)) وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلاَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا، لأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: لاَ يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ. قَالَ ابْنُ

(١٥٨٨) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں ابن شہاب نے' انہیں علی بن حسین نے' انہیں عمرو بن عثمان نے اور انہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! آپ مکہ میں کیا اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لئے محلہ یا مکان چھوڑا ہی کب ہے۔ (سب بیچ کھوچ کر برابر کر دیئے) عقیل اور طالب' ابو طالب کے وارث ہوئے تھے۔ جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو وراثت میں کچھ نہیں ملا تھا' کیونکہ یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عقیلؓ (ابتداء میں) اور طالب اسلام نہیں لائے تھے۔ اسی بنیاد پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس

شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ الآية. [الأنفال : ٧٢].

ارشاد سے دلیل لیتے ہیں کہ "جو لوگ ایمان لائے' ہجرت کی اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی' وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔"

[أطرافه في : ٣٠٥٨، ٤٢٨٢، ٦٧٦٤].

تشریح: مجاہد سے منقول ہے کہ مکہ تمام مباح ہے نہ وہاں کے گھروں کا بیچنا درست ہے نہ کرایہ پر دینا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ کا یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک مکہ کے گھر مکان ملک ہیں اور مالک کے مرجانے کے بعد وہ وارثوں کے ملک ہو جاتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ (شاگرد امام ابو حنیفہؒ) کا بھی یہ قول ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہاں خاص مسجد حرام میں سب مسلمانوں کا حق برابر ہے جو جہاں بیٹھ گیا اس کو وہاں سے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ اوپر کی آیت میں چونکہ عاکف اور معکوف کا مادہ ایک ہی ہے۔ اس لیے معکوف کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

حدیث باب میں عقیل کا ذکر ہے۔ سو ابو طالب کے چار بیٹے تھے۔ عقیل' طالب' جعفر اور علی۔ علی اور جعفر نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ مدینہ آ گئے مگر عقیل مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ابو طالب کی ساری جائیداد کے وہ وارث ہوئے۔ انہوں نے اسے بیچ ڈالا۔ آنحضرتؐ نے اسی کا ذکر فرمایا تھا جو یہاں مذکور ہے۔ کہتے ہیں کہ بعد میں عقیل مسلمان ہو گئے تھے۔ داؤدی نے کہا جو کوئی ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا جاتا اس کا عزیز جو مکہ میں رہتا وہ ساری جائداد دبا لیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد ان معاملات کو قائم رکھا تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ابو طالب کے یہ مکانات عرصہ دراز بعد محمد بن یوسف' حجاج ظالم کے بھائی نے ایک لاکھ دینار میں خرید لئے تھے۔ اصل میں یہ جائداد ہاشم کی تھی' ان سے عبدالمطلب کو ملی۔ انہوں نے سب بیٹوں کو تقسیم کر دی۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی تھا۔

آیت مذکورۂ باب شروع اسلام میں مدینہ منورہ میں اتری تھی۔ اللہ پاک نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا تھا۔ بعد میں یہ آیت اتری ﴿ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ ﴾ (الانفال : ۷۵) یعنی غیر آدمیوں کی نسبت رشتہ دار میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ خیر اس آیت سے مومنوں کا ایک دوسرے کا وارث ہونا نکلتا ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہو گا اور شاید امام بخاریؒ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا جو اس کے بعد ہے۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا ﴾ (الانفال : ۷۲) یعنی جو لوگ ایمان بھی لے آئے مگر کافروں کے ملک سے ہجرت نہیں کی تو تم ان کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب ان کے وارث نہ ہوئے تو کافروں کے بطریق اولیٰ وارث نہ ہوں گے۔ (وحیدی)

٤٥- بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کہاں اترے تھے؟

١٥٨٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ

(۱۵۸۹) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے شعیب نے خبر دی' انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا' ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (منیٰ سے لوٹتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر) مکہ آنے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ کل ان

((مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ)).

[أطرافه في: ١٥٩٠، ٣٨٨٢، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ٧٤٨٩].

شاء اللہ ہمارا قیام اسی خیف بنی کنانہ (یعنی محصب) میں ہو گا جہاں (قریش نے) کفر پر اڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔

١٥٩٠- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ - وَهُوَ بِمِنًى - نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشاً وَكِنَانَةَ تَحَالَفَت عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ - أَنْ لاَ يُنَاكِحُوهُمْ وَلاَ يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ ﷺ)). وَقَالَ سَلاَمَةُ عَنْ عُقَيْلٍ، وَيَحْيَى عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ.

وَقَالاَ: بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِب. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَه.

(۱۵۹۰) ہم سے حمیدی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا' ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ گیارہویں کی صبح کو جب آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا تھا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں قریش نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔ آپ کی مراد محصب سے تھی کیونکہ یہیں قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب یا (راوی نے) بنو المطلب (کہا) کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو ان کے حوالہ نہ کر دیں' ان کے ہاں بیاہ شادی نہ کریں گے اور نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے۔ اور سلامہ بن روح نے عقیل اور یحییٰ بن ضحاک سے روایت کیا' ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے (اپنی روایت میں) بنو ہاشم اور بنو المطلب کہا۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا کہ بنو المطلب زیادہ صحیح ہے۔

[راجع: ١٥٨٩]

تشریح کہتے ہیں اس مضمون کی ایک تحریری دستاویز مرتب کی گئی تھی۔ اس کو منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ جب یہ معاہدہ بنی ہاشم اور بنی مطلب نے سنا تو وہ گھبرائے مگر اللہ کی قدرت کہ اس معاہدہ کے کاغذ کو دیمک نے کھا لیا۔ جو کعبہ شریف میں لٹکا ہوا تھا۔ کاغذ میں فقط وہ مقام رہ گیا جہاں اللہ کا نام تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی خبر ابو طالب کو دی۔ ابو طالب نے ان کافروں کو کہا میرا بھتیجا یہ کہتا ہے کہ جا کر اس کاغذ کو دیکھو اگر اس کا بیان صحیح نکلے تو اس کی ایذا دہی سے باز آؤ' اگر جھوٹ نکلے تو میں اسے تمہارے حوالہ کر دوں گا پھر تم کو اختیار ہے۔ قریش نے جا کر دیکھا تو جیسا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا تھا کہ ساری تحریر کو دیمک چاٹ گئی تھی' صرف اللہ کا نام رہ گیا تھا۔ تب وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ جو اس مقام پر جا کر اترے تو آپ نے اللہ کا شکر کیا اور یاد کیا کہ ایک دن تو وہ تھا۔ ایک آج مکہ پر اسلام کی حکومت ہے۔

٤٦- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں فرمایا

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ. رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ، إِلَى قَوْلِهِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ الآية. [إبرهيم : ٣٥].

"اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے محفوظ رکھیو کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ میرے رب! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لعلهم يشكرون﴾ تک۔

تشریح اس باب میں امام بخاریؒ نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور ارشاد فرما دیا کہ قرآن مجید کی رو سے مکہ شہر امن والا شہر ہے۔ یہاں بد امنی قطعاً حرام ہے اور اس شہر کو بت پرستی جیسے جرم سے پاک رہنا ہے اور یہاں کے اسماعیلی خاندان والوں کو بت پرستی سے دور ہی رہنا ہے۔ اللہ پاک نے ایک عرصہ دراز کے بعد اپنے خلیل کی دعا قبول کی کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے حضرت خلیل کی دعا کے مطابق اس شہر کو با امن بنا دیا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم يذكر في هذه الترجمة حديثا وكانه اشار الى حديث ابن عباس في قصة اسكان ابراهيم لهاجروا بنها في مكة حضرت امام بخاریؒ نے گویا اس آیت کو لا کر حضرت ابراہیمؑ کے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو یہاں لا کر آباد کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آگے خود موجود ہے ﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (ابراہیم : ٣٧) یعنی یا اللہ! میں نے اس بنجر بیابان میں اپنی اولاد کو لا کر محض اس لئے آباد کیا ہے تاکہ یہاں یہ تیرے گھر کعبہ کی خدمت کریں۔ یہاں نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے (کہ وہ سالانہ حج کے لئے بڑی تعداد میں یہاں آیا کریں، جن کی آمدان کا ذریعہ معاش بھی ہو) اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ یہ شکر کریں۔ ہزارہا سال گزر جانے کے باوجود یہ ابراہیمی دعا آج بھی فضائے مکہ کی لہروں میں گونجتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اس کی قبولیت کے پورے پورے اثرات دن بدن مستحکم ہی ہوتے جا رہے ہیں۔

٤٧- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى :

باب اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں فرمایا

﴿جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ إِلَى قَوْلِهِ وَأَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾. [المائدة : ٩٧].

"اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور اس طرح حرمت والے مہینہ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وان الله بكل شئى عليم﴾ تک (ساتھ ہی یہ بھی ہے جو حدیث ذیل میں مذکور ہے)

١٥٩١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [طرفه في : ١٥٩٦].

(١٥٩١) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زیاد بن سعد نے بیان کیا' ان سے زہری نے بیان کیا' ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کر دے گا۔

مگر یہ قیامت کے قریب اس وقت ہو گا جب زمین پر ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے گا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی کلمہ گو مسلمان باقی ہے کعبہ شریف کی طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل اسلام بلحاظ تعداد ہر زمانہ میں بڑھتے ہی رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج بھی ساٹھ ستر کروڑ مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ کثر اللہ امۃ الاسلام آمین۔

١٥٩٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِي الْكَعْبَةِ. فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ)).

[أطرافه في : ١٨٩٣، ٢٠٠١، ٢٠٠٢، ٣٨٣١، ٤٥٠٢، ٤٥٠٤].

(۱۵۹۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا (دوسری سند امام بخاریؒ نے کہا) اور مجھ سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہیں عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشوراء ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ اس میں عاشوراء کے دن کعبہ پر پردہ ڈالنے کا ذکر ہے جس سے کعبہ شریف کی عظمت ثابت ہوئی جو باب کا مقصود ہے۔

١٥٩٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ)). تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ

(۱۵۹۳) ہم سے احمد بن حفص نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا' ان سے حجاج بن حجاج اسلمی نے' ان سے قتادہ نے' ان سے عبداللہ بن ابی عتبہ نے اور ان سے ابو سعید خدری بنائٹر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا حج اور عمرہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔ عبداللہ بن ابی عتبہ کے ساتھ اس حدیث کو ابان اور عمران نے قتادہ سے روایت کیا اور عبدالرحمٰن نے شعبہ کے واسطہ سے یوں

الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ ((لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لاَ يُحَجَّ الْبَيْتُ)) وَالأَوَّلُ أَكْثَرُ. قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللهِ وَعَبْدُ اللهِ أَبَا سَعِيْدٍ.

بیان کیا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔ امام بخاریؒ نے کہا کہ پہلی روایت زیادہ راویوں نے کی ہے اور قتادہ نے عبداللہ بن عتبہ سے سنا اور عبداللہ نے ابو سعید خدریؓ سے سنا۔

تشریح یاجوج ماجوج دو کافر قومیں یافث بن نوح کی اولاد ہیں جن کی اولاد میں روسی اور ترک بھی ہیں قیامت کے قریب وہ ساری دنیا پر قابض ہو کر بڑا دھند مچائیں گے۔ پورا ذکر علامات قیامت میں آئے گا۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس کی دوسری روایت میں بظاہر تعارض ہے اور فی الحقیقت تعارض نہیں' اس لئے کہ قیامت تو یاجوج اور ماجوج کے نکلنے اور ہلاک ہونے کے بہت دنوں بعد قائم ہوگی تو یاجوج اور ماجوج کے وقت میں لوگ حج اور عمرہ کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد پھر قرب قیامت پر لوگوں میں کفر پھیل جائے گا اور حج اور عمرہ موقوف ہو جائے گا۔ ابان کی روایت کو امام احمدؒ نے اور عمران کی روایت کو ابو یعلیٰ اور ابن خزیمہ نے وصل کیا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا لا یزال الناس علی دین ماحجوا البیت واستقبلوا القبلۃ (فتح) یعنی مسلمان اپنے دین پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ کعبہ کا حج اور اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔

٤٨- بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

باب کعبہ پر غلاف چڑھانا

امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے یا اس کے غلاف کا تقسیم کرنا۔ کہتے ہیں سب سے پہلے تبع حمیری نے اس پر غلاف چڑھایا' اسلام سے نو سو برس پہلے۔ بعضوں نے کہا عدنان نے اور ریشمی غلاف عبداللہ بن زبیرؓ نے چڑھایا اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا غلاف انطاع اور کمبل کا تھا۔ پھر آپ نے یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔

١٥٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدُ الوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ. ح وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : ((جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ : لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ : لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لاَ أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلاَ بَيْضَاءَ إِلاَّ قَسَمْتُهُ. قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلاَ. قَالَ : هُمَا الْمَرْآنِ أَقْتَدِي بِهِمَا)). [طرفه في : ٧٢٧٥].

(۱۵۹۴) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے واصل احدب نے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند) اور ہم سے قبیصہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان نے واصل سے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمرؓ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھیوں (آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہیں کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لئے میں اس کے ہاتھ نہیں لگاتا)

قال الاسما عیلی لیس فی حدیث الباب لکسوۃ الکعبۃ ذکر یعنی فلا یطابق الترجمۃ وقال ابن بطال معنی الترجمۃ صحیح و وجھھا انہ معلوم ان الملوک فی کل زمان کانوا یتفاخرون بکسوۃ الکعبۃ برفیع الثیاب المنسوجۃ بالذھب وغیرہ کما یتفاخرون بتسبیل الاموال لھا فاراد البخاری ان عمر لما رای قسمۃ الذھب والفضۃ صوابا کان حکم الکسوۃ حکم المال تجوز قسمتھا بل ما فضل من کسوتھا اولٰی بالقسمۃ وقال ابن المنیر فی الحاشیۃ یحتمل ان مقصودہ التنبیہ علی ان کسوۃ الکعبۃ مشروع والحجۃ فیہ انھا لم تزل تقصد بالمال یوضع فیھا علی معنی الزینۃ اعظاما لھا فالکسوۃ من ھذا القبیل (فتح الباری)

تشریح بیت اللہ شریف پر غلاف ڈالنے کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کعبہ مقدس کو غلاف پہنایا وہ حمیر کا بادشاہ اسعد ابو کرب ہے۔ یہ شخص جب مکہ شریف آیا تو نہایت بردیمانی سے غلاف تیار کرا کر ہمراہ لایا اور بھی مختلف اقسام کی سوتی و ریشمی چادروں کے پردے ساتھ تھے۔

قریش جب خانہ کعبہ کے متولی ہوئے تو عام چندہ سے ان کا نیا غلاف سالانہ تیار کرا کر کعبہ شریف کو پہنانے کا دستور ہو گیا۔ یہاں تک کہ ابو ربیعہ بن مغیرہ مخزومی کا زمانہ آیا جو قریش میں بہت ہی سخی اور صاحب ثروت تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ایک سال چندے سے غلاف تیار کیا جائے اور ایک سال میں اکیلا اس کے جملہ اخراجات برداشت کیا کروں گا۔ اسی بنا پر اس کا نام عدل قریش پڑ گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نبیلہ بنت حرام نے قبل از اسلام ایک غلاف چڑھایا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ نو عمر بچہ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھائی خوار نامی گم ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے منت مانی کہ میرا بچہ مل گیا تو کعبہ پر غلاف چڑھاؤں گی۔ چنانچہ ملنے پر انہوں نے اپنی منت پوری کی۔

۸ھ میں مکہ دار الاسلام بن گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادر کا غلاف ڈالا۔ آپ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب مصر فتح ہو گیا تو آپ نے قباطی مصری کا جو کہ بیش قیمت کپڑا ہے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور سالانہ اس کا اہتمام فرمایا۔ آپ پچھلے سال کا غلاف حاجیوں پر تقسیم فرما دیا کرتے اور نیا غلاف چڑھا دیا کرتے تھے۔ شروع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی عمل رہا۔ ایک دفعہ آپ نے غلاف کعبہ کا کپڑا کسی حائضہ عورت کو پہنے ہوئے دیکھا تو تقسیم کی عادت بدل دی اور قدیم غلاف دفن کیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ یہ اضاعت مال ہے' اس لئے بہتر ہے کہ پرانا پردہ فروخت کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنو شیبہ بلا شرکت غیرے اس کے مالک بن گئے۔

اکثر سلاطین اسلام کعبہ شریف پر غلاف ڈالنے کو اپنا فخر سمجھتے رہے اور قسم قسم کے قیمتی غلاف سالانہ چڑھاتے رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک غلاف دیبا کا ۱۰ محرم کو اور دوسرا قباطی کا ۲۹ رمضان کو چڑھا دیا گیا تھا۔ خلیفہ مامون رشید نے اپنے عہد خلافت میں بجائے ایک کے تین غلاف بھیجے۔ جن میں ایک مصری پارچہ کا تھا۔ اور دوسرا سفید دیبا کا اور تیسرا سرخ دیبا کا تھا تاکہ پہلا یکم رجب کو اور دوسرا ۲۷ رمضان کو اور تیسرا آٹھویں ذی الحجہ کو بیت اللہ پر چڑھایا جائے۔ خلفائے عباسیہ کو اس کا بہت زیادہ اہتمام تھا اور سیاہ کپڑا ان کا شعار تھا۔ اسلئے اکثر سیاہ ریشم ہی کا غلاف کعبہ کیلئے تیار ہوتا تھا۔ سلاطین کے علاوہ دیگر امراء و اہل ثروت بھی اس خدمت میں حصہ لیتے تھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ میرا غلاف تادیر ملبوس رہے۔ اس لئے اوپر نیچے بہت سے غلاف بیت اللہ پر جمع ہو گئے۔

۱۶۰ھ میں سلطان مہدی عباسی جب حج کے لئے آئے تو خدام کعبہ نے کہا کہ بیت اللہ پر اتنے غلاف جمع ہو گئے ہیں کہ بنیادوں کو ان کے بوجھ کا تحمل دشوار ہے۔ سلطان نے حکم دے دیا کہ تمام غلاف اتار دیئے جائیں اور آئندہ ایک سے زیادہ غلاف نہ چڑھایا جائے۔

عباسی حکومت جب ختم ہو گئی تو ۶۵۹ھ میں شاہ یمن ملک مظفر نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس کے بعد مدت تک خالص یمن سے غلاف آتا رہا اور کبھی شاہان مصر کی شرکت میں مشترکہ۔ خلافت عباسیہ کے بعد شاہان مصر میں سب سے پہلے اس خدمت کا فخر ملک

ظاہر بیبرس کو نصیب ہوا۔ پھر شاہان مصر نے مستقل طور پر اس کے اوقاف کر دیئے اور غلاف کعبہ سالانہ مصر سے آنے لگا۔ ۷۵۱ھ میں ملک مجاہد نے چاہا کہ مصری غلاف اتار دیا جائے اور میرے نام کا غلاف چڑھایا جائے مگر شریف مکہ کے ذریعہ جب یہ خبر شاہ مصر کو پہنچی تو ملک مجاہد گرفتار کر لیا گیا۔

کعبہ شریف کو بیرونی غلاف پہنانے کا دستور تو زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے مگر اندرونی غلاف کے متعلق تقی الدین فارسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر حسن چرکسی نے ۷۶۱ھ میں کعبہ کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا۔ جو تخمیناً ۸۱۷ھ تک کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکا رہا۔ اس کے بعد ملک الاشرف ابو نصر سیف الدین سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبے کے لئے روانہ کیا۔ آجکل یہ غلاف خود حکومت سعودیہ عربیہ خلدہا اللہ تعالیٰ کے زیر اہتمام تیار کرایا جاتا ہے۔

٤٩- بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

باب کعبہ کے گرانے کا بیان

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ)).

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فوج بیت اللہ پر چڑھائی کرے گی اور وہ زمین میں دھنسا دی جائے گی۔

١٥٩٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الأَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا)).

(۱۵۹۵) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن اخنس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا' گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔

١٥٩٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [راجع: ١٥٩١]

(۱۵۹۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے یونس نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سعید بن مسیب نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا۔

تشریح اوپر والی حدیث میں افحج کا لفظ ہے۔ اور افحج وہ ہے جو اکڑتا ہوا چلے یا چلتے میں اس کے دونوں پنجے تو نزدیک رہیں اور دونوں ایڑیوں میں فاصلہ رہے۔ وہ حبشی مردود جو قیامت کے قریب کعبہ ڈھائے گا وہ اسی شکل کا ہو گا۔ دوسری روایت میں ہے اس کی آنکھیں نیلی' ناک پھیلی ہوئی ہوگی' پیٹ بڑا ہو گا۔ اس کے ساتھ اور لوگ ہوں گے' وہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ ڈالیں گے اور سمندر میں لے جا کر پھینک دیں گے۔ یہ قیامت کے بالکل نزدیک ہو گا۔ اللہ ہر فتنے سے بچائے آمین۔

و وقع هذا الحديث عند احمد من طريق سعيد بن سمعان عن ابى هريرة باتم من هذا السياق ولفظه يبايع للرجل بين الركن والمقام

ولن يستحل هذا البيت الا اهله فاذا استحلوه فلا تسال عن هلكة العرب ثم تجئى الحبشة فيخربونه خرابا لا يعمر بعده ابدا وهم الذين يستخرجون كنزه ولا بى قرة فى السفن من وجه آخر من عن ابى هريرة مرفوعا لا يستخرج كنز الكعبة الا ذوالسويقتين من الحبشة ونحوه لابى داود من حديث عبدالله بن عمرو بن العاص وزاد احمد والطبرانى من طريق مجاهد عنه فيسلبها حليتها ويجردها من كسوتها كانى انظر اليه اصيلع افيدع يقرب عليها بمسحاته او بمعوله.

قيل هذا الحديث يخالف قوله تعالى او لم يروا انا جعلنا حرما امنا ولان الله حبس عن مكة الفيل ولم يمكن اصحابه من تخريب الكعبة ولم تكن اذ ذاك قبلة فكيف يسلط عليها الحبشة بعد ان صارت قبلة للمسمين واجيب بان ذلک محمول على انه يقع فى اخر الزمان قرب قيام الساعة حيث لا يبقى فى الارض احد يقول الله الله كما ثبت فى صحيح مسلم لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض الله الله واعترض بعض الملحدين على الحديث الماضى فقال كيف سودته خطايا المشركين ولم تبيضة طاعات اهل التوحيد واجيب بما قال ابن قتيبة لو شاء الله لكان ذلک وانما اجرى الله العادة بان السواد يصبغ ولا ينصبغ على العكس من البياض. (فتح البارى)

٥٠- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الأَسْوَدِ

١٥٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ : إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْ لاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)).

[طرفه في : ١٦٠٥، ١٦١٠].

باب حجراسود کا بیان

(۱۵۹۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبردی' انہیں اعمش نے' انہیں ابراہیم نے' انہیں عابس نے' انہیں ربیعہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجراسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے' نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

تشریح حجراسود وہ کالا پتھر ہے جو کعبہ کے مشرقی کونے میں لگا ہوا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حجراسود جنت کا پتھر ہے۔ پہلے وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا پھر لوگوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اے امیرالمؤمنین! یہ پتھر بگاڑ اور فائدہ کر سکتا ہے' قیامت کے دن اس کی آنکھیں ہوں گی اور زبان اور ہونٹ اور وہ گواہی دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا ابو الحسن! جہاں تم نہ ہو وہاں اللہ مجھ کو نہ رکھے۔ ذہبی نے کہا کہ حاکم کی روایت ساقط ہے۔ خود مرفوع حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے بھی حجراسود کو بوسہ دیتے وقت ایسا ہی فرمایا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ اخرجه ابن ابی شیبة اس کا مطلب یہ کہ تیرا چومنا محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نیت سے ہے۔

اس روایت سے صاف یہ نکلا کہ قبروں کی چوکھٹ چومنا یا قبروں کی زمین چومنا یا خود قبر کو چومنا یہ سب ناجائز کام ہیں۔ بلکہ بدعات سیئہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجراسود کو صرف اس لئے چوما کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چوما تھا اور آنحضرتؐ یا صحابہ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ انہوں نے قبر کا بوسہ لیا ہو۔ یہ سب کام جاہلوں نے نکالے ہیں اور شرک ہیں کیونکہ جن کی قبروں کو چومتے ہیں ان کو اپنے نفع نقصان کا مالک گردانتے ہیں اور ان کی دہائی دیتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ لہٰذا شرک ہونے میں کیا کلام ہے۔ کوئی

خالص محبت سے چومے تو یہ بھی غلط اور بدعت ہو گا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کہیں کسی قبر کو چومنے کا ثبوت نہیں ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قال الطبری انما قال ذلک عمر لان الناس کانوا حدیثی عهد بعبادة الاصنام فخشی عمر ان یظن الجهال ان استلام الحجر من باب تعظیم بعض الاحجار کما کانت العرب تفعل فی الجاهلیة فاراد عمر ان یعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله صلی الله علیه وسلم لا لان الحجر ینفع او یضر بذاته کما کانت الجاهلیة تعتقده فی الاوثان (فتح الباری)

یہ وہ تاریخی پتھر ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے مبارک جسموں سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس وقت خانہ کعبہ کی عمارت بن چکی تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ اس کو ایسے مقام پر لگا دوں جہاں سے طواف شروع کیا جائے۔ تاریخ مکہ میں ہے فقال ابراهیم لاسمعیل علیهما السلام یا اسماعیل ایتنی بحجر اضعه حتی یکون علما للناس یبتدون منه الطواف۔ یعنی حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ میں ایسی جگہ نصب کر دوں جہاں سے لوگ طواف شروع کریں۔

بعض روایات کی بنا پر اس پتھر کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے ہبوط کے ساتھ ساتھ شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ طوفان نوح کے وقت یہ پتھر بہہ کر کوہ ابوقبیس پر چلا گیا تھا۔ اس موقع پر کوہ ابو قبیس سے صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! یہ امانت ایک مدت سے میرے سپرد ہے۔ آپ نے وہاں سے اس پتھر کو حاصل کر کے کعبہ کے ایک کونہ میں نصب کر دیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کے لئے اس کو شروع کرنے اور ختم کرنے کا مقام ٹھہرایا۔

حاجیوں کے لئے حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا یہ کام مسنون اور کار ثواب ہیں۔ قیامت کے دن یہ پتھر ان لوگوں کی گواہی دے گا جو اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس کو ہاتھ لگا کر حج یا عمرہ کی شہادت ثبت کراتے ہیں۔

بعض روایات کی بنا پر عہد ابراہیمی میں پیمان لینے کا یہ عام دستور تھا کہ ایک پتھر رکھ دیا جاتا جس پر لوگ آکر ہاتھ مارتے۔ اس کے معنے یہ ہوتے کہ جس عہد کے لئے وہ پتھر گاڑا گیا ہے اس کو انہوں نے تسلیم کرلیا۔ بلکہ اپنے دلوں میں اس پتھر کی طرح مضبوط گاڑ لیا۔ اسی دستور کے موافق حضرت ابراہیم نے مقتدی قوموں کے لئے یہ پتھر نصب کیا تاکہ جو شخص بیت اللہ شریف میں داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے توحید الٰہی کے بیان کو قبول کرلیا۔ اگر جان بھی دینی پڑے گی تو اس سے منحرف نہ ہو گا۔ گویا حجر اسود کا استلام اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ اس تمثیل کی تصریح ایک حدیث میں یوں آئی ہے۔ عن ابن عباس مرفوعا الحجر الاسود یمین الله فی ارضه یصافح به خلقه (طبرانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حجر اسود زمین میں گویا اللہ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بیاضا من اللبن فسودته خطایا بنی ادم (رواه احمد و الترمذی) یعنی حجر اسود جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر انسانوں کی خطا کاریوں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ اس سے حجر اسود کی شرافت و بزرگی مراد ہے۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس تاریخی پتھر کو نطق اور بصارت سے سرفراز کرے گا۔ جن لوگوں نے حقانیت کے ساتھ توحید الٰہی کا عہد کرتے ہوئے اس کو چوما ہے' ان پر یہ گواہی دے گا۔ ان فضائل کے باوجود کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ پتھر معبود ہے اس کے اختیار میں نفع و ضرر ہے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے صاف اعلان فرمایا کہ انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقبلک ما قبلتک (رواه الستة و احمد) یعنی میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے' تیرے

قبضے میں نہ کسی کا نفع ہے نہ نقصان اور اگر رسول اللہ ﷺ کو میں نے تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بھی بوسہ نہ دیتا۔

علامہ طبری مرحوم لکھتے ہیں انما قال ذلک عمر لان الناس کانوا حدیثی عهد بعبادة الاصنام فخشی عمران یظن الجهال ان استلام الحجر من باب تعظیم بعض الاحجار کما کانت العرب تفعل فی الجاهلیة فاراد عمران یعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله صلی الله علیه وسلم لا کان الحجر ینفع و یضر بذاته کما کانت الجاهلیة تعتقده فی الاوثان یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس لئے کیا کہ اکثر لوگ بت پرستی سے نکل کر قریبی زمانہ میں اسلام کے اندر داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کو محسوس کر لیا کہ جاہل لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق پتھروں کی تعظیم ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ حجر اسود کا استلام صرف اللہ کے رسول کی اتباع میں کیا جاتا ہے ورنہ حجر اسود اپنی ذات میں نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا' جیسا عہد جاہلیت کے لوگ بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے بھی حجر اسود کے استلام کے وقت یوں فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تیری حقیقت ایک پتھر سے زیادہ کچھ نہیں۔ نفع یا نقصان کی کوئی طاقت تیرے اندر نہیں ہے۔ اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا"

بعض محدثین نے خود نبی کریم ﷺ کے بھی یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جس میں نفع و نقصان کی تاثیر نہیں ہے۔ اگر مجھے میرے رب کا حکم نہ ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا"۔

اسلامی روایات کی روشنی میں حجر اسود کی حیثیت ایک تاریخی پتھر کی ہے جس کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے خانہ خدا کی تعمیر کے وقت ایک "بنیادی پتھر" کی حیثیت سے نصب کیا۔ اس لحاظ سے دین حنیف کی ہزار ہا سالہ تاریخ اس پتھر کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اہل اسلام اس کی جو بھی تعظیم استلام وغیرہ کی شکل میں کرتے ہیں وہ سب کچھ صرف اسی بنا پر ہے۔ ملت ابراہیمی کا اللہ کے ہاں مقبول ہونا اور مذہب اسلام کی حقانیت پر بھی یہ پتھر ایک تاریخی شاہد عادل کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس کو ہزار ہا سال کے بے شمار انقلابات فنا نہ کر سکے۔ وہ جس طرح ہزاروں برس پہلے نصب کیا گیا تھا آج بھی اسی شکل میں اسی جگہ تمام دنیا کے حوادثات و انقلابات کا مقابلہ کرتے ہوئے موجود ہے۔ اس کو دیکھنے سے اس کو چومنے سے ایک سچے مسلمان موحد کی نظروں کے سامنے دین حنیف کے چار ہزار سالہ تاریخی اوراق یکے بعد دیگرے الٹنے لگ جاتے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ علیہما السلام کی پاک زندگیاں سامنے آکر معرفت حق کی نئی نئی راہیں دماغوں کے سامنے کھول دیتی ہیں۔ روحانیت وجد میں آ جاتی ہے۔ توحید پرستی کا جذبہ جوش مارنے لگتا ہے۔ حجر اسود بنائے توحید کا ایک بنیادی پتھر ہے "دعائے خلیل و نوید مسیحا" حضرت سید الانبیاء ﷺ کی صداقت کے اظہار کے لئے ایک غیر فانی یادگار ہے۔ اس مختصر سے تبصرہ کے بعد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مصنوعات الٰہیہ میں جو چیز بھی محترم ہے وہ بالذات محترم نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام کی تعلیم و ارشاد کی وجہ سے محترم ہے۔ اسی کلیہ کے تحت خانہ کعبہ' حجر اسود' صفا مروہ وغیرہ وغیرہ محترم قرار پائے۔ اسی لئے اسلام کا کوئی فعل بھی جس کو وہ عبادت یا لائق عظمت قرار دیتا ہو' ایسا نہیں ہے جس کی سند سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حق تعالیٰ تک نہ پہنچتی ہو۔ اگر کوئی مسلمان ایسا فعل ایجاد کرے جس کی سند پیغمبر علیہ السلام تک نہ پہنچتی ہو تو وہ فعل نظروں میں کیسا بھی پیارا اور عقل کے نزدیک کتنا ہی مستحسن کیوں نہ ہو' اسلام فوراً اس پر بدعت ہونے کا حکم لگا دیتا ہے اور صرف اس لئے اس کو نظروں سے گرا دیتا ہے کہ اس کی سند حضرت رسول خدا تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ ایک غیر ملہم انسان کا ایجاد کیا ہوا فعل ہے۔

اسی پاک تعلیم کا اثر ہے کہ سارا کعبہ باوجودیکہ ایک گھر ہے مگر حجر اسود اور رکن یمانی و ملتزم پر پیغمبر اسلام ﷺ نے جو طریق

استلام یا چمٹنے کا بتلایا ہے مسلمان اس سے انچ بھر آگے نہیں بڑھتے۔ نہ دوسری دیواروں کے پتھروں کو چومتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان مخلوقات الٰہیہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں پیغمبر ﷺ کے ارشاد و عمل کے تابع ہیں۔

٥١- بَابُ إِغْلاَقِ الْبَيْتِ، وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

١٥٩٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ: ((دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلاَلٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيْتُ بِلاَلاً فَسَأَلْتُهُ: هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ)).

[راجع: ٣٩٧]

باب کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور اس کے ہر کونے میں نماز پڑھنا جدھر چاہے

(۱۵۹۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید اور بلال و عثمان بن ابی طلحہ چاروں خانہ کعبہ کے اندر گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر جب دروازہ کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو اندر گیا۔ میری ملاقات بلال سے ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے (اندر) نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دونوں یمنی ستونوں کے درمیان آپ نے نماز پڑھی ہے۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت امام یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ شریف میں داخل ہو کر اور دروازہ بند کر کے جدھر چاہے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ دروازہ بند کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کھلا رہے تو ادھر منہ کر کے نمازی کے سامنے کعبہ کا کوئی حصہ نہیں رہ سکتا جس کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی جو اتفاقی چیز تھی۔

٥٢- بَابُ الصَّلاَةِ فِي الْكَعْبَةِ

١٥٩٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِنْ ثَلاَثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّي، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلاَلٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلَّى فِيْهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ

باب کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

(۱۵۹۹) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی' انہیں نافع نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ پیٹھ کی طرف چھوڑ دیتے۔ آپ اسی طرح چلتے رہتے اور جب سامنے کی دیوار تقریباً تین ہاتھ رہ جاتی تو نماز پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے جس کے متعلق بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے وہیں نماز پڑھی تھی۔ لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کعبہ میں جس جگہ بھی کوئی چاہے نماز پڑھ لے۔

نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ)). [راجع: ٣٩٧]

٥٣- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

باب جو کعبہ میں داخل نہ ہوا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے مگر کعبہ کے اندر نہیں جاتے تھے۔

١٦٠٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: ((اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا)).

[أطرافه في : ١٧٩١، ٤١٨٨، ٤٢٥٥].

(۱۶۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبردی' انہیں عبداللہ ابن ابی اوفیٰ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو آپ نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔

تشریح: یعنی کعبہ کے اندر داخل ہونا کوئی لازمی رکن نہیں۔ نہ حج کی کوئی عبادت ہے۔ اگر کوئی کعبہ کے اندر نہ جائے تو کچھ قباحت نہیں۔ آنحضور ﷺ خود حجۃ الوداع کے موقع پر اندر نہیں گئے۔ نہ عمرۃ القضاء میں آپ اندر گئے نہ عمرۂ جعرانہ کے موقع پر۔ غالباً اس لئے بھی نہیں کہ ان دنوں کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر فتح مکہ کے وقت آپ نے کعبہ شریف کی تطہیر کی اور بتوں کو نکالا۔ تب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ اندر نہیں گئے حالانکہ اس وقت کعبہ میں بت بھی نہ تھے۔ غالباً اس لئے بھی کہ لوگ اسے لازمی نہ سمجھ لیں۔

٥٤- بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

باب جس نے کعبہ کے چاروں کونوں میں تکبیر کہی

١٦٠١- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي أَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ((قَاتَلَهُمُ

(۱۶۰۱) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (فتح مکہ کے دن) تشریف لائے تو آپؐ نے کعبہ کے اندر جانے سے اس لئے انکار فرمایا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا اور وہ نکالے گئے' لوگوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی نکالے۔ ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دے رکھے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کو غارت کرے' خدا کی قسم

اللهُ، أَمَا وَاللهِ قَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ)). فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيْهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ)).

[راجع: ٣٩٨]

انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے تیر سے فال کبھی نہیں نکالی۔ اس کے بعد آپ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور چاروں طرف تکبیر کہی۔ آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی۔

مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بتوں کے ہاتھوں میں تیر دے رکھے تھے اور ان سے فال نکالا کرتے۔ اگر افعل (اس کام کو کر) والا تیر نکلتا تو کرتے اگر لا تفعل (نہ کر) والا ہوتا تو وہ کام نہ کرتے۔ یہ سب کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر ان کا افتراء تھا۔ قرآن نے اس کو رجس من عمل الشیطان کہا کہ یہ گندے شیطانی کام ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز ایسے ڈھکوسلوں میں نہ پھنسنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ میں کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے اور خوشی میں کعبہ کے چاروں کونوں میں آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ (بنی اسرائیل:81)

٥٥- بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ؟

باب رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

١٦٠٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ. فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ الثَّلاَثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلاَّ الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ)). [طرفه في: ٤٢٥٦].

(1602) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (عمرۃ القضاء ۷ھ میں) جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں' ان کے ساتھ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے اظہار قوت ہو) کریں اور دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب پھیروں میں رمل کریں اس لئے کہ ان پر آسانی ہو۔

تشریح: رمل کا سبب حدیث بالا میں خود ذکر ہے۔ مشرکین نے سمجھا تھا کہ مسلمان مدینہ کی مرطوب آب و ہوا سے بالکل کمزور ہو چکے ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں ذرا اکڑ کر تیز چال چلیں' مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے تاکہ کفار مکہ دیکھیں اور اپنے غلط خیال کو واپس لے لیں۔ بعد میں یہ عمل بطور سنت رسول جاری رہا اور اب بھی جاری ہے۔ اب یادگار کے طور پر رمل کرنا چاہئے تاکہ اسلام کے عروج کی تاریخ یاد رہے۔ اس وقت کفار مکہ دونوں شامی رکنوں کی طرف جمع ہوا کرتے تھے' اس لئے اسی حصہ میں رمل سنت قرار پایا۔

٥٦- بَابُ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ الأَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ،

باب جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے حجر اسود کو چومے طواف شروع کرتے وقت اور تین پھیروں میں

وَيَرْمُلُ ثَلاثًا

رمل کرے۔

١٦٠٣- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ)).

[أطرافه في : ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤].

(۱۶۰۳) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی' انہیں یونس نے' انہیں زہری نے' انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے تھے۔

٥٧- بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب حج اور عمرہ میں رمل کرنے کا بیان

١٦٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَعَى النَّبِيُّ ﷺ ثَلاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ)). تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ١٦٠٣]

(۱۶۰۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سریج بن نعمان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور بقیہ چار چکروں میں حسب معمول چلے' حج اور عمرہ دونوں میں۔ سریج کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے روایت کیا ہے۔ کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقد نے بیان کیا' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے حوالہ سے۔

مراد حجۃ الوداع اور عمرۃ القضاء ہے۔ حدیبیہ میں تو آپ کعبہ تک پہنچ ہی نہ سکے تھے اور جعرانہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ نہ تھے۔

١٦٠٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ: أَمَا وَاللهِ إِنِّي لأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْ

(۱۶۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی' انہیں ان کے والد نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا۔ بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے

لاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ. فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: مَالَنَا وَلِلرَّمَلِ؟ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللهُ ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ)). [راجع: ١٥٩٧]

نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے رمل کی علت اور سبب پر خیال کر کے اس کو چھوڑ دینا چاہا۔ پھر ان کو خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فعل کیا تھا۔ شاید اس میں اور کوئی حکمت ہو اور آپ کی پیروی ضروری ہے۔ اس لئے اس کو جاری رکھا (وحیدی)

١٦٠٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَا تَرَكْتُ اسْتِلاَمَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلاَ رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا، فَقُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لاِسْتِلاَمِهِ)). [طرفه في : ١٦١١].

(۱۶۰۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا' ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں رکن یمانی کو چومتے ہوئے دیکھا میں نے بھی اس کے چومنے کو خواہ سخت حالات ہوں یا نرم نہیں چھوڑا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں یمنی رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ معمول کے مطابق اس لئے چلتے تھے تاکہ حجر اسود کو چھونے میں آسانی رہے۔

٥٨- بَابُ اسْتِلاَمِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

باب حجر اسود کو چھڑی سے چھونا اور چومنا

١٦٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ)) تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ.

[أطرافه في : ١٦١٢، ١٦١٣، ١٦٣٢،

(۱۶۰۷) ہم سے احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی' انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ حجر اسود کا استلام ایک چھڑی کے ذریعہ کر رہے تھے اور اس چھڑی کو چومتے تھے۔ اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو دراوردی نے زہری کے بھتیجے سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے چچا (زہری) سے۔

[٥٢٩٣].

جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ حجر اسود کو منہ لگا کر چومنا چاہیے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے' اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی لگا کر اس کو چوم لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جب حجر اسود کے سامنے پہنچے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو چوم لے۔ جب ہاتھ یا لکڑی سے دور سے اشارہ کیا جائے جو حجر اسود کو لگ نہ سکے تو اسے چومنا نہیں چاہیے۔ (رشید)

بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

باب اس شخص سے متعلق جس نے صرف دونوں ارکان یمانی کا استلام کیا

١٦٠٨- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ: ((وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْبَيْتِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الأَرْكَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : إِنَّهُ لاَ يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ. فَقَالَ لَهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا. وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ)).

(١٦٠٨) اور محمد بن بکر نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبردی' انہوں نے کہا مجھ کو عمرو بن دینار نے خبردی کہ ابو الشعثاء نے کہا بیت اللہ کے کسی بھی حصہ سے بھلا کون پرہیز کر سکتا ہے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں رکنوں کا استلام کرتے تھے' اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ہم ان دو ارکان شامی اور عراقی کا استلام نہیں کرتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی جزء ایسا نہیں جسے چھوڑ دیا جائے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔

١٦٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلاَّ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ)). [راجع: ١٦٦]

(١٦٠٩) ہم سے ابو الولید طیالسی نے بیان کیا' ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے ابن شہاب نے' ان سے سالم بن عبداللہ نے' ان سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دونوں یمانی ارکان کا استلام کرتے دیکھا۔

کعبہ کے چار کونے ہیں حجر اسود' رکن یمانی' رکن شامی اور رکن عراقی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو رکنین یمانیین اور شامی اور عراقی کو شامیین کہتے ہیں۔ حجر اسود کے علاوہ رکن یمانی کو چھونا یہی رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ رہا ہے۔ اسی پر عمل در آمد ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کی رائے تھی مگر فعل نبوی مقدم ہے۔

٦٠- بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

باب حجر اسود کو بوسہ دینا

١٦١٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ قَالَ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ:

(١٦١٠) ہم سے احمد بن سنان نے بیان کیا' ان سے یزید بن ہارون نے بیان کیا' انہیں ورقاء نے خبردی' انہیں زید بن اسلم نے خبردی' ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ: ((لَوْ لاَ أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ)).

[راجع: ١٥٩٧]

خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

١٦١١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: ((سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.

قَالَ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ؟ قَالَ: اجْعَلْ ((أَرَأَيْتَ)) بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ)).

(۱۶۱۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا' ان سے زبیر بن عربی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اگر ہجوم ہو جائے اور میں عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس اگر وگر کو یمن میں جا کر رکھو میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کو بوسہ دیتے تھے۔

٦١- بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

باب حجر اسود کے سامنے پہنچ کر اس کی طرف اشارہ کرنا (جب چومنا نہ ہو سکے)

١٦١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ)).

[راجع: ١٦٠٧]

(۱۶۱۲) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے بیان کیا' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ ایک اونٹنی پر (سوار ہو کر کعبہ کا) طواف کر رہے تھے اور جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

٦٢- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ

باب حجر اسود کے سامنے آ کر تکبیر کہنا

١٦١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ

(۱۶۱۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر سوار رہ کر کیا۔ جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔ خالد

عِنْدَهُ وَكَبَّرَ)). تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ. [راجع: ١٦٠٧]

طہمان کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن طہمان نے بھی خالد حذاء سے روایت کیا ہے۔

تشریح یعنی چھڑی سے اشارہ کرتے۔ امام شافعیؒ اور ہمارے امام احمد بن حنبل نے یہی کہا ہے کہ طواف شروع کرتے وقت جب حجر اسود چومے تو یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ امام شافعیؒ نے ابونجیح سے نکالا کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا حجر اسود کو چومتے وقت ہم کیا کہیں ؟ آپؐ نے فرمایا یوں کہو بسم اللہ واللہ اکبر ایمانا باللہ وتصدیقا لاجابۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (وحیدی)

٦٣- بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

باب جو شخص (حج یا عمرہ کی نیت سے) مکہ میں آئے تو اپنے گھر لوٹ جانے سے پہلے طواف کرے پھر دوگانہ طواف ادا کرے پھر صفا پہاڑ پر جائے۔

١٦١٤، ١٦١٥- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ((أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ)). ((ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ. ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارَ يَفْعَلُونَهُ. وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلاَنٌ وَفُلاَنٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا.

[طرفه في: ١٦٤١].

[طرفاه في : ١٦٤٢، ١٧٩٦].

(١٦١٤، ١٦١٥) ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن حارث نے محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے عروہ سے (حج کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ) تشریف لائے تو سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ وضو کیا پھر طواف کیا اور طواف کرنے سے عمرہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح حج کیا۔ پھر عروہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد زبیر کے ساتھ حج کیا' انہوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ مہاجرین اور انصار کو بھی میں نے اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ میری والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی بہن (عائشہؓ) اور زبیر اور فلاں فلاں کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جب ان لوگوں نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا تو احرام کھول ڈالا تھا۔

تشریح امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ میں صرف طواف کر لینے سے آدمی کا عمرہ پورا نہیں ہوتا جب تک صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے۔ گو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف منقول ہے۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اس کا رد کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی حج مفرد کی نیت کرے وہ جب بیت اللہ میں داخل ہو تو

طواف نہ کرے جب تک عرفات سے لوٹ کر نہ آئے۔ اگر طواف کر لے گا تو حلال ہو جائے گا اور حج کا احرام ٹوٹ جائے گا۔ یہ قول (اور صفا مروہ دوڑے اور سر منڈایا) بھی جمہور علماء کے خلاف ہے اور امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر اس قول کا رد کیا (وحیدی)

١٦١٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلاَثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجع: ١٦٠٣]

(۱۶۱۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' انہوں نے نافع سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے (مکہ) آنے کے بعد سب سے پہلے حج اور عمرہ کا طواف کیا تھا۔ اس کے تین چکروں میں آپ نے سعی (رمل) کی اور باقی چار میں حسب معمول چلے۔ پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔

١٦١٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلاَثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ))

[راجع: ١٦٠٣]

(۱۶۱۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ عمری نے' ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو اس کے تین چکروں میں آپ دوڑ کر چلتے اور چار میں معمول کے موافق چلتے پھر جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو بطن مسیل (وادی) میں دوڑ کر چلتے۔

٦٤- بَابُ طَوَافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

باب عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں۔

١٦١٨- وَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ - إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ - قَالَ: كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ: أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ؟ قَالَ: إِي لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ

(۱۶۱۸) امام بخاریؒ نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا اور انہیں عطاء نے خبر دی کہ جب ابن ہشام (جب وہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا) نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کس دلیل پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی پاک بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا تھا۔ ابن جریج نے پوچھا یہ

الْحِجَابِ. قُلْتُ: كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ، كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَطُوفُ حَجْرَةً مِنَ الرِّجَالِ لاَ تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنِ، قَالَتْ: انْطَلِقِي عَنْكِ، وَأَبَتْ. فَكُنَّ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِيْنَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ، وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيْرٍ، قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ: هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا)).

پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد کا واقعہ ہے یا اس سے پہلے کا؟ انہوں نے کہا میری عمر کی قسم! میں نے انہیں پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد دیکھا۔ اس پر ابن جریج نے پوچھا کہ پھر مرد عورت مل جل جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اختلاط نہیں ہوتا تھا' عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر ایک الگ کونے میں طواف کرتی تھیں' ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت (وقرہ نامی) نے ان سے کہا ام المؤمنین! چلئے (حجراسود کو) بوسہ دیں۔ تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا تو جا چوم' میں نہیں چومتی اور ازواج مطہرات رات میں پردہ کر کے نکلتی تھیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔ البتہ عورتیں جب کعبہ کے اندر جانا چاہتیں تو اندر جانے سے پہلے باہر کھڑی ہو جاتیں اور مرد باہر آ جاتے (تو وہ اندر جاتیں) میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ثبیر (پہاڑ) پر ٹھہری ہوئی تھیں' (جو مزدلفہ میں ہے) ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اس وقت پردہ کس چیز سے تھا؟ عطاء نے بتایا کہ ایک ترکی قبہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک گلابی رنگ کا کرتہ تھا۔

١٦١٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدُ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا - زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَتْ ((شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: ((طُوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ))، فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّي الصُّبْحَ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ

(۱۶۱۹) ہم سے اسمٰعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے بیان کیا' ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا' ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے' ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی (کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ سواری پر چڑھ کر اور لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے عام لوگوں سے الگ رہ کر طواف کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے بازو میں نماز پڑھ رہے تھے اور

مَسْطُورٍ﴾. [راجع: ٤٦٤]

آپ سورۂ ﴿والطور و کتاب مسطور﴾ قرأت کر رہے تھے۔

مطاف کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عائشہ ؓ ایک طرف الگ رہ کر طواف کرتیں اور مرد بھی طواف کرتے رہتے۔ بعضے نسخوں میں حجزہ زاء کے ساتھ ہے یعنی آڑ میں رہ کر طواف کرتیں۔ آج کل تو حکومت سعودیہ نے مطاف کو بلکہ سارے حصہ کو اس قدر وسیع اور شاندار بنایا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اید ہم اللہ بنصرہ العزیز آمین۔

٦٥- بَابُ الْكَلاَمِ فِي الطَّوَافِ

باب طواف میں باتیں کرنا

١٦٢٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ - أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ - فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ : ((قُدْهُ بِيَدِهِ)).

[أطرافه في : ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣].

(۱۶۲۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی' کہا کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی' انہیں طاؤس نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا رسی یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر ساتھ ہی چلنا ہے تو ہاتھ پکڑ کے چلو۔

شاید وہ اندھا ہو گا مگر طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باپ بیٹے تھے۔ یعنی طلق بن شبر اور ایک رسی سے دونوں بندھے ہوئے تھے۔ آپ نے حال پوچھا تو شبر کہنے لگا کہ میں نے حلف کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا مال اور میری اولاد دلا دے گا تو میں بندھا ہوا حج کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ رسی کاٹ دی اور فرمایا دونوں حج کرو مگر یہ باندھنا شیطانی کام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ طواف میں کلام کرنا درست ہے کیونکہ آپ نے عین طواف میں فرمایا کہ ہاتھ پکڑ کر لے چل (وحیدی)

٦٦- بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

باب جب طواف میں کسی کو باندھا دیکھے یا کوئی اور مکروہ چیز تو اس کو کاٹ سکتا ہے

١٦٢١- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ)). [راجع: ١٦٢٠]

(۱۶۲۱) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا' ان سے سلیمان احول نے' ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کا طواف رسی یا کسی اور چیز کے ذریعہ کر رہا ہے تو آپ نے اسے کاٹ دیا۔

٦٧- بَابُ لاَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَلاَ يَحُجُّ مُشْرِكٌ

باب بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا آدمی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی مشرک حج کر سکتا ہے

١٦٦٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ: ((أَلاَ لاَ يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلاَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ)). [راجع: ٣٦٩]

(۱۶۲۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سے حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر جس کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنایا تھا۔ انہیں دسویں تاریخ کو ایک مجمع کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج بیت اللہ نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص ننگا رہ کر طواف کر سکتا ہے۔

عہد جاہلیت میں عام اہل عرب یہ کہہ کر کہ ہم نے ان کپڑوں میں گناہ کئے ہیں ان کو اتار دیتے اور پھر یا تو قریش سے کپڑے مانگ کر طواف کرتے یا پھر ننگے ہی طواف کرتے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کرایا۔

٦٨- بَابُ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

باب اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيمَنْ يَطُوفُ فَتُقَامُ الصَّلاَةُ، أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ: إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ. وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

تو کیا حکم ہے؟ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو طواف کر رہا تھا کہ نماز کھڑی ہو گئی یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا' عطاء یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں سے اس نے طواف چھوڑا وہیں سے بناء کرے (یعنی دوبارہ وہیں سے شروع کر دے) ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح منقول ہے۔

تشریح امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی طواف کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر ہو تو طواف چھوڑ دے نماز میں شریک ہو جائے اور بعد میں از سر نو طواف کرے۔ امام بخاریؒ نے عطاء کا قول لا کر ان پر رد کیا۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ فرض نماز کے لئے اگر طواف چھوڑ دے تو بناء کر سکتا ہے یعنی پہلے چکروں کی گنتی سے ملا لے۔ لیکن نفل نماز کے واسطے چھوڑے تو از سر نو شروع کرنا اولیٰ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بناء ہر حال میں درست ہے۔ حنابلہ کہتے ہیں طواف میں موالات واجب ہے اگر عمداً یا سہواً موالات چھوڑ دے تو طواف صحیح نہ ہو گا۔ مگر نماز فرض یا جنازے کے لئے قطع کرنا درست جانتے ہیں (وحیدی)

یعنی جتنے پھیرے کر چکا ان کو قائم رکھ کر سات پھیرے پورے کرے۔ عطاء کے قول کو عبدالرزاق نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو سعید بن منصور نے اور عبدالرحمن کے قول کو بھی عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔

٦٩- بَابُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسُبُوعِهِ رَكْعَتَيْنِ

باب نبی کریم ﷺ کا طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

اور نافع نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں پر دو

عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ : قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُولُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ، فَقَالَ: السُّنَّةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ سُبُوعًا قَطُّ إِلاَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسماعیل بن امیہ نے کہا کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ عطاء کہتے تھے کہ طواف کی نماز دو رکعت فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔

یہ دوگانۂ طواف کہلاتا ہے جو جمہور کے نزدیک سنت ہے۔

١٦٢٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ ((قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)) [الأحزاب ٢١]. [راجع: ٣٩٥]

(۱۶۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا کوئی عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کعبہ کا طواف سات چکروں سے پورا کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے۔

١٦٢٤- قَالَ : وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : ((لاَ يَقْرُبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)). [راجع: ٣٩٦]

(۱۶۲۴) عمرو نے کہا کہ پھر میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

٧٠- بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ وَيَرْجِعُ بَعْدَ الطَّوَافِ الأَوَّلِ

باب جو شخص پہلے طواف یعنی طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہ جائے اور عرفات میں حج کرنے کے لئے جائے

یعنی اس میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی نفل طواف حج سے پہلے نہ کرے اور کعبہ کے پاس بھی نہ جائے پھر حج سے فارغ ہو کر طواف الزیارۃ کرے جو فرض ہے۔

١٦٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ:

(۱۶۲۵) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا فُضَيلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ فَطَافَ سَبْعًا وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ)).

[راجع: ١٥٤٥]

فضیل نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' کہا کہ مجھے کریب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مکہ تشریف لائے اور سات (چکروں کے ساتھ) طواف کیا۔ پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس سعی کے بعد آپ کعبہ اس وقت تک نہیں گئے جب تک عرفات سے واپس نہ لوٹے۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حاجی کو طواف قدوم کے بعد پھر نفل طواف کرنا منع ہے' نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے اور آپ کعبہ سے دور ٹھہرے تھے یعنی محصب میں۔ اس لئے حج سے فارغ ہونے تک آپ کو کعبہ میں آنے کی اور نفل طواف کرنے کی فرصت نہیں ملی۔

٧١- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ

باب اس شخص کے بارے میں جس نے طواف کی دو رکعتیں مسجد الحرام سے باہر پڑھیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حرم سے باہر پڑھی تھیں۔

١٦٢٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((شَكَوتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ح. قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوجَ - وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوجَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِذَا أُقِيمَتْ الصَّلاَةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَى بَعِيرِكِ

(١٦٢٦) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبردی' انہیں محمد بن عبدالرحمٰن نے' انہیں عروہ نے' انہیں زینب نے اور انہیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے شکایت کی۔ (دوسری سند) امام بخاریؒ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا غسانی نے بیان کیا' ان سے ہشام نے' ان سے عروہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جب مکہ میں تھے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ ہوا تو ---- ام سلمہؓ نے کعبہ کا طواف نہیں کیا اور وہ بھی روانگی کا ارادہ رکھتی تھیں---- آپ نے ان سے فرمایا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کرلینا۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور انہوں

وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ)). فَفَعَلَتْ ذَلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ)). [راجع: ٤٦٤]

نے باہر نکلنے تک طواف کی نماز نہیں پڑھی۔

٧٢- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَي الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

باب اس سے متعلق کہ جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

١٦٢٧- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعاً وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)). [راجع: ٣٩٥]

(١٦٢٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم (مکہ میں) تشریف لائے تو آپ نے خانہ کعبہ کا سات چکروں سے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا کی طرف (سعی کرنے) گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

٧٣- بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

باب صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَي الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلاَةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى

سورج نکلنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہوئے اور (طواف کی) دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

١٦٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنَّ نَاسًا طَافُوا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلاَةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوا إِلَى الْمذَكِّرِ، حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوا يُصَلُّونَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنهَا: قَعَدُوا، حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلاَةُ قَامُوا يُصَلُّونَ)).

(١٦٢٨) ہم سے حسن بن عمر بصری نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا' ان سے حبیب نے' ان سے عطاء نے' ان سے عروہ نے' ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک وعظ کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے اور جب سورج نکلنے لگا تو وہ لوگ نماز (طواف کی دو رکعت) پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ناگواری کے ساتھ) فرمایا جب سے تو یہ لوگ بیٹھے تھے اور جب وہ وقت آیا کہ جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

۱۶۲۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا))

(۱۶۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا' ان سے نافع نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا' میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپؐ سورج طلوع ہوتے اور غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔

۱۶۳۰- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ: ((رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ)).

(۱۶۳۰) ہم سے حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبیدہ بن حمید نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد طواف کر رہے تھے اور پھر آپ نے دو رکعت (طواف کی) نماز پڑھی۔

۱۶۳۱- قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ ((وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلاَّ صَلاَّهُمَا)) [راجع: ۵۹۰]

(۱۶۳۱) عبدالعزیز نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عصر کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ بتاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان کے گھر آتے (عصر کے بعد) تو یہ دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

۷۴- بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

باب مریض آدمی سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

۱۶۳۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ)). [راجع: ۱۶۰۷]

(۱۶۳۲) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ آپ جب بھی (طواف کرتے ہوئے) حجر اسود کے نزدیک آتے تو اپنے ہاتھ کو ایک چیز (چھڑی) سے اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

تشریح اس حدیث میں گو یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ بیمار تھے اور بظاہر ترجمہ باب سے مطابق نہیں ہے مگر امام بخاریؒ نے ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس میں صاف یہ ہے کہ آپ بیمار تھے۔ بعضوں نے کہا جب بغیر بیماری یا عذر کے سواری پر طواف درست ہوا تو بیماری میں بطریق اولیٰ درست ہو گا۔ اس طرح باب کا مطلب نکل آیا۔

۱۶۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

(۱۶۳۳) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ

قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((شَكَوتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)). فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ)). [راجع: ٤٦٤]

ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا' ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے' ان سے عروہ نے بیان کیا' ان سے زینب بنت ام سلمہ نے' ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہو گئی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا پھر لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے جب طواف کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بیت اللہ کے بازو میں (نماز کے اندر) ﴿ والطور وکتاب مسطور ﴾ کی قرأت کر رہے تھے۔

٧٥- بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

باب حاجیوں کو پانی پلانا

١٦٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ)).

[أطرافه في: ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥].

(۱۶۳۴) ہم سے عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا' ان سے نافع نے' ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے پانی (زمزم کا حاجیوں کو) پلانے کے لئے منیٰ کے دنوں میں مکہ ٹھہرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو گیارہویں بارہویں شب کو منیٰ ہی میں رہنا ضروری ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عذر معقول تھا۔ حاجیوں کو زمزم سے پانی نکال کر پلانا ان کا قدیمی عہدہ تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

١٦٣٥- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ: ((اسْقِنِي)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ.

(۱۶۳۵) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا' ان سے عکرمہ نے' ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی مانگا (حج کے موقع پر) عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فضل! اپنی ماں کے یہاں جا اور ان کے یہاں سے کھجور کا شربت لا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہر شخص اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے کہ مجھے (یہی) پانی پلاؤ۔

قَالَ: ((اسْقِنِي)). فَشَرِبَ مِنْهُ. ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا فَقَالَ: ((اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ)). ثُمَّ قَالَ : ((لَوْ لاَ أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هٰذِهِ)). يَعْنِي عَاتِقَهُ. وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

چنانچہ آپ نے پانی پیا پھر زمزم کے قریب آئے۔ لوگ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ آپ نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا کام کرتے جاؤ کہ ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔ پھر فرمایا (اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آئندہ لوگ) تمہیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اپنے اس پر رکھ لیتا۔ مراد آپ کی شانہ سے تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر میں اتر کر خود پانی کھینچوں گا تو صدہا آدمی مجھ کو دیکھ کر پانی کھینچنے کیلئے دوڑ پڑیں گے اور تم کو تکلیف ہو گی۔

٧٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ — باب زمزم کا بیان

تشریح: زمزم وہ مشہور کنواں ہے جو کعبے کے سامنے مسجد حرام میں حضرت جرائیل علیہ السلام کے پر مارنے سے پھوٹ نکلا تھا۔ کہتے ہیں زمزم اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جرائیل علیہ السلام نے وہاں بات کی تھی۔ بعضوں نے کہا اس میں پانی بہت ہونے سے اس کا نام زمزم ہوا۔ زمزم عرب کی زبان میں بہت پانی کو کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ حاصل ہوتا ہے۔

چاہ زمزم دنیا کا وہ قدیم تاریخی کنواں ہے جس کی ابتداء سیدنا ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام کی شیرخواری سے شروع ہوتی ہے۔ یہ مبارک چشمہ پیاس کی بے تابی میں آپ کی ایڑیاں رگڑنے سے فوارہ کی طرح اس سنگلاخ زمین میں ابلا تھا۔ آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے سات چکر لگا کر آئیں تو بچے کے زیر قدم یہ نعمت غیر مترقبہ دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔ توراۃ میں اس مبارک کنویں کا ذکر ان لفظوں میں ہے۔

"خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی' اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اپنی مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلا لیا"۔ (توراۃ' سفر پیدائش' باب: ۲۱)

کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بعد میں اس کو چار طرف سے کھود کر کنویں کی شکل میں کر دیا تھا اور اب زمین کے اونچا ہوتے ہوتے اتنا گہرا ہو گیا۔

حضرت اسمٰعیل ؑ کے بعد کئی دفعہ ایسا ہوا کہ زمزم کا چشمہ خشک ہو گیا جوں جوں یہ خشک ہوتا گیا لوگ اس کو گہرا کرتے گئے یہاں تک کہ وہ ایک گہرا کنواں بن گیا۔

مدتوں خانہ کعبہ کی تولیت بنو جرہم کے ہاتھوں میں رہی۔ جب بنو خزاعہ کو اقتدار حاصل ہوا تو بنو جرہم نے حجر اسود اور غلاف کعبہ کو زمزم میں ڈال دیا اور اس کا منہ بند کر کے بھاگ گئے بعد میں مدتوں تک یہ مبارک چشمہ غائب رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب نے بحکم الٰہی خواب میں اس کے صحیح مقام کو دیکھ کر اس کو نکالا۔ اس کے متعلق عبدالمطلب کا بیان ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے ایک شخص نے کہا طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ طیبہ کیا چیز ہے؟ وہ شخص بغیر جواب دیئے چلا گیا اور میں بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن جب سویا تو خواب میں پھر وہی شخص آیا اور کہا کہ مضنونہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ مضنونہ کیا چیز ہے؟ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ تیسری رات پھر وہی واقعہ پیش آیا اور اب کی دفعہ اس شخص نے کہا کہ زمزم کو کھودو۔ میں نے کہا زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارے دادا اسمٰعیل ؑ کا چشمہ ہے۔ اس میں بہت پانی نکلے گا اور کھودنے میں تم کو زیادہ مشقت بھی نہ ہو گی۔ وہ اس جگہ ہے

جہاں لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ (عہد جاہلیت میں یہاں بتوں کے نام پر قربانیاں ہوتی تھیں) وہاں چیونٹیوں کا بل ہے۔ تم صبح کو ایک کوا وہاں چونچ سے زمین کریدتا ہوا دیکھو گے۔

صبح ہونے پر عبدالمطلب خود کدال لے کر کھڑے ہو گئے اور کھودنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پانی نمودار ہو گیا۔ جسے دیکھ کر انہوں نے زور سے تکبیر کہی۔ کہا جاتا ہے کہ چاہ زمزم میں سے دو سونے کے ہرن اور بہت سی تلواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ عبدالمطلب نے ہرنوں کا سونا تو خانہ کعبہ کے دروازوں پر لگا دیا۔ تلواریں خود رکھ لیں۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ یہ ہرن ایرانی زائروں نے کعبہ پر چڑھائے تھے۔

چاہ زمزم کی آب کی وجہ سے کئی دفعہ کھودا گیا ہے۔ ۲۲۳ ہجری میں اس کی اکثر دیواریں منہدم ہو گئیں اور اندر بہت سا ملبہ جمع ہو گیا تھا۔ اس وقت طائف کے ایک شخص محمد بن بشیر نامی نے اسکی مٹی نکالی اور بقدر ضرورت اسکی مرمت کی کہ پانی بھرپور آنے لگا۔

مشہور مؤرخ ازرقی کہتا ہے کہ اس وقت میں بھی کنویں کے اندر اترا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں تین طرف سے چشمے جاری ہیں۔ ایک حجر اسود کی جانب سے دوسرا جبل ابو قبیس کی طرف سے تیسرا مروہ کی طرف سے' تینوں مل کر کنویں کی گہرائی میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور رات دن کتنا ہی کھینچو مگر پانی نہیں ٹوٹتا۔

اسی مؤرخ کا قول ہے کہ میں نے قعر آب کی بھی پیائش کی تو ۴۰ ہاتھ کنویں کی تعمیر میں اور ۲۹ ہاتھ پہاڑی غار میں' کل ۶۹ ہاتھ پانی تھا۔ ممکن ہے آج کل زیادہ ہو گیا ہو۔

۱۴۵ھ میں ابو جعفر منصور نے اس پر قبضہ بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش کیا۔ پھر مامون رشید نے چاہ زمزم کی مٹی نکلوا کر اس کو گہرا کیا۔

ایک مرتبہ کوئی دیوانہ کنویں کے اندر کود پڑا تھا۔ اس کے نکالنے کے لئے ساحل جدہ سے غواص بلائے گئے۔ بمشکل اس کی نعش ملی اور کنویں کو پاک صاف کرنے کے لئے بہت سا پانی نکالا گیا۔ اس لئے ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خاں کے حکم سے چاہ زمزم کے اندر سطح آب سے سوا تین فٹ نیچے لوہے کا ایک جال ڈال دیا گیا۔ ۱۰۳۹ھ میں سلطان مراد خاں مرحوم نے جب کعبہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا تو چاہ زمزم کی بھی نئی بہترین تعمیر کی گئی۔ تہ آب سے اوپر تک سنگ مرمر سے مزین کر دیا اور زمین سے ایک گز اونچی ۲ گز عریض منڈیر بنوا دی۔ ارد گرد چاروں طرف دو دو گز تک سنگ مرمر کا فرش بنا کر اس پر دیواریں اٹھا دیں اور ان پر چھت پاٹ کر ایک کمرہ بنوا دیا جس میں سبز جالیاں لگا دیں۔

١٦٣٦- وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ أَبُوذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((فُرِجَ سَقْفِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ. فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِىءٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا. فَأَفْرَغَهَا

(۱۶۳۶) اور عبدان نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی' انہیں زہری نے' انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں مکہ میں تھا تو میری (گھر کی) چھت کھلی اور جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اسے انہوں نے میرے سینے میں ڈال دیا اور پھر سینہ بند کر

فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا : افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ : جِبْرِيلُ)). [راجع: ٣٤٩]

دیا۔ اب وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان دنیا کی طرف لے چلے۔ آسمان دنیا کے داروغہ سے جبریلؑ نے کہا دروازہ کھولو۔ انہوں نے دریافت کیا کون صاحب ہیں؟ کہا جبریلؑ!

١٦٣٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلاَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ: ((سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ: فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلاَّ عَلَى بَعِيرٍ)). [طرفه في : ٥٦١٧].

(۱۶۳۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی' انہیں عاصم نے اور انہیں شعبی نے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا' کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا تھا۔ آپ نے پانی کھڑے ہو کر پیا تھا۔ عاصم نے بیان کیا کہ عکرمہ نے قسم کھا کر کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اونٹ پر سوار تھے۔

یہ معراج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہاں امام بخاری اس کو اس لئے لائے کہ اس سے زمزم کے پانی کی فضیلت نکلتی ہے۔ اس لئے کہ آپ کا سینہ اسی پانی سے دھویا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث زمزم کے پانی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مگر حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث کی شرط پر یہی حدیث تھی۔ صحیح مسلم میں آب زمزم کو پانی کے ساتھ خوراک بھی قرار دیا گیا ہے اور بیماروں کے لئے دوا بھی فرمایا گیا ہے۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مرفوعاً یہ بھی ہے کہ ماء زمزم لما شرب له کہ زمزم کا پانی جس لئے پیا جائے اللہ وہ دیتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وسمیت زمزم لکثرتها یقال ماء زمزم ای کثیر وقیل لاجتماعها یعنی اس کا نام زمزم اس لئے رکھا گیا کہ یہ بہت ہے اور ایسے ہی مقام پر بولا جاتا ہے۔ ماء زمزم ای کثیر یعنی یہ پانی بہت بڑی مقدار میں ہے اور اس کے جمع ہونے کی وجہ سے بھی اسے زمزم کہا گیا ہے۔

مجاہد نے کہا کہ یہ لفظ هزمة سے مشتق ہے۔ لفظ ہزمہ کے معنے ہیں ایڑیوں سے زمین میں اشارے کرنا۔ چونکہ مشہور ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے زمین پر ایڑی رگڑنے سے یہ چشمہ نکلا لہٰذا اسے زمزم کہا گیا' واللہ اعلم۔

٧٧- بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

باب قران کرنے والا ایک طواف کرے یا دو کرے

١٦٣٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَ ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لاَ يَحِلُّ حَتَّى

(۱۶۳۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے ابن شہاب سے خبر دی' انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔ ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال

يَحِلَّ مِنْهُمَا)). فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ ﷺ: ((هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ)). فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى. وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا)).

[راجع: ٢٩٤]

ہوں گے۔ میں بھی مکہ آئی تھی لیکن مجھے حیض آ گیا تھا۔ اس لئے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لئے تو آنحضور ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام کھول دیا اور دوسرا طواف منیٰ سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

تشریح: تنعیم ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے تین میل دور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تطییب خاطر کے لئے وہاں بھیج کر عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے فرمایا تھا۔ آخر حدیث میں ذکر ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ہی طواف کیا اور ایک ہی سعی کی۔ جمہور علماء اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دو طواف اور دو سعی لازم رکھے ہیں اور جن روایتوں سے دلیل لی ہے' وہ سب ضعیف ہیں (وحیدی)

١٦٣٩- حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ: إِنِّي لاَ آمَنُ أَنْ يَكُونَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَلَوْ أَقَمْتَ. فَقَالَ: قَدْ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ثُمَّ قَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا. قَالَ: ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا)).

(۱۶۳۹) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے' ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لڑکے عبداللہ بن عبداللہ ان کے یہاں گئے۔ حج کے لئے سواری گھر میں کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سال مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو جائے گی اور آپ کو وہ بیت اللہ سے روک دیں گے۔ اس لئے اگر آپ نہ جاتے تو بہتر ہوتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے تھے (عمرہ کرنے صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اس لئے اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج (اپنے اوپر) واجب کر لیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ مکہ

[أطرافه في : ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٧٢٩، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥].

آئے اور دونوں عمرہ اور حج کے لئے ایک ہی طواف کیا۔

١٦٤٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ : ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوجَبْتُ عُمْرَةً. ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلاَّ وَاحِدٌ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي. وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ، وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الأَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ)). [راجع: ١٦٣٩]

(۱۶۴۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا کہ جس سال حجاج عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں لڑنے آیا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس سال حج کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ مسلمانوں میں باہم جنگ ہونے والی ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آپ کو حج سے روک دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ ایسے وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے۔ پھر آپ چلے اور جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی طرح کے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے۔ آپ نے ایک قربانی بھی ساتھ لے لی جو مقام قدید سے خریدی تھی۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ دسویں تاریخ سے پہلے نہ آپ نے قربانی کی نہ کسی ایسی چیز کو اپنے لئے جائز کیا جس سے (احرام کی وجہ سے) آپ رک گئے تھے۔ نہ سر منڈوایا نہ بال ترشوائے۔ دسویں تاریخ میں آپ نے قربانی کی اور بال منڈوائے۔ آپ کا یہی خیال تھا کہ آپ نے ایک طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ادا کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

پہلے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ صرف عمرہ کرنے سے حج اور عمرہ دونوں یعنی قران کرنا بہتر ہے تو حج کی بھی نیت باندھ لی اور پکار کر لوگوں سے اس لئے کہہ دیا کہ اور لوگ بھی ان کی پیروی کریں۔ بیداء مکہ اور مدینہ کے درمیان ذوالحلیفہ سے آگے ایک مقام ہے۔ قدید بھی جحفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

٧٨- بَابُ الطَّوَافِ عَلَى وُضُوءٍ

باب (کعبہ کا) طواف وضو کر کے کرنا

١٦٤١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ ((قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ. ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ. ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي - الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ - فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً. وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلاَ يَسْأَلُونَهُ وَلاَ أَحَدٌ مِمَّنْ مَضَى مَا كَانُوا يَبْدَءُونَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوْنَ أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيتِ ثُمَّ لاَ يَحِلُّونَ. وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُمَا لاَ تَحِلاَّنِ. [راجع: ١٦١٤]

(١٦٤١) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبردی' انہیں محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قرشی نے' انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تھا' عروہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ معلوم ہے حج کیا تھا۔ مجھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق خبردی کہ جب آپ مکہ معظمہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے وضو کیا' پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ آپ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور آپ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جبکہ یہ آپ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر معاویہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا زمانہ آیا۔ پھر میں نے اپنے والد الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ---- کے ساتھ بھی حج کیا۔ یہ (سارے اکابر) پہلے کعبے ہی کے طواف سے شروع کرتے تھے جبکہ یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا' وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ابھی موجود ہیں لیکن ان سے لوگ اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اسی طرح جو حضرات گزر گئے' ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا قدم طواف کے لئے اٹھتا تھا۔ پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) اور خالہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آتیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں۔

١٦٤٢- وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي: ((أَنَّهَا

(١٦٤٢) اور مجھے میری والدہ نے خبردی کہ انہوں نے اپنی بہن اور

أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرِ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا)).

[راجع: ١٦١٥]

زبیر اور فلاں فلاں (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عمرہ کیا ہے یہ سب لوگ حجر اسود کا بوسہ لے لیتے تو عمرہ کا احرام کھول دیتے۔

تشریح جمہور علماء کے نزدیک طواف میں طہارت یعنی باوضو ہونا شرط ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل نے عروہ سے کیا پوچھا اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے۔ لیکن امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے کہ ایک عراقی نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم عروہ سے پوچھو اگر ایک شخص حج کا احرام باندھے تو طواف کر کے وہ حلال ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہو سکتا تو کہنا ایک شخص تو کہتے ہیں حلال ہو جاتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے کہا میں نے عروہ سے پوچھا' انہوں نے کہا جو کوئی حج کا احرام باندھے وہ جب تک حج سے فارغ نہ ہو حلال نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا ایک شخص تو کہتے ہیں کہ وہ حلال ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا اس نے بری بات کہی۔ آخر حدیث تک۔

٧٩- بَابُ وُجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ

باب صفا اور مروہ کی سعی واجب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں

١٦٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فَوَاللهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لاَ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. قَالَتْ: بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي، إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لاَ يَتَطَوَّفَ بِهِمَا، وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الأَنْصَارِ، كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا بِالْمُشَلَّلِ، فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ

(۱۶۴۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے (جو سورۂ بقرہ میں ہے کہ) "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لئے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں" قسم اللہ کی پھر تو کوئی حرج نہ ہونا چاہئے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنی چاہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بھتیجے! تم نے یہ بری بات کہی۔ اللہ کا مطلب یہ ہوتا تو قرآن میں یوں اترتا' "ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں"۔ بات یہ ہے کہ یہ آیت تو انصار کے لئے اتری تھی جو اسلام سے پہلے منات بت کے نام پر جو مشلل میں رکھا ہوا تھا اور جس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے' احرام باندھتے تھے۔ یہ لوگ جب (زمانہ جاہلیت میں) احرام باندھتے تو صفا مروہ کی سعی کو اچھا نہیں خیال کرتے تھے۔ اب جب اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور کہا کہ یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کی سعی اچھی نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ

نَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى : ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ الآية. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَابَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ : إِنَّ هَذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالاً مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُونَ أَنَّ النَّاسَ - إِلاَّ مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ - كَانُوا يَطُوفُونَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كُنَّا نَطُوفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ الآية. قَالَ أَبُوبَكْرٍ: فَأَسْمَعُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا: فِي الَّذِينَ كَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِينَ يَطُوفُونَ ثُمَّ تَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بِهِمَا فِي الإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ)).

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو پہاڑوں کے درمیان سعی کی سنت جاری کی ہے۔ اس لئے کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اسے ترک کر دے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے اس کا ذکر ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو یہ علمی بات اب تک نہیں سنی تھی' بلکہ میں نے بہت سے اصحاب علم سے تو یہ سنا ہے وہ یوں کہتے تھے کہ عرب کے لوگ ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا جو مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے سب صفا مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے۔ جب اللہ پاک نے قرآن شریف میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو وہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو جاہلیت کے زمانہ میں صفا اور مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے اور اب اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر تو فرمایا لیکن صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے میں ہم پر کچھ گناہ ہو گا؟ تب اللہ نے یہ آیت اتاری۔ "صفا مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔" ابوبکر نے کہا میں سنتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے باب میں اتری ہے یعنی اس فرقے کے باب میں جو جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کا طواف برا جانتا تھا اور اس کے باب میں جو جاہلیت کے زمانہ میں صفا مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ پھر مسلمان ہونے کے بعد اس کا کرنا اس وجہ سے کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور صفا مروہ کا نہیں کیا' برا سمجھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کے بعد ان کے طواف کا بھی ذکر فرمادیا۔

[أطرافه في : ۱۷۹۰، ٤٤٩٥، ٤٨٦١].

٨٠- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

باب صفا اور مروہ کے درمیان کس طرح دوڑے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنی عباد کے گھروں سے لے کر بنی ابی حسین کی گلی تک دوڑ کر چلے (باقی راہ میں معمولی چال سے)

١٦٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الأَوَّلَ خَبَّ ثَلاَثًا وَمَشَى أَرْبَعًا. وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ : أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِي؟ قَالَ : لاَ، إِلاَّ أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ، فَإِنَّهُ كَانَ لاَ يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ)). [راجع: ١٦٠٣]

(۱۶۴۴) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا' ان سے عبیداللہ بن عمر نے' ان سے نافع نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پہلا طواف کرتے تو اس کے تین چکروں میں رمل کرتے اور بقیہ چار میں معمول کے مطابق چلتے اور جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو آپ نالے کے نشیب میں دوڑا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا' ابن عمر رضی اللہ عنہما جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا حسب معمول چلنے لگتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ اگر رکن یمانی پر ہجوم ہوتا تو حجر اسود کے پاس آکر آپ آہستہ چلنے لگتے کیونکہ وہ بغیر چومے اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔

بنی عباد کا گھر اور بنی ابی الحسین کا کوچہ اس زمانہ میں مشہور ہو گا۔ اب حاجیوں کی شناخت کے لئے دوڑنے کے مقام میں دو سبز منارے بنا دیئے گئے ہیں۔

١٦٤٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ ((سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)).

(۱۶۴۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو کرلے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا' کیا وہ اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سات مرتبہ سعی کی اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

[راجع: ٣٩٥]

١٦٤٦- وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: ((لاَ يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجع: ٣٩٦]

(۱۶۴۶) ہم نے اس کے متعلق جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

١٦٤٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ تَلاَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١])). [راجع: ٣٩٥]

(۱۶۴۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا' ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب مکہ تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد عبداللہؓ نے یہ آیت تلاوت کی "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے"۔

١٦٤٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ: ((قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، لأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾)).[طرفه في : ٤٤٩٦].

(۱۶۴۸) ہم سے احمد بن محمد مروزی نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عاصم احول نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگ صفا اور مروی کی سعی کو برا سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! کیونکہ یہ عہد جاہلیت کا شعار تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے"۔

مضمون اس روایت کے موافق ہے جو حضرت عائشہؓ سے اوپر گزری کہ انصار صفا اور مروہ کی سعی بری سمجھتے تھے۔

١٦٤٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بن دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْبَيْتِ

(۱۶۴۹) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اس طرح کی کہ

وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ)). زَادَ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ : سَمِعْتُ عَطَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

مشرکین کو آپ اپنی قوت دکھلا سکیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا' ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا' کہا کہ میں نے عطاء سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث سنی۔

[طرفه في : ٤٢٥٧].

تشریح حجر اسود کو چومنے یا چھونے کے بعد طواف کرنا چاہئے۔ طواف کیا ہے؟ اپنے آپ کو محبوب پر فدا کرنا' قربان کرنا اور پروانہ وار گھوم کر اپنے عشق و محبت کا ثبوت پیش کرنا۔ طواف کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں! ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من طاف بالبیت سبعا ولا یتکلم الا بسبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ محیت عنہ عشر سیئات وکتب لہ عشر حسنات ورفع لہ عشر درجات ومن طاف فتکلم وھو فی تلک الحال خاض فی الرحمۃ برجلیہ کخائض الماء برجلیہ رواہ ابن ماجۃ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا اور سوائے تسبیح و تحمید کے کوئی فضول کلام اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں اور اگر کسی نے حالت طواف میں تسبیح و تحمید کے ساتھ لوگوں سے کچھ کلام بھی کیا تو وہ رحمت الٰہی میں اپنے دونوں پیروں تک داخل ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے پیروں تک پانی میں داخل ہو جائے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ سوائے تسبیح و تحمید کے اور کچھ کلام نہ کرنے والا اللہ کی رحمت میں اپنے قدموں سے سر تک داخل ہو جاتا ہے اور کلام کرنے والا صرف پیروں تک۔

طواف کی ترکیب یہ ہے کہ حجر اسود کو چومنے کے بعد بیت اللہ شریف کو اپنے بائیں ہاتھ کر کے رکن یمانی تک ذرا تیز تیز اس طرح چلیں کہ قدم قریب قریب پڑیں اور کندھے ہلیں۔ اسی اثناء میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ! ان مبارک کلمات کو پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی شان کا کامل دھیان رکھے۔ اس کی توحید کو پورے طور پر دل میں جگہ دے۔ اس پر پورے پورے توکل کا اظہار کرے۔ ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھے۔ اللھم قنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ واخلف علی کل غائبۃ لی بخیر (نیل الاوطار) ترجمہ: الٰہی مجھ کو جو کچھ تو نے نصیب کیا اس پر قناعت کرنے کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت بھی دے اور میرے اہل و عیال و مال اور میری ہر پوشیدہ چیز کی تو خیریت کے ساتھ حفاظت فرما۔ اللھم انی اعوذبک من الشک والشرک والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق (نیل) الٰہی! میں شرک سے' دین میں شک کرنے سے اور نفاق و دوغلے پن اور نافرمانی اور تمام بری عادتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

تسبیح و تحمید پڑھتا ہوا اور ان دعاؤں کو بار بار دہراتا ہوا رکن یمانی پر دلکی چال سے چلے۔ رکن یمانی خانہ کعبہ کے جنوبی کونے کا نام ہے جس کو صرف چھونا چاہئے' بوسہ نہیں دینا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کونے پر ستر فرشتے مقرر ہیں۔ جب طواف کرنے والا حجر اسود سے ملتزم رکن عراقی اور میزاب رحمت پر سے ہوتا ہوا یہاں پہنچ کر دین و دنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ الٰہی میں خلوص دل کے ساتھ دعائیں کرتا ہے تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ رکن یمانی پر زیادہ تر یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (مشکوٰۃ) یعنی یا اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں سلامتی چاہتا ہوں' اے معبود برحق! تو مجھ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما اور دوزخ کی آگ سے ہم کو بچا لے۔ رمل فقط تین چکروں میں کرنا چاہئے۔ رمل یہ مطلب ہے کہ تین پہلے پھیروں میں ذرا اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے چلا جائے۔ یہ رمل حجر اسود سے طواف

شروع کرتے ہوئے رکن یمانی تک ہوتا ہے۔ رکن یمانی پر رمل کو موقوف کیا جائے اور حجر اسود تک باقی حصہ میں نیز باقی چار شوطوں میں معمولی چال چلا جائے۔ اس طواف میں اضطباع بھی کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لیا جائے۔ ایک چکر پورا کر کے جب واپس حجر اسود پر آؤ تو حجر اسود کی دعا پڑھ کر اس کو چوما یا ہاتھ لگایا جائے۔ اب ایک چکر پورا ہوا۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا پھیرا کرے۔ ان تین پھیروں میں رمل کرے۔ اس کے بعد چار پھیرے بغیر رمل کے کرے۔ ایک طواف کے لئے یہ سات پھیرے ہوتے ہیں۔ جن کے بعد بیت اللہ کا ایک طواف پورا ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف مثل نماز کے ہے۔ اس میں باتیں کرنی منع ہیں۔ خدا کا ذکر جتنا چاہے کرے۔ ایک طواف پورا کر چکنے کے بعد مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔ اس پہلے طواف کا نام طواف قدوم ہے۔ رمل اور اضطباع اس کے سوا اور کسی طواف میں نہ کرنا چاہئے۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے آتے ہوئے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ شریف کے درمیان کر کے یہ آیت پڑھے: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ﴾ (البقرۃ: ۱۲۵) پھر دو رکعت دوگانہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر اضطباع کیا ہوا ہے اس کو کھول دے۔ سلام پھیر کر مندرجہ ذیل دعا نہایت انکساری سے پڑھے اور خلوص دل سے اپنے اور دوسروں کے لئے دعائیں مانگے۔ دعا یہ ہے:

اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سولی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا بباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتب لی ورضا بما قسمت لی یا ارحم الراحمین (طبرانی)

(ترجمہ) یا اللہ! تو میری ظاہر و پوشیدہ حالت سے واقف ہے۔ پس میرے عذروں کو قبول فرما لے۔ تو میری حاجتوں سے بھی واقف ہے پس میرے سوال کو پورا کر دے۔ تو میرے نفس کی حالت جانتا ہے پس میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے مولا! میں ایسا ایمان چاہتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور یقین صادق کا طلبگار ہوں یہاں تک کہ میرے دل میں جم جائے کہ مجھے وہی دکھ پہنچ سکتا ہے جو تو لکھ چکا اور میں قسمت کے لکھے پر ہر وقت راضی برضا ہوں۔ اے سب سے بڑے مہربان! تو میری دعا قبول فرما لے۔ آمین۔

طواف کی فضیلت میں عمرو بن شعیب اپنے باپ سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا المرء یرید الطواف بالبیت اقبل یخوض الرحمة فاذا دخله غمرته ثم لا یرفع قدما ولا یضع قدما الا کتب اللہ له بکل قدم خمس مائة حسنة وحط عنه خمسة مائة سیئة ورفعت له خمس مائة درجة الحدیث (در منثور' ج ۱/ ص: ۱۲۰)

یعنی انسان جب بیت اللہ شریف کے طواف کا ارادہ کرتا ہے تو رحمت الٰہی میں داخل ہو جاتا ہے پھر طواف شروع کرتے وقت رحمت الٰہی اس کو ڈھانپ لیتی ہے پھر وہ طواف میں جو بھی قدم اٹھاتا ہے اور زمین پر رکھتا ہے ہر ہر قدم کے بدلے اس کو پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں اور پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے پانچ سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا من طاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین وشرب من ماء زمزم غفرت ذنوبه کلها بالغة ما بلغت یعنی جس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور زمزم کا پانی پیا اس کے جتنے بھی گناہ ہوں سب معاف کر دیئے جاتے ہیں (در منثور)

مسئلہ: طواف شروع کرتے وقت حاجی اگر مفرد یعنی صرف حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو دل میں طواف قدوم کی نیت کرے اور اگر قارن یا متمتع ہے تو طواف عمرہ کی نیت کر کے طواف شروع کرے۔ یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے' زبان سے کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ بہت سے ناواقف حاجی صاحبان جب شروع میں حجر اسود کو آ کر بوسہ دیتے ہیں اور طواف شروع کرتے ہیں تو تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیر کہہ کر رفع یدین کر کے زبان سے نیت کرتے ہیں' یہ بے ثبوت ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہئے (زاد المعاد)

بیہقی کی روایت میں اس قدر ضرور آیا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر دونوں ہاتھ کو اس پر رکھ کر پھر ان ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

طواف کرنے میں مرد و عورت کا یکساں حکم ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ عورت کسی طواف میں رمل اور اضطباع نہ کرے (جلیل المناسک)

حیض اور نفاس والی عورت صرف طواف نہ کرے۔ باقی حج کے تمام کام بجا لائے۔ حضرت عائشہ کو حائضہ ہونے کی حالت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطھری (متفق علیه) یعنی طواف بیت اللہ کے سوا اور سب کام کر جو حاجی کرتے ہیں یہاں تک کہ تو پاک ہو۔ اگر حالت حیض و نفاس میں طواف کر لیا تو طواف ہو گیا۔ مگر فدیہ میں ایک بکری یا ایک اونٹ ذبح کرنا لازمی ہے (فتح الباری) مستحاضہ عورت اور سلسل بول والے کو طواف کرنا درست ہے۔ (مشکوٰۃ)

بیت اللہ شریف میں پہنچ کر سوائے عذر حیض و نفاس کے باقی کسی طرح کا اور کیسا ہی عذر کیوں نہ ہو جب تک ہوش و حواس صحیح طور پر قائم ہیں اور راستہ صاف ہے تو محرم کو طواف قدوم اور سعی کرنا ضروری ہے۔

طواف کی قسمیں! طواف چار طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) طواف قدوم جو بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ آتے ہی حجر اسود کو چھونے کے بعد کیا جاتا ہے۔

(۲) طواف عمرہ جو عمرے کا احرام باندھ کر کیا جاتا ہے۔

(۳) طواف افاضہ جو دسویں ذی الحجہ کو یوم نحر میں قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر اور احرام کھول کر کیا جاتا ہے۔ اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔

(۴) طواف وداع جو بیت اللہ شریف سے رخصت ہوتے وقت آخری طواف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: بہتر تو یہی ہے کہ ہر سات پھیروں کا جو ایک طواف کہلاتا ہے اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ لیکن اگر چند طواف ملا کر آخر میں صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو بھی کافی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے۔ (ایضاح الحجہ)

مسئلہ: طواف قدوم' طواف عمرہ' طواف وداع میں ان دو رکعتوں کے بعد بھی حجر اسود کو بوسہ دینا چاہئے۔

تنبیہ: ائمہ اربعہ اور تمام علمائے سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چومنا چاٹنا چھونا صرف حجر اسود اور رکن یمانی کے لئے ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابن عمر قال لم ار النبی صلی اللہ علیه وسلم یستلم من البیت الا الرکنین الیمانین (متفق علیه) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے بیت اللہ کی کسی اور چیز کو چھوتے ہوئے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ پس استلام صرف ان ہی دو کے لئے ہے۔ ان کے علاوہ مساجد ہوں یا مقابر اولیاء و صلحاء ہوں یا حجرات و مغارات رسل ہوں یا اور تاریخی یادگاریں ہوں کسی کو چومنا چاٹنا یا چھونا ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ جماعت سلف امت رحمھم اللہ مقام ابراہیم اور احجار مکہ کو بوسہ دینے سے قطعاً منع کیا کرتے تھے۔ پس حاجی صاحبان کو چاہئے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی جگہ کے ساتھ یہ معاملات بالکل نہ کریں ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کی مثال صادق آئے گی۔

بہت سے ناواقف بھائی مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے کے بعد مقام ابراہیم کے دروازے کی جالیوں کو پکڑ کر اور کڑوں میں ہاتھ ڈال کر دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بھی عوام کی ایجاد ہے جس کا سلف سے کوئی ثبوت نہیں۔ پس ایسی بدعات سے بچنا ضروری ہے۔ بدعت

ایک زہر ہے جو تمام نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد (متفق علیه) یعنی جس نے ہمارے اس دین میں اپنی طرف سے کوئی نیا کام ایجاد کیا جس کا پتہ اس دین میں نہ ہو وہ مردود ہے۔

مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کر کے مقام ملتزم پر آنا چاہئے۔ یہ جگہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے بیچ میں ہے۔ یہاں پر سات پھیروں کے بعد دو رکعت نماز کے بعد آنا چاہئے۔ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے یہاں کا پردہ پکڑ کر خانہ کعبہ سے لپٹ کر دیوار پر گال رکھ کر ہاتھ پھیلا کر دل کھول کر خوب رو رو کر دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کریں۔ اس مقام پر یہ دعا بھی مناسب ہے:

اللھم لک الحمد حمدا یوافی نعمک ویکافی مزیدک احمدک بجمیع محامدک ما علمت وما لم اعلم علی جمیع نعمک ما علمت منھا وما لم اعلم وعلی کل حال اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد اللھم اعذنی من کل سوء وقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیه اللھم اجعلنی من اکرم وفدک عندک والزمنی سبیل الاستقامة حتی القاک یا رب العالمین (اذکار نووی)

(ترجمہ) یا اللہ! کل تعریفوں کا مستحق تو ہی ہے میں تیری وہ تعریفیں کرتا ہوں جو تیری دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ہو سکیں اور اس شکریہ پر جو نعمتیں تیری جانب سے زیادہ ملیں ان کا بدلہ ہو سکیں۔ پھر میں تیری ان نعمتوں کو جانتا ہوں اور جن کو نہیں سب ہی کا ان خوبیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا مجھ کو علم ہے اور جن کا نہیں۔ غرض ہر حال میں تیری ہی تعریفیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو اپنے حبیب محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود و سلام بھیج۔ یا اللہ! تو مجھ کو شیطان مردود سے اور ہر برائی سے پناہ میں رکھ اور جو کچھ تو نے مجھ کو دیا ہے اس پر قناعت کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت دے۔ یا اللہ! تو مجھ کو بہترین مہمانوں میں شامل کر اور مرتے دم تک مجھ کو تو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میری تجھ سے ملاقات ہو۔

یہ طواف جو کیا گیا طواف قدوم کہلاتا ہے۔ جو مکہ شریف یا میقات کے اندر رہتے ہیں' ان کے لئے یہ سنت نہیں ہے اور جو عمرہ کی نیت سے مکہ میں آئیں ان پر بھی طواف قدوم نہیں ہے۔ اس طواف سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا جائے کہ یہ افتتاح سعی کا استلام ہے۔ پھر کمانی دار دروازے سے نکل کر سیدھے باب صفا کی طرف جائیں اور باب صفا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ بسم اللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک (ترمذی)

(ترجمہ) "اللہ کے مقدس نام کی برکت سے اور اللہ کے پیارے رسول پر درود و سلام بھیجتا ہوا باہر نکلتا ہوں۔ اے اللہ! میرے لئے اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دے۔ اس دعا کو پڑھتے ہوئے پہلے بایاں قدم مسجد حرام سے باہر کیا جائے پھر دایاں۔

کوہ صفا پر چڑھائی! باب صفا سے نکل کر سیدھے کوہ صفا پر جائیں۔ قریب ہونے پر آیت شریفہ ﴿ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ ﴾ تلاوت کریں۔ پھر کہیں ابدا بما بدا اللہ (چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر میں پہلے صفا کا نام لیا ہے اس لئے میں بھی پہلے صفا ہی سے سعی شروع کرتا ہوں) یہ کہہ کر سیڑھیوں سے پہاڑی کے اوپر اتنا چڑھ جائیں کہ بیت اللہ شریف کا پردہ دکھائی دینے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

عن ابی ھریرة قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فدخل مکة فاقبل الی الحجر فاستلمه ثم طاف بالبیت ثم اتی الصفا فعلاہ حتی ینظر الی البیت الحدیث رواہ ابو داود یعنی اللہ کے رسول ﷺ جب مکہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود کا استلام کیا' پھر طواف کیا۔ پھر آپ صفا کے اوپر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا۔

پس اب قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے تین دفعہ کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہیں۔ پھر یہ دعا پڑھیں۔

لا الہ الا اللہ وحدہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شئی قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز و

عدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ (مسلم)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' ملک کا اصلی مالک وہی ہے' اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ وہ جو چاہے سو ہو سکتا ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے جس نے غلبہ اسلام کی بابت اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی امداد کی اور اس اکیلے نے تمام کفار و مشرکین کے لشکروں کو بھگا دیا"

اس دعا کو پڑھ کر پھر درود شریف پڑھیں پھر خوب دل لگا کر جو چاہیں دعا مانگیں' تین دفعہ اسی طرح نعرہ تکبیر تین تین بار بلند کر کے مذکور بالا دعا پڑھ کر درود شریف کے بعد خوب دعائیں کریں' یہ دعا کی قبولیت کی جگہ ہے۔ پھر واپسی سے پہلے مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں۔

اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد انی اسئلک کما ھدیتنی للاسلام ان لا تنزعه منی حتی توفنی وانا مسلم (موطا) یااللہ تو نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس تو نے جس طرح مجھے اسلامی زندگی نصیب فرمائی اسی طرح موت بھی مجھ کو اسلام کی حالت میں نصیب فرما۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی! صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو سعی کہتے ہیں' یہ فرائض حج میں داخل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عن صفیة بنت شیبة قالت اخبرتنی بنت ابی تجراة قالت دخلت مع نسوة من قریش دار آل ابی حسین ننظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم وھو یسعی بین الصفا والمروة فرائیته یسعی وان میزرہ لیدور من شدة السعی وسمعته یقول اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی رواہ فی شرح السنة یعنی صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں کہ مجھے بنت ابی تجراہ نے خبر دی کہ میں قریش کی چند عورتوں کے ساتھ آل ابو حسین کے گھر داخل ہوئی۔ ہم نبی کریم ﷺ کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ سعی کر رہے تھے اور شدت سعی کی وجہ سے آپ کی ازار مبارک ہل رہی تھی۔ آپ فرماتے جاتے تھے لوگو سعی کرو' اللہ نے اس سعی کو تمہارے اوپر فرض کیا ہے۔

پس اب صفا سے اتر کر رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم (طبرانی) پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ چلیں۔ جب سبز میل کے پاس پہنچ جائیں (جو بائیں طرف مسجد حرام کی دیوار سے ملی ہوئی منصوب ہے) تو یہاں سے رمل کریں یعنی تیز رفتار دوڑتے ہوئے دوسرے سبز میل تک جائیں (جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے مقابل ہے) پھر یہاں سے آہستہ آہستہ اپنی چال پر چلتے ہوئے مروہ پہنچیں۔ راستے میں مذکورہ بالا دعا پڑھتے رہیں۔ جب مروہ پہنچیں تو پہلے دوسری سیڑھی پر چڑھ کر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوں اور تھوڑا سا داہنی جانب مائل ہو جائیں تاکہ کعبہ کا استقبال اچھی طرح ہو جائے اگرچہ یہاں سے بیت اللہ بوجہ عمارات کے نظر نہیں آتا۔ پھر صفا کی دعائیں یہاں بھی اسی طرح پڑھیں جس طرح صفا پر پڑھی تھیں اور کافی دیر تک ذکر و دعا میں مشغول رہیں کہ یہ بھی محل اجابت دعا ہے۔ پھر واپس صفا کو رب اغفر وارحم پوری دعا پڑھتے ہوئے معمولی چال سے سبز میل تک چلیں۔ پھر یہاں سے دوسرے میل تک تیز چلیں۔ اس میل پر پہنچ کر معمولی چال سے صفا پر پہنچیں۔ صفا سے مروہ تک آنا سعی کا ایک شوط کہلاتا ہے۔ صفا پر واپس پہنچنے سے سعی کا دوسرا شوط پورا ہو جائے گا۔ اسی طرح سات شوط پورے کرنے ہوں گے۔ ساتواں شوط مروہ پر ختم ہو گا۔ ہر شوط میں مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ خوب دل لگا کر پڑھنا چاہئے۔ چونکہ زمین اونچی ہوتی چلی گئی اس لئے صفا مروہ کی سیڑھیاں زمین میں دب گئی ہیں اور اب پہلی ہی سیڑھی پر کھڑے ہونے سے بیت اللہ کا نظر آنا ممکن ہے۔ لہٰذا اب کئی درجوں پر چڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ سعی میں کسی قسم کی تخصیص عورت کے لئے نہیں آئی۔ مرد عورت ایک ہی حکم میں ہیں

ضروری مسائل! طواف یا سعی کی حالت میں نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو طواف یا سعی کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ نیز پیشاب یا پائخانہ یا اور کوئی ضروری حاجت در پیش ہو تو اس سے فارغ ہو کر باوضو جہاں طواف یا سعی کو چھوڑا تھا وہیں سے باقی کو پورا کرے۔ بیمار کو پکڑ کر یا چارپائی پر یا سواری پر بٹھا کر طواف اور سعی کرانی جائز ہے۔ قدامہ بن عبداللہ بن عمار روایت کرتے ہیں۔ رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسعی بین الصفا والمروۃ علی بعیر (مشکوۃ) میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اونٹ پر سوار ہو کر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس پر حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے آپ نے طواف و سعی میں سواری کا استعمال کیا تھا

قارن حج اور عمرے کا طواف اور سعی ایک ہی کرے۔ حج و عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ دوبار طواف و سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم) عورتیں طواف اور سعی میں مردوں میں خلط ملط ہو کر نہ چلیں۔ ایک کنارہ ہو کر چلیں (صحیحین)

سعی کے بعد! صفا اور مروہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد اگر حج تمتع کی نیت سے احرام باندھا گیا تھا تو اب حجامت کرا کر حلال ہو جانا چاہئے۔ اور احرام حج قرآن یا حج افراد کا تھا تو نہ حجامت کرانی چاہیے نہ احرام کھولنا چاہیے۔ حج تمتع کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ مروہ پر بال کتروا دے اور دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں بال منڈوائے۔ عورت کو بال منڈوانے منع ہیں۔ ہاں چٹیا کی تھوڑی سی نوک کتر دینی چاہئے ۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے لیس علی النساء الحلق انما علی النساء التقصیر (ابوداود) یعنی عورتوں کے لئے سر منڈانا نہیں ہے بلکہ صرف چٹیا میں سے چند بال کاٹ ڈالنا کافی ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر چاہ زمزم پر آ کر زمزم کا پانی پینا چاہئے۔ اس قدر کہ پیٹ اور پسلیاں خوب تن جائیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ منافق اتنا نہیں پیتا کہ اس کی پسلیاں تن جائیں۔ آب زمزم جس ارادے سے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ شفا کے ارادے سے پیا جائے تو شفا ملتی ہے۔ بھوک پیاس کی دوری کے لئے پیا جائے تو بھوک پیاس دور ہوتی ہے۔ اور اگر دشمن کے خوف سے' کسی آفت کے ڈر سے' روز محشر کی گھبراہٹ سے محفوظ رہنے کی نیت سے پیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ امن دیتا ہے۔ (حاکم' دار قطنی وغیرہ)

آب زمزم پینے کے آداب! زمزم شریف کا پانی قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو کر پینا چاہئے۔ درمیان میں تین سانس لیں۔ ہر دفعہ میں شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ پڑھنا چاہئے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔

اللھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء (حاکم دار قطنی) یا اللہ! میں تجھ سے علم نفع دینے والا اور روزی فراخ اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔

٨١- بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

باب حیض والی عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام ارکان بجالائے اور اگر کسی نے صفا اور مروہ کی سعی بغیر وضو کر لی تو کیا حکم ہے؟

تشریح باب کی حدیثوں سے پہلا حکم تو ثابت ہوتا ہے لیکن دوسرے حکم کا ان میں ذکر نہیں ہے اور شاید یہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں امام مالکؒ سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ صفا مروہ کا طواف بھی نہ کرے۔ ابن عبدالبر نے کہا اس زیادت کو صرف یحییٰ بن یحییٰ نیسا پوری نے نقل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح ابن عمرؓ

سے نقل کیا کہ حیض والی عورت سب کام کرے مگر بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف نہ کرے۔ ابن بطال نے کہا امام بخاریؒ نے دوسرا مطلب باب کی حدیث سے یوں نکالا کہ اس میں یوں ہے سب کام کرے جیسے حاجی کرتے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرے' تو معلوم ہوا کہ صفا مروہ کا طواف بے وضو اور بے طہارت درست ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابن عمرؓ سے نکالا کہ اگر طواف کے بعد عورت کو حیض آ جائے صفا مروہ کی سعی سے پہلے تو صفا مروہ کی سعی کرے (وحیدی)

١٦٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ: فَشَكَوتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: ((افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي)). [راجع: ٢٩٤]

(۱۶۵۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبردی' انہیں عبدالرحمٰن بن قاسم نے' انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہوں نے فرمایا کہ میں مکہ آئی تو اس وقت میں حائضہ تھی۔ اس لئے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی اور نہ صفا مروہ کی سعی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں تم بھی اسی طرح (ارکان حج) ادا کر لو۔ ہاں بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہ کرنا۔

١٦٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ. ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ. وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ - وَمَعَهُ هَدْيٌ - فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ. فَأَمَرَ النَّبِي ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا، إِلاَّ مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ. فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا! فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا

(۱۶۵۱) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے حبیب معلم نے بیان کیا' ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا۔ آنحضورؐ اور طلحہؓ کے سوا اور کسی کے ساتھ قربانی نہیں تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بھی قربانی تھی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (سب لوگ اپنے حج کے احرام کو) عمرہ کا کر لیں۔ پھر طواف اور سعی کے بعد بال ترشوا لیں اور احرام کھول ڈالیں لیکن وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ کیا ہم منیٰ میں اس طرح جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منی ٹپک رہی ہو۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا' اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ

اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْ لاَ أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لأَحْلَلْتُ)). وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ. فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ! فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ)). [راجع: ١٥٥٧]

نہ لاتا اور جب قربانی کا جانور ساتھ نہ ہوتا تو میں بھی (عمرہ اور حج کے درمیان) احرام کھول ڈالتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا اور دوسرے ارکان حج ادا کئے۔ پھر جب پاک ہو لیں تو طواف بھی کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ سب لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے جا رہے ہیں لیکن میں نے صرف حج ہی کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ انہیں تنعیم لے جائیں (اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں) اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ کیا۔

١٦٥٢- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: ((كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى. فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُولَ اللهِ ﷺ هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لاَ تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَوْ قَالَتْ: سَأَلْنَاهَا - فَقَالَتْ وَكَانَتْ لاَ تَذْكُرُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِلاَّ قَالَتْ: بِأَبِي - فَقُلْتُ: أَسَمِعْتِ رَسُولَ اللهِ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ

(١٦٥٢) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا' ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے حفصہ بنت سیرین نے بیان کیا کہ ہم اپنی کنواری لڑکیوں کو باہر نکلنے سے روکتے تھے۔ پھر ایک خاتون آئیں اور بنی خلف کے محل میں (جو بصرے میں تھا) ٹھہریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن (ام عطیہؓ) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کے گھر میں تھیں۔ ان کے شوہر نے آنحضور ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے اور میری بہن چھ جہادوں میں ان کے ساتھ رہی تھیں۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ ہم (میدان جنگ میں) زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہمارے پاس چادر نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم عیدگاہ جانے کے لئے باہر نہ نکلیں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا' اس کی سہیلی کو اپنی چادر اسے اڑھا دینی چاہئے اور پھر مسلمانوں کی دعا اور نیک کاموں میں شرکت کرنی چاہئے۔ پھر جب ام عطیہؓ خود بصرہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی پوچھا یا یہ کہا کہ ہم نے ان سے پوچھا انہوں نے بیان کیا کہ ام عطیہؓ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتیں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہاں تو میں نے ان سے پوچھا' کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ انہوں نے

بِأَبِي فَقَالَ: ((لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ - أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ - وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى)). فَقُلْتُ: الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ: أَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا؟)).

[راجع: ٣٢٤]

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکیاں اور پردہ والیاں بھی باہر نکلیں یا یہ فرمایا کہ پردہ والی دوشیزائیں اور حائضہ عورتیں سب باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا اور خیر کے کاموں میں شرکت کریں۔ لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ میں نے کہا اور حائضہ بھی نکلیں؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورت عرفات اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی ہیں؟ (پھر عیدگاہ ہی جانے میں کیا حرج ہے)

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ حیض والی طواف نہ کرے جو ترجمہ باب کا ایک مطلب تھا کیونکہ حیض والی عورت کو جب نماز کے مقام سے الگ رہنے کا حکم ہوا تو کعبہ کے پاس جانا بھی اس کو جائز نہ ہو گا۔ بعضوں نے کہا باب کا دوسرا مطلب بھی اس سے نکلتا ہے۔ یعنی صفا مروہ کی سعی حائضہ کر سکتی ہے کیونکہ حائضہ عرفات کا وقوف کر سکتی ہے اور صفا مروہ عرفات کی طرح ہے (وحیدی)

ترجمہ میں کھلی ہوئی تحریف! کسی بھی مسلمان کا کسی بھی مسئلہ کے متعلق مسلک کچھ بھی ہو۔ مگر جہاں قرآن مجید و احادیث نبوی کا کھلا ہوا متن سامنے آ جائے' دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ترجمہ بلا کم و کیف بالکل صحیح کیا جائے۔ خواہ اس سے ہمارے مزعومہ مسلک پر کیسی ہی چوٹ کیوں نہ لگتی ہو۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا کلام بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس میں ایک ذرہ برابر بھی ترجمہ و تشریح کے نام پر کمی و بیشی کرنا وہ بد ترین جرم ہے جس کی وجہ سے یہودی تباہ و برباد ہو گئے۔ اللہ پاک نے صاف لفظوں میں ان کی اس حرکت کا نوٹس لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ (المائدۃ: ۱۳) یعنی اپنے مقام سے آیات الٰہی کی تحریف کرنا علماء یہود کا بد ترین شیوہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ یہی شیوہ ہمیں کچھ علماء اسلام کی تحریرات میں نظر آتا ہے۔ جس سے اس کلام نبوی کی تصدیق ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں یہود و نصاریٰ کے قدم بر قدم چلنے کی راہ اختیار کر کے گمراہ ہو جاؤ گے۔

اصل مسئلہ! عورتوں کا عیدگاہ میں جانا حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں اور حیض والی عورتوں کا نکلنا اور عید کی دعاؤں میں شریک ہونا ایسا مسئلہ ہے جو متعدد احادیث نبوی سے ثابت ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عہد رسالت میں سختی کے ساتھ اس پر عمل درآمد تھا اور جملہ خواتین اسلام عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔ بعد میں مختلف فقہی خیالات وجود پذیر ہوئے اور محترم علمائے احناف نے عورتوں کا میدان عیدگاہ جانا مطلقاً ناجائز قرار دیا۔ بہرحال اپنے خیالات کے وہ خود ذمہ دار ہیں مگر جن احادیث میں عہد نبوی میں عورتوں کا عیدگاہ جانا مذکور ہے ان کے ترجمہ میں رد و بدل کرنا انتہائی غیر ذمہ داری ہے۔

اور صد افسوس کہ ہم موجودہ تراجم بخاری شریف میں جو علماء دیوبند کے قلم سے نکل رہے ہیں ایسی غیر ذمہ داریوں کی بکثرت مثالیں دیکھتے ہیں۔ "تفہیم البخاری" ہمارے سامنے ہے۔ جس کا ترجمہ و تشریحات بہت محتاط اندازے پر لکھا گیا ہے۔ مگر مسلکی تعصب نے بعض جگہ ہمارے محترم فاضل مترجم تفہیم البخاری کو بھی جادۂ اعتدال سے دور کر دیا ہے۔

یہاں حدیث حفصہ کے سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ سے ایسی عورت کے عیدگاہ جانے نہ جانے کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے کہ جس کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر نہیں ہے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ اس کی سہیلی کو چاہئے کہ اپنی چادر اس کو عاریتاً اوڑھا دے تاکہ وہ اس خیر اور دعائے مسلمین کے موقع پر (عیدگاہ میں) مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو سکے۔ اس کا ترجمہ

مترجم موصوف نے یوں کیا ہے "اگر ہمارے پاس چادر (برقعہ) نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم (مسلمانوں کے دینی اجتماعات میں شریک ہونے کے لئے) باہر نہ نکلیں ؟" ایک بادی النظر سے بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والا اس ترجمہ کو پڑھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں عیدگاہ جانے نہ جانے کے متعلق پوچھا جا رہا ہے۔ دینی اجتماعات سے وعظ و نصیحت کی مجالس مراد ہو سکتی ہیں۔ اور ان سب میں عورتوں کا شریک ہونا بلا اختلاف جائز ہے اور عہد نبوی میں بھی عورتیں ایسے اجتماعات میں برابر شرکت کرتی تھیں۔ پھر بھلا اس سوال کا مطلب کیا ہو سکتا ہے ؟

بہرحال یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اللہ توفیق دے کہ علماء کرام اپنے مزعومہ مسالک سے بلند ہو کر احتیاط سے قرآن و حدیث کا ترجمہ کیا کریں۔ وباللہ التوفیق۔

٨٢- بَابُ الْإِهْلاَلِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي بِالْحَجِّ، قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُالْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ : أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لاِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلاَلَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، فَقَالَ : لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

باب جو شخص مکہ میں رہتا ہو وہ منیٰ کو جاتے وقت بطحاء وغیرہ مقاموں سے احرام باندھے

اور اسی طرح ہر ملک والا حاجی جو عمرہ کر کے مکہ رہ گیا ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا جو شخص مکہ ہی میں رہتا ہو وہ حج کے لئے لبیک کہے تو انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذی الحجہ میں نماز ظہر پڑھنے کے بعد جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے۔ عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطاء سے' انہوں نے جابرؓ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں مکہ آئے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ تک کے لئے ہم حلال ہو گئے۔ اور (اس دن مکہ سے نکلتے ہوئے) جب ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر چھوڑا تو حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کیا کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا تھا۔ اور عبید بن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب آپ مکہ میں تھے تو میں نے دیکھا اور تمام لوگوں نے احرام چاند دیکھتے ہی باندھ لیا تھا لیکن آپؐ نے آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب تک آپ منیٰ جانے کو اونٹنی پر سوار نہ ہو جاتے احرام نہ باندھتے

تشریح یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو ذوالحلیفہ ہی سے احرام باندھ کر آئے تھے اور مکہ میں حج سے فارغ ہونے تک آپ نے احرام کھولا ہی نہیں تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیسے دلیل لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے احرام باندھتے ہی حج یا عمرے کے اعمال شروع کر دیئے اور احرام میں اور حج کے کاموں میں فاصلہ نہیں کیا۔ پس اس سے یہ نکل آیا کہ مکہ کا رہنے والا یا متمتع آٹھویں تاریخ سے احرام باندھے کیونکہ اسی تاریخ کو لوگ منیٰ روانہ ہوتے ہیں اور حج کے کام شروع ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ کا رہنے والا تمتع کرنے والا حج کا

احرام مکہ ہی سے باندھے اور کوئی خاص جگہ کی تعیین نہیں ہے کہ بس ہر مقام سے احرام باندھ سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھے۔

٨٣- بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟

باب آٹھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے

١٦٥٣- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الأَزْرَقُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى. قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالأَبْطَحِ. ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ)) [طرفاه في: ١٦٥٤، ١٧٦٣].

(١٦٥٣) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبدالعزیز بن رفیع کے واسطے سے بیان کیا' کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ظہر اور عصر کی نماز آٹھویں ذی الحجہ میں کہاں پڑھی تھی؟ اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے یاد ہے تو مجھے بتایئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا کہ بارہویں تاریخ کو عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا کہ محصب میں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے حکام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔

١٦٥٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ لَقِيْتُ أَنَسًا ح. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ: ((خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ، فَقُلْتُ: ((أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ فَقَالَ: انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ)).

[راجع: ١٦٥٣]

(١٦٥٤) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا' انہوں نے ابو بکر بن عیاش سے سنا کہ ہم سے عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا' کہا کہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ملا (دوسری سند) امام بخاریؒ نے کہا اور مجھ سے اسمٰعیل بن ابان نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا' ان سے عبدالعزیز نے کہا کہ میں آٹھویں تاریخ کو منیٰ گیا تو وہاں انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ گدھی پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا نبی کریم ﷺ نے اس دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا دیکھو جہاں تمہارے حاکم لوگ نماز پڑھیں وہیں تم بھی پڑھو۔

تشریح معلوم ہوا کہ حاکم اور شاہ اسلام کی اطاعت واجب ہے۔ جب اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو اور جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مستحب وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے کیا۔ مگر مستحب امر کے لئے حاکم یا جماعت کی مخالفت کرنا بہتر نہیں۔ ابن منذر نے کہا سنت یہ ہے کہ امام ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور صبح کی نمازیں منیٰ ہی میں پڑھے اور منیٰ کی طرف ہر وقت نکلنا درست ہے لیکن سنت یہی ہے کہ آٹھویں تاریخ کو نکلے اور ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر ادا کرے۔ (وحیدی)

چھٹا پارہ پورا ہوا اور اس کے بعد ساتواں پارہ شروع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔